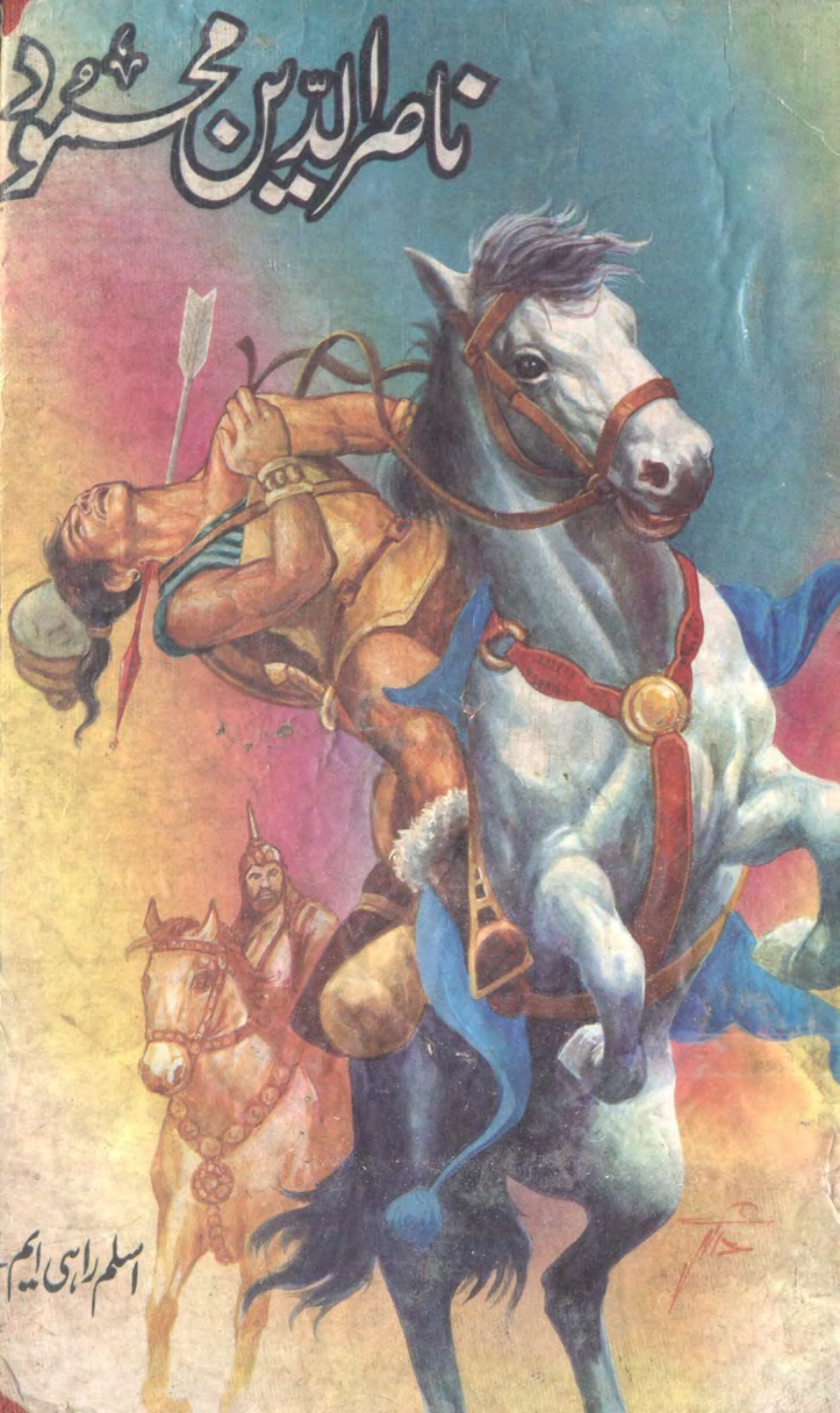
ناصر الدین محمود
اسلم راہی ایم

مالوہ کا راجہ جاہر دیو اپنے بیٹے سندر داس کے ساتھ اپنے قصر کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا ان دونوں باپ بیٹے کے سامنے دو قطاروں میں لشکریوں کے چھوٹے بڑے سالار اور عمائدین شہر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایسے میں راجہ جاہر دیو کا چوب دار کمرے میں داخل ہوا اس کے ساتھ دو مسلح جوان بھی تھے جو ایک ایسے شخص کو اپنے ساتھ ہانکتے ہوئے لا رہے تھے جس کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے شاید وہ کوئی مجرم تھا جسے راجہ جاہر کے سامنے پیش کیا جانا تھا۔

راجہ جاہر دیو کے سامنے آنے کے بعد اس کا چوب دار اور دونوں مسلح جوان اپنے جسم کو دہرا کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکے راجہ کو تعظیم دی اور پھر سیدھے کھڑے ہونے کے بعد چوب دار نے بڑی تعظیم سے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مالک یہ ہے وہ شخص جس نے گاؤ ہتیا کا جرم کیا ہے اور آپ کے حکم کے مطابق ہم نے اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے اس کے ساتھ ہی جس مجرم کو راجہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا چوبدار اس مجرم کے پیچھے دونوں مسلح جوانوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا راجہ جاہر دیو اس کا بیٹا سندر داس اور قصر کے اس کمرے میں بیٹھے ہوئے سارے لوگ اس مجرم کی طرف دیکھتے رہے پھر راجہ نے تحکمانہ سے انداز میں اپنے چوبدار کو مخاطب کیا۔

اس کی پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دو تا کہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اس کے جرم سے آگاہ کروں اور اس سے پوچھ سکوں کہ اس نے ایسا جرم کیوں کیا ہے۔ چوبدار فورا" آگے بڑھا اور اس نے اس شخص کے پشت پر بندھے ہاتھ کھول

دیئے تھے۔

وہ نوجوان تھوڑی دیر تک اپنے بازوؤں کو اس جگہ سے سہلاتا رہا جہاں رسیوں کے بل تھے وہ "نوجوان خوب لمبے قد کاٹھ کا اور تنے ہوئے 'کسے ہوئے جسم کا مالک تھا اس کا کسرتی جسم بتاتا تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی نوعیت کا شخص ہے جس کا قد کاٹھ جسمانی ساخت اسے اوروں میں خوب نمایاں کرتے تھے اس 'وقع پر راجہ جاہر دیو نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا'۔

نوجوان پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو اس کے بعد میں تم پر عیاں کرتا ہوں کہ تمہیں کس جرم کی وجہ سے میرے سامنے پیش کیا گیا ہے اس پر اس نوجوان نے بڑے غور سے راجہ جاہر دیو کی طرف دیکھا پھر انتہائی بے باکانہ سے انداز میں وہ بول پڑا۔

"راجہ جہاں تک میرے نام کا تعلق ہے میرا نام الغ خان ہے اور میں ذات کا ترک ہوں۔ اور میرا ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے سے تعلق ہے ہم لوگ یہاں سے گزر رہے تھے میرا کوئی جرم بھی نہیں تھا آپ کی ریاست کے کچھ لوگ مجھ پر حملہ آور ہوئے اور خوامخواہ اپنے خلاف مجھے بغاوت و سرکشی کرنے کی کوشش کرنے کے جرم میں پکڑ لیا۔"

وہ نوجوان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ راجہ جاہر دیو نے اس کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا'...... تم اصل بات کو چھپا رہے ہو پہلے تم پر دو الزام تھے لیکن اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد تم پر تین الزام عائد ہوتے ہیں یہ تو بات ثابت ہو گئی کہ تم مسلمان ہو اور تمہارا نام الغ خان ہے اور تمہارا تعلق ترکوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے تم پر پہلا الزام یہ تھا کہ تم نے گاؤ ہتیا کی میرے جاسوسوں' میرے خاص آدمیوں نے اطلاع دی کہ تمہارے قبیلے نے مالوہ شہر کے باہر پڑاؤ کر رکھا ہے اس قسم کے خانہ بدوش قبیلے یا کارواں جو ہماری سلطنت سے گزرتے ہیں ان پر میرے جاسوس خاص نگاہ رکھتے ہیں۔ میرے جاسوسوں نے مجھے خبر دی کہ تمہارے قبیلے میں ایک نہیں کئی گاؤ ہتیا کی گئیں ہیں اس سلسلے میں باز پرس کے لئے اور اصل حالات کا پتہ چلانے کے لئے میں نے اپنے تین مسلح جوانوں کو روانہ کیا اس وقت

گائے کا گوشت کٹ رہا تھا اور تم اس کے پاس کھڑے تھے جب مسلح جوانوں نے گاؤ ہتیا کی وجہ پوچھی تو ان کی تمہارے ساتھ تکرار ہوئی جس کے نتیجے میں تمہارا ان سے ٹکراؤ ہوا اور تمہارا دوسرا جرم نمودار ہوا اور وہ یہ کہ تم اکیلے نے ان تینوں جوانوں کو بری طرح زخمی کر دیا اس وقت وہ تینوں شاہی وید کے زیر علاج ہیں۔

تمہارا پہلا جرم تو گاؤ ہتیا ہے تمہارا دوسرا جرم یہ ہے کہ سرکار کے تین آدمیوں کو تم نے بری طرح زخمی کیا اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد اب تم نے تیسرا جرم کیا ہے اور وہ یہ کہ جب میرا چوب دار تمہیں اندر لیکر آیا تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا چوب دار ہی نہیں وہ مسلح جوان جو تمہیں ہانکتے ہوئے لائے تھے وہ بھی میری تعظیم کو جھکے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا گویا تم نے یہ تیسرا جرم کیا ہے اور ان تینوں جرموں کی سزا دینے سے پہلے میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم نے گاؤ ہتیا کا ارتکاب کیوں کیا۔

راجہ جاہر دیو کی اس گفتگو کے جواب میں اس ترک نوجوان کی چھاتی تن گئی جس نے اپنا نام الغ خان بتایا تھا تھوڑی دیر تک وہ سوچوں میں گم رہا پھر جاہر دیو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نوجوان نے انتہائی جراتمندانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔

راجہ جہاں تک تیسرے جرم کا تعلق ہے تو ایک بات لکھ رکھنا میں مسلمان ہوں اور مسلمان صرف اپنے خداوند قدوس کے آگے جھکتا ہے رہی تعظیم تو میں تمہیں ہر قسم کی تعظیم دینے کے لئے تیار ہوں لیکن سجدے کے انداز میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ میری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دی جائے۔

جہاں تک پہلے دو جرائم کا تعلق ہے تو گاؤ ہتیا تمہارے ہاں ممنوع ہے کائے تمہارے مذہب تمہارے دھرم میں مقدس ہے لیکن ہمارے دین میں گائے حلال ہے اور ہم اسے ذبح کر کے کھاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جو عمل تمہارے دھرم میں جرم ہو وہ ہمارے دین میں بھی جرم ہو لہٰذا اگر میں نے آپ کی سلطنت' آپ کے مالوہ شہر کے باہر گائے ذبح کرائی ہے تو یہ کوئی جرم نہیں ہے اس لئے کہ میرے دین میں گائے ذبح کر کے کھانا جائز اور حلال ہے۔

جہاں تک دوسرے جرم کا تعلق ہے تو راجہ تمہارے تینوں جوان میرے ساتھ جاتے ہی الجھ پڑے اس لئے کہ میرے خانہ بدوش کارواں کے لوگ گائے ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کاٹ رہے تھے اور میں ان کے پاس کھڑا ان کے کام کی نگرانی کر رہا تھا مسلح جوانوں نے جاتے ہی گوشت کاٹنے والوں کو پہلے پاؤں کی ٹھوکریں ماریں اور گوشت کاٹنے کے عمل کو بند کرنے کا حکم دیا میں نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔

اس کے بعد میں نے ان کو بڑی نرمی سے سمجھایا کہ گائے تم لوگوں کے لئے مقدس ہے ہمارے لئے نہیں میں نے انہیں یہ بھی کہا کہ اگر گائے کا گوشت تمہاری قسمت تمہارے مقدر میں نہیں ہے تو ہمیں اس سے کیوں محروم کرتے ہو سو اس گفتگو اس بات نے طول پکڑا اور وہ تینوں میرے ساتھ الجھ پڑے میں ان کے مقابلے پر اکیلا تھا اس موقع پر میرے ان ساتھیوں نے جو گوشت کاٹ رہے تھے چھریاں سنبھالتے ہوئے ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہا پر میں نے انہیں روک دیا تھا اے راجہ ان تینوں نے میرے خلاف اپنی تلواریں بے نیام کیں میں اکیلے نے بھی اپنی تلوار بے نیام کی میرا ان سے ٹکراؤ ہوا جس کے نتیجے میں وہ تینوں زخمی ہوئے اس میں میرا کیا قصور وہ تیغ زنی میں خام تھے' اپنی بزدلی کی وجہ سے میرے ہاتھوں زخمی ہوئے اس میں مجھ پر کیوں الزام اس میں میرا کیا قصور؟

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان خاموش ہو گیا تھا راجہ جاہر دیو اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سامنے بیٹھا ہوا اس کا ایک سالار غصے اور غضبناکی کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنا ہاتھ وہ بڑی تیزی سے تلوار کے دستے پر لے گیا آدھی تلوار کو نیام سے باہر نکالا اور پھر انتہائی غضبناک انداز میں اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

تم حد سے بڑھ کر گفتگو کر رہے ہو ہمارے ان ساتھیوں کو جنہیں گاؤ ہتیا کی تفصیل جاننے کے لئے روانہ کیا تم انہیں بزدل کہہ رہے ہو جانتے ہو اس کمرے میں ایسی گفتگو کا انجام کیا ہے۔

الغ خان نے مڑ کر اس سالار کی طرف دیکھا کھا جانے والے انداز میں ایک نگاہ اس کے سراپا پر ڈالی پھر اسے کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ راجہ جاہر دیو پھر بول پڑا۔

نوجوان تمہاری گفتگو حد سے بڑھی ہوئی ہے تم نے یقیناً" تینوں جرائم کا ارتکاب کیا ہے الغ خان راجہ کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

راجہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں کی سلطنت میں جس قدر ہندو آباد ہیں کیا کسی مسلمان نے انہیں مندر میں جانے سے روکا ہے دہلی کی سلطنت میں جس قدر ہندو آباد ہیں کیا انہیں کبھی کسی مسلمان حکمران یا والی نے کبھی انہیں بتوں کی پوجا پاٹ کرنے سے روکا ہے حالانکہ ہمارے دین ہمارے مذہب میں یہ شرک ہے شرک ایسا گناہ ہے جس کی معافی نہیں ہے جب مسلمان اپنی سلطنت میں مذہبی اور دھرمی آزادی دیتے ہیں تو راجہ آپ کی سلطنت میں مسلمانوں کو ایسی ہی آزادی ہونی چاہیے کسی دوسرے کے دین یا مذہب میں خوامخواہ الجھاؤ نہیں ڈالنا چاہیے۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان تھوڑی دیر تک رکا اور سوچا پھر اس نے راجہ جاہر دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

راجہ ہم لوگ نہ فسادی ہیں نہ لڑاکے نہ شورش اور لڑائی برپا کرنے والے ہیں ہم خانہ بدوش تو فروغ امن کے رسول ہیں ہماری اپنی نہ کوئی مٹی ہے نہ اپنی دھرتی ہے نہ کوئی اپنی بستی۔ ہم بستیوں کے کچے پکے راستوں کی رسومات سے بھی آشنا نہیں ہیں راجہ ہم خانہ بدوشوں کی زندگی تو ویران شب کے دوزخی لمحوں میں' بے خواب بجھتے تاروں کی مانند ہے جو اگر کسی کے لئے سود مند نہیں تو کسی کے لئے نقصان دہ بھی نہیں ہے۔

راجہ ہم خانہ بدوشوں کی زندگی تو گہری کٹھن جدوجہد' درد سخن سے بھرپور ہے ہم لوگ تو لوبھ لگن سے نا آشنا سیدھے سادھے لوگ ہیں ہمارے لئے راستوں کا ہر ذرہ سورج' ہمارے لئے ہر ویرانہ نگار خانہ ہے ہمارے لئے تو ہر خطے ہر چراگاہ کی عطر بیز ہوائیں زندگی کے پیراہن کا درجہ رکھتی ہیں۔ راجہ ہم خانہ بدوش تو اونچے پربتوں میں' بے رنگ بے حسن ریگزاروں میں کوہستانوں کے دامنوں میں اپنے ریوڑوں کے ساتھ سرگرداں رہتے ہیں راجہ ہم تو کالی راتوں کے ان مسافروں کی مانند ہیں جن کے منظر میں منزل کا کوئی بھولا بسرا راستہ جن کی قسمت میں تقدیر کا کوئی ستارہ تک نہیں ہوتا آپ خوامخواہ مجھ سے الجھ رہے ہیں میں ایک بار پھر آپ سے گزارش کرتا ہوں

کہ میرا ہرگز آپ کے آدمیوں کو زخمی کرنے کا ارادہ نہیں تھا میں نے ان کے مقابـ
میں اپنا صرف دفاع کیا اور وہ میرے ہاتھوں زخمی ہو گئے اگر میرا ارادہ برا ہوتا تو
زخمی نہ ہوتے۔ جس طرح میں تیغ زنی میں ان پر چھا گیا تھا میں ان تینوں کی گردنیں
اڑا کر رکھ دیتا پر میں نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ میں صرف اپنے دفاع تک محد
تھا۔

راجہ آپ کے جو آدمی مجھ سے باز پرس کرنے گئے تھے میرے ہاتھوں زخ
ہوئے آپ انہیں بلا کر پوچھ لیں کیا میں نے جارحیت اختیار کرنے میں پہل کی میں۔
تو اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود رکھا تھا میرے دفاع کرنے پر بھی وہ اپنا دفا
نہیں کر سکے تو اب میں میری کیا غلطی میرا کیا دوش میرا کیا جرم ہے۔

الغ خان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ وہی سالار جو اس سے پہلے اٹھا تھا اور اس۔
پہلے اپنی آدھی تلوار بے نیام کر چکا تھا ایک بار پھر آگ کے شعلے کی طرح اپنی
سے اٹھا ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی پھر اپنی برہنہ چمکتی ہوئی تلوار
خان کی طرف لہراتے ہوئے انتہائی ہولناک اور وحشی کے سے انداز میں الغ خان
مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اپنے آپ میں رہ کر گفتگو کرو ہمارے راجہ کے سامنے تم ہمارے ہی آدمیوں
تذلیل کا باعث بن رہے ہو اور اپنی جرات مندی اپنی تیغ زنی کی تعریف کیے جار
ہو۔ تمہارا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے تم بنجارے لوگ تو غلامی کے خوا
دیکھنے والے ہوتے ہو تم لوگ ادھوری تہذیب کے چرچوں میں آوارگی کی طعنہ
جیسی زندگی بسر کرتے ہو۔ گونگے بہرے ٹیڑھے رستوں پر روزی کی تلاش میں نکلنے
اور بھیک منگوں کی طرح زمین پر پھیلتے ہوئے جگہ جگہ بستی بستی دستک دیتے ہو
تمہاری جرات ایسی کہ تم ہمارے راجہ کے سامنے بے باکی سے گفتگو کرو۔

اس سالار کے ان الفاظ نے الغ خان کی حالت بدل کر رکھ دی تھی اس
حالت اس سے ازل اور ابد کے درمیان بپھرے ہوئے سمندر جیسی ہو گئی تھی
اس نے وقت کے پاؤں شل کرنے کا تہیہ کر لیا ہو اس کے چہرے پر سیاہ مہیب
رحم طوفان اپنا اثر دکھا گئے تھے جب کہ نفرت برساتی اس کی آنکھوں کے اند

ران غضب کی مسافتیں جوش مارنے لگی تھیں تھوڑی دیر تک الغ خان نے راجہ
ے اس سالار کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر اس کی چھاتی تن گئی چہرے
طنزیہ سی مسکراہٹیں نمودار ہوئیں آنکھیں غیض و غضب سے سرخی مائل ہو گئیں
اس کے بعد الغ خان نے اس سالار کو مخاطب کیا۔

میں نہیں جانتا تمہارا کیا نام ہے کس حیثیت سے تم میرے ساتھ گفتگو کر رہے
چونکہ تم نے مجھے مخاطب کیا ہے لہذا تمہارے طرز تخاطب کا جواب مجھ پر واجب
ہے۔ میرے عزیز سن تو جو یوں اپنے راجہ کے دربار میں میرے سامنے اٹھ کر بولا
، تو یہ اس بات کی غمازی ہے کہ تیرا ایک اعلیٰ و ارفع مقام ہوگا پر سن ہم گداگر اور
یک مانگنے والے لوگ نہیں خانہ بدوش ضرور ہیں پر محنت و مشقت کر کے روزی
تے ہیں الغ خان یہی تک کہنے پایا تھا کہ وہ سالار پھر بول پڑا۔

تو نے اپنی گفتگو کے دوران ہمارے تین آدمیوں کو بزدلی کا طعنہ دیا تم نے یہاں
، کہہ دیا کہ وہ تم اکیلے کے مقابلے میں اپنا دفاع نہ کر سکے اور اپنے لئے تو نے یہ
ظ استعمال کیے کہ تو نے اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود رکھا سن ہمارے پاس
ے لوگ بھی ہیں جو تیرے جیسے دفاع کے سارے بند توڑ پھینک سکتے ہیں اگر تمہیں
ں اس گفتگو پر کوئی شک و شبہ ہو تو میں ابھی اسی کمرے میں سارے شکوک و
ت رفع کر سکتا ہوں۔

جواب میں الغ خان نے کھا جانے والے انداز میں اس سالار کی طرف دیکھا۔
پہلے اپنا تعارف کراؤ اس کے بعد جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ تم سے کہوں گا۔
اس سالار کے بولنے سے پہلے ہی راجہ جاہردیو کا بیٹا سندر داس بول پڑا۔
اجنبی یہ شخص جو تم سے مخاطب ہے ہماری راج ہماری سینا کا سپہ سالار اعلیٰ ہے
کا نام کانتی لال ہے۔ یہ واقعی اس دربار میں ایسا مقام رکھتا ہے کہ تمہیں اس
سے مخاطب کر سکتا ہے سندر داس یہی تک کہنے پایا تھا کہ الغ خان نے اس کی
کاٹ دی۔

کانتی لال تمہارا شکریہ کہ تم نے میرے ساتھ اس نوع اس طرز کی گفتگو کی میں
عیاں کروں کہ تم نے مجھے کاش اس طرح کسی میدان جنگ میں للکارا ہوتا مقابلے

کی دعوت دی ایسے رن میں دی ہوتی جہاں طوفان پلتے ہیں جہاں لاوے اگلتے ہیں جہاں جاگتی بپھرتی موجیں آتشیں لمحوں میں ڈھلتی ہیں جہاں گمشدہ آئینے بھی خونی عکس دکھاتے ہیں قسم خدا وند قدوس کی اگر تم نے مجھے کسی ایسی رزمگاہ میں کسی ایسے راہ میں کسی ایسے میدان جنگ میں پکارا ہوتا تو اپنے دل کی لوح پر لکھ رکھ میں تیری عمر کے سوکھے کناروں کو خون میں بھگو دیتا۔ تیری سرخروئی کے نشے کو درد کی بے انت راتوں سے متعارف کراتا۔ تیری زیست کے تسلسل کو آخری سانسوں کی گنتی سے ہمکنار کر دیتا یہ جو تو قصر کے اس کمرے میں اپنے راجہ کے سامنے مجھے اکیلا دیکھ کر ہوئے میرے سامنے سلگتی پیاسی۔ زرخیزیوں اور گردش ایام کے فسوں جیسا انداز تخاطب اختیار کیے ہوئے ہے اگر تم مجھ سے کہیں ٹکراتے تو قسم اس ہستی کی جسے زوال نہیں ہے لمحوں کے اندر تم پر زوال طاری کر کے رکھ دیتا یہ خیال مت کرنا میں ایک مجرم ایک قیدی ایک اسیر کی حیثیت سے یہاں کھڑا ہوں انا اور عزت سب کی ایک جیسی ہے یاد رکھنا کانتی لال میں ذات کا ترک ہوں ترک بزدلی کا طعنہ سننے کے بجائے موت کو ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا اگر تمہیں اپنی تیغ زنی اپنی جرات مندی اپنی دلاوری پر کسی قسم کا شک اور شبہ ہے تو تمہارا یہ چوب دار جو مجھے لیکر آیا ہے اسے کہو جس وقت مجھے یہ اپنے ساتھ لیکر آئے میری تلوار' میری ڈھال میری کمان میرا ترکش جو اس وقت میرے پاس تھا وہ لے کے آئیں پھر میں تمہیں اپنا رنگ دکھاتا ہوں کانتی لال جب اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اگر میں تیرے خیالوں کی ترو تازہ بہاریں غم کی شاخوں اور چھاؤں سے محروم تناور پیڑ کی طرح نہ بدل دوں' اگر میں تیری ذات کے گارے سے تیرے جسم کا گاڑھا لہو نہ نکال دوں تو کانتی لال تمہیں اجازت ہے میرے ساتھ جو چاہے سلوک کرے قبل اس کے کانتی لال' الغ خان کی اس گفتگو اور چیلنج کا جواب دیتا الغ خان نے راجہ جاہر دیو کی طرف دیکھا پھر بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے راجہ کو مخاطب کیا۔

آپ کے سیناپتی کانتی لال کو جو میں چیلنج دے رہا ہوں آپ اسے اپنی توہین سمجھے گا اسے کہیے گا کہ اس قصر میں نہیں تو کہیں باہر جہاں یہ پسند کرے مجھ سے ٹکرائے اس لئے کہ میری گفتگو کے دوران یہ اپنی تلوار کو دوبارہ بے نیام کر چکا

جبکہ میں اس کے مقابلے میں نہتا کھڑا ہوں اے راجہ میرا اس کا فیصلہ ہونا چاہیے میں اسے تیغ زنی ہی نہیں رن کے ہر رنگ میں اس کو چیلنج دیتا ہوں میرے ہتھیار منگوایئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کا سیناپتی مجھ سے ٹکراتا ہے تو میں اسکے لفظوں کے بولتے پیکر کو کاغذ کے محل میں سمیٹ دوں گا۔ اس کی تخلیق خاموش اور اس کے گمان اندھے کر کے رکھ دوں گا کیا آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ میرے ہتھیار منگوا کر میرا ٹکراؤ اپنے سیناپتی کانتی لال سے کرائیں۔

راجہ جو تین جرائم آپ نے مجھ پر عائد کیے ہیں میں ان سے بچنے کی کوشش نہیں کر رہا آپ کا سیناپتی کانتی لال دوباز میرے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس نے اس محل کے اندر اپنے لفظوں سے ہی نہیں اپنے رویے سے بھی مجھ کو ذلیل کیا ہے میں اس پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں خانہ بدوش اور بنجارا ضرور ہوں لیکن بحیثیت ایک انسان کے ایک بنجارے' ایک خانہ بدوش اور سپہ سالار اعلیٰ کی انا عزت ایک ہی جیسی ہوتی ہے۔

الغ خان کی اس گفتگو سے راجہ جاہر دیو کا سیناپتی کانتی لال غصے اور غضب ناکی میں غاروں کی تاریکیوں میں محبوس گناہوں کے اندھیروں اور اندھی کھائیوں میں کھولتے ہوئے آتش کے رقص جیسا ہو گیا تھا پھر راج محل کے اس کمرے میں راجہ جاہر دیو کے سیناپتی کانتی لال کے غصے اور غضبناکی میں کانپتی اور لرزتی ہوئی آواز سنائی دی اس نے الغ خان کو مخاطب کیا تھا۔

حقیر اور ذلیل بنجارے تو کوئی اتنا بلوان طاقت ور' بلونت' بہادر' اجیت' اپراجت' اور نا قابل تسخیر نہیں ہے کہ تو میرے ساتھ اس قسم کی گفتگو کرے سن مورکھ! میری تو دور کی بات ہے میں تیرے جیسے نردھن' نربھاگی کے سامنے ایشور کی کرپا سے ایسے جنگجو اور سورما لا سکتا ہوں جو تجھ سے مقابلہ کر کے تجھے پانی کی نمی' آگ کی چمک' ہوا کے لمس اور سورج کی گرمی تک کے احساس سے بے بہرہ کر کے رکھ دیں سن بنجارے! اگر تیرے پاپ کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے' تیرا دل پتھر تیری آتما پاپ کا سنگ ہو چکی ہے تو جب تو میرے لوگوں سے مقابلہ کرے گا لوہے سے لوہا بجے گا تو یاد رکھنا تو اپنے جنم مرن تک کو بھول جائے گا اس وقت تو بڑا سنتوش بڑا مطمئن دکھائی دے رہا

ہے لیکن جب ٹکرانے والے تیرے سامنے آئیں گے تو تو اپنے آپ کو انتہا درجہ کا اشانت اور پریشان محسوس کر رہا ہو گا سن پاپی و کم بخت تیری گفتگو میں گستاخی تیری بات چیت میں باغیانہ پن ہے۔

کانتی لال یہاں تک کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ راجہ جاہر دیو نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا تھا جس کی وجہ سے کانتی لال بڑی تیزی سے راجہ جاہر دیو کی طرف بڑھا تھوڑی دیر تک راجہ جاہر دیو اس کا بیٹا سندر داس بڑے راز دارانہ سے انداز میں اپنے سیناپتی کانتی لال سے گفتگو کرتے رہے اس گفتگو کے بعد الغ خان نے دیکھا کہ کانتی لال کے چہرے پر بڑی عیارانہ اور طنزیہ سی مسکراہٹ تھی پھر کانتی لال پیچھے ہٹا ایک حقیرانہ نگاہ اس نے الغ خان پر ڈالی اس کے بعد وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

کانتی لال کے جانے کے بعد مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے براہ راست الغ خان کو مخاطب کیا۔

سن بنجارے! تیری گفتگو واقعی قابل اعتراض تھی اس لئے میرا سیناپتی کانتی لال تیرے الفاظ پر بھڑک اٹھا تو نے چونکہ اسے مقابلے کی دعوت دی تھی لہٰذا میں نے اسے حکم دیا کہ تجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے کسی کو راج محل کے اس کمرے میں لائے تھوڑی دیر تک تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کیسے لوگ تیرے مقابلے پر آتے ہیں ساتھ ہی وہ راج محل کے دیگر لوگوں کو بھی یہاں بلا کر لائے گا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ قصر کے اس کمرے میں تیری بے بسی تیری شکست کا تماشہ دیکھیں۔

بنجارے میں نے کانتی لال کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جب وہ اپنے چند سورماؤں کو تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے لائے تو اپنے ساتھ کچھ کوئلے بھی لے کر آئے اگر تو اس مقابلے کے دوران ہار جائے تو تیرا منہ ان کوئلوں کے ساتھ کالا کیا جائے تجھے گدھے پر بٹھا کر پورے مالوہ شہر میں گھمایا جائے گا اس کے بعد پھر تمہیں راج محل کے اس کمرے میں لایا جائے گا اور اس سے پہلے جو تین پاپ تم سے ہوئے ہیں تمہارے ان پاپوں کی سزا تمہیں آوش (ضرور) مل کر رہے گی اب انتظار کرو اور دیکھو کانتی تمہارے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے کیسے لوگ لاتا ہے۔

الغ خان خاموشی سے راج محل کے اس کمرے میں راجہ جاہر دیو کے سامنے کھڑا انتظار کرنے لگا تھا اچانک الغ خان چونک سا پڑا اس لئے کہ محل کے اس کمرے میں جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے خود راجہ جاہر دیو اور اس کا بیٹا سندر داس بھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تھے اس لئے کہ راج محل کے اس کمرے میں راجہ جاہر دیو کی رانی کنچن دیوی اور راجہ جاہر دیو کی راج کماری سویتا داخل ہوئیں تھیں ان دونوں کے احترام کی وجہ سے سب لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اس موقع پر الغ خان نے بھی رانی کنچن دیوی اور سویتا کی طرف غور سے دیکھا تھا اس کی نگاہیں راجکماری سویتا پر جم گئی تھیں اس لئے کہ سویتا رنگ و نکہت کی صبح جیسی پرکشش تھی اس کی مسکراتی بلوریں آنکھیں سحر کے نور کا ہالے کا سا منظر پیش کر رہی تھیں اس کے دھنک رنگ مرمریں بازو ننگے تھے جو اپنے اندر ایک انوکھی جاذبیت رکھتے تھے وہ مسکراتی ہوئی راج محل کے اس کمرے میں داخل ہوئی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے یوں لگ رہی تھی جیسے گلابوں کے درمیان سفید موتی رکھ دئے ہوں۔ اس کے جگمگاتے ریشمی رخساروں پر ہلکی سی شرماہٹ تھی اس کا لاجواب حسن اس کی زلف زرتار اسے کہکشاں کی پھوار اور شفق کی سرخ رنگت جیسی حسین و خوبصورت بنائے ہوئے تھے وہ پری جمال، پیکر بے مثال، نرم و نازک کرنوں کی طرح اپنی ماں کنچن دیوی کے ساتھ چلتے ہوئے اور اپنی چوڑیوں کی جھنکار سے سب پر ایک نشہ سا طاری کرتی ہوئی اس شہہ نشین پر چڑھی جس پر راجہ جاہر دیو اور اس کا بیٹا سندر داس بیٹھے ہوئے تھے پھر کنچن دیوی تو اپنے بیٹے سندر داس کے پاس بیٹھ گئی جبکہ راجکماری سویتا اپنے پتا جاہر دیو کے پہلو میں جا بیٹھی تھی پھر جاہر دیو اور اس کا بیٹا سندر داس دونوں کنچن دیوی اور سویتا کے ساتھ گفتگو کرنے لگے تھے شاید وہ دونوں رانی اور راجکماری کو الغ خان کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے متعلق بتا رہے تھے۔

پھر جلد ہی راجہ جاہر دیو، کنچن دیوی، سندر داس اور سویتا سنبھل کر بیٹھ گئے اس لئے کہ راجہ کے خاندان کی کچھ اور عورتیں بھی ان کے پیچھے آکر بیٹھ گئی تھیں کچھ مرد بھی داخل ہوئے تھے شاید وہ مالوہ شہر کے معززین تھے وہ راجہ کے سامنے جو خالی

نشستیں تھیں ان پر جم گئے تھے پھر ان کو دیکھتے ہی دیکھتے سینا پتی کانتی لال اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ چار دیو قامت انسان تھے ان میں سے ایک کے پاس بھاری آہنی گرز تھا دوسرا سر سے لیکر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا ڈھال اور تلوار سے بھی لیس تھا تیسرے کے پاس نیزہ تھا جس کی انی راج محل کے اس کمرے میں چمک رہی تھی چوتھا تیر اور کمان سے لیس تھا۔

ان چاروں کو کانتی لال نے راج محل کے اس کمرے کی سامنے والی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا پھر کانتی لال، الغ خان کی طرف بڑھا۔

اس موقع پر الغ خان کے پیچھے ایک مسلح جوان بھی تھا جو کچھ ہتھیار اٹھائے ہوئے تھا الغ خان کے پاس آکر کانتی لال رکا اور پھر اس کے پیچھے آتے ہوئے جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کانتی لال نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

بنجارے ان ہتھیاروں کی طرف دیکھ یہ یقیناً" تیرے ہی ہتھیار ہیں ذرا ان پر اب اپنی گرفت کر اور اپنے پیچھے دیکھ میں نے تیرے سامنے چار سورما کھڑے کر دئے ہیں اب تو بتا ان میں سے کس کے ساتھ تو مقابلہ کرنا پسند کرے گا۔

الغ خان نے پہلے اپنے ہتھیاروں کا جائزہ لیا اس کی تلوار، ڈھال تھی تیر کمان تھی کچھ دیر وہ اپنے ہتھیاروں کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے اپنی تلوار اپنے نیام میں کی ڈھال اپنی پیٹھ پر باندھ لی اور کمان کندھے پر لٹکا لی اور تیروں بھرا ترکش بھی اس نے اپنی پیٹھ پر باندھ لیا تھا پھر اس نے راجہ جاہر دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

راجہ کانتی لال کے جانے کے بعد آپ نے میرے لئے حکم جاری کیا تھا کہ کانتی لال کو کوئلے بھی لانے کے لئے کہا ہے اگر میں اس مقابلے میں ہار گیا تو میرا منہ کالا کر کے مالوہ شہر میں پھرایا جائے گا اس کے بعد پھر اسی محل میں پیش کیا جائے گا تاکہ بقول آپ کے جو تین پاپ مجھ سے ہوئے ہیں ان کی مجھے سزا دی جا سکے اے راجہ کیا ایسا ممکن نہ ہوگا کہ یہ جو چار سورما آپ میرے مقابلے پر لائے ہیں ان میں سے اگر کوئی ہار جائے تو ان کا بھی منہ کالا کر کے شہر کے اندر پھرایا جائے۔

اس موقع پر راجا جاہر دیو نے تھوڑی دیر تک اپنے بیٹے سندر داس، رانی کنچن دیوی اور راجکماری سویتا سے صلاح مشورہ کیا اس کے بعد راجا کے چہرے پر ایک

طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے الغ خان کی طرف دیکھا۔

بنجارے! ایسا ہی ہو گا اگر تم ہارے تو تمہارا منہ کالا کر کے گدھے پر بیٹھا کر مالوہ شہر میں گھمایا جائے گا اور اگر ان چاروں میں سے کوئی ہارا تو اس کا بھی منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کے شہر میں گھمایا جائے گا راجا جاہر شاید مزید کچھ کہتا لیکن اس کی بات کاٹتے ہوئے الغ پھر بول پڑا۔

میری ایک مزید گزارش بھی ہے میں تو اس مقابلے سے دستبردار نہیں ہوں گا لہٰذا جو بات میں کہنے لگا ہوں اس سے میں مستثنیٰ ہوں آپ کا سینا پتی کانتی لال میرے مقابلے کے لئے جو چار سورما لایا ہے ان چاروں سے میری گزارش یہ ہے کہ ان چاروں میں سے آپ ہی آپ اگر کوئی میرے مقابلے سے دستبردار ہوجائے تو میری التجا ہے کہ ایسی صورت میں اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر بیٹھا کے مالوہ شہر میں نہ گھمایا جائے۔

الغ خان کی اس تجویز کے جواب میں راجا جاہر دیو تھوڑی دیر خاموش رہا اس نے پھر اپنے بیٹے سندر داس سے مشورہ کیا اس کے بعد اس نے الغ خان کی طرف دیکھا۔

بنجارے جو تجویز پیش کی ہے وہ مجھے منظور اور قبول ہے اول تو ان چاروں میں سے کوئی بھی تمہارے مقابلے سے دستبردار نہیں ہو گا اور اگر کوئی ہوتا بھی ہے تو میرا تمہارے ساتھ یہ عہد ہے کہ اس کا منہ کالا نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے جانے دیا جائے گا اب تم پیچھے مڑ کے دیکھو ان چاروں کا جائزہ لو اور پھر بتاؤ کہ تم ان میں سے کس کے ساتھ مقابلہ کرنا پسند کرو گے۔

راجا جاہر دیو کی طرف پہلے کی نسبت زیادہ غور سے دیکھتے ہوئے اور اپنی چھاتی کو مزید تانتے ہوئے الغ خان کہہ اٹھا۔

راجا مقابلہ تو میں ان چاروں سے ہی کروں گا اور ایسا کروں گا کہ آپ کے اس راج محل کے کمرے میں یہ مقابلہ ایک یادگار بن کے رہے گا۔ اب اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے کام کی ابتداء کروں۔ جواب میں راجا نے منہ سے تو کچھ نہ کہا البتہ اثبات میں اپنی گردن ہلا دی تھی الغ مڑا اور کانتی لال کی طرف آیا اور کہنے لگا

کانتی لال راجا جاہر دیو کے حکم کے مطابق جو کوئلے تو نے منگوائے ہیں ان میں سے ایک کوئلہ مجھے دو تاکہ اس سے میں اپنے کام کی ابتداء کروں۔

کانتی لال نے ایک محافظ کو اشارہ کیا اور وہ محافظ بھاگا بھاگا راج محل سے باہر گیا پھر لوٹا اور اس کے ہاتھ میں ایک کوئلہ تھا جو اس نے لا کر الغ خان کو تھما دیا تھا۔

کوئلہ لئے الغ خان اس دیوار کی طرف بڑھا جس کے پاس چاروں سورما کھڑے تھے جو کوئلہ الغ خان نے اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھا تھا اس کوئلے میں سے اس نے بلی کی آنکھ سے بھی چھوٹے چھوٹے دو گول نشان بنائے پھر پیچھے ہٹ کے کھڑا ہوا بالکل اس جگہ آیا جہاں اس سے پہلے وہ کھڑا ہو کر راجا جاہر دیو کے ساتھ گفتگو کرتا رہا تھا۔ پھر وہ زمین پر بیٹھ گیا اپنی کمان جو اس کے کندھے پر لٹک رہی تھی اس نے اتاری بایاں گھٹنا اس نے دہرا کیا اور دایاں گھٹنا اس نے زمین پر ٹیکا بائیں گھٹنے پر اس نے اپنی کمان رکھی ترکش سے تیر نکال کر اس نے کمان پر چڑھایا سانس بند کی نشانہ بنایا اس کے بعد جب اس نے تیر چلایا تو تیر عین اس چھوٹے سے نشان میں پیوست ہو گیا تھا جو اس نے کوئلے کی مدد سے دیوار پر بنایا تھا اس کی یہ کارگزاری دیکھتے ہوئے راج محل کے اس کمرے میں جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ دنگ رہ گئے تھے۔

یہ کام سرانجام دینے کے بعد الغ خان ان چاروں سورماؤں میں سے اس کے پاس آیا جس نے اپنے آپ کو کمان اور تیروں سے لیس کر رکھا تھا پھر اسے مخاطب کر کے الغ خان کہنے لگا۔

میرے عزیز دیکھ میں نے اپنی کاروائی کا آغاز کر دیا ہے۔

میرے عزیز دیکھ سامنے دیوار پر بلی کی آنکھ سے بھی چھوٹا میں نے نشان بنایا ہے اور ذرا فاصلے پر کھڑا ہو کر میں نے تیر کو اس نشان کے اندر پیوست کر دیا ہے اگر تو ایسا کر سکتا ہے تو میرے مقابلے پر آ اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو پھر اس کمرے سے باہر نکل جا۔ مقابلے سے دستبردار ہو جا اور اگر تم اس کوئلے کے نشان میں تیر پیوست نہ کر سکا تو یاد رکھنا تیرا منہ کالا کر کے مالوہ شہر میں گدھے پر بٹھا کر گھمایا جائے گا اب تیری مرضی ہے چاہے تو میرے مقابلے پر آئے چاہے تو راج محل کے اس کمرے سے نکل کر اپنی عزت بچا۔

تیر اور کمان سے مسلح وہ سورما تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا وہ سورما کبھی اپنے سیناپتی کانتی لال کی طرف اور کبھی راجا جاہر دیو کی طرف دیکھتا رہا ان کی طرف سے جب کوئی اشارہ نہ ملا تب وہ چپ چاپ گردن جھکائے راج محل کے اس کمرے سے نکل گیا تھا گویا وہ مقابلے سے دستبردار ہو گیا تھا اس کے اس ردعمل پر الغ خان کے چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ دوسرے سورما کے پاس آیا جس نے اپنے ہاتھوں میں نیزہ تھام رکھا تھا اسے الغ خان نے مخاطب کیا۔

میرے عزیز ذرا لمحہ بھر کے لئے اپنا نیزہ تو مجھے دے تاکہ میں تیرے ساتھ بھی اپنا معاملہ طے کر لوں اس نے چپ چاپ وہ نیزہ جس کی چمکتی ہوئی انی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی الغ خان کو تھما دیا تھا۔

الغ خان پھر اس جگہ آیا جہاں پہلے کھڑے ہو کر اس نے تیر دیوار پر بنے ہوئے اس نشان پر پیوست کیا تھا وہاں کھڑے ہو کر الغ خان تھوڑی دیر تک نیزے کو تولتا رہا اس کا توازن درست کرتا رہا اور بڑے غور سے وہ دیوار پر لگے اس دوسرے نشان کو دیکھتا رہا پھر اچانک الغ خان پر وحشت سوار ہو گئی تھی اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے رب کو پکارتے ہوئے اس کی تکبیر بلند کی کمرہ اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھا تھا اس کے ساتھ نیزے کو لہراتے ہوئے الغ خان نے جو مارا تو نیزہ اس دیوار پر بنے ہوئے اس نشان کے عین وسط میں پیوست ہوا تھا۔

الغ خان کی یہ کارگزاری دیکھتے ہوئے ایک بار پھر راج محل کے اس کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگ عش عش کر اٹھے تھے الغ خان تھوڑی دیر تک اپنی جگہ کھڑا رہا بڑے مطمئن انداز میں مسکراتا رہا پھر اس سورما کے پاس آیا جس سے اس نے نیزہ لیا تھا اور اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز! تیری میری کوئی دشمنی نہیں ہے میں ایک بنجارا ہوں تیرا تعلق راجا جاہر کے سورماؤں سے ہے دیکھ میں نے تیرے سامنے اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کر دیا ہے اگر تو بھی ایسی کارگزاری کا مظاہرہ کر سکتا ہے تو پھر دیوار میں پیوست نیزے کو تھام' میں اس دیوار پر ایک اور نشان بناتا ہوں تو اگر اس نشان میں اپنے نیزے کو پیوست کر سکتا ہے تو پھر اپنے کام کی ابتداء کر اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو چپ چاپ

اپنے پہلے ساتھی کی طرح راج محل کے اس کمرے سے نکل جا اس لئے کہ اگر تو ایسا کرنے میں ناکام رہا تو یاد رکھنا تیرا منہ کالا کر کے گدھے کے اوپر بٹھا کے مالوہ شہر کے اندر گھمایا جائے گا۔

وہ سورما کچھ زیادہ ہی تیز اور جری ثابت ہوا ایک دم اس نے اپنی گردن خم کی پھر راج محل کے اس کمرے سے نکل گیا تھا اس کے اس اقدام پر راجا جاہر دیو کے علاوہ اس کا سیناپتی کانتی لال بھی دنگ رہ گئے تھے اس کمرے میں بیٹھے دیگر افراد بھی پریشان اور متفکر تھے تاہم الغ خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی۔

الغ خان تھوڑی دیر اپنی جگہ کھڑا رہ کر مسکراتا رہا پھر اس دوران اس نے کچھ سوچا اور اس کے بعد وہ راجا جاہر دیو کے سیناپتی کانتی لال کے قریب آیا تھوڑی دیر تک اس کی طرف طنزیہ انداز میں دیکھا کانتی لال اس کے شاید اس طرح دیکھنے کی تاب نہ لا سکا تھا اور دوسری سمت دیکھنے لگا تھا پر اسی دوران الغ خان نے کانتی لال کو مخاطب کیا۔

راجہ جاہر کے عظیم سیناپتی تو چار سورما میرے مقابلے پر لیکر آیا تھا جن میں سے دو اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے آپ ہی آپ اس کمرے سے نکل گئے ہیں اس لئے کہ میں نے ان کے سامنے اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں وہ مقابلے سے دستبردار ہوئے۔

کانتی لال اب میں تیرے تیسرے سورما کے سامنے آنے لگا ہوں پر دیکھ اس کے پاس اچھا خاصا' مضبوط اور وزنی آہنی گرز ہے کیا ایسا ہی گرز تو مجھے مہیا کرے گا کہ میں اس کا مقابلہ کر سکوں۔

جواب میں کانتی لال نے الغ خان کو تو کچھ نہ کہا ایک محافظ کو اس نے مخصوص اشارہ کیا وہ کمرے سے باہر گیا تھوڑی دیر بعد وہ آہنی گرز لیکر آیا شاید یہ سارا مقابلے کا سامان کانتی لال نے اس کمرے سے باہر رکھوایا ہوا تھا اس محافظ نے وہ گرز لا کر الغ خان کو تھما دیا تھا الغ خان کچھ دیر تک اس سفید آہنی گرز کا معائنہ کرتا رہا پھر وہ دیوار کے قریب کھڑے اس سورما کے پاس آیا جس نے مقابلے کے لئے گرز اٹھا رکھا تھا الغ خان نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز! میں نہیں جانتا تیرا نام کیا ہے نہ ہی مجھے جاننے کی کوئی ضرورت ہے میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تجھے میرے ساتھ مقابلے کے لئے اس کمرے میں لایا گیا ہے۔ تیرے دو ساتھیوں کو میں پہلے ہی بھگا چکا ہوں اب تیری باری ہے تجھے میں پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں تیرے گرز کو روکوں گا پھر تجھ پر ضرب لگاؤں گا تو میرے گرز کو اپنی ڈھال پر روکنا یہ بھی اندازہ لگا لینا کہ تیرے گرز میں زیادہ قوت ہے یا میرے گرز میں پھر آپ ہی آپ تجھ پر عیاں ہو جائے گا کہ مقابلہ تو جیتے گا یا میں دیکھ اب میں تیرے ساتھ ٹکرانے کے لئے تیار ہوں اپنا گرز سنبھال اور مجھ پر ضرب لگا۔

الغ خان کے ان الفاظ سے راج محل کے اس کمرے سناٹا چھا گیا تھا وہ سورما چند قدم آگے بڑھا اپنے بائیں ہاتھ میں اس نے مضبوطی سے ڈھال سنبھالی دائیں ہاتھ سے اس نے گرز کو تیزی سے ایک دوبار گھمایا پھر گرز کو گھماتے ہوئے اس نے الغ خان کے سر پر ضرب لگانا چاہی پر بڑی آسانی سے الغ خان نے اس کے گرز کو اپنی ڈھال پر روک لیا تھا اور ڈھال پکڑنے میں اس کی گرفت ایسی مضبوط تھی کہ ضرب لگنے کے باوجود اس کے ہاتھ کو کوئی لرزش کوئی کمزوری پیدا ہونے نہ پائی تھی۔

وہ سورما جب اپنی ضرب لگا چکا تب الغ خان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میں تیری ضرب برداشت کر چکا ہوں تو دیکھتا ہے میری ڈھال ویسی کی ویسی ہے تیری ضرب کو برداشت کر گئی ہے تو نے یہ بھی دیکھا کہ تیری ضرب کی اس قوت سے میرے بازو میرے ہاتھ میں کسی طرح کی لرزش پیدا نہیں ہوئی اب میری باری ہے میں ضرب لگاتا ہوں تو اب ذرا اس کو روک۔

کانتی لال کا سورما الغ خان کی ضرب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا پھر الغ خان نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال اپنے دائیں ہاتھ میں گرز پر گرفت مضبوط کر لی دو تین بار گرز کو اس نے بڑی تیزی کے ساتھ گھمایا پھر گرز کو بلند کرتے ہوئے اس نے اس سورما کے ضرب لگانا چاہی وہ ضرب اس سورما کی ڈھال پر پڑی تھی ساتھ ہی الغ خان نے تکبیر بھی بلند کی جس کی آواز سے اس راج محل کا کمرہ گونج اٹھا تھا۔

الغ خان کی وہ ضرب جب اس سورما کی ڈھال پر پڑی تو اس کے دو ردعمل

ہوئے ایک یہ کہ الغ خان نے اپنا گرز اس طاقت اس زور اور قوت سے مارا تھا کہ اس سورما کی ڈھال ایک طرح پچک کر دہری ہوئی تھی دوسرا ردعمل اس کمرے میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں نے دیکھا اس سورما کا ہاتھ کانپ اور لرز گیا تھا اور لرزہ پڑنے کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ کچھ فاصلے تک نیچے جھک گیا تھا پھر الغ خان نے اسے مخاطب کیا۔

دیکھ سورما میں پہلے بھی تیرے ساتھی پر انکشاف کر چکا ہوں کہ میں ایک بنجارہ ہوں اور چند نا کردہ گناہوں کی بناء پر راج محل کے اس کمرے میں لایا گیا ہوں تو نے دیکھا میں تیری ضرب کو بڑی آسانی سے برداشت کر گیا ہوں جبکہ میری ضرب کا ردعمل بھی تو نے دیکھا تیری ڈھال بیچ سے پچک کر دہری ہوگئی ہے اور جب میری ضرب پڑی تھی تو تیرا بازو بھی خم کھا گیا تھا اب جب تو میری دوسری ضرب برداشت کرے گا۔ رتو یاد رکھنا تیری ڈھال ٹوٹ جائیگی اور میرے گرز کی ضرب تیرے ہاتھ پر پڑے گی اگر ایسا ہوا تو تیرے ہاتھ کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی اور تو زندگی بھر کے لئے بے کار ہو کر رہ جائے گا۔ اب بھی وقت ہے اپنی شکست تسلیم کر اپنا گرز یہاں پھینک اور مقابلے سے دستبردار ہو جا مقابلے کی تکمیل نہ کر اس لئے کہ تکمیل سے پہلے ہی تو اپنی شکست کو دعوت دے گا پھر یاد رکھنا تیرا منہ کالا کیا جائے گا شہر کے اندر تجھے پھرایا جائے گا اس لعنت اور بے عزتی سے بچنے کی کوشش کر ابھی تیرے پاس اپنی عزت اپنی انا کو قائم رکھنے کا موقع ہے۔

الغ خان کے ان الفاظ نے گرز سے مقابلہ کرنے والے سورما کو خوفزدہ اور ہراساں کر دیا تھا تھوڑی دیر وہ تذبذب کے عالم میں الغ خان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اپنا گرز کمرے کے فرش پر رکھ دیا اور وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا میں اس مقابلے سے دستبردار ہوتا ہوں میں اس شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتا ساتھ ہی وہ اپنا سر جھکائے اس کمرے سے نکل گیا تھا الغ خان نے اس موقع پر ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا تھا شاید اس کا یہ قہقہہ اس کی فتح مندی کی علامت تھی کمرے میں بالکل جان لیوا سکوت پھیلا ہوا تھا۔

اب الغ خان چوتھے اور آخری سورما کے پاس آیا جس نے اپنے کو ڈھال اور

تلوار کے علاوہ جسم کے مختلف حصوں کو لوہے سے سجا رکھا تھا اس کے سامنے آکر الغ خان نے اسے مخاطب کیا تھا۔

دیکھ سورما تیرے تین ساتھی مقابلے سے دستبردار ہونے کے بعد راج محل کے اس کمرے سے نکل گئے ہیں اب تیرے میرے ٹکراؤ کی باری آتی ہے میں تیرے سامنے اپنی ایک کارگزاری کا مظاہرہ کرتا ہوں اگر تو اس سے متاثر ہوتا ہے تو تو اپنے پہلے ساتھیوں کی طرح مقابلے سے دستبردار ہو کر اپنی عزت بچا لینا اگر تو دستبردار نہیں ہو گا تو یاد رکھنا تیرے مقدر میں' تیری قسمت میں منہ کالا کرانا ہی لکھا ہو گا۔

اس چوتھے اور آخری سورما سے ہٹ کر الغ خان دیوار کے قریب رکھے اس گرز کے قریب آیا جسے تیسرا سورما کمرے میں دیوار کے قریب رکھ کر شکست کا داغ اٹھائے کمرے سے باہر نکل گیا تھا اپنے ہاتھ میں اپنا گرز لئے الغ خان تھوڑی دیر تک فرش پر پڑے اس گرز کو دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا گرز ایک طرف رکھ دیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی سب نے دیکھا کہ اس بنجارے کی تلوار خوب چوڑے پھل کی' خوب بھاری اور ایسی صیقل شدہ اور چمک دار تھی کہ اس کی چمک نگاہوں کو خیرہ کرتی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور سے اپنی تلوار کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور پھر چوتھے سورما کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے دوست جس کارگزاری کا میں مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں اسے غور سے دیکھنا اس لئے کہ میری تلوار صرف جسم ہی نہیں لوہے کو بھی کاٹتی ہے الغ نے اپنی تلوار بلند کی اور زوردار انداز میں اپنے رب' اپنے خدا' اپنے اللہ کو پکارتے ہوئے اس نے تکبیر بلند کی تلوار اس طاقت' اس قوت اس زور سے گرائی کہ اس نے گرز کا آہنی دستہ اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد الغ خان اس چوتھے سورما کے پاس آیا تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی تلوار اس سورما کے سامنے کی اور اسے مخاطب کیا۔

میرے دوست میری تلوار کو غور سے دیکھ اسے ہڈی کی پان لگی ہوئی ہے گو میری تلوار نے تم سب کے سامنے آہنی گرز کا دستہ کاٹا ہے اور تو دیکھ سکتا ہے کہ اس پر ایک بھی دندانہ نہیں پڑا جیسے کہ میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا میرے نے اپنی کار

گزاری کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ اب تو بھی اپنا آپ دکھا اگر تو واقعی میرے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو جا جو دوسرا گرز فرش پر پڑا ہے اس پر اپنی تلوار مار کے اس کا دستہ کاٹ۔ اگر تو ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں تیرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کروں گا اور اگر تو میری طرح اس گرز کا دستہ کاٹنے میں ناکام رہتا ہے تو پھر یاد رکھنا تیرے مقدر میں لعنت اور بے عزتی لکھی جائے گی اس لئے کہ تو شکست خوردہ کہلائے گا تیرا منہ کالا کیا جائے گا اور شہر میں گھمایا جائے گا اب فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے چاہے گرز پر اپنی تلوار گرا کر اپنی طاقت اور قوت کو آزما یا مقابلے سے دستبردار ہو کر کمرے سے نکل جا اور اپنا منہ کالا ہونے سے بچا۔

الغ خان کے الفاظ نے چوتھے اور آخری سورما کو بھی دہلا کر رکھ دیا تھا تھوڑی دیر تک وہ سورما پھٹی پھٹی نگاہوں سے الغ خان کی طرف دیکھتا رہا وہ پہلے ہی حیران اور پریشان تھا۔ اس لئے کہ اس کی توقع کے خلاف الغ خان نے اس آہنی گرز کا دستہ کاٹ دیا تھا تھوڑی دیر تک وہ اسی انداز میں الغ خان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی گردن جھکی اور وہ گردن جھکائے ہی جھکائے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔ الغ خان تھوڑی دیر تک اپنی جگہ کھڑا رہ کر مسکراتا رہا چاروں سورماؤں کے مقابلے میں یہ اس کی بہترین فتح مندی' کامیابی اور فوز مندی تھی پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا راجا جاہر دیو کے سامنے آیا اور راجا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

راجا آپکا سینا پتی کانتی لال میرے مقابلے میں اپنے چار سورماؤں کو لیکے آیا تھا اور آپ نے دیکھا وہ چاروں سورما اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے ہیں اس لحاظ سے میں ان چاروں سے مقابلہ جیت چکا ہوں اب آپ بتائیں میرے لئے کیا حکم ہے۔

راجا جاہر دیو تھوڑی دیر تک الغ خان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ دیر تک اپنے بیٹے سندر داس سے مشورہ کیا اس کے بعد اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

بنجارے اس میں کوئی شک نہیں کہ تو مقابلہ جیت چکا ہے میرا سینا پتی جو چار سورما اس کمرے میں لایا تھا وہ چاروں سورما تجھ سے اپنی شکست تسلیم کر چکے ہیں لیکن تم نے جن تین جرائم کا ارتکاب کیا ہے وہ ایسے پاپ ہیں جو تیری ذات سے دھل

نہیں سکتے لہٰذا میں تیرے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ تجھے مالوہ کے زندان میں بند کر دیا جائے اور تجھے تین مہینے زندان میں رکھا جائے گا اور ایک ماہ بعد تیری ایک ٹانگ کو گرم سرخ لوہے سے داغ دیا جائے گا اس طرح تین ماہ کی سزا کے دوران تیری ٹانگ کو تین بار داغا جائے گا اس لئے کہ تجھ سے تین ہی پاپ ہوئے ہیں یہ تیرے تین پاپوں کی سزا ہوگی جب تیری ٹانگ کو تین بار داغا جائے گا تو زندگی بھر تجھے یاد رہے گا کہ آئندہ کبھی ہماری سلطنت میں ایسے پاپ کا ارتکاب نہیں کرنا اب میرے مسلح جوان تجھے زندان کی طرف لے جائیں گے۔

راجا یہی تک کہنے پایا تھا کہ ایک مسلح جوان اس کمرے میں داخل ہوا زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے اس نے راجا جاہر دیو کو تعظیم پیش کی اسے دیکھتے ہوئے راجہ جاہر دیو کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی لگتا تھا کہ وہ راجا جاہر دیو کا کوئی محافظ یا اس کا کوئی خاص آدمی تھا قبل اس کے کہ آنے والا راجا جاہر کو مخاطب کرتا راجا نے اسے پہلے ہی مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

اس موقع پر جب میں ایک پاپ کرنے والے شخص کا فیصلہ کر رہا ہوں تمہارا میرے پاس یوں آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تم کوئی غیر معمولی خبر لائے ہو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس کے بعد وہ آنے والا جوان سیدھا کھڑا ہوا پھر وہ راجا جاہر دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مالک! قنوج کے راجا ملکی رام کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے وہ قنوج کے راجا ملکی رام کی بیٹی راجکماری دیاونتی کے سوئمبر کی اطلاع کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔

اس اطلاع پر راجا جاہر دیو ہی نہیں اس کے بیٹے سندر داس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر راجا جاہر دیو نے اپنے اس آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

قنوج کے راجا ملکی رام کی طرف سے آنے والے قاصد کو میرے پاس لیکر آؤ میں اس سے گفتگو کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے راجا کی طرف سے کیا پیغام لیکر آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ جوان باہر نکلا تھوڑی ہی دیر بعد قنوج کے راجا کا قاصد

اندر آیا اس نے بھی زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے راجا کو تعظیم دی۔ اس کے بعد وہ راجا جاہر دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مالک! مجھے اپنے راجا ملکی رام نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے اس ماہ کی پورن ماشی کے دوسرے روز قنوج کی راج کنیا دیاونتی کا سوئمبر رچایا جائے گا ہندوستان کے سارے راجاؤں کو اس سوئمبر کے لئے دعوت دی گئی ہے دور دور سے بڑے بڑے سورما' اور راجکمار اس سوئمبر میں حصہ لیں گے آپ کو بھی ہمارے راجہ ملکی رام نے دعوت دی ہے بس میں اپنے راجا کی طرف سے یہی پیغام لیکر آیا ہوں۔

آنے والا قاصد جب خاموش ہوا تب راجا جاہر دیو کچھ دیر سوچتا رہا اس کے بعد آنے والے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

ملکی رام کے قاصد میں نے ملکی رام کی راجکماری دیاونتی کے حسن اس کے شباب کی بڑی خبریں سن رکھی ہیں بلکہ میں ہی نہیں پرجا کے سبھی لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات عام طور پر اڑی ہوئی ہے کہ ہندوستان میں قنوج کے راجا ملکی رام کی راجکماری دیاونتی جیسی کوئی خوبصورت اور حسین لڑکی ہے ہی نہیں۔ پہلے یہ کہو کہ کیا تو نے قنوج کی راجکماری کو دیکھ رکھا ہے اگر ایسا ہے تو پھر ذرا اس کی ذات کے متعلق روشنی ڈالو اس لئے کہ ہم نے تو پہلے اس راج کنیا کو نہیں دیکھا ہوا۔

راجا جاہر دیو کے خاموش ہونے پر ملکی رام کا وہ قاصد بول پڑا جو اس دعوت کی اطلاع کرنے آیا تھا۔

مالک میں نے قنوج کی راج کنیا دیاونتی کو دیکھ رکھا ہے آپ کا یہ کہنا کہ ہندوستان میں ایسی کوئی خوب صورت اور حسین لڑکی نہیں ہے درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی اس قدر زندگی میں ایسی خوبصورتی' ایسا حسن' ایسا روپ انوپ اور ایسی سندرتا کہیں بھی نہیں دیکھی۔ مالک' راجکماری دیاونتی ایک ایسی لڑکی ہے جس کی مثال کم از کم ہندوستان میں پیش نہیں کی جا سکتی جس طرح منتروں میں رگ وید کا منتر کاتیری' جس طرح لوگوں میں راجا' جس طرح ستاروں میں چاند' پوجا میں ایشور کی پرارتھنا لاجواب ہے اسی طرح راج کنیا دیاونتی اپنے حسن' اپنی خوبصورتی میں لاجواب ہے۔ وہ روح کی راگنیوں یادوں کے ہیرے موتیوں اور پورن ماشی سے بھی کہیں

خوبصورت ہے۔ مالک پورب پچھم' اتر' دکن میں کہیں بھی اس کی سندرتا کا جواب نہیں۔ اس کے سراپا کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے وہ اس دیس کی باسی ہی نہ ہو بلکہ اندر کی اپسراؤں میں سے جو سب سے حسین اور خوبصورت تھی اسے زمین پر اتار دیا گیا ہے۔

میں یہاں تک بھی کہہ سکتا ہوں کہ راجکماری دیاونتی کا روپ کا سہانا پن سپنوں کے نیلے دھند لکوں جیسا اس کی سندرتا آتما پر چھا جانے والی' اس کا سروپ برکھا کی دھنک کی مانند ہے وہ اپنی سندرتا میں لاجواب شکتی رکھتی ہے اپنی خوبصورتی میں وہ ایک دھن کا مندر ہے جب وہ کہیں بیٹھتی ہے تو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے اس کے چاروں کھونٹ اجالا سا بکھر جاتا ہے۔

مالک! گو راجکماری دیاونتی کا بچپن ابھی شباب میں داخل ہو رہا ہے وہ اتنی عمر کی نہیں پھر بھی اس کا شباب ابھی سے ایسے ہے جیسے برکھا کی رت میں اڈتی ہوئی کوئی ندی۔ مالک! وہ کوئی عام سی لڑکی نہیں دیکھنے والا جب اسے ایک نگاہ سے دیکھے تو وہ کوئی اپسرا کوئی دیو کنیا دکھائی دے۔ اس کی آنکھیں کنول سی' رنگ کندن سا ہے اس کا جسم سڈول اور خوب صورت ہے نین ایسے گہرے جیسے کوئی رنواس میں کھو جائے کچھ ایسا کہ دیکھنے والے کے رگ رگ' ریشے ریشے میں نشہ بکھیر دے۔ جب وہ بولتی ہے تو لگتا ہے کسی نے کانوں میں امرت گھول دیا ہو مالک! اس کی سندرتا رنگ و پرکاش کا غبار اس کا روپ شفق سا اس کا انوپ موتیوں کے حصار کی مانند ہے اپنے حسن کی کشش میں اپنے اندر وہ ایک انوکھی شکتی رکھتی ہے اس کی خوبصورتی اس کی سندرتا کی مثال میں کچھ اس طرح سے دے سکتا ہوں جیسے ایک انتہائی شفاف' چمکتے اور خوبصورت ہیرے کے اندر سیندور کی لال لکیر کھینچ دی گئی ہو۔ وہ ایک ایسی دیو کنیا ہے جو مردوں کے دلوں اور روحوں پر راج کرنے اور کرموں کے لکھے کو بدل دینے کے لئے پیدا کی گئی ہو مالک! راج کنیا دیاونتی کا حسن اس کا رنگین جسم یوں جانیں پریم کا ایک مندر ہے جسے کبھی زوال نہیں آتا۔

قنوج کے راجا ملکی رام کا قاصد جب خاموش ہوا تو راجا جاہر دیو اپنی جگہ پر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے خاموش رہا پھر اس نے قنوج کے راجا کے قاصد کو مخاطب

کیا۔

تو نے قنوج کے راجا کی راجکماری دیاونتی کی عجیب سے الفاظ میں تعریف کر دی ہے اس سے پہلے یقیناً" اس کی خوبصورتی اس کی سندرتا کی شہرت ہم نے سن رکھی تھی لیکن جو تعریف تو نے کی ہے یہ ہماری امیدوں سے کہیں زیادہ ہے اگر تو نے راجکماری دیاونتی کو دیکھ رکھا ہے تو یقیناً" تو نے اس کی صحیح اور درست تعریف ہی کی ہوگی۔ پر دیکھو ہمارے سامنے ہماری راجکماری سویتا بیٹھی ہوئی ہے ہماری راج دھانی میں اس کی خوبصورتی اس کی سندرتا کا جواب نہیں اگر ہماری راجکماری سویتا کو قنوج کی راجکماری دیاونتی کے سامنے بٹھا دیا جائے تو دونوں کی سندرتا میں تم کیا فرق محسوس کرو گے۔

راجا جاہر دیو کے اس سوال پر قاصد کے چہرے پر طنزیہ سے آثار نمودار ہوئے تھے پھر اس نے اپنی رائے کا اظہار کرنا شروع کیا۔

مالک! اگر آپ' آپ کی راجکماری اور راجکمار برا نہ مانیں تو میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی راجکماری سویتا اس کا حسن' اس کی سندرتا' اس کا سروپ قنوج کی راجکماری دیاونتی کے حسن اس کی خوبصورتی' اس کی سندرتا' اس کے شباب اس کی جوانی کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ راجکماری دیاونتی اور راجکماری سویتا دیوی کی سندرتا میں فرق ایسے ہی ہے جیسے کسی مور کے پاس مرغ کو بٹھا دیا جائے اس قاصد کے ان الفاظ کو راجکماری سویتا نے ناپسند کیا تھا اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔ پر اسی موقع پر راجا جاہر دیو بول پڑا اس بار اس نے اپنے چوب دار کو مخاطب کیا تھا۔

قنوج کے راجا کے اس قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ ایک دن اسے اپنے پاس مہمان رکھو اس کی بہترین سیوا کرو اور کل اس کے کوچ کی تیاری بھی کرنا۔ سنو قنوج کی طرف سے آنے والے قاصد واپس جا کر اپنے راجا سے کہنا کہ ہمارا بیٹا سندر داس قنوج کی راجکماری دیاونتی کے سوئمبر میں ضرور حصہ لے گا اور ہمیں امید ہے کہ وجے اور جیت ہماری ہی ہو گی۔ اب تم ہمارے چوب دار کے ساتھ جا سکتے ہو اس کے ساتھ ہی چوب دار آگے بڑھا اور قنوج کی طرف سے آنے والے قاصد کو اپنے ساتھ

لے گیا تھا۔

جب چوب دار اور قنوج کا قاصد باہر نکل گئے تب راجا نے وہ دربار برخاست کر دیا جس کی بناء پر راجا کے سامنے بیٹھے ہوئے سارے لوگ راج محل کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔ اب اس کمرے میں صرف راجا جاہر دیو' اس کا بیٹا سندر داس' اس کی رانی کنچن دیوی اس کی راجکماری سویتا دیوی اور الغ خان اور اس کے پیچھے دو مسلح جوان کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد راجا جاہر دیو نے ان دو مسلح جوانوں کو بھی چلے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ دونوں مسلح جوان چلے گئے تب ان چاروں کے سامنے الغ خان اکیلا کھڑا تھا وہ چاروں کچھ دیر تک آپس میں صلح مشورہ کرتے رہے پھر جب وہ فارغ ہوئے تو الغ خان نے ان چاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

راجا آپ نے میرے مقابلے کا فیصلہ کر دیا ہے میں جانتا ہوں اگر میں آپ سے التماس اور گزارش بھی کروں تو جو سزا آپ نے میرے لئے تجویز کی ہے نہ کوئی اس میں ردوبدل کریں گے نہ اس میں کوئی آپ کمی بیشی ہونے دیں گے۔ اگر مجھے زندان ہی جانا ہے اور تین ماہ زندان میں گزارنے کے ساتھ ساتھ تین دفعہ گرم سرخ لوہے سے میرے جسم کو داغا بھی جانا ہے تو آپ نے مجھے یہاں کھڑا کرنے کی اذیت میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے اپنے مسلح جوانوں کو بلائیں تا کہ وہ مجھے زندان لے جائیں اور میری سزا کی ابتداء ہو۔

راجا جاہر دیو نے تیز نگاہوں سے الغ خان کی طرف دیکھا پھر وہ پہلے کی نسبت انتہائی شفقت آمیز لہجے میں بول پڑا۔

بنجارے اپنی سزا کی ابتداء کروانے میں اس قدر عجلت اور جلدی نہ کرو اگر تم ہماری ایک بات ماننے کے لئے تیار ہو جاؤ تو تمہاری سزا معاف بھی ہو سکتی ہے اگر تم وہ کام کر گزرو تو سزا کی معافی کے ساتھ ساتھ تمہیں مالا مال بھی کیا جا سکتا ہے۔

راجا جاہر دیو کی اس گفتگو سے الغ خان کی آنکھوں میں ایک نئی اور انوکھی چمک پیدا ہوئی تھی پھر راج مندر کے اس کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔

راجا آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں کہئے اگر وہ کام میرے بس میں ہوا تو میں

اپنی آزادی اپنی رہائی کی خاطر وہ کام کر گزروں گا۔

سن بنجارے تھوڑی دیر پہلے میں نے' اپنی رانی راجکماری اور راجکمار سندر داس سے اسی کام کے متعلق مشورہ کیا ہے جو کام تجھ سے لینا چاہتے ہیں بنجارے یہ بات تو طے شدہ ہے کہ تیرے جیسا تیغ زن' تیرے جیسا تیر انداز' تیرے جیسا کوئی بلونت اور بلوان نہیں ہے تیری تیغ زنی میں مہارت' تیری طاقت اور قوت جیسا یقیناً" کوئی اور سورما نہیں ہے لہٰذا تیری اس ضناعی سے کام لیتے ہوئے ہم اپنا ایک مسئلہ حل کرنا چاہتے تھے۔

تیری موجودگی میں ابھی ابھی قنوج کے راجا ملکی رام کا قاصد آیا تھا یہ اطلاع دی تھی کہ قنوج کی راجکماری دیاونتی کا سوئمبر رچایا جا رہا ہے۔ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ راجکماری دیاونتی جیسی کوئی حسین اور خوبصورت لڑکی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ راجکماری دیاونتی میری بہو بنے اور میرے بیٹے سندر داس کی بیوی بنے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی چہرہ ڈھانپ کر' حلیہ اور بھیس بدل کر اس سوئمبر میں حصہ لو اور اپنے آپ کو مالوہ کا راجکمار ظاہر کرو یہاں تک کہنے کے بعد راجا جاہر دیو تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بنجارے اس سوئمبر میں تم اکیلے نہیں جاؤ گے میرا بیٹا سندر داس بھی اپنے چند محافظوں کے ساتھ قنوج جائے گا۔ تم میرے بیٹے کے ساتھ ہو گے وہاں یہی ظاہر کیا جائے گا کہ تم اور سندر داس دونوں بھائی ہو تم دونوں اپنے چہروں کو اور اپنے جسموں کو چھپاتے ہوئے سوئمبر میں حصہ لو گے۔ اگر تم سے کوئی چہرہ ننگا کرنے کے لئے کہے تو یہ کہہ دینا جب تک تم لوگ سوئمبر نہیں جیتتے اس وقت تک اپنے چہروں سے نقاب نہیں ہٹاؤ گے اگر تم لوگ سوئمبر ہار گئے تو پھر چہرہ دکھائے بغیر اپنی سلطنت کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

بنجارے! مجھے امید ہے کہ تم یہ سوئمبر ضرور جیت جاؤ گے اس لئے کہ میں تمہاری تیر اندازی' تیری تیغ زنی کی مہارت کا خوب اندزہ لگا چکا ہوں اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے تمہارے اور سندر داس کے ایک جیسے لباس ایک جیسے نقاب تیار کئے جائیں گے تمہیں اور میرے بیٹے سندر داس کو بہترین گھوڑے مہیا کئے جائیں گے

چونکہ تمہارا اور سندر داس کا لباس اور چہرے پر ڈالا ہوا نقاب ایک جیسا ہو گا۔ بھاگنے کے بعد سندر داس یہ اعلان کرے گا کہ یہ سوئمبر اس نے جیتا ہے اس لئے جب تم سوئمبر جیتو تو سندر داس اور اس کے آدمیوں کے پاس آن کھڑے ہونا سندر داس اپنے مسلح دستے کو سوئمبر کے موقع پر قریب ہی کھڑا کر دے گا اور تم سے پہلے سوئمبر میں اپنی باری لے گا اس کے بعد اپنے مسلح جوانوں میں آن کھڑا ہو جائے گا تم بھی سوئمبر جیتنے کے بعد سندر داس اور اس کے آدمیوں میں آ جانا پھر اپنا لباس تبدیل کرنا' چہرے سے نقاب ہٹا دینا۔ اس مقصد کے لئے تمہیں دوہرا لباس پہننا پڑے گا اور وہی لباس ہو گا جو سندر داس نے پہنا ہو گا نیچے اپنا عام لباس پہن کر جانا جب تم لباس اتارو دو گے چہرے سے نقاب ہٹا دو گے تب سندر داس بڑے وثوق سے کہہ سکے گا کہ اس نے یہ سوئمبر جیتا ہے۔ اس طرح قنوج کی راجکماری جو اپنے حسن' اپنی سندرتا اپنے شباب اپنی خوبصورتی میں جواب نہیں رکھتی وہ میرے بیٹے سندر داس کی بیوی بن جائے گی تو پھر تم سیدھا میرے بیٹے سندر داس کے ساتھ مالوہ آنا اور تمہاری اس کارکردگی کی بنا پر تمہیں آزادی دی جائے گی بلکہ تمہیں ایسا مالا مال کیا جائے گا کہ پوری زندگی راجکماروں کے سی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہ سکو گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجا جاہر دیو تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے دوبارہ الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بنجارے! اب بتاؤ کیا تم اس کام کے لئے تیار ہو اس موقع پر الغ خان کے چہرے پر مسکراہٹ کھل رہی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

راجا! میں یقیناً" اس کام کے لئے تیار ہوں یہ کام کرنے کے صلے میں اگر مجھے آزادی مل سکتی ہے مجھے اس قدر دھن دولت نصیب ہو سکتی ہے کہ میں اپنی زندگی راجکماروں جیسے گزار سکتا ہوں تو میں اس کام کے لئے تیار ہوں آپ جب اور جس وقت چاہیں مجھ سے یہ کام کروا سکتے ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے راجکمار سندر داس کے لئے قنوج کی راجکماری دیاونتی کا سوئمبر ہر صورت میں جیت کر رہوں گا چاہے اس کے لئے مجھے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔

الغ خان کا یہ جواب سن کر راجا جاہر دیو رانی کنچن دیوی' راجکمار سندر داس اور

راجکماری سویتا دیوی چاروں ہی خوش ہو گئے تھے پھر راجکمار سندر داس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے الغ خان کو گلے لگا لیا تھا پھر وہ کہنے لگا۔

الغ خان اب تم ہمارے نہ اجنبی ہو نہ بنجارے بلکہ آج سے تم میرے بھائی ہو اگر تم نے میری خاطر وہ سوئمبر جیت لیا تو تمہاری حیثیت ہماری راجدھانی میں ایک راجکمار کی سی ہو گی۔

اب تم ہمارے ساتھ آؤ جب تک ہم سوئمبر جیتنے کے لئے قنوج کا رخ نہیں کرتے اس وقت تک تمہارا قیام اسی راج مندر میں ہو گا۔

راجا جاہر دیو، رانی کنچن دیوی، راجکماری سویتا نے بھی الغ خان کی اس گفتگو سے اتفاق کیا پھر وہ چاروں الغ خان کو راج مندر کے دوسرے حصے کی طرف لے جا رہے تھے۔

○

قنوج کے راجہ ملکی رام نے اپنی بیٹی راجکماری دیاونتی کا سوئمبر رچانے کے لئے قنوج شہر سے باہر کھلے میدانوں میں خیموں اور شامیانوں کا ایک شہر بسا دیا تھا جس روز سوئمبر رچایا جانا تھا اس روز قنوج شہر ہی نہیں ہندوستان کے دیگر شہروں سے بھی لوگ اس سوئمبر کو دیکھنے کے لئے جوق در جوق وہاں جمع ہو گئے تھے خیموں کے اس شہر میں اس اطراف میں لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر تھا جو وہاں آج جمع ہوا تھا۔

مختلف ریاستوں کے راجکمار اور دیگر نامور کھشتری اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے پہنچ چکے تھے اور بڑے جوش و خروش کا اظہار کر رہے تھے سوئمبر رچانے کے لئے خیموں کے شہر کا وسطی حصے میں پندرہ سے بیس فٹ اونچا درخت کا ایک تنا گاڑ دیا گیا تھا اس کے اوپر پتنگے کی جسامت کے مطابق ایک چرخی کو نصب کر دی گئی تھی اس سوئمبر میں حصہ لینے والوں نے پتنگے جیسی اس چرخی کو اپنے تیروں کا ہدف بناتے ہوئے گھمانا تھا جو بھی سورما پتنگے جیسی چرخی کو اپنے تیروں کا ہادف بنانے میں کامیاب ہو وہی راجکماری دیاونتی کا سوامی اس کا مالک اس کا شوہر کہلانے کا حقدار ہونا تھا۔

مقابلے میں حصے لینے والے راجکمار اور کھشتری اور جس قدر وہاں لوگ جمع تھے

اب بڑی بے چینی سے قنوج کے راجا ملکی رام کے اہل خانہ اور راجکماری دیاونتی کے آنے کا ان سب کو انتظار تھا پھر تھوڑی ہی دیر بعد چار چار گھوڑوں کی بگھیوں کا ایک قافلہ نمودار ہوا کچھ بگھیاں آگے تھیں درمیان میں قنوج کا راجا ملکی رام، اس کی بیٹی، اس کی رانی اور دیگر اہل خانہ کی بگھیاں اور ان کے پیچھے محافظوں کی کچھ مزید بگھیاں تھیں۔

یہ بگھیاں اس بڑے خیمہ کے پاس آکر رک گئی تھیں جو قنوج کے راجا اور اس کے اہل خانہ کے لئے مختص کیا گیا تھا۔

پھر سب نے دیکھا قنوج کے راجہ ملکی رام کی ذاتی بگھی سے راجکماری دیاونتی اتری تھی اس نے اپنا پورا جسم اپنا پورا چہرہ ریشمی جھلملاتے لباس سے ڈھانپ رکھا تھا اس کے اترنے کا انداز ایسا تھا جیسے خوشبو کا تازہ جھونکا جھیل میں کنول کے بن باس میں سے نکلا ہو اپنے باپ اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ راجکماری دیاونتی ایک خیمے میں داخل ہوئی خیمے میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنا نقاب ہٹا دیا۔

دیاونتی کا حسن، اس کا جمال اس کی خوب صورتی۔ حسن کی کارگر شیشہ گری کا ایک طلسم تھا چاندنی میں دھلا اس کا چندن سا بدن باریک ریشمی لباس سے سرخی مائل جھلکیاں دیتا تھا اس کی آنکھوں کی نیلی وسعتوں میں پرندوں کی اڑان جیسی رفعتیں۔ اس کے گالوں پر حیا کی سرخ دھوپ اور لبوں کے سرخ شگوفوں میں زندگی کا امرت رس ٹپکتا تھا۔

خیمے میں داخل ہونے کے بعد راجکماری اپنی ماتا اور دیگر اہل خانہ کے ساتھ ایک نشست پر بیٹھ گئی تھی اس کے بیٹھنے کا انداز ایسا تھا جیسے خوشبو کا بے کراں ذخیرہ کسی نشست پر رکھ دیا گیا ہو اس کے جسم سے حرارت بھری تازہ گلدستوں کی خوشبو محسوس کی جا سکتی تھی برق جیسے لپکتے اس کے روپ نے خیمے کے اس ماحول کو چار چاند لگا دئے تھے نشست پر وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایسے بیٹھی تھی جیسے سروں کے جلو میں سروتی جیسے جیون کے منجدھار کا کوئی ریلا اس نشست پر وارد ہو گیا ہو۔ اپنے حسن اپنی خوبصورتی میں راجکماری ایک آتش گلفام، ایک برق خوش اندام تھی اس کے سب خدوخال آئینہ اس کا رنگ چمپی۔ پیشانی چوڑی، قد لمبا گردن پتلی جوبن میں وہ

اوشا کی دھنک تھی۔ پیکر میں اس کا تناسب رنگوں کا ہجوم تھا خیمے میں اس کی آمد کے باعث رنگوں میں بسا ایک ایسا لشکارا پھوٹ پڑا تھا جیسے پوٹھنے کا اجیارا چاروں طرف بکھر جاتا ہے۔

حسن و عشق کی اس صدفی دیوی کا شباب کچھ ایسا تھا جیسے بلبلے نکالتا جھاگ اڑاتا مشروب پیالے کے کنارے سے باہر ابلنے کے لئے درپے ہو اس کے بدن کا پیچ و خم بے مثال تھا اس کے ہونٹوں پر نہ ختم ہونے والی پیاس تھی اس موقع پر قنوج کا راجہ ملکی رام اپنی راجکماری دیاونتی کے قریب آیا اور پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا میری بیٹی' میری بچی۔

ملکی رام یہی تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر کسی نے کھنکھارتے ہوئے اندر آنے کی اجازت لی اس پر جب ملکی رام نے بلند آواز سے اندر آنے کو کہا تو ملکی رام کا چوب دار اندر آیا اور اپنے سر کو خم کیا پھر ملکی رام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مالک! اس سوئمبر میں جس قدر لوگ حصہ لینے والے ہیں ان سب کو میں نے سوئمبر میں حصہ لینے اور اس کی شرائط جو آپ نے مجھے بتائی تھیں ان سے آگاہ کر دیا ہے اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لئے مالوہ کے دو راجکمار بھی آئے ہیں انہوں نے اپنے چہروں اپنے بدنوں کو ایک جیسے لباس اور نقاب سے ڈھانپ رکھا ہے میں نے ان سے پوچھا کہ وہ اپنا چہرہ ننگا کیوں نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ اگر وہ سوئمبر ہار گئے تو اسی طرح اپنے چہرے کو ڈھانکے ہوئے وہ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے تا کہ لوگوں کے سامنے انہیں شرمساری کا منہ نہ دیکھنا پڑے اور اگر ان میں سے کسی نے مقابلہ جیت لیا تو پھر اپنے چہرے سے جیتنے کے بعد ہی نقاب ہٹائے گا میں نے ان دونوں کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہے مالک اس سلسلے میں کوئی اور حکم ہو تو کہیں۔

چوب دار جب خاموش ہوا تو ملکی رام نے اسے کہنا شروع کیا۔

اگر تم نے سارے معاملات سوئمبر میں حصہ لینے والوں کو سمجھا دیئے ہیں تو جاؤ میں تھوڑی دیر تک راجکماری کو لیکر آتا ہوں تا کہ اس سوئمبر کی ابتداء کی جائے۔

اس کے ساتھ چوب دار نے راجا ملکی رام کو زمین کی طرف جھکتے ہوئے تعظیم دی تھی پھر وہ خیمے سے نکل گیا تھا جب چوب دار خیمے سے باہر نکل گیا تب راجا ملکی رام نے

اپنی بیٹی راجکماری کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی میری بچی! میری پتری! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ چوب دار آگیا میں تم سے یہ کہنے والا ہوں ابھی تھوڑی دیر تک تم اس خیمے سے نکل کر سوئمبر کے لئے جو لکڑی کا تنا میدان کے وسط میں نصب کیا گیا ہے اس کے پاس بیٹھوگی میری بیٹی جیسا کہ میں تمہیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں کہ تو اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رکھے گی تیرا چہرہ دیکھنے کا اسی کو حق ہو گا جو سوئمبر جیتے گا لہٰذا میری بیٹی میری بچی اپنا لباس درست کر اپنے چہرے پر نقاب ڈال اور میرے ساتھ چل تا کہ سوئمبر کی ابتداء کی جائے اس لئے کہ ہمارا چوب دار سوئمبر کے تمام انتظامات کو آخری شکل دے چکا ہے۔

اپنے باپ اپنے پتا ملکی رام کے ان الفاظ کے ساتھ ہی راجکماری دیاونتی ہوا کی نرم سانسوں اور چاندنی اور نازک ریشمی حرکت کی طرح اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کے اٹھنے کا انداز بھی ایسا دل موہ لینے والا اور جان لیوا تھا جیسے چاندنی میں نہائے نخلستان میں چودھویں رات کا جوبن ابھر کر سامنے آیا ہو اس کے بعد اس نے اپنے باپ ملکی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پتا جی آپ کسی قسم کا غم فکر نہ کریں جس طرح آپ نے مجھے سمجھایا ہے میں سوئمبر کے تنے کے پاس اسی طرح اپنے چہرے کو ڈھانپ کر بیٹھوں گی۔

دیاونتی کی آواز ایسے تھی جیسے قوس قزح سے رنگوں اور فضاؤں کے پھول بکھرے ہوں اس کی آواز میں ایسی کشش ایسی کھنک تھی جو دل سے اٹھتی گھٹا کی طرح سموں کو جل تھل کر کے رکھ دے۔

قنوج کا راجا ملکی رام اپنی بیٹی اپنی راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا پھر خیمے سے نکل کر راجا ملکی رام کی رانی اور راجکماری دیاونتی کی ماں اندو بائی اور راجا کے دیگر اہل خانہ اور عزیز سوئمبر رچائے جانے کے لئے میدان کے وسطی حصے میں جو کافی بلند تنا نصب کیا گیا تھا اس کے پاس جو نشستیں تھیں ان پر آکر بیٹھ گئے تھے۔

اُدھر راجا جابر دیو کا راجکمار سندر داس بھی اپنے محافظ دستے کے ساتھ ایک طرف کھڑا ہوا تھا الغ خان بھی اس کے ہمراہ تھا پھر سندر داس کو کوئی ترکیب سوجھی اس نے الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان میں اس سارے ماحول کا جائزہ لے چکا ہوں سوئمبر کے لئے تم بھی دیکھ چکے ہو کہ میدان کے وسط میں لکڑی کا ایک کافی بلند تنا نصب کیا گیا ہے اس کے اوپر بالکل پتنگے کی جسامت کے برابر ایک چرخی نصب کی گئی ہے سوئمبر میں حصہ لینے والوں کو چرخی کو ہدف بناتے ہوئے اسے گھمانا ہے چرخی کے اِدھر اُدھر تیر لگنے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا تیر اسی کا ٹھیک نشانے پر سمجھا جائے گا جو چرخی کو گھما دے گا الغ خان میرے عزیز لگتا ہے مجھ سمیت کوئی بھی اس چرخی کو گھمانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا پر میرا دل کہتا ہے تم واحد شخص ہو جو یہ سوئمبر جیتنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

راجا کے چوب دار نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہر شخص کو تین تین تیر مہیا کیے جائیں گے جس کے زیادہ تیر چرخی کو گھمائیں گے وہی فاتح قرار پائے گا اور اگر کسی کے برابر تیر چرخی کو گھما گئے تو اس طرح کے مقابلے جیتنے والوں کے درمیان دوبارہ مقابلہ کیا جائے گا اور یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ راجکماری دیاونتی اسی کے حوالے کی جائے گی جو مقابلے میں حصے لینے والوں میں سب سے کامیاب اور کامران ہو کر نکلے گا الغ خان میرا دل کہتا ہے کہ کامیابی تمہارے ہی حصے میں آئے گی اس لئے کہ میں نے تم جیسی بے خطا تیر اندازی دیکھی ہی نہیں۔

الغ خان اب میرا اور تمہارا لائحہ عمل کچھ اس طرح ہو گا کہ جس وقت تمہارا مقابلہ جیتنے کا وقت قریب آئے گا تو میرے محافظ دستے کے لوگ تیرے آس پاس تیرے قریب ہی کھڑے ہوں گے۔ جس وقت تم مقابلہ جیت جاؤ تم بھاگ کر میرے محافظ دستوں کے اندر چلے آنا میں پہلے سے وہاں موجود ہوں گا میرے محافظ دستوں میں آتے ہی چہرے سے نقاب اتار دینا جو لباس تم نے میرے جیسا پہن رکھا ہے وہ بھی اتار پھینکنا۔ یہ لباس میرے آدمی محفوظ کر لیں گے اسی لمحہ میں تم جیسے لباس میں اپنے لشکریوں میں موجود ہوں گا اور جس وقت تم مقابلہ جیت کر میرے محافظ دستوں میں آؤ

گے میرے آدمی مجھے کاندھوں پر اٹھا کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنے لگیں گے اس طرح لوگوں پر یہی ظاہر ہو گا کہ یہ سوئمبر میں نے جیت لیا ہے دیکھ الغ خان اگر میں اور تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے راجکماری دیاونتی مل جائے گی اور تمہیں آزادی حاصل ہو جائے گی اور میرے باپ نے تمہارے لئے جو سزا تجویز کی ہے اس سے تمہیں چھٹکارا حاصل ہو جائے گا میرے خیال میں میرے اور تمہارے لئے یہ ایک سود مند سودا ہے۔

سندر داس جب خاموش ہوا تو الغ خان نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سندر داس میں تمہاری اس ساری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں مجھے امید ہے کہ میں تمہارے لئے سوئمبر ضرور جیتوں گا اس لئے کہ سوئمبر جیتنے میں آزادی کا راز پنہاں ہے تم مطمئن رہو میں تمہاری خواہش، تمہاری مرضی کے مطابق عمل کروں گا۔

سندر داس الغ خان کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ خاموش رہ کر سوئمبر کی کاروائی کی ابتداء ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سوئمبر میں حصہ لینے والے راجکماروں، کھشتریوں اور دیگر لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا سب کی ایک لمبی قطار بنائی گئی الغ خان سندر داس کے کہنے پر سب سے آخر میں کھڑا ہوا تھا سندر داس اور وہ چونکہ ایک لباس پہنے ہوئے تھے اور راجا کو پہلے ہی اطلاع ہو چکی تھی کہ مالوہ کے دو راجکمار اپنے چہروں کو ڈھانپ کر اس سوئمبر میں حصہ لینا چاہتے ہیں لہٰذا جب سندر داس اور الغ خان ایک جیسا لباس پہنے ہوئے اور ایک جیسا نقاب ڈال کر لائن میں کھڑے ہوئے تو کسی کو ان کی اس حالت پر اعتراض نہ ہوا تھا۔

پھر سوئمبر میں حصہ لینے والوں کو جب ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا تو اس کے بعد سوئمبر کی کاروائی شروع ہوئی سوئمبر میں حصہ لینے والے ہر امیدوار کو تین تین تیر مہیا کر دئے گئے تھے ایک خاص جگہ انہیں باری باری بٹھایا جاتا اور لکڑی کے بڑے تنے کے اوپر جو پتنگے کی جسامت کے برابر چرخی لگی ہوئی تھی اس پر تیر برسانے کے لئے کہا گیا۔

یکے بعد دیگرے ہر امیدوار مقررہ نشست پر آتا پھر وہاں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر چرخی پر تیر اندازی کرتا اس طرح الغ خان کی باری آنے تک سارے ہی امیدوار ختم ہو گئے سندر داس اس سوئمبر میں بری طرح ناکام رہا تھا اس کا ایک بھی تیر نشانے پر نہ بیٹھا تھا دیگر امیدواروں میں سے چار کے تیر پیوست ہوئے تھے اور چھ لگ بھگ ایسے امیدوار تھے جن کا ایک ایک تیر چرخی کو اپنا ہدف بنا چکا تھا اور اسے گھما چکا تھا۔

جب الغ خان کی باری آئی تو الغ خان مقررہ نشست پر آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تیر اس نے اپنے سامنے رکھ دئے بائیں گھٹنے کو زمین پر ٹیکا دایاں گھٹنا اٹھائے رکھا دائیں پاؤں کو اس نے خوب زمین پر جما لیا تھا اس کے بعد اس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر وہ انتہائی عاجزی' انتہائی مسکنت' انتہائی رقت میں اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے سارے جہانوں کے پالنے والے' اے میرے رب' میرے اللہ' میرے مالک' میرے آقا تو ہی سرمئی بے کراں فضاؤں میں نور کے دریچے وا کرتا ہے تو ہی روز و شب کی کشادہ بانہوں میں نواؤں کے امنڈتے ریلے کھڑا کرتا ہے اے اللہ طلسم وجود و مکان کے دائروں میں تو ہی لمحوں کا سیل بے باک اٹھاتا ہے۔ اے میرے اللہ تو ہی دوریوں کے دکھ اور ماضی کی بیزاریوں کو سمیٹتے سورج کو تہہ آب کے انجانے جزیروں کی طرف لیجاتا ہے۔

میرے اللہ حالات نے ہجرتوں کے سفر میں مجھے بے راہ کر رکھا ہے میرے اللہ مجھ پر قابو پا لینے والے یہ لوگ مجھے گلیوں کی مسلی باس اور پژمردہ رنگوں جیسا بنا دینا چاہتے ہیں اے اللہ بد نصیبیاں' بد بختیاں' پگھلے لوہے کی ندی۔ فولاد و پتھر کے سیل کی طرح میری تاک میں لگ گئیں ہیں اے میرے اللہ میری مدد فرما۔

میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں ایاک نعبد و ایاک نستعین کا سچا پیرو کار ہوں میرے اللہ میرے بد ترین حالات میں تو مجھے اندھیروں کے خلوت خانوں میں گونجتی اذان کی طرح سرفراز فرما۔ مرے اللہ ہجرتوں کے اس سفر میں مجھے پرانی راتوں کے میناروں کی بلندیوں پر روشن ہوتے سحر آگیں کلمات کی طرح رفعت عطا فرما'

میرے اللہ تو اپنی رحمت سے کام لیتے ہوئے مجھے ندیوں پر نازل ہوتی حرا کی روشنی سے ہمکنار کر دے۔ میرے اللہ یہ دشمن بدذات میرے آنسوؤں کو ایک راز۔ میری ہنسی کو ایک بھید۔ میری زیست کو ایک معمہ بنا دینا چاہتے ہیں میرے اللہ میری مدد فرما میرے اللہ دکھ تکلیف اور ضرورت کے وقت صرف تیری ہی ذات ایسی ہے جو اپنے بندے کی مدد کر سکتی ہے۔

میرے مالک میرے آقا تو ہی غروب ہوتے دن کو شام کے ستاروں سے سجاتا ہے اے میرے اللہ تو ہی پژمردہ فضاؤں کو دید پر رقص کرتے پھول عطا کرتا ہے میرے آقا موت کی گھمبیر اداسیوں میں تو ہی آب حیات پوشیدہ کی لذت کھڑی کرتا ہے میرے اللہ میری مدد فرما کہ میرے دشمن مجھے حالات کی بد بختی میں ڈالتے ہوئے مجھے کوچہ گرد فقیر۔ تکلیف دہ زندان کے درد اور نفرت و کرودھ کے زہر جیسا بنا ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنے دھرم اپنی رسومات کے سامنے میرے اللہ وہ مجھے بلبلے کی طرح نگو سار کرنا چاہتے ہیں میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں مجھے مفلسی و درماندگی کا غلام بننے سے بچا میرے اللہ مجھے دشمن کے جبرو استبداد اور آہ بکا سے محفوظ رکھ۔ میرے اللہ جس کام کی میں ابتداء کرنا چاہتا ہوں مجھے اس میں کامیابی فوز مندی اور سرفرازی عطا فرما۔ اس لئے کہ میرے اللہ تو وہ مالک' تو وہ آقا تو وہ رب' تو وہ خالق اور پالنے والا ہے جو اپنے اس بندے کو کبھی بھی مایوس نہیں کرتا جو تیرے سامنے انکساری اور عاجزی کے ساتھ جھکتا ہے۔ میرے اللہ تیری ذات میں عاجزی نہیں ہے لہٰذا تجھے اپنے بندے کی عاجزی بے حد پسند ہے میں تیرا حقیر بندہ اپنی جھولی میں عاجزی لئے تیرے سامنے سرخرو ہونے کے لئے دست بہ دعا ہوں میرے اللہ جس آزمائش جس امتحان کی میں ابتداء کرنے والا ہوں میرے اللہ اپنے نام کی تقدیس کے حوالے سے مجھے کامیاب کر۔ یا اللہ میری مدد فرما۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان خاموش ہو گیا تھا پھر اس نے عجیب سی مسکنت اور عجیب سی بے بسی اور لاچارگی میں آسمان کی طرف دیکھا پھر اس کی چھاتی تن گئی پھر ایک گہری نگاہ لکڑی کے تنے پر نصب چرخی کی طرف اس نے ڈالی اپنے بائیں گھٹنے پر جو اس نے زمین پر ٹکایا ہوا تھا کمان رکھی ایک تیر کمان پر لگایا اپنے خداوند کو یاد کیا

اور پھر انتہائی عاجزانہ سرگوشی کی سی آواز میں اللہ اکبر پکارتے ہوئے اس نے جو تیر چلایا تو اس کا تیر عین چرخی کے اوپر لگا تھا تیر کا اس چرخی کے اوپر جا کے لگنا تھا کہ الغ خان کے چہرے پر ایک طرح کی وحشت اور بربریت سوار ہوگئی تھی پھر کیے بعد دیگرے بڑے تیزی کے ساتھ دھیمی سی آواز میں اللہ اکبر پکارتے ہوئے اس نے تیر چلائے تھے اس کے تینوں کے تینوں تیر چرخی کے پروں میں پیوست ہوئے تھے اور چرخی کو انہوں نے بڑی تیزی سے گھما کر رکھ دیا تھا۔

الغ خان کا تینوں تیروں کا چرخی کو لگنا تھا کہ میدان میں چاروں طرف بیٹھے ہوئے لوگ شور کرنے لگے تھے اور اپنی جگہوں سے اٹھ کر وہ الغ خان کو اس کی کامیابی پر داد اور تحسین دینے لگے تھے اس موقع پر قنوج کے راجا ملکی رام ہی نہیں اس کی راجکماری دیاونتی اور رانی اندو بائی کے چہرے پر بھی خوشی اور اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔

پھر قبل اس کے راجا ملکی رام اس کو چوبدار اور اس کے دوسرے کارندے الغ خان کی کامیابی پر ردعمل کا اظہار کرتے مالوہ کے راجکمار سندر داس کے مسلح جوان بھاگتے ہوے آئے وہ خوشی سے نعرے بلند کر رہے تھے الغ خان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور اس کی کامیابی کے نعرے بلند کرتے ہوئے اسے اپنے ان ساتھیوں کی طرف لے گئے جن کے بیچ میں پہلے سے راجکمار سندر داس کھڑا تھا۔

وہاں جا کے ان مسلح جوانوں نے الغ خان کو بڑی بے دردی بڑی بے رحمی سے زمین پر گرا دیا اور وہاں پر کھڑے سندر داس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر وہ اس کی کامیابی اس کی سرفرازی کے نعرے بلند کرنے لگے تھے۔

اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے سندر داس کے کچھ آدمی حرکت میں آئے انہوں نے الغ خان کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا اپنے جسم پر اس نے جو سندر داس جیسا لباس پہنا ہوا تھا وہ بھی ان لوگوں نے اتار لیا الغ خان اپنے اصل لباس میں حیران و پریشان سندر داس کے مسلح جوانوں کے درمیان کھڑا تھا جبکہ سندر داس کے آدمی سندر داس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے حق میں اس کامیابی پر اور کامرانی پر زور شور سے نعرے بلند کر رہے تھے۔

اس کے بعد سندر داس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا اس کے حمایتی اس کے محافظ ابھی تک اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے اس کی کامیابی کا اعلان کرتے ہوئے خوشیاں منا رہے تھے۔

عین اسی موقع پر ایک شخص بھاگتا ہوا اسی جگہ آیا جہاں قنوج کا راجا ملکی رام اس کی رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی بیٹھے ہوئے تھے۔ راجا ملکی رام کے سامنے آکر وہ شخص اپنی کمر کو خوب خم کرتا ہوا جھکا اور اس نے راجا کو کچھ اس طرح تعظیم پیش کی تھی جیسے راجا کا وہ اپنا آدمی ہو یا اس کا کوئی مخبر اور جاسوس ہو اور اسے کوئی انتہائی اہم اور کام کی خبر دینا چاہتا ہو جب اس نے اپنی کمر سیدھی کی تو راجا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اس شبھ گھڑی جبکہ راجکماری دیاونتی کا سوئمبر اپنے انت کو پہنچ چکا ہے کیا تم کوئی مزید اچھی خبر لیکر آئے ہو اس پر آنے والا کسی قدر ویران' افسردہ اور اداس ہو گیا پھر اس کی آواز سنائی دی اس نے راجا ملکی رام کو مخاطب کیا۔

مالک میں ایک بری خبر لیکر آیا ہوں آپ جانتے ہیں کہ راجکماری دیاونتی کے سوئمبر میں دو ایسے نوجوانوں نے حصہ لیا جو ایک جیسا لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنے چہروں پر ایک جیسا ہی نقاب ڈال رکھا تھا۔

آقا ان دو میں سے ایک نے راجکماری دیاونتی کا سوئمبر جیتا اس کے سوئمبر جیتتے ہی کچھ لوگوں نے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تھا سوئمبر کی جگہ سے دور ہٹ کے اپنے آدمیوں کے اندر جا کر ان لوگوں نے اس شخص کو بڑی بے دردی سے زمین پر گرا دیا جس نے سوئمبر جیتا تھا اور اسی جیسا لباس اسی نقاب ڈالے ہوئے دوسرے شخص کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی کامیابی کا اعلان کر دیا جو سوئمبر میں ہار چکا تھا اور جس کا ایک بھی تیر نشانے پر نہ لگا تھا۔

مالک یوں اس شبھ گھڑی میں دھوکہ دہی اور فریب سے کام لیا جا رہا ہے مرے خیال میں جس شخص کی کامیابی کا اعلان کیا جا رہا ہے میں اس کا چہرہ دیکھ کے آرہا ہوں وہ مالوہ کا راجکمار سندر داس ہے اور جس شخص نے حقیقت میں راجکماری دیاونتی کا سوئمبر جیتا ہے وہ کوئی اور شخص ہے اسے بھی میں دیکھ کر آرہا ہوں اس لئے کہ اس

کے آدمیوں نے اسے یہاں سے لے جا کر اس کے چہرے سے نقاب اتار دیا اور لباس اس نے راجکمار سندر داس جیسا پہنا ہوا تھا وہ بھی انہوں نے اتار لیا اب بیچارہ بوسیدہ اور میلے سے کپڑوں میں مالوہ کے راجکمار سندر داس کے آدمیوں کے میں کھڑا ہے جبکہ اس کے ارد گرد سندر داس کے آدمی' سندر داس کو اپنے کندھوں اٹھائے سندر داس کی کامیابی پر نعرے لگا رہے ہیں حالانکہ کامیاب سندر داس نہیں شخص ہے جسے یہاں سے سندر داس کے آدمیوں نے لے جا کر زمین پر پٹخ دیا پھرا کے چہرے سے نقاب ہٹا لیا پھر اس کا لباس بھی اتار لیا جو سندر داس جیسا ہی تھا ما بس میں یہی خبر آپ سے کہنا چاہتا تھا۔

اس انکشاف پر راجا ملکی رام اور اس کی رانی اندو بائی بے پناہ غصے کا اظہار رہے تھے دوسری طرف راجکماری دیاونتی کی حالت ایسے ہو گئی تھی جیسے زیست ک تپتے صحرا میں طوفانی جھکڑ اور ریگزاروں کے گرداوز اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اس ک کومل چہرے پر سے سدا شبنم پھول اور چاند جیسی رہنے والی نرمی' تتلی پونم رات ا صدائے کوئل جیسی معصومیت جاتی رہی ایک دم اس کی آنکھوں میں غصیلی وحشتو کے رنگ اور بھرپور نفرتیں شعلہ زن ہو گئی تھیں پھر راجکماری دیاونتی کی غصہ او کرودھ بھری آواز سنائی دی۔

اگر کوئی چوروں کی طرح میرے کنوارے من میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا جس طرح پانی کے چہرے پر کوئی خراش نہیں لگا سکتا جس طرح چلتی ہوا کو کوئی مٹھی میں بند نہیں کر سکتا اس طرح کوئی دھوکہ دہی اور فریب سے میرا سوئمبر بھی نہیں جیت سکتا اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی حیثیت آشاؤں کی تماشہ گاہ کے مداری سے زیادہ نہیں ہے ایسے نرادر' ایسے کمینے ایسے اپرادھی ایسے گناہ گار کو اپنے ارادوں میں ناکامی ہو گی بھگوان کی سوگند ایسے کسی بھی شخص سے میرا کوئی سمبندھ نہ ہو گا چاہے وہ مالوہ کا راجکمار سندر داس ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجکماری تھوڑی دیر کے لئے رکی دم لیا کچھ سوچا اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ اٹھی۔

میرے سر کا وہی مالک ہو گا جس نے اپنے آپ کو میرے سوئمبر کے دوران ویر اور بہادر ثابت کیا ہے میرے سوئمبر میں وہی بھاگوان ہے جس نے اپنے سارے تیر اس چھوٹی سی چرخی میں پیوست کیے اس کے علاوہ اگر کوئی میری امید رکھتا ہے تو اس پر دھکار ہے اس پر لعنت ہے اس لئے کہ سوئمبر جیتنے والا ہی میرے جنم اور جسم میرے دھرم کرم کا مالک ہے۔

اگر مالوہ کا راجکمار سندر داس کسی اور کے ذریعے میرا سوئمبر جیتنا چاہتا ہے تو اسے پتہ ہونا چاہیے یہ حسد ہے۔ یہ دھوکہ فریب ہے حسد کرنا پاپ ہے بے ایمانی مصیبت کا دروازہ ہے پرماتما نے جو کچھ چاہا ہے ایسے ہی ہو گا قنوج کی راجکماری کا سوئمبر کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس سوئمبر کو جیتے کوئی اور' اور کسی دوسرے کی کامیابی کا اعلان کر دیا جائے اس لئے کہ راج استری کے لئے سوئمبر ایک شبد گھڑی ہوتی ہے اس میں کوئی دھوکا نہیں کر سکتا۔

جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہے میں نہیں جانتی کہ راجکمار سندر داس سے اس کا کیا تعلق ہے اب جو ہو سو ہو چونکہ وہ میرا سوئمبر جیت چکا ہے لہٰذا وہی میرا سہاگ ہے اور اسے ہی اپنے پتی کے روپ میں چن چکی ہوں اگر کوئی دوسرا میرے سوئمبر جیتنے کا دعویدار بنتا ہے تو پھر وہ دوشی ہے نرکھاگی ہے میرے جسم میری ذات کا وہی دعویدار بن کر سامنے آسکتا ہے جو اس رن میں کامیاب ہو کر نکلا ہے اب وہی میرے پریم مندر کا پجاری میرے بے روگ جسم کا مالک میرے من مندر کا دیوتا ہے وہی میرے کنوار پنے کی اندھیری کھپاؤں میں ایک چمتکار اور ایک روشنی کی کرن کے مانند ہے۔

راجکماری دیاونتی جب خاموش ہوئی تو قنوج کا راجا ملکی رام بول پڑا۔

راجکماری دیاونتی ٹھیک کہتی ہے جو بھاگوان اور خوش نصیب وہی ہے جو اس شبھ گھڑی اور اچھے وقت میں مقابلے کے دروان انوپ بے مثال' اجیت اور ناقابل تسخیر بن کر سامنے آیا ہے اگر کوئی دوسرا پاپی۔ کمبخت۔ نرک بھاگی اس کی جگہ لینا چاہتا ہے تو پھر وہ اپنی جھولی میں آگ بھرنے کی کوشش کرے گا وہ اپنے پاپ کا پیالہ لبریز کرنا چاہتا ہے تو میں قنوج کا راجا ملکی رام اس کے پاپ کے پیالے کو توڑ کے رکھ دوں

گا۔

یہاں تک کہتے کہتے قنوج کا راجا ملکی رام رک گیا اس لئے کہ عین اسی لمحہ ما
کا راجکمار سندر داس اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا پھر سندر داس کا یک آد
قنوج کے راجا ملکی رام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

راجا ملکی رام یہ جوان جو آپ کے سامنے کھڑا ہے اسی نے آپ کی بیٹی کا سوئم
جیتا ہے جس وقت اس نے سوئمبر میں حصہ لیا تھا اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈا
رکھا تھا تاہم آپ اس کو اس کے لباس سے پہنچانتے ہوں گے اس لئے کہ چہرے
نقاب ڈالنے کے ساتھ ساتھ یہ سوئمبر میں حصہ لیتے وقت یہی لباس پہنے ہوئے تھا آ
شرط یہ تھی کہ جو شخص سوئمبر جیتے گا اسی کو راجکماری دیاونتی کا چہرہ دیکھنا نصیب ہو
اب جبکہ مالوہ کا راجکمار سندر داس یہ مقابلہ جیت چکا ہے تو آپ نہ صرف دیاونتی
چہرہ اسے دکھائیں بلکہ ابھی اور اسی وقت راجکماری دیاونتی کے پھیرے اس
کروائیں ہم دیاونتی کو اپنے ساتھ لیکر تو نہیں جائیں گے لیکن پھیرے کروانے کے ب
وقت مقرر کر لیا جائے اور اس وقت ساری مروجہ رسومات ادا کرتے ہوئے
راجکماری دیاونتی کو سندر داس کی بیوی کی حیثیت سے قنوج سے مالوہ کی طرف
جائیں گے۔

اس گفتگو کے جواب میں راجکماری دیاونتی غصے اور خفگی میں اپنی جگہ سے ا
کھڑی ہوئی وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ہاتھ کے اشارے سے اس کے باپ راجا م
رام نے اسے خاموش رہنے کو کہا جو شخص راجا ملکی رام سے مخاطب ہوا تھا اسے نظ
انداز کرتے ہوئے براہ راست سندر داس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سندر داس تم سے دو غلطیاں ہوئیں جن کی بناء پر تمہارے سامنے میر
راجکماری دیاونتی بے نقاب کھڑی نہیں ہو سکتی تمہاری پہلی غلطی یہ ہے کہ جس وق
تم نے سوئمبر جیتا تھا تمہیں یہاں سے جانا نہیں چاہئے تھا میں نے دیکھا کہ تمہار
آدمی تمہیں زبردستی اٹھا کر یہاں سے دور لے گئے تھوڑی دیر تک وہ تمہاری کامیابی
نعرے لگاتے رہے جشن مناتے رہے تمہیں یہاں سے ہرگز ان کے ساتھ نہیں
چاہئے تھا۔

تمہاری دوسری غلطی یہ ہے کہ تم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر میرے پاس آئے ہو سوئمبر میں تم نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالتے ہوئے حصہ لیا تھا تمہیں نقاب سمیت میرے پاس آنا چاہیے تھا اس کے بعد میں تیرے ساتھ گفتگو کرتا تمہاری ان دو غلطیوں کی وجہ سے تمہیں ایک خمیازہ بھگتنا ہو گا سندر داس برا مت ماننا یہ سوئمبر ایک بار پھر ہو گا لیکن اس میں کوئی اور نہیں صرف تم ہی حصہ لو گے۔

سندر داس اگر تم واقعی بہترین نشانہ باز ہو تو جس طرح پہلے تم نے تین بار اپنے تیروں سے چرخی کو ضرب لگائی اسی طرح پھر تمہیں تین تیر مہیا کئے جاتے ہیں انہیں چلاؤ اور چرخی پر ضرب لگاؤ اگر تم اپنے چہرے پر نقاب ڈالے بنا ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا کرنے کے فی الفور بعد میں نہ صرف راجکماری دیاونتی اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر سامنے آئے گی بلکہ میں اسی وقت راجکماری کے پھیرے تمہارے ساتھ کرا دوں گا اس کے بعد جب اور جس وقت چاہو تم یہاں سے راجکماری کو مالوہ لے جا سکو گے۔

اور اگر یہ کام تم اس وقت نہ کرنا چاہو تو میں تمہیں رات بھر کی مہلت دیتا ہوں اگلے روز پھر اپنی قسمت آزماؤ اور تین تیر لیکر چرخی پر چلاؤ اگر تم کامیاب ہو گئے تو راجکماری دیاونتی تمہاری ہو گی۔

راجا ملکی رام کی اس گفتگو سے راجکمار سندر داس افسردہ' اداس اور ویران ہو کے رہ گیا تھا وہ تو کچھ اور ہی سوچ کے آیا تھا یہاں اس کے لئے اور ہی مسائل کھڑے کر دئے گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر راجا ملکی رام کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ زیادتی اور جبر ہے جبکہ میں ایک بار راجکماری دیاونتی کا سوئمبر جیت چکا ہوں تو پھر دوبارہ مجھے چرخی پر تیر چلانے کو کیوں کہا جا رہا ہے کیا یہ انیائے نہیں ہے جواب میں ملکی رام فوراً" بول پڑا۔

راجکمار سندر داس یہ انیائے نہیں ہے بلکہ یہ نیائے ہے تمہیں ہر صورت میں ایسا کرنا ہو گا ورنہ نا کام لوٹنا ہو گا سندر داس میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں اگر دوبارہ تم چرخی پر اپنے تین تیر نہ لگا سکو تو یاد رکھنا میں تم پر دھوکہ دہی اور فریب کا

جرم بھی عائد کر سکتا ہوں اس لئے کہ میرے کچھ آدمیوں نے مجھے یہ اشارہ دے رہا ہے کہ سوئمبر تم نے نہیں جیتا بلکہ سوئمبر جیتنے والا کوئی اور ہی ہے جو تمہارے جیسے لباس میں ہی تھا اگر یہ غلط ہے تو پھر تم ایک بار پھر اپنے تیر چرخی پر چلا کر ہمارے اس وہم اور گمان کو دور کر دو اگر تم ایسا کر دو تو تمہارے ساتھ وعدہ ہے جب تم چاہو گے راجکماری دیاونتی کو تمہارے ساتھ مالوہ جانے کی اجازت دے دی جائیگی کہو اب تم کیا کہتے ہو۔

جواب میں سندر داس تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کی گردن جھکی رہی اور وہ سوچتا رہا پھر اس نے راجا ملکی رام کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

راجا مجھے آپ کی یہ شرط منظور ہے میں ابھی اور اسی وقت تو پھر تیر نہیں چلاؤں گا بلکہ میں اسی میدان میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رات کو پڑاؤ کروں گا اگلے روز آپکی خواہش' آپکی ابلاش آپکی مرضی کے مطابق میں پھر تین تیر چرخی پر چلاؤں گا آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج کی طرح میرے تینوں تیر چرخی پر ضرب لگائیں گے اب مجھے اجازت دیں تا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آج رات پڑاؤ کر کے آرام کروں اور کل پھر چرخی پر تیر چلانے کا انتظار کروں۔

جواب میں راجا ملکی رام نے مسکراتے ہوئے اثبات میں اپنے سر کو ہلایا تب سندر داس اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا تھا اور ذرا دور جا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس نے پڑاؤ کر لیا تھا جب سندر داس اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تب راجکماری دیاونتی نے اشارے سے اس شخص کو اپنے پاس بلایا جس نے سندر داس کے دھوکے اور فریب کی خبر آ کر انہیں بتائی تھی جب وہ قریب آیا تو راجکماری دیاونتی نے اسے مخاطب کیا۔

یہ مالوہ کا راجا سندر داس اپنے جن آدمیوں کو لیکر یہاں آیا تھا کیا ان میں وہ نوجوان بھی شامل تھا جس نے حقیقی معنوں میں میرا یہ سوئمبر جیتا تھا اس پر وہ شخص پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑا۔

راجکماری جس نوجوان نے آپکا سوئمبر جیتا میں اس کی جسامت' اس کے چہرے اس کی شکل سے اسے پہنچانتا ہوں وہ ان لوگوں میں شامل نہیں تھا نہ جانے یہ لوگ

سے کہاں چھوڑ آئے ہیں اس پر بے پناہ خفگی کا اظہار کرتے ہوئے راجکماری دیاونتی پھر بول پڑی۔

اگر ایسا ہے تو جاؤ پھر اپنے کام پر لگ جاؤ مالوہ کے راجکمار سندر داس کے پڑاؤ کے ارد گرد منڈلاؤ اور اس نوجوان کو تلاش کرنے کی کوشش کرو جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اگر تمہیں وہ مل جائے تو اسے اپنے ساتھ راج محل میں لیکر آؤ میں اس سے گفتگو کروں گی۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں وہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے راجکمار سندر داس نے اسے اپنا آلہ کار کس طرح بنایا ہے اب تم جاؤ اور اس شخص پر کڑی نگاہ رکھو جس نے سندر داس کے لئے سوئمبر جیتا ہے اور جب تمہیں موقع ملے علیحدگی میں اس سے گفتگو کرو اور اسے میرے پاس لیکر آؤ اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان دہاں سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد راجکماری دیاونتی نے تھوڑی دیر تک اپنی ماتا اندوبائی سے راز درانہ گفتگو کی پھر اس نے اپنے پتا ملکی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پتا جی آپ مجھے وچن دیجئے کہ میرا ہاتھ اسی شخص کے ہاتھ میں دیں گے جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے میں نہیں جانتی سوئمبر جیتنے والا نوجوان کون ہے؟ اس کا نام کیا ہے اس کا تعلق کس ذات سے ہے مالوہ کے راجکمار سندر داس سے اس کا تعلق کیا ہے رشتہ کیا ہے ان ساری باتوں سے قطع نظر آپ مجھے وچن دیجئے کہ آپ مجھے اسی نوجوان کے حوالے کریں گے جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اس لئے کہ سوئمبر جیتنے والا ہی اب میرا حقدار ہے اس کے علاوہ اگر کسی کو میرا جیون ساتھی بنایا گیا تو میں کسی بھی صورت اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگی۔

راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو پر راجا ملکی رام تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا بڑے پیارے انداز میں اپنی راجکماری دیاونتی کی طرف دیکھتا بھی رہا دیاونتی جب خاموش ہوئی ملکی رام نے بڑی چاہت بڑی محبت سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری پتری! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم اتنی چنتا کیوں کرتی ہو کیا تم سمجھتی ہو کہ میں کوئی کام تمہاری خواہش کے خلاف کروں گا ہر گز نہیں تمہارا

سوئمبر جس نوجوان نے جیتا ہے اگر اس کا تعلق شودروں سے نہیں ہے تو میں اسے ہر صورت میں تیرا جیون ساتھی بنا کے رکھوں گا اگر وہ شودر ہوا تو میں تم سے معذرت طلب کر لوں گا اس لئے کہ کوئی شودر میری بیٹی کا پتی نہیں ہو سکتا۔

میری بچی تو جانتی ہے کہ برہمن برہما کے منہ سے۔ کھشتری اسکے دونوں بازوؤں سے' اور ویش رانوں سے جبکہ شودر دونوں پاؤں سے پیدا ہوئے میری بچی برہمنیں بچے اس لئے جنتی ہیں کہ وہ ریاضت کریں۔ کھشترانیاں بچوں کو اس لئے جنم دیتی ہیں کہ وہ میدان جنگ میں کٹ مریں۔ ویشانیوں کی عورتیں بچوں کو اس لئے جنم دیتی ہیں کہ مویشیوں کی رکھوالی کریں جبکہ شودرانیاں بچوں کو اس لئے جنم دیتی ہیں کہ وہ صرف برہمنوں' کھشتریوں اور ویشوں کی خدمت کرتے رہیں میری بچی میری پتری گو وید کہتے ہیں کہ سوئمبر صرف کھشتریوں کے لئے ہی رچایا جاتا ہے پر میری پتری میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ جس جوان نے تیرا سوئمبر جیتا ہے اگر وہ کھشتری نہ ہوا برہمن یا ویش ہوا تب بھی میری پتری میری بیٹی میری بچی میں اسے تیرا جیون ساتھی بنانے کا عہد دیتا ہوں میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ جس شخص نے تیرا سوئمبر جیتا ہے وہی تیرا ذات کا حقدار ہے اور میں کوشش کروں گا کہ اس کے ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں اسی کو تیرا ہاتھ دوں اسی کو تیرا سوامی اسی کو تیرا پتی بناؤں۔

ملکی رام تھوڑی دیر کے لئے رکا ایک نگاہ باری باری اپنی رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی پر ڈالی اس کے بعد اس نے اپنی رانی کو مخاطب کیا۔

اندو بائی تو ابھی تک اس سارے سلسلے میں خاموش ہے میں تیری رائے تیرا عندیہ بھی جاننا پسند کروں گا اس پر رانی اندو بائی فوراً" بول پڑی۔

دیاونتی کے پتا تھوڑی دیر پہلے میرے ساتھ دیاونتی بڑے راز دارانہ انداز میں گفتگو کر چکی ہے میں اس کا عندیہ اس کے ارادے جان چکی ہوں یہ ہر صورت میں اپنا جیون اس نوجوان پر نچھاور کرنے کا طے کئے ہوئے ہے جس نے اس کا سوئمبر جیتا ہے اور ایسا کرنے میں یہ حق بجانب بھی ہے اب جو آپ نے فیصلہ دیا ہے میں اس سے اتفاق کرتی ہوں لیکن اس سارے معاملے کو کسی طریقے کسی جتن سے حل کرنا ہوگا۔

دیاونتی کے پتا میں چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں مالوہ کے راجکمار سندر داس سے بھی ہماری کوئی تکرار اور تلخ کلامی نہ ہو اور مسئلہ بھی حل ہو کے رہ جائے اس لئے کہ اگر اس سوئمبر کی وجہ سے سندر داس کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا' تکرار اور تلخ کلامی ہوتی ہے تو مالوہ کی راجدھانی کے ساتھ ہمارے تعلقات بگڑیں گے اور ہو سکتا ہے کہ اس سوئمبر کی وجہ سے دونوں راجدھانیاں آپس میں ٹکرائیں اگر ایسا ہوتا ہے تو یاد رکھنا مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو راجدھانیاں آپس میں لڑتے ہوئے کمزور ہو جائیں گی اور پھر باری باری مسلمان ان پر حملہ آور ہونگے اور اپنی سلطنت میں مدغم کر کے رکھ دیں گے اگر ایسا ہوا تو ہمارے لئے برا اور بد ترین دن ہو گا لہٰذا میں یہ کہوں گی کہ سندر داس کے ساتھ بلا کسی جتن کے ساتھ بنا کسی جھگڑے اور تکرار کے نپٹا جائے۔

اپنی رانی اندو بائی کے ان الفاظ پر راجا ملکی رام تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اندو بائی تم ٹھیک کہتی ہو جس نوجوان کو دیاونتی نے سوئمبر جیتنے والے نوجوان کا پتہ لگانے اور اسے پکڑ کر اس کے پاس لانے کو کہا ہے وہ نوجوان ہمارا خاص مخبر ہے اور وہ بڑی راز داری سے کام لیگا۔ مجھے امید ہے کے وہ سوئمبر جیتنے والے نوجوان سے علیحدگی میں گفتگو کرے گا اور اسے پکڑ کر ہمارے پاس لائے گا وہ نوجوان ہمارے پاس آئے گا تب پتہ چلے گا کہ سندر داس نے سوئمبر جیتنے کے لئے اس کا سہارا کیوں لیا۔ جب اس شخص سے ہمیں حقیقت حال کا علم ہو جائے گا اس کے بعد ہم کوئی قدم اٹھائیں گے لیکن اس سے پہلے ہم سندر داس سے کوئی فیصلہ کن گفتگو نہیں کریں گے ہم نے سندر داس پر واضح کر دیا ہے کہ وہ ایک بار پھر چرخی پر تیر چلائے اس لئے کہ سوئمبر جیتنے کے بعد اسے یہاں سے ہٹنا نہیں چاہئے تھا چہرے سے نقاب نہیں ہٹانا چاہئے تھا اگر سوئمبر اسی نے جیتا ہے تو اسی وقت اسے چاہئے تھا کہ میرے اور راجکماری کے سامنے آتا اور ہمارے سامنے آکر اپنا آپ ظاہر کر دیتا کہ وہ کون ہے چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا اور پھر ہمارے آدمی نے یہ بھی انکشاف کر دیا ہے کہ سوئمبر جیتنے والا کوئی اور شخص ہے جو اسی کے لباس اور نقاب جیسا لباس اور نقاب پہنے

ہوئے تھا جب تک ہمارا آدمی سوئمبر جیتنے والے اصل شخص کو پکڑ کر نہیں لاتا اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا میرے خیال میں ہمیں راج محل کی طرف جانا چاہئے اس لئے کہ ہم نے اپنے مخبر کو کہہ دیا ہے کہ سوئمبر جیتنے والے شخص کو پکڑ کر راج محل ہی لائے۔

رانی اندوبائی اور راجکماری دیاونتی نے راجا ملکی رام کے اس فیصلے سے اتفاق کیا پھر وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور تینوں اپنے دیگر عزیز و اقارب کے ساتھ قنوج شہر کی طرف ہو لئے تھے۔

قنوج کے راج محل میں واپس جا کر راجا ملکی رام' راجکماری دیاونتی اور رانی اندو بائی بڑی بے چینی سے اپنے اس مخبر کا انتظار کرنے لگے تھے۔ یہ انتظار کافی طویل ہو گیا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب جا پہنچا تب اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے راجکماری دیاونتی نے اپنے باپ ملکی رام کی طرف دیکھا۔

پتا جی کیا ہمارے مخبر تلسی رام نے ضرورت سے زیادہ دیر نہیں کر دی ابھی تک تو اسے سوئمبر جیتنے والے شخص کو پکڑ کر ہمارے پاس لے آنا چاہئے تھا یا اس کے متعلق کچھ معلومات ہی فراہم کر دینا چاہئے تھیں۔

راجکماری دیاونتی کے اس سوال کا جواب راجا ملکی رام دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ راجا ملکی رام کا وہ مخبر جس کا نام تلسی رام تھا اس کمرے میں داخل ہوا اور راجا ملکی' رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی کے سامنے آتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو تقریباً" کمان کی طرح دہرا کرتے ہوئے تعظیم دی پھر وہ سیدھا کھڑا ہوا اس کے بعد وہ راجا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مالک میں ایک انتہائی بری خبر لیکر آیا ہوں۔

مخبر تلسی رام کے ان الفاظ نے راجکماری دیاونتی کو پریشان اور فکر مند کر دیا تھا اندوبائی کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی راجا ملکی رام نے اس موقع پر اپنے مخبر تلسی رام کی طرف بڑے غور سے دیکھا۔

تلسی رام پہیلیاں نہ بجھواؤ کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس پر مخبر تلسی رام پھر بول پڑا۔

سوامی! آپ لوگوں کی آگیا کے مطابق میں سوئمبر جیتنے والے نوجوان کی تلاش میں گیا میں یوں ہی بے دھیانی میں سندر داس کے آدمیوں کے درمیان گھومتا رہا کسی نے مجھ پر شک بھی نہیں کیا میں نے اس کا سارا پڑاؤ چھان مارا لیکن جس نوجوان نے سوئمبر جیتا تھا وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا میں سمجھا وہ جوان کہیں ادھر ادھر ہو گیا ہو لہٰذا سندر داس کے پڑاؤ کے اطراف میں گھومتا رہا یہاں تک کہ اس سوئمبر کے لئے شہر سے باہر جو بازار لگایا گیا تھا اس بازار کی ایک ایک دوکان بھی میں نے گھومی لیکن میں نے سوئمبر جیتنے والے اس نوجوان کو کہیں نہ پایا۔

مالک تھک ہار کے جب میں مالوہ کے راجکمار سندر داس کے پڑاؤ کی طرف گیا تو میں دنگ رہ گیا اس لئے کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا نہ وہاں سندر داس تھا نہ اس کے ساتھی اس لئے کہ سندر داس اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے مالوہ کی طرف کوچ کر گیا تھا میرے خیال میں جس نے سندر داس کے لئے سوئمبر جیتا تھا اس کو سندر داس نے پہلے ہی مالوہ کی طرف بھگا دیا تھا تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو جائے۔

اور اب جو آپ نے سندر داس سے یہ کہا کہ کل وہ سوئمبر کے لئے بنائے جانے والی چرخی کو اپنے تیروں کے ساتھ گھمائے تو آپ کی اس شرط نے سندر داس کو بوکھلا دیا ہو گا اس لئے کہ پہلے تین تیر کسی اور نے ہی چلائے تھے لہٰذا اسے ڈر اور خدشہ ہو گیا تھا کہ اس کا راز فاش ہو جائے گا اس طرح ہو سکتا ہے کہ قنوج میں اس کے ساتھ ہمارا جھگڑا' فساد یا تکرار ہو جائے میرے خیال میں اس سے بچنے کے لئے سندر داس اپنے آدمیوں کو لیکر اپنی پت۔ اپنی عزت بچانے کی خاطر مالوہ کی طرف بھاگ گیا ہے اب آپ کہیں میرے لئے مزید کیا حکم ہے۔

اپنے مخبر تلسی رام کے اس انکشاف پر جہاں راجا ملکی رام افسردہ اور پریشان ہو گیا تھا وہاں رانی اندوبائی اور راجکماری دیاونتی بھی بری طرح اداس ہو کر رہ گئی تھیں تھوڑی دیر تک تینوں آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے اس کے بعد وہ کسی نتیجے پر پہنچے تھے اس لئے کہ راجا ملکی رام نے تلسی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تلسی رام تمہارے ذمہ میں ایک بہت بڑا کام لگا رہا ہوں دیکھ اس کام میں میری

پتری میری سندری دیاونتی کے جیون اس کی زندگی اور موت کا سوال ہے بچے تو آنے والی صبح کو مالوہ کی طرف کوچ کر جا مالوہ میں کچھ دن قیام کرو اور یہ پتہ لگانے کی کوشش کرو کہ جس نوجوان نے راجکماری دیاونتی کا سوئمبر جیتا ہے وہ کون ہے اس کا تعلق کس خاندان سے ہے اور مالوہ کے راجکمار سندر داس نے اسے کن شرائط پر حاصل کیا تھا اب تم جا کے آرام کرو صبح ہی صبح میرے پاس آؤ تمہیں تمہارے اخراجات کے لئے معقول رقم دی جائیگی تمہارے سفر کا بھی اہتمام کیا جائے گا میرے خیال میں اب تم جا سکتے ہو اس کے ساتھ ہی زمین کی طرف جھکتے ہوئے اپنے آپ کو خم کرتے ہوئے نسی رام نے راجا ملکی رام کو تعظیم دی اور وہ راج محل کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

مالوہ کے راج محل میں مالوہ کا راجا جاہر دیو کچھ اس انداز میں بیٹھا ہوا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار ہو اس کے پہلو میں اس کا جانشین سندر داس بھی بیٹھا ہوا تھا اس کے دوسری جانب اس کی رانی کنچن دیوی اور راجکماری سویتا بیٹھی ہوئی تھی جبکہ اس کے سامنے سپہ سالار کانتی لال کے علاوہ راجدھانی کے دیگر افراد بھی اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

ایسے میں راجا جاہر دیو کے چوبدار نے الغ خان کو راجا کے سامنے پیش کیا الغ خان کو راجا جاہر دیو کے سامنے کھڑا کرنے کے بعد چوبدار ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک راجا جاہر دیو سر سے لیکر پاؤں تک الغ خان کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے تھوڑی دیر تک بڑی راز دارانہ سی گفتگو پہلے اپنے بیٹے اس کے بعد اپنی بیٹی سویتا سے کی اس دوران کبھی وہ مسکراتا اور کبھی سنجیدہ ہو جاتا تھا پھر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے اس نے اپنے سامنے کھڑے الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان چند ہفتے پہلے جب تمہیں میرے سامنے پیش کیا گیا تھا تو تمہارے تین جرائم کی وجہ سے میں نے تمہارے لئے یہ سزا تجویز کی تھی کہ تمہیں تین ماہ کے لئے زندان میں ڈال دیا جائے اور ہر ماہ کے شروع میں تیرے جسم کے کسی حصہ کو گرم سرخ لوہے سے داغا جائے تاکہ جو جرائم تم نے کئے ہیں ان کا دوبارہ اعادہ نہ کرو۔

اسی دوران قنوج کے راجا ملکی رام کی راجکماری دیاونتی کے سوئمبر رچائے جانے کی خبر آئی تو ہم نے تیرے ساتھ یہ معاملہ طے کیا کہ اگر تیری وجہ سے میرا بیٹا سوئمبر جیت جائے تو تمہیں آزادی دے دی جائیگی زندان میں نہیں ڈالا جائے گا۔

الغ خان تو دیکھتا ہے تو نے میرے بیٹے سندر داس کے لئے سوئمبر جیتا اور یہ جیت ہماری جھولی سے نکال لی گئی میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے لیکن

تمہارے ساتھ ہماری شرط یہ تھی کہ میرا بیٹا سندر داس یہ سوئمبر جیت جائے گا تو تمہیں آزادی دی جائے گی چونکہ اس سوئمبر کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا لہٰذا تمہاری سزا برقرار رکھا جاتا ہے۔

راجا جاہر دیو یہی تک کہنے پایا تھا کہ الغ خان اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا تھا۔

راجا جو کچھ آپ نے کہا وہ اپنی جگہ درست ہے لیکن میرا آپکے ساتھ یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ اگر میں آپ کے بیٹے سندر داس کے لئے یہ سوئمبر جیت لوں تو میری رہائی کا سامان کیا جائے گا اور راجا آپ نے دیکھا میں نے یہ سوئمبر جیتا اور سندر داس کی کامیابی کا بھی اعلان ہوا اس کے بعد اگر حالات سندر داس کے خلاف ہو گئے تو اے راجا! اس میں میری کیا غلطی میری کیا خطا جو شرط آپ نے میرے ساتھ مقرر کی تھی اس کے مطابق اب مجھے زندان میں نہیں بھیجا جانا چاہئے مجھے رہا کر دینا چاہئے اس لئے کہ جو شرط آپ نے میرے ساتھ بندھی تھی اس کا تقاضا یہی ہے اور اگر آپ مجھے زندان کی طرف بھیجتے ہیں تو یہ سراسر ناانصافی ہو گی۔

الغ خان کی اس گفتگو سے راجا جاہر دیو برہم ہو گیا تھا انتہائی غصیلی اور بھڑکتی ہوئی آواز میں اس نے الغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان تم مجرم ہو اور مجرم ہو کر تم ہمیں یہ مت سکھاؤ کہ کیا انصاف ہے کیا بے انصافی ہے جو شرط تمہارے ساتھ باندھی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی لہٰذا تمہیں زندان بھیجا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی راجا جاہر دیو نے گرجتی ہوئی آواز میں اپنے چوبدار کو مخاطب کیا اور اسے حکم دیا کہ الغ خان کو زندان کی طرف لے جایا جائے۔

راجا کے حکم پر الغ خان کو زندان میں ڈال دیا گیا اور زندان میں ڈالنے کے دوسرے روز ہی الغ خان کی ٹانگ کو گرم سرخ لوہے سے داغ دیا گیا تھا۔

الغ خان بیچارہ چند روز تک ٹانگ داغے جانے کی وجہ سے بخار میں مبتلا رہا اس طرح اسے جب پندرہ دن کے قریب زندان میں گزر گئے اس کی ٹانگ ٹھیک ہو گئی اس کا بخار بھی جاتا رہا ایک روز وہ زندان میں دنگ رہ گیا۔

اس لئے کہ زندان میں اس کے قبیلے کا ایک نوجوان داخل ہوا تھا جو الغ خان کا

رشتے دار اور قریبی عزیز تھا۔ جونہی اسے زندان میں لایا گیا الغ خان بھاگ کر اس سے بغلگیر ہوا اور انتہائی فکر مند لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ارسلان خان میرے بھائی تم زندان میں کیسے آ گئے۔

ارسلان اس موقع پر چپ رہا جب وہ محافظ چلے گئے جو ارسلان خان کو لیکر آئے تھے تب ارسلان خان نے دھیمی سی آواز میں الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان مجھے اور تمہیں زندان کی ایک ہی کوٹھری میں رکھے جانے کا حکم صادر کیا گیا ہے پہلے کوٹھری میں چلو پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں زندان میں کیسے اور کیوں پہنچ گیا۔

ارسلان خان کی اس گفتگو نے الغ خان کو ایک طرح کی جستجو اور کریدنی میں ڈال دیا تھا اسے لیکر الغ خان اپنی کوٹھری میں آیا دونوں جب بیٹھ گئے تب الغ خان نے ارسلان خان کو مخاطب کیا۔

ارسلان میرے بھائی اب کہو کیا معاملہ ہے تمہیں زندان میں کیوں لایا گیا ہے جواب میں ارسلان خان کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھوڑی دیر کے لئے کھیلتی رہی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

الغ خان اس زندان میں' میں صرف تمہاری خاطر آیا ہوں میرے بھائی راجا جاہر دیو نے تیرے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے تم نے اس کے بیٹے سندر داس کے لئے سوئمبر جیتا سوئمبر جیتنے کی صورت میں تمہیں رہا کیا جانا چاہئے تھا لیکن راجا جاہر دیو نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے تمہیں زندان میں ڈال دیا ہے سوئمبر جیتنے کے بعد راجکمار سندر داس کو راجکماری دیاوتی نہیں ملی تو یہ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تمہارے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔

یہ بات جب ہمارے قبیلے میں پہنچی تو ہمار قبیلے کے سب لوگوں نے بیٹھ کر صلاح مشورہ کیا پھر یہ تجویز پیش کی کہ قبیلے کہ باہر میں کھلے میدان میں گائے ذبح کروں اور گاؤ ہتیا کے جرم میں مجھے بھی زندان میں ڈال دیا جائے گا زندان میں آنے کے بعد میں تمہیں وہ پیغام دینا چاہتا تھا جو میرے قبیلے کے سرکردہ لوگ تم تک پہنچانا چاہتے

تھے۔

سن میرے بھائی اب جبکہ میں تیرے ساتھ زندان میں موجود ہوں تو ٹھیک پانچ دن بعد جب بے چاند رات ہو گی ہمارے کچھ لوگ مجھے اور تمہیں زندان سے نکالنے کے لئے آئیں گے وہ مغرب کی طرف سے رات کی تاریکی میں رسوں کی سیڑھیاں اندر پھینکیں گے جن کے ذریعے ہم دیوار پھلانگ کر باہر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لائحہ عمل یہ طے کیا گیا ہے کہ میں اور تم زندان سے بھاگ کر کسی دوسرے شہر کا رخ کریں گے ہمارا قبیلہ یہیں پڑاؤ کیے رہے گا قبیلہ یہاں سے نہیں بھاگے گا اگر قبیلے والے لوگ بھاگتے ہیں تو یاد رکھنا راجا جاہر دیو کے لوگ ان کا تعاقب کریں گے اور ان کا قتل عام کر دیں گے۔

لہٰذا طے یہ ہوا ہے کہ میں اور تم زندان سے نکل کر کسی محفوظ جگہ کی طرف بھاگیں گے اور کچھ دن کا وقفہ ڈال کر ہمارا قبیلہ بھی دہلی کا رخ کرے گا پھر دہلی ہی میں ہم اپنے قبیلے میں جا شامل ہوں گے قبیلہ اس لئے یہاں سے چند دن بعد کوچ کرے گا تاکہ اگر راجا جاہر دیو کو شک ہو کہ ہمارے قبیلے نے ہماری رہائی کا سامان کیا ہے تو وہ بطریق احسن ہمارے قبیلے والوں کی تلاشی لے سکے میرے خیال میں جب قبیلے میں' میں اور تم نہیں ملیں گے تو راجا جاہر دیو مطمئن ہو جائے گا اور ہمارا قبیلے کے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں ہو گا جب ہمارا قبیلہ یہاں سے کوچ کر کے دہلی کا رخ کرے گا پھر ہم بھی کسی نہ کسی طرح یہاں سے بھاگتے دہلی پہنچ جائیں گے یوں اس اسیری سے ہمیں نجات مل سکتی ہے الغ خان بول میرے بھائی اس سلسلے میں تیرا کیا خیال ہے۔

ارسلان خان کے اس انکشاف پر الغ خان دھیمے انداز میں مسکراتا رہا پھر اس نے اپنی شوخ نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں ساتھ ہی الغ خان کی رازدارانہ سی آواز بھی اس کوٹھری میں سنائی دی۔

ارسلان میرے بھائی اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر جو لائحہ عمل طے کیا ہے میرے بھائی اس پر عمل کر کے یقیناً" زندان سے میری رہائی کا سامان ہو

ہے ارسلان میرے عزیز میرے بھائی میں تیرا انتہا درجے کا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے رہائی دلانے کے لئے یہ قربانی دی تو نے گاؤ ہتیا کا جرم جان بوجھ کر کیا تاکہ تمہیں زندان میں بھیجا جائے میرے بھائی اس سلسلے میں' میں تیرا ممنون ہوں اور شکر گزار ہوں گا۔

الغ خان اس سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا پر ارسلان خان نے فوراً" بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

الغ خان میرے بھائی اس سے آگے کچھ مت کہنا اس لئے کہ تم اس طرح میرا شکریہ ادا کر رہے ہو کچھ ایسے انداز میں میرے سامنے ممنونیت کا اظہار کر رہے ہو جیسے تم میرے لئے اجنبی ہو تم پر میں نے کوئی بہت بڑا احسان کیا ہے اور احسان تلے تم دبے جا رہے ہو الغ خان میرے بھائی تم میرے عزیز اور قریب ترین رشتہ دار ہو میں ارسلان خان اس سے بڑی اور اس سے بڑھ کر بھی تمہاری رہائی کے لئے قربانی دے سکتا ہوں میرے خیال میں اب ہمیں اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں کرنی چاہئے میرے اور قبیلے والوں کے درمیان رات اور جگہ کا یقین ہو چکا ہے اور اس رات مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں زندان سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

الغ خان' ارسلان خان کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ زندان میں کھانے کا اعلان ہو گیا دونوں اپنی جگہ سے اٹھے اپنا اپنا کھانا زندان سے انہوں نے لیا اور اپنی کوٹھری میں بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے تھے یوں الغ خان اور ارسلان خان کے دن زندان کے اندر گزرنے لگے تھے۔

سورج غروب ہونے کے بعد شام آہستہ آہستہ رات میں ڈھل گئی تھی اور پھر رات بڑی تیزی سے گہری ہونے لگی تھی دن بھر کی گہما گہمی شور تمام ہوا تھا ایسا لگتا تھا جیسے آگہی کے خوابوں پر کسی نے چپ کے سائبان تان دئے ہوں۔ فضاؤں میں تیرتے سیاہ بادلوں کے پیچھے آسمان اندھیرے سے بغلگیر ہوتی زمین کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھ رہا تھا رات گہری ہونے کے ساتھ ہی اوس پیتی پتیاں تمناؤں سے سرابوں کی طرف جاتے خوشنما راستے' ان گنت کہکشائیں' تاریخ کے تلخ قصے' طیور کے زمزمے زمین کے اندیشے اور فضاؤں کی آہوں کے ہنگامے غرضیکہ ہر شے **ہو فیلے** پیغام

اور حروف بے زبان کی طرح چپ اور ساکت ہو کر رہ گئے تھے آسمان پر چمکتے اکا دکا بے چاند رات کے ستارے فرزندان آدم کے فریب، کھوکھلے تن میں چپ کے کہرام اور عمروں کے غافل لمحوں پر مسکراتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کو رواں دواں تھے۔

ایسے میں قنوج کے زندان میں الغ خان اور ارسلان خان دونوں اپنی کوٹھری میں سردی سے بچنے کے لئے کمبل اوڑھے ایک دوسرے کے آمنے سامنے کچھ اس طرح بیٹھے تھے جیسے بے بس اور لاچار پرندے جاڑے کی ٹھٹھراہٹ سے بچنے کے لئے منقاروں کو زیر پر کئے دبکے رہتے ہیں دونوں انتظار کی کشمکش میں مبتلا تھے اور دونوں کی منتظر آنکھوں کے ٹھہرے پانیوں میں سوروپ دھارتی سوچیں رقص کناں تھیں۔ یوں وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا اور اسی کی رفتار کے ساتھ ساتھ سرما سے بغل گیر ہوتی رات گہری ہوتی چلی گئی تھی۔

اچانک ارسلان خان اپنی جگہ سے اٹھا جو کمبل اس نے اوڑھ رکھے تھے وہ اس نے اپنے جسم سے اتار پھینکے اپنی کوٹھری سے وہ باہر نکلا تھوڑی دیر تک وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے ستاروں کا جائزہ لیتا رہا اس موقع پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھل رہی تھی تیزی سے اپنی کوٹھری میں آیا پھر وہ بڑے رازدارانہ سے انداز میں الغ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ۔

الغ خان میرے بھائی اٹھ کھڑے ہو جو کمبل تم نے اپنے جسم پر لئے ہیں انہیں اپنے اوپر ہی رہنے دو زندان سے بھاگنے کے بعد یہ کمبل ہمارے کام بھی آسکتے ہیں الغ خان میرے بھائی مجھے جس وقت کا انتظار تھا وہ آن پہنچا ہے۔ ساتھ ہی ارسلان خان نے اپنے کمبل تھام لئے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ارسلان خان تھوڑی دیر کے لئے رکا اور پھر پہلے سے انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے الغ خان کو کہنا شروع کیا۔

الغ خان میرے عزیز میرے بھائی قبیلے والوں کے ساتھ میرا یہ معاملہ طے ہوا تھا کہ آسمان میں ایک ہی قطار میں سفر کرنے والے تین ستارے جب عین سر پر آئیں گے اس وقت ہمارے قبیلے کے لوگ زندان کے مغربی طرف سے سیڑھیاں پھینکیں گے اور ان رسوں کی سیڑھیوں کی مدد سے ہمیں زندان سے بھاگنا ہوگا میرے عزیز بھائی

اب وہ تین ستارے عین سر پر چمک رہے ہیں آؤ اپنی کوٹھری سے نکلیں اور زندان کے مغربی حصے کی طرف جائیں میرے بھائی میرے عزیز میرا دل کہتا ہے اس زندان سے نکلنے کے لئے ہمارا وقت آن پہنچا ہے۔

الغ خان نے ارسلان خان کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا جو کمبل اس نے اپنے اوپر اوڑھ رکھے تھے وہ اس نے اپنے جسم پر ہی رہنے دئے تاہم اس لمحہ اس کے چہرے پر ہلکی سے خوشگوار مسکراہٹ تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا دونوں اپنی کوٹھری سے نکل کر اور اندھیرے میں رہتے ہوئے زندان کی کوٹھریوں کی دیوار سے چپکتے ہوئے زندان کی مغربی طرف بڑھنے لگے تھے۔

دونوں خیر و عافیت سے زندان کی بیرونی فصیل کے غربی حصے کے پاس آ کے بیٹھ گئے تھے انہیں وہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر ہی انتظار کرنا پڑا تھا کہ باہر سے کسی نے رسوں کی سیڑھیاں اندر پھینکیں سیڑھیاں جونہی زندان کے اندر آئیں الغ خان اور ارسلان خان دونوں چونک پڑے دونوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا پھر وہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ رسوں کی ان سیڑھیوں سے فصیل کے اوپر چڑھ گئے تھے فصیل کے اوپر کوئی اکا دکا محافظ تھا اور وہ بھی سردی سے بچنے کے لئے برجوں کے اندر بیٹھا تھا لہٰذا اس ماحول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الغ خان اور ارسلان خان دونوں رسوں کی سیڑھیوں سے فصیل پر چڑھے فصیل کے دوسری طرف بھی ایسی ہی سیڑھیاں تھیں اور ان سیڑھیوں کے ذریعے وہ نیچے اتر گئے تھے انہوں نے دیکھا فصیل کے باہر کچھ لوگ ہیولوں کی صورت کھڑے تھے انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے الغ خان اور ارسلان کے فصیل کے نیچے اترتے ہی وہ ہیولے حرکت میں آئے رسی کی سیڑھی انہوں نے وہیں رہنے دی پھر وہ ہیولے الغ خان اور ارسلان کو لیکر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اب وہ سب شہر سے باہر تھے اس لئے کہ زندان کا وہ مغربی حصہ جہاں سے وہ زندان سے باہر نکلے تھے قنوج شہر کی فصیل سے ٹکراتا تھا لہٰذا انہیں شہر سے باہر نکلنے کے لئے شہر کے دروازوں کا رخ نہیں کرنا پڑا تھا بلکہ وہ زندان سے نکل کر قنوج شہر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے شہر سے تھوڑی دور جا کر وہ سارے رک گئے پھر بھاگتے

بھاگتے الغ خان ایک جگہ رک گیا اس لئے کہ ان کے سامنے کچھ لوگ کھڑے تھے ا ان کے پاس دو گھوڑے بھی تھے الغ خان سمجھ گیا کہ یہ اس کے اپنے قبیلے کے لوگ ہیں ان لوگوں کے قریب جا کر الغ خان جب رکا تو اس نے پہنچان لیا کہ وہ واقعی ا کے خانہ بدوش قبیلے کے لوگ تھے۔

کچھ کہے بغیر الغ خان اور ارسلان خان نے آگے بڑھ کر ایک ایک گھوڑے باگ پکڑلی پھر الغ خان نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا "میرے عزیز و ارسلان کے بعد میں تم سب کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ ا لوگوں نے میری زندان سے رہائی کے لئے تگ و دو کی میرے لئے اس قدر قربانی د اب تم فوراً" وقت ضائع کیے بغیر اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاؤ ہو سکتا ہے زندان والا کو ہمارے بھاگنے کا علم ہو جائے لہٰذا تمہارا پڑاؤ میں جانا فی الفور ضروری ہے میں ا ار سلان خان گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور تیزی سے دہلی کا رخ کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے سے لائحہ عمل طے ہو چکا ہے تم لوگ اپنے قبیلے کے ساتھ چند د پڑاؤ کرو گے اس کے بعد دہلی کا رخ کرنا مجھے امید ہے کہ دہلی کے نواح میں ہمار ملاقات ہو گی اس کے ساتھ ہی الغ خان جست لگاتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔

اس کے بعد الغ خان اور ارسلان خان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہو۔ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور گھوڑوں کو بھگا دیا تھا جبکہ دوسرے لوگ اپنے پڑاؤ طرف جا رہے تھے۔

اگلے روز مالوہ کا راجا جاہر دیو اور اس کا بیٹا سندر داس' رانی کنچن دیوی ا اہمکاری سویتا ابھی سو کر اٹھے ہی تھے کہ انہیں مالوہ کے زندان سے الغ خان - بھاگنے کی اطلاع دی گئی انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ خانہ بدوش قبیلے کا قیدی جسے چند د پہلے گاؤ ہتیا کے جرم میں زندان میں ڈالا گیا تھا وہ بھی بھاگ چکا ہے اور یہ کہ زند کے اس حصے میں جو شہر کی فصیل سے ملتا ہے رسیوں کی ایک سیڑھی بھی پائی گئی ہے

اس خبر نے راجا جاہر دیو ہی نہیں اس کے بیٹے اور راجکمار سندر داس کو برہم اور غضبناک کر دیا تھا لہٰذا یہ خبر سنتے ہی راجا جاہر دیو نے اپنے سپہ سالار کا

لال کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ چند مسلح جوان دستوں کے ساتھ خانہ بدوش ترک قبیلے کی طرف جائیں اور ہر صورت میں الغ خان اور ارسلان خان کو گرفتار کر کے لائیں۔

راجا جاہر دیو اور اس کے بیٹے سندر داس کو یقین تھا کہ الغ خان اور ارسلان خان کی رہائی کا سامان خانہ بدوش ترک قبیلے والوں ہی نے کیا ہے لہٰذا اپنے راجا کا حکم ملتے ہی سپہ سالار کانتی لال اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ مالوہ شہر سے نکل کر الغ خان کے خانہ بدوش قبیلے کی طرف گیا تھا۔

کانتی لال نے پہلے اپنے مسلح دستوں کے ساتھ پورے خانہ بدوش قبیلے کی تلاشی لی جب اسے وہاں الغ خان اور ارسلان خان دونوں نہ ملے تب وہ بڑا برہم اور غضب ناک ہوا پہلے وہ خانہ بدوش قبیلے کے سر کردہ لوگوں کو دھمکیاں دیتا رہا اور ان سے الغ خان اور ارسلان خان دونوں کے متعلق پوچھتا رہا قبیلے والوں نے کچھ اتا پتا بتانے سے انکار کر دیا تو کانتی لال کی غضبناکی اپنے عروج پر تھی اس نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ خانہ بدوش قبیلے پر حملہ کر دیا تھا۔

ترک خانہ بدوش قبیلے والوں نے بھی جوابی کاروائی کرتے ہوئے دفاع کیا جس کے نتیجے میں کانتی لال نے اس خانہ بدوش قبیلے کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور ان کے خیموں کو لوٹ لیا تھا یوں مالوہ شہر کے باہر اس خانہ بدوش قبیلے کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

ادھر الغ خان اور ارسلان خان دونوں صحرائے راجپوتانہ میں اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے رہے، اپنی پوری کوشش کر رہے تھے کہ مالوہ کی حدود سے نکل کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیں وہ جانتے تھے کہ راجا جاہر دیو کے لوگ ان کا تعاقب کریں گے لہٰذا شام تک وہ لگا تار سفر کرتے رہے جب سورج غروب ہو گیا اور فضاؤں میں تاریکی پھیلنے لگی صحرائے راجپوتانہ میں الغ خان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اس جگہ ریت کے بلند ٹیلے تھے ایک ٹیلے ہی کی اوٹ میں الغ خان نے اپنے گھوڑے کو روکا تھا اس کو دیکھتے ہوئے ارسلان خان بھی اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا پھر الغ خان نے ارسلان خان کو مخاطب کیا۔

ارسلان خان میرے عزیز' میرے دوست میرے بھائی میں سمجھتا ہوں کہ اب تعاقب کرنے والے ہمارے پیچھے نہیں آئیں گے اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ اب ہم مالوہ کی حدود سے نکل چکے ہیں میرا خیال ہے یہاں ستانے کے لئے قیام کرلینا چاہئے ہمارے گھوڑے بھی لگا تار سفر کر کے تھک چکے ہیں ہمارے پاس زاد راہ بھی ہے پانی بھی ہے گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ جو توبرے ہیں ان میں ان کے لئے کافی خوراک بھی ہے اور پھر تم جانتے ہو کہ سردی ان دنوں اپنے عروج پر ہے رات بھر ہم گھوڑوں پر سفر نہیں کر سکتے ہیں تھکاوٹ اور سردی کے باعث مر بھی سکتے ہیں۔

ارسلان میرے بھائی ریت کے ٹیلوں کی اوٹ میں جو سامنے جھاڑی دار درخت سے دکھائی دے رہے ہیں میں چاہتا ہوں ان کے اندر گھوڑوں کو باندھ دیں صحرا میں دیکھتے ہو یہاں بہت سے جھاڑی نما خشک پودے ہیں۔ اور خزاں کی ماری بھورے رنگ کی جڑی بوٹیاں بھی ہیں انہیں کاٹ کاٹ کر جھاڑیوں کے اس جھنڈ کے پاس ڈھیر لگاتے ہیں آگ کا الاؤ روشن کرتے ہیں آگ روشن ہو جانے کی صورت میں ہم ہی نہیں ہمارے دونوں گھوڑے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں اس طرح رات بھر ستانے کے بعد ہم ہی نہیں ہمارے گھوڑے بھی تازہ دم ہو جائیں گے اگلے روز پھر ہم اپنے سفر کا آغاز نئے سرے سے کر سکیں گے مجھے امید ہے کہ تم میری اس تجویز سے اتفاق کرو گے۔

الغ خان جب خاموش ہوا تو ارسلان خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

الغ خان میرے بھائی اگر تم یہ تجویز پیش نہ کرتے تو میں خود بھی تمہیں یہاں ستانے کے لئے کہنے والا تھا کم از کم میں اپنے گھوڑے میں تھکاوٹ کے آثار دیکھ چکا ہوں میرے بھائی آؤ گھوڑوں سے اتر کر گھوڑوں کو اس جھنڈ کے پاس باندھیں پھر آگ کا الاؤ روشن کرنے کے لئے ایندھن اکٹھا کریں۔

ارسلان خان کے اس جواب پر الغ خان خوش ہو گیا تھا گھوڑوں کو انہوں نے جھنڈ کے اندر باندھ دیا تھا پھر اپنی تلواریں اور اپنے خنجر سنبھال کر انہوں نے صحرا کے اندر خشک گھاس مرجھائی ہوئی جڑی بوٹیاں اور چھوٹی موٹی لکڑیاں اکٹھے کرتے ہوئے خاصا بڑا ڈھیر لگا لیا تھا اس کے بعد گھوڑوں کے قریب ہی آگ کا "الاؤ روشن کیا اس

کے بعد پھر انہوں نے گھوڑوں کو خوراک کے توبرے چڑھا دیئے تاکہ تازہ دم ہونے کے ساتھ وہ پیٹ بھی بھر سکیں دونوں نے خود بھی کھانا کھایا اس کے بعد الغ خان نے ارسلان خان کو مخاطب کیا۔

ارسلان خان میرے بھائی میرا خیال ہے کہ ہم نے اس قدر گھاس پھوس' خشک جڑی بوٹیاں اور لکڑیاں اکٹھی کر لی ہیں کہ ہم صبح تک آگ کے الاؤ کو روشن رکھ سکتے ہیں میرے بھائی آگ کے قریب ہی کہیں بستر لگاتے ہیں باری باری آرام کرتے ہیں میرے خیال میں رات کا پہلا حصہ تم سو جاؤ میں بیٹھ کے جاگتا رہوں گا پہرہ دیتا رہوں گا اس پر ارسلان بول اٹھا۔

الغ خان میرے بھائی میرے عزیز میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا آگ کے پاس بستر ضرور لگاتے ہیں پر آگ کے پاس دونوں جاگتے ہیں اپنی ماضی کی گفتگو کرتے ہوئے وقت گزارنے کی کوشش کرتے ہیں میرے خیال میں دونوں ہی جاگتے ہیں الغ خان میرے عزیز بھائی ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیے یہاں اگر مالوہ کے راجا جاہر دیو کے مسلح دستوں کے تعاقب کا خطرہ نہیں تو یہ جنگل ہے یہاں جنگلی جانوروں کے حملہ کرنے کا اندیشہ ہے لہٰذا میں یہ مشورہ دوں گا کہ ہم دونوں بھائیوں کو جاگ کر رات بسر کرنی چاہیئے۔

ارسلان خان کی اس تجویز سے الغ خان نے اتفاق کیا تھا کھانا کھانے کے بعد دونوں بستر پر بیٹھ گئے تھے آگ کا الاؤ انہوں نے روشن رکھا اور دونوں باہم گفتگو کرتے ہوئے وقت کاٹنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

رات کا کافی حصہ گئے انہوں نے گھوڑوں کے منہ سے توبرے ہٹا دیئے تھے آگ کا الاؤ اسی طرح روشن تھا جس نے ماحول کو خاصا گرم کر دیا تھا انہوں نے صحرائے راجپوتانہ میں آگ کا الاؤ روشن رکھتے ہوئے رات بسر کی جونہی مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہوا دھوپ نے اپنا دامن صحرا میں دور دور تک پھیلا دیا تب انہوں نے اپنا سامان سمیٹا ایک بار پھر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

ابھی انہوں نے چند میل کی مسافت ہی طے کی ہو گی کہ دونوں چونک پڑے اس

لئے کہ انہوں نے دیکھا بہت سے سوار ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار بڑھالی تھی لیکن تعاقب کرنے والے بھی تیز رفتار تھے اور وہ درمیانی مسافت کو بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے لگتا تھا کہ تعاقب کرنے والوں کے گھوڑے تازہ دم تھے چونکہ الغ خان اور ارسلان خان کے گھوڑے گزشتہ پورا دن سفر کرتے ہوئے تھکاوٹ میں تھے لہٰذا تعاقب کرنے والے بڑی تیزی سے مسافت کو کم کرتے جا رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے الغ خان اور ارسلان خان پریشان ہو گئے تھے ریت کے ٹیلوں کی بھول بھلیوں میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن جب انہوں نے اندازا لگایا کہ وہ تعاقب کرنے والوں سے بچ نہیں سکتے تب وہ دونوں ریت کے چند بلند ٹیلوں کی اوٹ میں گھوڑوں سے اترے اپنی کمانیں اپنی ڈھالیں انہوں نے سنبھال لیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں کی راہ روکیں گے ان پر تیر اندازی کرتے ہوئے ان کے چند ساتھیوں کو تعاقب زخمی کرتے ہوئے خوف ہراس طاری کریں گے اس طرح خوف و ہراس کے باعث کرنے والے واپس جا سکتے ہیں ایسی صورت میں ایک بار پھر وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو سکتے تھے۔ یہ سوچتے ہوئے دونوں گھات میں بیٹھ گئے جونہی تعاقب کرنے والے ان کے نزدیک آئے ان پر ایک تیز تیر اندازی کی کہ تعاقب کرنے والوں میں سے کئی ایک کو زخمی کر کے رکھ دیا باقی اپنے گھوڑوں سے کود گئے اور ریت کے ٹیلوں کی اوٹ میں ہو گئے تھے۔

یہ صورت حال الغ خان اور ارسلان خان دونوں کے لئے یقیناً خطرناک تھی اس لئے کہ صحرائے راجپوتانہ کے ریت کے ان ٹیلوں میں اب انہیں کچھ خبر نہ رہی تھی کہ دشمن کس سمت سے ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے تھوڑی دیر تک ایسے ہی بے یقینی سی کیفیت رہی پھر اچانک انہیں ریت کے ٹیلے سے ایک ہولناک اور غضبناک آواز سنائی دی ہم نہیں جانتے تم کون ہو لیکن تم نے ہم پر تیر اندازی کر کے اپنے آپ کو مشکوک کر لیا ہے کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا ہم نے تم دونوں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اگر تم نے پھر ہم پر تیر اندازی کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا ہم تم پر ایسی تیر اندازی کریں گے کہ تمہارے جسموں کو چھلنی کر کے رکھ

دیں گے تمہاری خیریت تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ دونوں ہتھیار ڈال دو اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ یاد رکھنا تم دونوں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

الغ خان اور ارسلان خان دونوں نے اس صورت حال پر صلاح مشورہ کیا پھر دونوں نے اپنی کمانیں کندھوں پر ڈالتے ہوئے تیر ترکشوں میں ڈال دئے تھے جو ان کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے ریت کے ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر باہر کھڑے ہو گئے تھے۔

اس صورت حال کے بعد چاروں طرف سے مسلح جوان آگے بڑھے صحرا میں اڑتی ریت سے بچنے کے لئے ان سب نے چہروں پر نقاب اور ڈھاٹے چڑھا رکھے تھے ان میں سے کچھ آگے بڑھے انہوں نے الغ خان اور ارسلان خان دونوں کے ہتھیار لے کر ان کو غیر مسلح کر دیا پھر ان دونوں کے چہروں پر کپڑے باندھنے کے ساتھ ان کے ہاتھ بھی اگلی سمت باندھ دئے گئے دونوں کو ان کے گھوڑوں پر بٹھایا گیا اور اس طرح الغ خان اور ارسلان خان دونوں کو گرفتار کر کے وہ واپس ہو لئے تھے۔

الغ خان اور ارسلان خان دونوں ہی پریشان تھے انہوں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے انہیں گرفتار کیا تھا وہ مالوہ کے راجا جاہر دیو کے مسلح جوان نہیں لگتے تھے اپنے لباس سے وہ لوگ جنہوں نے انہیں گرفتار کیا تھا وہ مسلمان لگتے تھے الغ خان اور ارسلان خان ان سے کچھ پوچھ بھی نہ سکتے تھے اس لئے کہ انہوں نے ان کے منہ پر کس کر کپڑے باندھ دئے تھے ان دونوں کے ہاتھ بھی اگلی سمت بندھے ہوئے تھے لہٰذا وہ چپ چاپ ان کے ساتھ سفر کرنے پر مجبور تھے یوں جن لوگوں نے الغ خان اور ارسلان خان کو گرفتار کیا تھا وہ ان دونوں کو لیکر اپنی کسی منزل کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

ایک روز قنوج کی راجکماری دیاونتی اور اس کی ماں اندو بائی راج مندر سے نکل کر دونوں راج محل کی طرف جا رہی تھیں راجکماری دیاونتی ایک جگہ چونکتے ہوئے اور ٹھٹکتے ہوئے کھڑی ہو گئی اس لئے کہ اس کی نگاہ اچانک اپنے مخبر پر پڑی تھی جس کا نام تلسی رام تھا اور جسے راجا ملکی رام نے اپنی بیٹی دیاونتی کے کہنے پر راجکماری دیاونتی کے سوئمبر جیتنے والے الغ خان کا پتہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

دیاونتی کے رک جانے پر اس کی ماتا بھی رک گئی اس کی نگاہ بھی تلسی رام پر پڑ گئی تھی لہٰذا اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی دونوں رک کر تلسی رام کا انتظار کرنے لگیں جو انہیں دیکھ کر کچھ افسردہ اور ویران سا ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا اس دوران بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے دیاونتی پھر بول پڑی۔

تلسی رام تم خاموش کیوں ہو گیا جس مقصد کے لئے تمہیں روانہ کیا تھا اس میں تم ناکام لوٹے ہو جواب میں وہ صورتحال کو واضح کرنے کے لئے فوراً" بول پڑا۔

راجکماری میں ناکام تو نہیں رہا پر میں سمجھتا ہوں ایک لحاظ سے میں آپ کے لئے بری خبر لیکر آیا ہوں دراصل بات یہ ہے کہ جس نوجوان نے آپ کا سوئمبر جیتا وہ نہ برہمن ہے نہ کھشتری نہ ویش ہے نہ شودر بلکہ وہ مسلمان ہے اس کا تعلق ایک خانہ بدوش ترک قبیلے سے ہے نام اس کا الغ خان ہے میں اس کے پورے حالات مالوہ سے جان کر آیا ہوں اس کے بعد تلسی رام نے الغ خان کی راجا جاہر دیو اور اس کے بیٹے سندر داس ملاقات' گاؤ ہتیا کے جرم میں الغ خان کی گرفتاری' اس کی سزا کے اعلان کے علاوہ سوئمبر میں حصہ لینے کی شرط اور واپسی پر اسے زندان میں ڈالے جانے اور اس کی ٹانگ گرم سرخ لوہے سے داغے جانے اور اس کے زندان سے بھاگ جانے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

تلسی رام کے اس انکشاف پر راجکماری دیاونتی کی ماتا اندو بائی کچھ پریشان' فسردہ اور فکر مند ہو گئی تھی خود دیاونتی بھی گردن جھکا کر سوچتی رہی پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک بھرپور نگاہ اپنی ماتا اندو بائی پر ڈالی اور پھر تلسی رام کو اس نے مخاطب کیا۔

تلسی رام وہ شخص اگر مسلمان ہے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے لئے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اب وہ بھلے مسلمان ہے لیکن میرا مقدار ہے اس نے چونکہ میرا سوئمبر جیتا ہوا ہے لہٰذا وہ میرا سوامی' میرا پتی میرا پریمی میرا جیون ساتھی وہی بنے گا اگر وہ مسلمان ہے تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا بس تم ایک احتیاط برتنا۔

وہ یہ کہ کسی بھی صورت میرے پتا پر یہ انکشاف نہ کرنا کہ جس شخص نے میرا سوئمبر جیتا ہے وہ مسلمان ہے اس کا تعلق خانہ بدوش قبیلے سے ہے اور اس کا نام الغ خان ہے اور وہ مالوہ کے زندان سے کہیں بھاگ گیا ہے اب یہ تمہارا اور میرا راز ہے اسے راز ہی رکھنا اگر اس راز کا تم نے کسی پر انکشاف کیا تو تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ یہ راز صرف مجھ تک میری ماتا اور تم تک رہنا چاہئے الغ خان چونکہ میرا سوئمبر جیت چکا ہے لہٰذا اب وہی میری منزل وہی میرا حاصل وہی میرا مقصود ہے اب میں تمہارے ذمے ایک اور کام لگاتی ہوں وہ یہ کہ تم معلوم کرو مالوہ کے زندان سے نکل کر الغ خان نے کدھر کا رخ کیا ہے وہ جہاں کہیں بھی گیا ہے اسے تلاش کرو ہو سکے تو اسے میرے پاس لے کر آؤ میں رازداری سے اس سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں اور اپنا آئندہ کا لائحہ عمل اس کے ساتھ طے کرنا چاہتی ہوں اس سلسلے میں میری ماتا پوری طرح میرے ساتھ ہے اس لئے کہ اس سلسلے میں میں پہلے اپنی ماتا سے گفتگو کر چکی ہوں اور میری ماتا نے مجھے یہ عہد اور وچن دے رکھا ہے کہ میرا سوئمبر جیتنے والا کوئی بھی ہوا وہی میرے جیون کا وہی میری زندگی کا ساتھی بنے گا میرے خیال میں جو کام میں تمہارے ذمے لگا رہی ہوں وہ تم کر گزرو گے۔

دیاونتی جب خاموش ہوئی تلسی رام تب پھر بول پڑا۔

راجکماری آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو انکشاف میں نے آپ

پر کیا ہے وہ آپ دونوں اور مجھ تک محدود رہے گا اس کا میں کسی اور پر انکشاف نہیں کروں گا آپ جانتی ہیں جس وقت میں یہاں سے مالوہ کی طرف روانہ ہوا تھا میں اپنے کچھ آدمی بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا اب اپنے ان آدمیوں کو میں نے مالوہ ہی سے اس کام پر لگا دیا تھا کہ وہ ہر صورت میں الغ خان کا پتہ کریں اس لئے کہ میں آپ کی حالت سے اندازہ لگا چکا تھا کہ آپ ہر صورت میں اسی نوجوان کو اپنا سوامی' اپنی زندگی اپنے جیون کا ساتھی بنانا پسند کریں گی جس نے آپ کا سوئمبر جیتا ہے لہٰذا میرے دو آدمی الغ خان کی تلاشی میں مالوہ سے کوچ کر چکے ہیں مجھے امید ہے کہ بہت جلد وہ مجھے یہ خبر دیں گے کہ الغ خان کہاں ہے جب ایسا ہوگا تو میں فی الفور وہ خبر آپ تک پہنچاؤں گا میرے خیال میں آپ میرے جواب سے مطمئن ہوں گی۔

تلسی رام کی اس گفتگو سے راجکماری دیاونتی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اپنے لباس کے اندر سے اس نے چند سکے نکال کے تلسی رام کو دئے پھر وہ کہنے لگی۔

تلسی رام تم بڑے عاقل بڑے سیانے شخص ہو تم نے پہلے ہی دو آدمی الغ خان کی طرف روانہ کر دئے ہیں تم نے انتہائی عقلمندی کا ثبوت دیا ہے اب جا کے تم آرام کرو جونہی تمہارے آدمی تمہیں الغ خان کے متعلق اطلاع کریں اسی وقت تم مجھے مطلع کرو اب تم جا سکتے ہو اس کے ساتھ ہی تلسی رام واپس مڑا اور وہاں سے چلا گیا تھا راجکماری دیاونتی اور اندو بائی مڑیں اور راج محل کی طرف ہو لی تھیں۔

دونوں ماں بیٹی راج محل کے اپنے ذاتی کمرے میں بیٹھی تھیں تھوڑی دیر تک دونوں خاموش رہیں اس کے بعد رانی اندو بائی نے راجکماری دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی میری بیٹی تو اپنے آپ کو ایک کٹھنائی میں ڈال رہی ہے اس میں شک نہیں وہ نوجوان جس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا تیرا سوئمبر جیتا پر میری پتری میری بچی یہ تو سوچ اب جبکہ واضح الفاظ میں تلسی رام نے تجھ پر انکشاف کر دیا ہے کہ جس شخص نے تیرا سوئمبر جیتا ہے اس کا نام الغ خان ہے وہ مسلمان ہے اور اس کا تعلق ترکوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے سے ہے پھر بھی میری بچی میری پتری

میری بیٹی اس بات پر بضد ہے کہ جس نے تیرا سوئمبر جیتا وہی تیرا مالک' وہی تیرا سوامی' وہی تیرا پریتم وہی تیرا جیون ساتھی ہے میری بچی یہ تو سوچ کہ تیرے پتا تجھے کیسے ایک مسلمان سے بیاہ دیں گے کیا تو سوچ سکتی ہے کہ تیرے پتا اس بات پر رضا مند ہونگے کہ تیرے پھیرے اس مسلمان سے کروا دیں گے جس نے تمہارا سوئمبر جیتا ہے جسے تم نے دیکھا تک نہیں جس سے تم یہ اندازہ لگا سکتیں کہ وہ شکل و چہرے کا کیسا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اندو بائی تھوڑی دیر تک خاموش رہی گہری نگاہ سے اس نے اپنی بیٹی راجکماری دیاونتی کا چند ثانیوں تک جائزہ لیا اس کے بعد راج محل کے اس کمرے میں رانی اندو بائی کی آواز پھر بلند ہوئی تھی۔

دیاونتی مری پتری میں آخری بار تجھ سے کہتی ہوں کہ اس نوجوان کو جس کا نام الغ خان ہے جس نے تیرا سوئمبر جیتا ہے اسے اپنے من سے نکال دے اسے اپنے جیون کا ساتھی اسے اپنا پریتم تسلیم کرنے سے انکار کر دے میری بیٹی تو ہندو وہ مسلمان تیرا اور اس کا جوڑ کیسے ہوگا تیرے پتا جی کبھی بھی اور کسی بھی صورت اس جوڑ کو پسند نہیں کریں گے میری بچی جب حالات ایسے ہوں بڑے بڑے فیصلے تبدیل کر دینے پڑتے ہیں میری پتری میں تم سے کہوں گی کہ الغ خان کے متعلق تم جذباتی مت ہو۔ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرو اس کے بعد میرے مشورے کے مطابق الغ خان کو بھولنے کی کوشش کرو۔

رانی اندو بائی جب خاموش ہوئی تب راجکماری دیاونتی تھوڑی دیر تک کچھ سوچنے کے بعد بول پڑی۔

ماتا جو نصیحت آپ نے مجھے کی ہے اس کے لئے میں آپکی شکر گزار ہوں پر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس نوجوان نے میرا سوئمبر جیتا ہے خواہ وہ مسلمان ہے خواہ اس کا نام الغ خان ہے خواہ اس کا ہندو دھرم سے کوئی تعلق نہیں باوجود اس کے میں اس کے ساتھ جیون بتانے کا اٹل پرتین اور ارادہ کر چکی ہوں ماتا دھیرج رکھ کر شانتی سے میری پرارتھنا اور التجا پر غور کرو جس شخص کو میں اپنے جیون کا ساتھی بنانا چاہتی ہوں وہ مہامنش ہے بلوان اور شکتی والا ہے وہ اس لئے کہ اتنے ان گنت

نوجوانوں میں سے صرف اس اکیلے نے میرا سوئمبراپنی جراتمندی اور اپنی ہنر مند بناء پر جیتا ماتا ایسے منش کو دیوتاؤں کی اشیر باد پراپت ہوتی ہے لہٰذا میں تمہاری کرتی ہوں کہ جو فیصلہ میں نے کیا ہے اس فیصلے میں تم میری مدد میری رکشا کرو میر صورت میں اس نوجوان کو حاصل کرنا چاہتی ہوں جس نے میرا سوئمبر جیتا۔

ماتا اس میں کوئی شک نہیں میں اس کو نہیں جانتی اس میں بھی کوئی شک کہ وہ مسلمان ہے نام اس کا الغ خان ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ وصورت میں کیسا ہے کس وضع کا ہے اس کے باوجود میں ایک بات جانتی ہوں کہ نے میرا سوئمبر جیتا ہے لہٰذا وہ میرا حقدار ہے چونکہ اس نے میرا سوئمبر جیتا ہے میں ہر صورت میں اب اسے ہی اپنانے کی کوشش کروں گی ماتا اس سلسلے میں دھرم کو آڑے نہیں آنے دوں گی۔

راجکماری کی اس گفتگو سے اس کی ماں اندو بائی تھوڑی دیر تک سوچ میں رہی پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد اس نے اپنی دیاونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی ابھی تم بالک ہو کسی پرائے کسی ایسے نوجوان کے لئے اپنے من کو بیا نہ کرو جسے ابھی تم نے دیکھا ہی نہیں ہوا۔ کسی اجنبی کسی ان دیکھے کے لئے اپنا میری پتری میلا نہ کرو اس کے متعلق ایسی ہی چنتا کرتی رہو گی تو یاد رکھنا اپنے جیون اٹل کھٹنائیوں میں ڈال دو گی۔

رانی اندو بائی اس سے آگے بھی کچھ کہتی لیکن راجکماری دیاونتی نے بیچ بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

ماتا میں آپ سے اونچی اٹاریاں، سونے کے کنگن ہیرے پنے کے گہنے، ماتھے جھومر، گلے کی ہنسلی کانوں کے کرن پھول کچھ بھی نہیں مانگتی میں صرف آپ سے چاہتی ہوں کہ آپ میری مانگ میں سیندور کی لال لکیر لگا کر کچھ دیئے بغیر اس نوجوا کے حوالے کر دیں جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے آخر سوئمبر اسی لئے تو رچایا گیا تھا کہ اس سوئمبر کو جیتے اس کی جیت کی بنا پر انعام کے طور پر مجھے اس کے حوالے کر جائے اب جبکہ وہ نوجوان جس کا نام الغ خان بتایا گیا ہے میرا سوئمبر جیت چکا

برے من، دھن، تن سب کچھ کا مالک ہے اور میں اپنے شریر کو صرف اسے ہی ونے کی اجازت دوں گی ماتا میں آپکے سلوں کے چکنے فرش کے راج محل کا مطالبہ یں کرتی میں آپ سے گد گدے ریشمی گدے۔ جھالروں کے جھم جھماتے پردے یں کرتی میں آپ سے گدگدے ریشمی گدے۔ جھالروں کے جھم جھماتے پردے سی چیز کی مانگ نہیں کرتی میں تو صرف آپ سے اس نوجوان کی مانگ کرتی ہوں جس نے میرا سوئمبر جیتا ہے اب وہ میرے دل کے سنگاسن پر بیٹھ چکا ہے ماتا ایسے منش کی یت میں چاروں کھونٹ پر ماتما ہی پرماتما ہوتی ہے مجھے امید ہے کہ آپ میرے کام ں دگن (رکاوٹ) نہ ڈالو گی جدائی اور بیراگ کے تیر میرے شریر میں نہ چبھوؤ گی ماتا س طرح پانی سے آگ بجھ جاتی ہے جس طرح اگیان سے شانتی دور ہو جاتی ہے ایسے ی سچی پریت سے آسودگی نصیب ہوتی ہے۔

راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو کے جواب میں اس کی ماتا اندو بائی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی دیاونتی اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ماتا میں جانتی ہوں کہ ماتا زمین سے بھاری اور پتا آکاش سے اونچے ہوتے ہیں ور ان کی آگیا کو نہ ماننا پاپ ہے پر میں آپ کی ہر آگیا کا پالن کرنے کے لئے تیار ہوں ماتا آپ اور پتا جی نے میرا سوئمبر اسی لئے رچایا تھا کہ جو اس سوئمبر کو جیتے وہی میرا جیون ساتھی بنے جبکہ الغ خان یہ مقابلہ جیت چکا ہے اب وہی میرے جیون کا ساتھی ہے اگر وہ مسلمان تھا تو اسے پہلے ہی مقابلے میں حصہ لینے سے روک دینا چاہئے تھا اگر کوئی یہ کہے کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر آیا تھا تو اسے اور مالوہ کے راجکمار سندر داس کو چہرے پر نقاب ڈال کر مقابلے میں حصہ لینے کی باقاعدہ اجازت دی گئی تھی۔

راجکماری دیاونتی اپنی گفتگو مزید جاری رکھنا چاہتی تھی کہ اس کی ماتا رانی اندو بائی نے بیچ میں بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری پتری! میں جانتی ہوں تو سوئمبر جیتنے والے کے لئے بیاکل ہے۔ اور تیرے پتا جی اسے پسند نہ کریں گے پر من تیری حالت دیکھتے ہوئے میں تجھے یہ نصیحت کرتی ہوں کہ تو وسواس اور امید رکھ میں تجھے مایوس نہیں کروں گی میری اشیر باد میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں مجھے امید ہے کہ تیرے اس فیصلے کا سماپت (انجام) بھلا ہو گا

پتری اگر تو اسی نوجوان کو اپنی پریت کا ہدف بنانا چاہتی ہے جس نے تیرے سوئمبر
اور تو اپنے اس ارادے سے ٹلنا نہیں چاہتی تو پھر سن میں پوری طرح تیرے
ہوں تیری راز دار بن کے رہوں گی میری بچی میں جانتی ہوں تیرے پتا کبھی بھی
بات پر رضا مند نہ ہوں گے کہ تیرے پھیرے کسی مسلمان سے کرائیں یا تیرا
مسلمان طریقے سے تیرا سوئمبر جیتنے والے مسلمان سے کروایا جائے اگر تیرے پتا
اس معاملے کی بھنک بھی پڑ گئی تو یاد رکھنا وہ الغ خان کا خاتمہ کروا دیں گے پر اس
ساتھ تیرے پھیرے کسی بھی صورت کرانا پسند نہیں کریں گے۔

میری بچی میری پتری فی الحال تو چپ رہ بہر حال ہم دونوں ماں بیٹی نے تلسی
کو اپنا راز دار بنا لیا ہے وہ ایک قابل بھروسہ شخص ہے اسے تم نے ایک معقول
بھی دے دی ہے وہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے یہ پتہ کرانے کی کوشش کرے گا کہ
خان کہاں چلا گیا ہے جب ہم اس کے ٹھکانے کا پتا چلا لیں گے تو پھر میں اس
رابطہ کرنے کی کوشش کروں گی میری بچی میری بیٹی میں وہی کچھ کروں گی جو تم کہو گی
چاہو گی۔

راجکماری دیاونتی اپنی ماتا اندو بائی کی اس گفتگو سے ایسی خوش ہوئی تھی کہ آ
بڑھ کر اپنی ماتا اندو بائی سے بری طرح لپٹ گئی تھی پھر علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی۔

ماتا پرماتما کی سوگند تو نے میرا من شانت کر کے رکھ دیا ہے تو نے میرے جیو
میں پھول ہی پھول بھر دیئے ہیں ماتا میں تیری ممتا کو پرنام کرتی ہوں اپنی بیٹی دیاونتی
اس گفتگو پر رانی اندو بائی نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر اس کے گال پر پیاری سی چپ
لگاتے ہوئے کہنے لگی۔

میری پتری میں تیری رکشا نہیں کروں گی تو کون کرے گا تیرے اس فیصلے کا
کوئی نہ کوئی اپائے ضرور تلاش کروں گی راجکماری دیاونتی ایک بار پھر آگے بڑھی
اپنی ماں کو لپٹتے ہوئے کہنے لگی۔

ماتا آپ کے ان الفاظ نے میری آتما کو شدھ کر دیا ہے جیون کی اس کرم بھو
میں ماتا اب میں شانتی سے دن گزار سکوں گی مجھے وسواس ہے کہ الغ خان کے معا
میں میری ماں مجھے مایوس نہیں کرے گی۔

راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو کا جواب رانی اندو بائی دینا ہی چاہتی تھی کہ اس کمرے کے دروازے پر کوئی کھنکھارا اس پر رانی اندو بائی نے آواز دیکر اسے اندر آنے کو کہا پھر ایک مسلح جوان اندر آیا پھر رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی کو تعظیم دی اس کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہوا اور رانی اندو بائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مالکن دہلی سے آپ کے بھائی اپنی پتنی اور اپنی پتری کے ساتھ آئے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان تینوں کو اسی کمرے میں لے آؤں۔

اپنے بھائی کی آمد کی خبر سن کر رانی اندو بائی اٹھ کھڑی ہوئی تھی راجکماری دیاونتی بھی اپنے ماموں اپنی ممانی کا سن کر خوش ہو گئی تھی پھر اٹھ کر دونوں اس مسلح جوان سے کچھ کہے بغیر بڑی تیزی سے اس کمرے سے نکلیں انہوں نے دیکھا کہ کمرے کے باہر جو کھلی راہداری تھی اس میں رانی اندو بائی کا بھائی ہیرا لال اس کی بیوی کملا دیوی اور بارہ تیرہ سالہ بیٹی کانتا کھڑی تھیں۔

رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی انہیں دیکھتے ہوئے بری طرح بھاگیں تھیں باری باری انہیں گلے لگا کر ملیں تھی اس کے بعد اندو بائی اپنے بھائی ہیرا لال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ہیرا لال یہ کیا حماقت ہے تم راج محل کی اس راہداری میں کھڑے کیوں ہو گئے ایک محافظ کے ہاتھ کیوں پیغام پہنچایا کہ تم ہمارے کمرے میں آ سکتے ہو یا نہیں ہیرا لال تم میرے بھائی ہو تم بلا اجازت تم بلا اذن اس کمرے میں داخل ہو سکتے ہو جہاں میں اور میری بیٹی بیٹھے ہوئے ہوں اب چلو میرے ساتھ پھر اندو بائی نے اپنے بھائی ہیرا لال کا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ لیکر اس کمرے میں چلی گئی جس سے وہ نکلی تھی دوسری جانب راجکماری دیاونتی نے ایک ہاتھ اپنی ممانی کملا دیوی کی کمر میں ڈالا اور دوسرا ہاتھ اس نے اپنی ماموں زاد بہن کانتا کے کندھے پر رکھا وہ بھی ان دونوں کو اپنی ماتا کے پیچھے پیچھے اس کمرے کی طرف لے جا رہی تھی۔

دونوں ماں بیٹی، ہیرا لال، کملا دیوی اور ننھی کانتا کو اس کمرے میں لائیں سب نشستوں پر بیٹھ گئے پھر ہیرا لال نے اپنی بہن اندو بائی کو غور سے دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

بہنا تم اور میری بیٹی دیاونتی دونوں اس کمرے میں بیٹھیں کس موضوع پر رہی تھی۔

اپنے بھائی ہیرا لال کے اس سوال پر رانی اندو بائی نے ہلکا سا ایک قہقہہ اس نے راجکماری دیاونتی کے سوئمبر رچانے الغ خان کے سوئمبر جیتنے اور جو خان پر بیتی تھی اور جو کچھ راجکماری دیاونتی کے الغ خان کے متعلق خیالات تھے وہ سب اپنے بھائی ہیرا لال اپنے بھائی کی بیوی کملا دیوی سے تفصیل سے تھے۔

جواب میں رانی اندو بائی کا چھوٹا بھائی ہیرا لال خاموش رہ کر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر باری باری ایک نگاہ اپنی بھانجی دیاونتی اور بہن اندو بائی پر ڈالی بعد وہ اپنی بہن کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بہنا! اس معاملے میں' میں دیاونتی کو حق اور راستی پر خیال کرتا ہوں اگر اس لئے رچایا گیا تھا کہ سوئمبر جیتنے والے نوجوان کو اس کا جیون ساتھی بنایا پھر الغ خان یہ مقابلہ جیت چکا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہے وہ جیت چکا ہے اور وہ دیاونتی کا حقدار ہے میں دہلی میں مسلمانوں کے اندر رہتا اتنے برے نہیں جتنا آپ لوگ خیال کرتے ہیں اب جہاں تک الغ خان کے تعلق ہے تو آپ دونوں نے تلسی رام کو اپنا راز دار بنا کر بہت اچھا کیا ہے یہاں اس وقت تک قیام کروں گا جب تک تلسی رام کے آدمی الغ خان وقوع کے بارے میں آگاہ نہیں کرتے میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور مالوہ سے دہلی کی طرف گیا ہوگا چونکہ اس کے سارے خانہ بدوش قبیلے کا قتل عام کیا گیا امید ہے کہ اگر اسے اپنے قبیلے کے قتل عام کی خبر ہو گئی تو اس کی شکایت دہلی کے سلطان ناصرالدین محمود سے کرے گا اور مجھے امید ہے کہ اگر یہ شکایت ناصرالدین محمود کے پاس جاتی ہے تو وہ اس سلسلے میں الغ خان کی کوئی نہ کوئی کرے گا۔

بہنا اب جبکہ دیاونتی ہر صورت میں الغ کو حاصل کرنے کا ارادہ کئے ہو اور تم بھی اس کے ان ارادوں میں ساتھ دینا چاہتی ہو تو میں تم دونوں ماں

نے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔

میں چند روز تک اپنی بیوی کملا دیوی اور بیٹی کانتا کے ساتھ یہاں قنوج میں قیام رتا ہوں پھر تم انہی دنوں ملکی رام کے کان میں یہ بات ڈال دینا کہ میں راج کماری ونتی کو اپنے ساتھ دہلی لے جانا چاہتا ہوں اگر ملکی رام رضا مند ہو جائے تو بہت بہتر ر وہ رضا مند نہ ہو تو بہنا اسے اس سلسلے میں رضا مند کرنے کی کوشش کرنا میں اونتی کو اپنے ساتھ دہلی لے جاؤں گا وہاں میں اس کی خاطر الغ خان کو ضرور تلاش روں گا اول تو میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور دہلی گیا ہوگا اگر دہلی کے علاوہ کہیں اور گیا ہو گا تو تب بھی میں اسے تلاش کر لوں گا اس لئے کہ اس وقت تک تلسی رام کے دی بتا سکیں گے کہ الغ خان کہاں ہے وہ جہاں کہیں بھی گیا ہو گا میں اسے دہلی لے کے آؤں گا اور پھر اس کی ملاقات دیاونتی سے کراؤں گا بہن اگر دیاونتی اس کو اپنا یتم بنانا چاہتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں بس تم یہ کام کرو کہ کسی طرح ملکی رام لو اس بات پر آمادہ کر لو کہ وہ دیاونتی کو میرے ساتھ دہلی جانے کی اجازت دے دے۔

راجکماری دیاونتی کو اپنے ماموں ہیرا لال کی یہ تجویز بے حد پسند آئی تھی اس لئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی خوشیاں ہی خوشیاں تھیں پھر وہ بڑی پر امید نگاہوں سے اپنی ماتا رانی اندو بائی کی طرف دیکھے جا رہی تھی اس موقع پر رانی اندو بائی نے سر جھکا کر تھوڑی دیر کے لئے کچھ سوچا اس کے بعد وہ اپنے بھائی ہیرا لال کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ہیرا لال میرے بھائی جو کچھ تم نے کہا ہے یہ بہت اچھا ہے اور تمہاری یہ تجویز میرے دل میں من کو بھاتی بھی ہے میں ہر صورت میں ملکی رام کو اس بات پر آمادہ کر لوں گی کہ وہ راجکماری دیاونتی کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دے۔

بھیا اب جبکہ یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ راجکماری دیاونتی ہر صورت میں اپنا سوئمبر جیتنے والے الغ خان کو حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس سلسلے میں میرے بھیا تم دیاونتی کی مدد کرنا پر یہ خیال رکھنا کہ ان دونوں کی پریت ان دونوں کے پریم کو پروان چڑھانے سے پہلے اس بات کا جائزہ ضرور لینا کہ الغ خان کس نوع کا انسان ہے کیسے

کردار کیسے اخلاق کا نوجوان ہے اگر وہ تمہارے معیار پر پورا اترے تو پھر میری سے تمہیں اجازت ہے کہ تم الغ خان اور دیاونتی کو آپس میں ملنے جلنے اٹھنے بیٹھ چیت کرنے اور اکٹھا رہنے کی اجازت دے دو تاکہ یہ ایک دوسرے کو خوب جان سکیں پر بھیا ایک بات کا خیال رکھنا میری بیٹی دیاونتی کی اس پریت کا پتہ شوہر ملکی رام کو کسی صورت میں نہ ہونے پائے اگر یہ راز فاش ہو گیا تو یا دیاونتی کا پتا کسی صورت میں یہ پسند نہیں کرے گا کہ کسی مسلمان کو اپنی پیا دیاونتی کا جیون ساتھی بنا دے اس لئے بھیا میں تم سے یہ کہوں گی کہ یہ کام ہ داری سے کرنا جہاں تک دیاونتی کے دہلی جانے کا تعلق ہے اس کے لئے میں سے اجازت حاصل کر لوں گی۔

ہیرا لال جہاں تک الغ خان کے خاندان کا تعلق ہے تو میں اب جان چکی اس بیچارے کا کوئی آگے پیچھے نہیں رہا ہو گا اس کا تعلق ایک خانہ بدوش قبیلے اور اس سارے خانہ بدوش قبیلے کا مالوہ کا راجا جاہر دیو نے خاتمہ کرا دیا ہے خیال میں اب وہ اس دنیا میں اکیلا اور تنہا رہ گیا ہے ہیرا لال میرے بھیا کیا یقین ہے کہ الغ خان دہلی کی طرف گیا ہوگا اور کیا تمہیں اس بات کا بھی بھرو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی نالش دہلی کے سلطان ناصرالدین کے سامنے پیش کرتا ہے کا سلطان یا اس کا کوئی سالار الغ خان کی حمایت میں مالوہ کے راجا جاہر دیو کے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ ہیرا لال میرے بھیا کیا تم مجھے اور میری دیاو بھی بتا سکو گے کہ دہلی کا سلطان ناصرالدین محمود کس نوع کس کردار کا مالک۔ لئے کہ تم راجکماری دیاونتی کو اپنے ساتھ دہلی لے جانا چاہتے ہو ان کے حالات مجھے اپنی بیٹی کے سلسلے میں ایک طرح کا اطمینان اور بے فکری سی ہو جائے گی۔

اپنی بہن اندو بائی کے اس سوال پر ہیرا لال تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ر کے بعد ایک بھرپور نگاہ اس نے باری باری اپنی پتنی کملا دیوی اپنی بیٹی کانتی ا بھانجی راجکماری دیاونتی پر ڈالی اس کے بعد وہ اپنی بہن اندو بائی کی طرف دیکھتے کہہ رہا تھا۔

اندو بائی بہنا دہلی کا سلطان اس وقت ناصرالدین محمود ہے یہ مرحوم سلط

کہتے ہیں التمش کے بڑے لڑکے کا نام ناصرالدین تھا جس کا ایک حادثے میں ا بیٹا ہے نتقال ہوا اور اس حادثے کے بعد التمش کے گھر میں اس کا سب سے چھوٹا بیٹا پیدا ہوا التمش نے اپنے مرحوم فرزند اکبر کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے اس نو مولود بیٹے کا نام بھی ناصرالدین ہی رکھا التمش کی آرزو پوری ہوئی ایک ایسا وقت آیا کہ اس کے بڑے بیٹے کی جگہ یہ چھوٹا بیٹا ناصرالدین محمود کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا التمش نے ناصرالدین کی تعلیم و تربیت پر بڑی توجہ کی اور یہی ناصرالدین اس وقت دہلی کا سلطان ہے۔

میری بہنا مجھے دہلی میں رہتے ہوئے عرصہ ہو گیا میں ذاتی طور پر سلطان ناصرالدین کو جانتا ہوں حکمرانی اور عدل و انصاف میں ناصرالدین کی قابلیت دہلی کے ہر امیر اور معزز شخص پر ظاہر ہو چکی ہے تخت نشین ہونے کے بعد اس سلطان ناصرالدین نے وزارت کا عہدہ اپنے باپ کے محبوب غلام اور داماد غیاث الدین بلبن کے سپرد کیا بلکہ ناصرالدین نے اس شخص کو جس کا نام میں نے بلبن بتایا ہے خان اعظم کا خطاب دیا دہلی کے سلطان ناصرالدین کے حالات کا جہاں تک تعلق ہے تو ناصرالدین انتہا درجہ کا نیک پارسا اور انصاف پسند نسان ہے ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن کے دو نسخے کتابت کرتا ہے ان کا جو ہدیہ ملتا ہے اس سے ہی وہ اپنے کھانے پینے اور اہل خانہ کے اخراجات پورے کرتا ہے انتہائی متقی اور درویش صفت انسان ہے کہتے ہیں ایک بار کسی امیر نے سلطان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے کے قرآن شریف کو معمول سے زیادہ ہدیہ پر لیا سلطان کو یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے حکم دیا کہ آئندہ اسکے لکھے ہوئے قرآن کو خفیہ طور پر عام اور رائج الوقت طریق پر ہدیہ کئے جائیں۔

بات یہیں پر بس نہیں ہوتی ابھی ناصرالدین کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ کوئی خادمہ اور کنیز وغیرہ نہیں ہے جو گھر کا کام کاج کرتی ہوں ناصرالدین کی بیوی سے معنی ملکہ بیچاری خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی ہے، اور گھر کے دوسرے کام سرانجام دیتی ہے کہتے ہیں ایک روز ملکہ نے سلطان سے کہا کہ روٹی پکاتے پکاتے میرے ہاتھوں میں سوزش ہو گئی ہے اگر اس کام کے لئے کوئی لونڈی خرید لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ ناصرالدین نے اپنی ملکہ کو جواب دیا کہ سرکاری خزانہ صرف رعایا کا حق ہے مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنے ذاتی آرام ا آسائش کے لئے اس میں سے کچھ روپیہ لیکر لونڈی اپنے لئے خریدوں تمہیں دنیا تکلیفوں پر صبر کرنا چاہئے خدا تمہیں اس کا بدلہ آخرت میں دے گا۔

سلطان ناصرالدین کے وقار اور اس کی انصاف پسندی کے علاوہ اس کی شرافت کی بے مثال مثالیں دہلی میں مشہور ہیں کہا جاتا ہے کہ ناصرالدین محمود کے مصاحب نام محمد ہے بادشاہ ہمیشہ اسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا ایک روز ناصرالدین نے اس تاج الدین کہہ کر آواز دی اس مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل پھر بعد میں اپنے گھر چلا گیا اور تین روز تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

ناصرالدین نے اس مصاحب کو طلب کیا اور اس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا مصاحب نے جواب دیا صاحب آپ ہمیشہ مجھے محمد کے نام سے پکارا کرتے تھے لی اس دن آپ نے خلاف معمول تاج الدین کہہ کر پکارا میں نے اس سے یہ نتیجہ ا کیا شاید آپ کے دل میں میرے لئے بدگمانی اور کدورت پیدا ہو گئی ہے اس ل میں تین روز تک آپکی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ اور یہ سارا وقت انتہائی پریشانی ا بے چینی کے عالم میں بسر کیا۔

بادشاہ نے قسم کھا کر کہا میں ہرگز ہرگز تم سے بدگمان نہیں ہوں لیکن میں۔ جس وقت تم کو تاج الدین کے نام سے پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ بغیر وضو میں محمد کا مقدس نام اپنی زبان پر لاؤں۔

اس کے بعد ہیرا لال نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہتا چلا گیا تھا۔

اندو بائی میری بہنا سلطان ناصرالدین کے اخلاقیات کے متعلق دہلی میں ایک ا بات مشہور ہے کہتے ہیں ایک روز ایک خطیب سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ا وقت سلطان قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا اس کی نظر قرآن شریف کے ایک ا صفحے پر پڑی جہاں نی 'نی دو بار لکھا ہوا تھا اس خطیب نے بادشاہ سے کہا اس جگہ ا نی دو بار لکھا ہوا ہے بادشاہ نے اسی وقت قلم دوات لیکر ایک نی کے گرد حلقہ کھینچ اور اس خطیب کو اس کی حاجت روائی کے بعد رخصت کر دیا۔

جب فقیر چلا گیا تو ناصرالدین نے قلم تراش لیکر وہ حلقہ جو تھوڑی دیر پہلے اس نے بنایا تھا مٹا دیا ایک غلام پاس ہی کھڑا تھا اس نے یہ تمام منظر دیکھا لہٰذا اس نے سلطان سے پوچھا۔

آقا! لفظ نی کے گرد ایک دفعہ حلقہ کھینچنے اور دوسری بار اسے مٹا دینے میں کیا مصلحت ہے اس پر جو جواب سلطان ناصرالدین نے دیا وہ بڑا لطف انگیز ہے سلطان ناصرالدین نے کہا وہ شخص جس نے لفظ نی کی تکرار پر اعتراض کیا تھا ایک فقیر تھا اور میرے پاس ایک ضرورت کی وجہ سے آیا تھا میں اگر اس کے اعتراض کی تردید کرتا تو وہ نادم ہو کر بغیر اپنی ضرورت پوری کئے چلا جاتا اسی لئے اس کی موجودگی میں حلقہ کھینچ دیا اور جب وہ چلا گیا تو میں نے یہ حلقہ مٹا دیا میرے عزیز دنیا میں غبار دل دور کرنا مشکل ہے لیکن کاغذ کا نقش مٹانا آسان ہے۔

سلطان ناصرالدین ہی کی طرح اس کا مشیر اور اس کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ بلبن بھی ایک بلند اخلاق اور اعلیٰ ترین کردار کا انسان ہے بلبن ایک باشعور سمجھ دار ہوشیار اور صاحب وقار سپہ سالار اعلیٰ ہے اس کے ہر حکم میں عقلمندی اور سنجیدگی کے آثار پائے جاتے ہیں سلطان ناصرالدین کی طرح غیاث الدین بلبن بھی ترک ہے بلبن کا تعلق ترکوں کی قراختائی نسل اور امبری قبیلے سے ہے کہتے ہیں اس کا باپ دس ہزار گھرانوں کا سردار ہوا کرتا تھا پر جب منگل فتح اور کامرانی کی دھومیں مچاتے ہوئے ترکستان پہنچے تو دوسروں کی طرح بلبن کو بھی ایک منگول نے گرفتار کر لیا اس منگول نے بلبن کو ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا پھر اس کو سوداگر اپنے ساتھ بغداد لے آیا اور وہاں کے مشہور و معروف بزرگ خواجہ جمال الدین بصری کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

کہتے ہیں کہ خواجہ جمال الدین کو جب یہ معلوم ہوا کہ بلبن کا تعلق بھی اسی نسل سے ہے جس نسل سے ہندوستان کے نامی گرامی بادشاہ التمش کا تھا تو گراں قدر نعام کی توقعات کے ساتھ اس سال بلبن کو ساتھ لیکر عازم ہندوستان ہوا دہلی پہنچ کر خواجہ جمال الدین نے التمش کی خدمت میں چند ترکی النسل غلام پیش کئے بلبن بھی ن غلاموں میں شامل تھا اور التمش نے ان سب غلاموں کو بڑی بڑی قیمتوں پر خرید لیا ر خواجہ جمال انعامات سے سرفراز ہو کر واپس بغداد چلا گیا۔

کہتے ہیں سلطان التمش نے بلبن کے چہرے سے اس کی آئندہ عظمت اور اقبالی کا اندازہ کر کے اسے اپنا مشیر اور مصاحب بنا لیا تھا یوں بلبن کی قسمت کا چمکنے لگا اور اس نے التمش کے دل میں گھر کرنے کے بعد اپنے بھائی کشیل خان پہنچان لیا جو اس سے بچھڑا ہوا تھا اپنے بھائی کو پانے کے بعد التمش کے دربار میں کی عزت اور وقعت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی سلطان التمش کے بعد سلطان الدین کے زمانے میں تقریباً" تمام ہندوستانی ترکوں کا امیر اعلیٰ بن کر پنجاب کے باغیوں اور سرکشوں کا سردار اعلیٰ رہا رضیہ سلطانہ کے زمانے میں جب ترک دہلی آس پاس کے علاقے میں پہنچ کر باہمی مناکشات میں مبتلا ہوئے اور گروہوں میں ہوئے تو شاہی فوج نے ان سب کو قید میں ڈال دیا ان ترکوں میں بلبن شامل ہی عرصے بعد بلبن نے قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور امیر شکار کے عہدے پر ہوا۔

کہتے ہیں اس کے بعد بہرام شاہ کے عہد حکومت میں بلبن نے بڑی ترقی امیر شکار کے عہدے سے ترقی کر کے وہ امیر آخور کے منصب اعلیٰ پر فائض بلن کی زندگی کے ہر رخ میں مستقبل کی طرف کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور تھا نا محمود نے تخت نشین ہونے کے بعد بلبن پر اعتماد کیا اور اسے اپنے لشکریوں کا سپہ بنا دیا اب دہلی کی سلطنت کا سلطان ناصرالدین کے بعد غیاث الدین بلبن سیاہ و مالک ہے لیکن ناصرالدین جیسا ہی یہ صاحب کردار اور صاحب اخلاق انسان ہے

یہاں تک کہنے کے بعد ہیرا لال رکا تھوڑی دیر تک سوالیہ انداز میں اپنی بہن رانی اندو بائی کی طرف دیکھا اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا

اندو بائی میری بہن کیا ایسے انصاف پسند سلطان اور اس کے ایسے باکر سالار کی موجودگی میں بھی تم دہلی میں اپنی بیٹی دیاونتی کے قیام پر فکر مند رہو گی۔

رانی اندو بائی اپنے بھائی ہیرا لال کی اس گفتگو سے مسکرائی اور خوش ہوئے کہنے لگی۔

ہیرا لال میرے بھیا تم نے دہلی کے سلطان ناصرالدین اور اس کے غیاث الدین بلبن کی زندگی کے حالات اور ان کے اخلاق اور کردار

روشنی ڈالی ہے جیسے تم نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ ان دونوں کے ساتھ رہ کر گزارا ہو تم نے ان دونوں کے اخلاق ان کے کردار کی بھی ایسی تصویر کشی ہے جیسا تمہارا ان کے ساتھ گویا اٹھنا بیٹھنا ہو لین دین رہا ہو۔

رانی کے ان جملوں پر ہیرا لال نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

اندو بائی میری بہنا جو باتیں میں نے تم سے کی ہیں وہ میں ہی نہیں دہلی کے اور اسکے نواح کے لوگوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔

ہیرا لال مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رانی اندو بائی اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔

ہیرا لال میرے بھائی مطمئن رہو دیاونتی میری پتری تم بھی اطمینان رکھو تم اپنے ماموں کے ساتھ دہلی ضرور جاؤ گی اور مجھے امید ہے کہ اگر الغ خان مالوہ کے زندان سے بھاگ کر دہلی کی طرف گیا ہے تو وہاں تمہارا ماموں اس سے تمہاری ملاقات کا بندوبست ضرور کروائے گا میری بیٹی میں تمہیں ایک نصیحت ضرور کروں گی کہ الغ خان نے تمہارا سوئمبر ضرور جیتا ہے اس کے ساتھ اپنی پریت اپنی محبت کی ابتداء کرنے سے پہلے اس کی شخصیت اس کے کردار اس کے اخلاق کا جائزہ ضرور لینا اگر وہ تمہارے معیار پر پورا اترے تو میری بچی میری پتری تمہیں اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ اسے اپنے جیون اپنی زندگی کا ساتھی بناؤ جہاں تک تمہارے دہلی جانے کا تعلق ہے تو میں تمہارے پتا جی سے اس سلسلے میں ضرور اجازت حاصل کر کے رہوں گی۔

یہاں تک کہتے کہتے رانی اندو بائی ایک دم رک گئی اس لئے کہ عین اسی لمحہ اس کا شوہر راجا ملکی رام اس کمرے میں داخل ہوا تھا اور اس کا لباس بتا رہا تھا کہ شاید وہ گھڑ دوڑ سے لوٹا ہے اپنی بیوی اور اپنی بیٹی دیاونتی کے پاس ہیرا لال اس کی بیوی کملا دیوی اور ان کی بیٹی کانتا کو دیکھتے ہوئے ملکی رام خوش ہو گیا تھا بڑی تیزی سے آگے بڑھا پہلے وہ ہیرا لال سے بغلگیر ہوا باری باری اس نے اس کے بعد کملا دیوی' اور کانتا کا احوال پوچھا پھر وہ اپنی رانی اندو بائی کے پہلو میں بیٹھ گیا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

لگتا ہے میری آمد سے پہلے تم لوگ کسی انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے

میری آمد کی وجہ سے تم لوگ رک گئے ہو کیا میں پوچھ سکتا ہوں تم لوگ کس موضو
پر گفتگو کر رہے تھے۔

اس موقع پر راجکماری دیاونتی نے عجیب سے انداز میں اپنی ماتا اندو بائی کی طر
دیکھا اندو بائی نے ایک جواب طلب سی نگاہ اپنے بھائی ہیرا لال پر ڈالی اس کے بع
اندو بائی نے اپنے شوہر راجا ملکی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

جس موضوع پر ہم سب گفتگو کر رہے تھے اس موضوع پر میں آپ سے علیحد
میں گفتگو کرنا چاہتی تھی پر اب جبکہ آپ نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں سب کے سا
اس کا ذکر کرنا پسند کروں گی۔

بات یہ ہے کہ میرا بھائی ہیرا لال دیاونتی کو اپنے ساتھ دہلی لے جانا چاہتا ہے ا
کی فرمائش خود دیاونتی نے کی ہے اس لئے کہ یہ دہلی شہر دیکھنا چاہتی ہے میں نے ا
تک نہ دیاونتی کو وعدہ دیا ہے کہ میں اسے اس کے ماموں ہیرا لال کے ساتھ د
روانہ کر دوں گی نہ میں نے اپنے بھائی ہیرا لال سے کوئی ایسا وعدہ کیا ہے میں نے ا
دونوں کو یہ جواب دیا ہے کہ میں جب آپ آئیں گے تو آپ سے اجازت لینے کے ب
میں کوئی فیصلہ دے سکوں گی۔

قبل اس کے کہ اپنی رانی اندو بائی کی اس گفتگو کا جواب راجا ملکی رام د
راجکماری دیاونتی اپنے خوبصورت جسم کو بل دیتی ہوئی اٹھی اپنا لباس سمیٹتی ہوئی ا
پتا ملکی رام کے قریب آئی اپنے دونوں ہاتھ اس نے اس کے کندھے پر رکھے پھ
منہ ملکی رام کے منہ کے قریب لے گئی اس کے بعد اس نے انتہائی مٹھاس بھ
آواز میں اپنے پتا ملکی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

پتا جی یہ میری خواہش ہے کہ دہلی شہر میں کچھ عرصہ اپنے ماموں کے پاس ر
میں دہلی شہر دیکھنا چاہتی ہوں اس کی فرمائش میں نے اپنے ماموں سے کی تھی امید
کہ آپ مجھے نراس (نا امید) نہیں کریں گے۔

دیاونتی کے ان الفاظ سے ملکی رام کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہ
تھی اپنا ہاتھ اس نے دیاونتی کی گردن کے گرد حمائل کیا پھر اس کی پیشانی پر بوسہ د
ہوئے اس نے پدرانہ شفقت میں کہنا شروع کیا۔

دیاونتی میری پتری تو کسی فکر کسی سوچ و بچار میں نہ پڑ میں تمہیں روکوں گا نہیں ماتا تیرے ماموں تیری ممانی کے سامنے تجھے دہلی جانے کی اجازت دیتا ہوں تو جتنا عرصہ چاہے دہلی میں اپنے ماموں کے پاس گزار سکتی ہے میں جانتا ہوں کہ تیرا ماموں تجھے کس قدر چاہتا ہے کس قدر تجھ سے محبت کرتا ہے لہٰذا بیٹی میں تجھے آگیا (اجازت) دیتا ہوں کہ تو اپنے ماموں کے ساتھ چلی جانا پر کچھ عرصہ اپنے ماموں کو یہاں قیام کرنے پر مجبور کرو تاکہ یہ ہمارے ساتھ بھی کچھ عرصہ رہے۔

اپنے پتا کے ان الفاظ سے دیاونتی ایسی خوش ہوئی کہ اس خوشی اور مسرت میں جھومتی ہوئی وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی آگے بڑھی اور اپنے پتا ملکی رام سے لپٹ گئی تھی ملکی رام کبھی اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا کبھی اس کی پیٹھ تھپتھپاتا جبکہ دیاونتی اپنے پتا کے کندھے پر سر رکھے مسکراتی ہوئی علیحدہ ہوئی ساتھ ہی ملکی رام بھی کھڑا ہو گیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے خیال میں' میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں پھر سب مل کر کھانا کھاتے ہیں رانی اندو بائی پہلے ہی ملکی رام کے اس ردعمل پر بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی لہٰذا اس نے اثبات میں سر ہلا دیا ملکی رام اٹھ کر اس کمرے سے باہر نکل گیا جب کہ وہ سب پہلے کی طرح باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

○

تاریک رات اندھیروں کے زخموں، شب گزیدہ مناظر کو شمار کرتی ہوئی اپنے انجا
کو پہنچ گئی تھی۔ مشرق سے سورج طلوع ہوا تھا اور وقت کی بے نور آنکھوں ک
غاروں میں کرنوں کی ردا۔ چاہت بھری روشنیوں کی کرنیں بکھرنا شروع ہو گئی تھی
دھند لکوں کی تیرہ و تاریک چادر اوڑھے بے خوابی کے جنگل میں راہ راستوں کی ہ
شے روشنیوں میں جھوم اٹھی تھی ہر شے اپنے ہونے کو نمایاں کرتے ہوئے خود شنا
کی شاہراہوں پر گامزن ہو گئی تھی۔

الغ خان اور ارسلان خان دونوں ایک خیمے میں پڑے ہوئے تھے خیمے کے اند
کھجور سے بنی ہوئی چٹائیاں بچھائی گئی تھیں ان دونوں کے ہاتھ پشت پر بندھے ہو۔
تھے تاہم ان دونوں کے منہ پر جو کپڑے تھے وہ کھول دئے گئے تھے دونوں نے سار
رات اسی خیمے میں بسر کی تھی جب سورج طلوع ہوا دھوپ چڑھی چار مسلح جوان ا
خیمے میں داخل ہوئے ان دونوں کو اٹھنے کا حکم دیا یہ حکم ملتے ہی الغ خان اٹھا ا
ارسلان خان دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ چاروں مسلح جوان ان دونو
کو خیمے سے نکال کر ایک طرف ہو لئے تھے۔

مختلف خیموں سے ہوتے ہوئے وہ مسلح جان ایک بڑے اور شامیانے نما خیمہ
سامنے رک گئے پھر ایک مسلح جوان نے باری باری الغ خان اور ارسلان خان
طرف دیکھا پھر تحکمانہ انداز میں ان دونوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میں نہیں جانتا کہ تم دونوں کون ہو تم دونوں کے کیا نام ہیں بہر حال ہم تمہیں
اپنے سلطان کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں تمہاری قسمت کا فیصلہ وہی کرے گا۔

سلطان کا لفظ سن کر الغ خان ہی نہیں ارسلان خان بھی چونکا تھا اس موقع پر ا
خان نے تیز نگاہوں سے اس مسلح جوان کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا تم ہمیں اپنے

سلطان کے سامنے پیش کر رہے ہو۔

اس مسلح جوان نے ایک بار تو کھا جانے والے انداز میں الغ خان کی طرف دیکھا
پھر جھڑک دینے والے انداز میں کہنے لگا زیادہ سوال کرنے کی کوشش مت کرو تمہیں
اپنے سلطان ناصرالدین محمود کے سامنے پیش کر رہے ہیں ابھی داروغہ باہر آتا ہے تم
دونوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا خیمے میں اس وقت سلطان ناصرالدین ہی نہیں سلطان
کے وزیر اور مشیر اعلیٰ بلبن بھی بیٹھے ہونگے لہٰذا جو کچھ کہنا سچائی پر مبنی کہنا جھوٹ
مت بولنا ورنہ دونوں مفت میں مارے جاؤ گے۔

اس مسلح جوان کی اس گفتگو سے الغ خان اور ارسلان دونوں مطمئن ہو گئے تھے
ان کے چہروں پر کسی قدر سکون بکھر گیا تھا الغ خان اس کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا
تھا کہ خیمے کے اندر سے ایک جوان نکا وہ سلطان ناصرالدین کا چوبدار تھا سوالیہ سے
انداز میں اس نے مسلح جوانوں کی طرف دیکھا جس پر ایک محافظ نے الغ خان اور
ارسلان کی طرف اشارہ کر دیا چوبدار نے ان دونوں کی مخاطب کیا۔

میرے آگے ہو لو اور خیمے میں داخل ہو جاؤ زیادہ سوال و جواب مت کرنا الغ
خان اور ارسلان دونوں خاموشی سے چوبدار کے ساتھ ہو لئے جو مسلح جوان انہیں
لائے تھے وہ چلے گئے دونوں جب خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ خیمے کے
وسط میں ایک اونچی نشست پر ہندوستان کا سلطان ناصرالدین محمود بیٹھا ہوا تھا اور اس
کے پہلو میں اس کا وزیر اور اس کا بہترین مشیر بلبن نشست سنبھالے ہوئے تھا۔

الغ خان اور ارسلان دونوں ہی اب پہلے کی نسبت مطمئن تھے خیمے کے وسطی
حصے میں جا کر ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں نے یک زبان ہو
کر بلند آواز میں سلطان ناصرالدین اور بلبن کی طرف دیکھتے ہوئے سلام کہا تھا۔

سلام کے الفاظ سن کر سلطان ناصرالدین محمود اور بلبن ہی نہیں چوبدار بھی
چونک اٹھا تھا کچھ دیر تک ناصرالدین اور بلبن آپس میں بڑی رازدارانہ سی گفتگو اور
سرگوشی کرتے رہے پھر سلطان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

تم دونوں کون ہو تمہارے نام کیا ہیں ہمارے کچھ مخبروں نے تمہیں گرفتار کیا تھا
اور ہم تک یہ اطلاع پہنچائی تھی کہ تم دونوں ملتان کے باغی کھکروں کے جاسوس ہو

اور ہمارے خلاف جاسوسی کرتے ہوئے باغیوں کواطلاع فراہم کرنا چاہتے ہو تم دونوں یک زبان ہو کر یوں ہمیں سلام کہنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تم دونوں میں ا طرح کی بے باکی ہے اور اس خیمے میں داخل ہوتے وقت تم دونوں کے سر پر کو خوف اور ڈر سوار نہیں تھا ہمیں یہ بھی اطلاع دی گئی تھی کہ تم دونوں غیر مسلم لیکن تمہارا سلام کہنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ الحمد اللہ تم دونوں مسلمان ہو اگر تم واقعی مسلمان ہو تو جھوٹ مت کہنا تم دونوں کون ہو کہاں سے آئے ہو کدھر رہے تھے اور تمہارے کیا عزائم ہیں۔

سلطان ناصرالدین محمود کے اس استفسار پر الغ خان کے چہرے پر تھوڑی دیر ت مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم آپکے مخبروں کو غلطی فہمی ہوئی ہے میرا نام الغ خان ہے اور میر ساتھی کا نام ارسلان خان ہے الحمد اللہ ہم دونوں ہی سچے مسلمان ہیں اس کے بعد ا خان نے شروع سے لیکر آخر تک اپنی ساری داستان ناصرالدین محمود اور بلبن سے ک دی تھی۔

یہ سارے حالات سن کر جہاں چوبدار شرمندہ سا کھڑا تھا وہاں تھوڑی دیر کے۔ سلطان اور بلبن کی گردن بھی جھک گئی پھر سرگوشی کے سے انداز میں سلطا ناصرالدین محمود نے اپنے پہلو میں بلبن کو مخاطب کیا۔

خان اعظم میرے عزیز یہ تو معاملہ ہی الٹ ہے مجھے تو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ دونوں غیر مسلم ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لئے جاسوسی کر رہے ہیں لیکن یہ بیچارے خود مظلوم ہیں کچلے مچلے اور ستم زدہ سے مسلمان ہیں اور اس قابل ہیں کہ ا کی مدد کی جائے۔ مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے مسلمانوں کے کاروان سے زیادتی کی ہ اسکی سزا اسے ضرور ملنی چاہیے۔

سلطان شاید بلبن سے مزید کچھ کہتا کہ اسی دوران الغ خان بول پڑا اس۔ سلطان ناصرالدین کو مخاطب کیا تھا۔

سلطان محترم میں اور میرا ساتھی ارسلان خان دونوں آپکو یقین دلاتے ہیں وفادار اور جانثار بن کے رہیں گے اگر جو حالات میں نے بیان کئے ہیں اس سلسلے

آپ کوئی شک و شبہ محسوس کرتے ہوں آپ ہمارے حالات ہماری داستان کی پڑتال کر سکتے ہیں اگر میرے کہے ہوئے حالات جھوٹ ثابت ہوں تو جو سزا آپ چاہیں دیں بصورت دیگر آپ سے میری ایک التماس اور گزارش ہے۔

اس موقع پر سلطان ناصرالدین نے جواب طلب نگاہوں سے الغ خان کی طرف دیکھا کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ الغ خان پھر بول پڑا۔

سلطان محترم اس موقع پر میری اور میرے ساتھی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہو گی کہ ہم دونوں آپکے لشکر میں شامل ہو کر خدمت انجام دیں میں نہیں جانتا آپ اپنے لشکر کیساتھ کہاں سے آرہے ہیں کدھر کا رخ کئے ہوئے ہیں بہرحال ہم دونوں کی سب سے بڑی یہ خواہش ہوگی کہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر عسکری خدمات سر انجام دیں سلطان محترم میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور میرا ساتھی دونوں ہی بد سے بد ترین حالات میں بھی کبھی آپ دونوں کو مایوس نہیں کریں گے۔

جواب میں سلطان ناصرالدین نے پھر تھوڑی دیر کے لئے بلبن سے مشورہ کیا دونوں شاید کسی فیصلے پر پہنچے تھے اس کے بعد سلطان نے الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان میں تمہاری اس پیشکش کو قبول کرتا ہوں فی الحال میں تم دونوں کو بلبن کے ماتحت کرتا ہوں اور تم دونوں کی جنگی اور عسکری کاروائیوں کو دیکھتے ہوئے لشکر میں تمہارے مقام کا تعین کیا جائے گا۔

سلطان کے اس جواب پر الغ خان اور ارسلان خان دونوں ہی خوش ہو گئے تھے الغ خان شاید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان نے اپنے چوبدار کو مخاطب کرتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

ان مخبروں کو بلا کر لاؤ جو ان دونوں کو گرفتار کر کے لائے ہیں تاکہ میں انہیں یاد دلاؤں کہ ان کی کارگزاری کس معیار کی ہے داروغہ باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان تھے جنہیں اس کے سلطان اور بلبن کے سامنے کھڑا کر دیا تھا سلطان تھوڑی دیر تک ان کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کیا۔

میں تم سب کی کارگزاری سے خوش نہیں ہوں جن دو اشخاص کو تم نے پکڑا تم نے یہ شبہ کیا کہ یہ دشمن کے جاسوس ہیں ظالمو یہ دونوں مسلمان ہیں اور مسلما بھی انتہا درجہ کے مظلوم اور ستم زدہ ہیں سلطان کے اس انکشاف میں ایک مسلح جوا بول پڑا۔

سلطان محترم ہم دشمن کے جاسوسوں کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ ان ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہوا انہوں نے چونکہ ہم پر تیرا اندازی کی تھی لہٰذا ہم یہی سمجھے یہ دشمن کے آدمی ہیں ہم نے اس بنا پر ان سے مزید پوچھ کچھ نہیں کی بلکہ ان کے ہاتھ پشت پر باندھے ان کے منہ پر پٹیاں باندھ دیں اور اپنے ساتھ لے آئے۔

سلطان نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

ظالمو! دونوں تو خود ستائے ہوئے مسلمان ہیں ان کے تعاقب میں کچھ ہندو لگے ہوئے تھے جو ان کی جانوں کے در پے تھے اور تم جو ان کے پیچھے لگے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ ان کے دشمن ان کے در پے ہیں لہٰذا انہوں نے تم پر تیر اندازی کی انہیں گرفتار کرتے وقت تم یہ تو پوچھتے کہ یہ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور ان کے کیا ارادے ہیں میں نے تمہاری اس غلطی کو معاف کیا آئندہ کبھی ایسا معاملہ دھرایا جانا نہیں چاہئے اب تم سب جا سکتے ہو۔

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد ناصرالدین محمود نے الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان میرے عزیز میں اور میرا دست راست بلبن اس وقت ملتان کے باغیوں کے خلاف نکلے ہیں اس موقع پر میں تم سے یہ کہنا پسند کروں گا کہ بلبن کو میں بلبن کہہ کر مخاطب نہیں کرتا۔ بلکہ میں ہی نہیں سلطنت کے سارے ہی افراد اسے خان اعظم کہہ کر مخاطب کرتے ہیں آج سے تمہارے لئے بھی بلبن کا طرز مخاطب ایسا ہی ہو گا۔

ہم ملتان کے کھکروں کے خلاف نکلے ہوئے ہیں یہ کھکرا اکثر وبیشتر باہر سے حملہ آور ہونے والے منگولوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہماری سلطنت پر حملہ آور ہوتے ہیں ملتان کے نواح میں انہوں نے اپنے لئے معقول گھاتیں بنا رکھیں ہیں انہیں گھاتوں سے

نکل کر یہ حملہ آور ہوتے ہیں اور ہماری سلطنت میں دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کھکروں کا مقابلہ کر کے مکمل طور پر ان کا صفایا کر دیا جائے اس کے دو فائدے ہوں گے کہ پہلا یہ کہ منگول باہر سے ہم پر حملہ آور ہوتے وقت ہچکچائیں گے اس لئے کہ ماضی میں انہیں کھکروں کے تعاون سے یہ ہم پر حملہ آور ہوتے تھے۔

اور اگر ہم ان کھکروں کا صفایا کر دیتے ہیں تو اس کا دوسرا فائدہ ہمیں یہ ہو گا کہ ملتان جو ہماری سلطنت کا ایک بہترین قلعہ ہے یہ بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے گا اور ہماری رعایا امن و سکون کا سانس لے گی تم دونوں آج کا دن اور آنے والی رات یہاں آرام اور قیام کرو میرا چوبدار تم دونوں کے قیام کا بہترین بندوبست کرے گا تم دونوں کو ایک علیحدہ خیمہ مہیا کیا جائے گا ضرورت کی ہر شے وہاں تمہارے لئے میسر ہو گی تمہارے لئے عمدہ اور بہترین ہتھیار اور جنگی لباس کا بھی اہتمام کیا جائے گا پرسوں یہاں سے لشکر باغیوں سے نمٹنے کے لئے کوچ کرے گا سلطان ناصرالدین کہتے کہتے رک گیا اس لئے کہ اسی دوران خان اعظم بلبن سلطان ناصرالدین کی طرف جھکا بڑی راز داری سے اسے کچھ کہا جسے سن کر سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر تک خاموش رہا تاہم بلبن کی بات سن کر سلطان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ غصے اور غضبناکی کا شکار ہو گیا ہے تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اس کے بعد سلطان ناصرالدین نے دوبارہ الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان میں خود تھوڑی دیر تک اس موضوع کی طرف آنے والا تھا جس موضوع کی طرف میرے امیر بلبن نے میری رغبت دلائی ہے مالوہ کے راجا جاہر دیو اس کے بیٹے سندر داس اور اس کے سپہ سالار اعلیٰ کانتی لال نے جو ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے سے سلوک کیا انہیں اس جرم کی سزا بہر طور مل کر رہے گی۔ میں کچھ مخبروں کو حکم دے رہا ہوں کہ وہ یہ کھوج لگائیں کہ تمہارے فرار کے بعد مسلمانوں کے کاروان کا کیا حشر ہوا۔ اس کے بعد جاہر دیو کے خلاف کوئی کاروائی کی جائے گی۔

الغ خان ملتان کے نواح میں بغاوت کھڑی کرنے والے کھکروں کا صفایا کرنے کے بعد میں مالوہ کے راجا جاہر دیو کی طرف توجہ دوں گا شاید وہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ دہلی

سے دور ہونے کی بناء پر ہم سے محفوظ ہے قسم خداوند واحدہ لا شریک کی مالوہ تو
بھی نہیں اگر اتنے ہی فاصلہ پر کوئی اور نا حق مسلمانوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا
ہے تو اسے اپنے اس ظلم کے مکافات سے گزرنا پڑے گا اگر کوئی نا حق ہندوؤں کا ق
عام کرتا ہے تو اسے بھی ہماری سلطنت میں ایسے ہی مکافات کا سامنا کرنا ہو گا اس ل
کہ ہم اپنی سلطنت میں کیا مسلمان کیا ہندو سب کو یکساں انصاف مہیا کرنا چاہتے ہیں۔

الغ خان اس موضوع پر خان اعظم بلبن کے ساتھ جو گفتگو ہوئی ہے اس کا ل
لباب یہ ہے کہ ملتان کے نواح میں کھڑی ہونے والی ان بغاوتوں کے دوران تم ام
بلبن کے ساتھ کام کرو گے اگر تم امیر کے معیار پر پورا اترتے ہو تو یاد رکھنا لشکر
تمہیں ایک بہت بڑا مقام حاصل ہو گا اس کے بعد امیر بلبن کے ساتھ تم مالوہ کا ر
کرو گے اور تم اور امیر دونوں ملکر مالوہ کے راجا جاہر دیو پر یہ ثابت کرنے کی کوش
کرو گے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں اگر کسی بھی مسلمان پر ظلم ہوتا ہے تو کوئی
کوئی مسلمان اس ظلم کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

الغ خان تم اور تمہارا ساتھی ابھی تھوڑی دیر تک میرے چوبدار کے ساتھ جا
گے ایک دن اور ایک رات آرام کرنا اس کے بعد لشکر یہاں سے باغیوں کی طرف
کوچ کرے گا پھر سلطان ناصرالدین نے اپنے چوبدار کو مخاطب کیا۔

ان دونوں مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ انکے قیام انکے آرام کا عمدہ انتظام کر
اور ضرورت کی ہر شے انہیں مہیا کرو پرسوں ہمارے ساتھ یہ یہاں سے کوچ کریں گے
اس پر چوبدار آگے بڑھا اور وہ الغ خان اور ارسلان خان دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا
تھا تیسرے روز سلطان ناصرالدین وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا تھا۔

دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد سلطان ناصرالدین دریائے چناب کے
کنارے آیا اس کا مقصد یہ تھا کہ ملتان کے نواح میں جن کھکروں نے بغاوت اور
سرکشی اختیار کی ہوئی ہے دریا کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے اچانک انہیں جالیا
جائے اور ان پر ایسا شب خون مارا جائے یا ان پر اچانک ایسا حملہ کیا جائے کہ انہیں
سنبھلے کا موقع ہی نہ ملے ان کی بغاوت کو کچل دیا جائے۔

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان نے لشکر کو کھانا مہیا کرنے اور انہیں

ستانے کا موقع دینے کے لئے دریائے چناب کے کنارے پڑاؤ کیا ابھی پڑاؤ کے خیمے
نصب ہی ہو رہے تھے کہ دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پڑاؤ میں اس
جگہ آئے جہاں سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن کھڑے ہوئے تھے آنے والے
دونوں سلطان ناصرالدین کے طلایہ گر تھے سلطان ناصرالدین اور بلبن دونوں ان کو
پہچان گئے تھے قریب آکر دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے اترے بلند آواز میں سلام کہا
سلطان اور بلبن نے آگے بڑھ کر ان دونوں سے مصافحہ کیا پھر سلطان ناصرالدین نے
ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو کیا تم کوئی اچھی خبر لیکر آئے ہو جواب میں آنے والے دونوں طلایہ
گروں نے ایک بار بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک
بولا اس نے باری باری سلطان اور بلبن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! ہم کوئی اچھی خبر لیکر نہیں آئے ملتان کے نواح میں بغاوت کھڑی
کرنے والے کھکروں نے بہت بڑی قوت اور طاقت حاصل کر لی ہے ملتان کے نواع
میں ان کا ایک بہت بڑا لشکر آپکا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو چکا ہے اور انہیں آپکی
آمد کی اطلاع بھی انکے مخبر دے چکے ہیں اس کے علاوہ ان کی پشت پر ان کی مدد کرنے
کے لئے دریائے سندھ کے کنارے کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی اندر ایک بہت بڑا
لشکر جمع ہو چکا ہے کھکروں نے سندھ کے اپنے حمائتیوں کو بھی اطلاع کر دی ہے اور
ہمیں یہ بھی خبر ملی ہے کہ سندھ میں جمع ہونے والا کھکروں کا حمایتی لشکر بھی ان کی
مدد کرنے کے لئے کوچ کر چکا ہے اور چند روز تک ملتان کے نواع میں ان کھکروں
کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔

سلطان محترم بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی کھکروں نے آپکا مقابلہ کرنے کے
لئے اور آپکو جنگوں کے ایک طویل سلسلے میں ڈالنے کے لئے منگولوں کے ساتھ بھی
ساز باز کر رکھی ہے انہوں نے کچھ قاصد منگولوں کی طرف روانہ کئے ہیں کہ ان کی مدد
کی جائے منگولوں کے ساتھ ان کھکروں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ آپکو
شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو دریائے چناب کے مغرب کے وسیع علاقے ان کے
حوالے کر دئیے جائیں گے سلطان محترم اگر ہم نے کھکروں کے ساتھ ٹکرانے میں

تاخیر کی تو ہمارے مقابلے میں تین قوتیں یکجا ہو جائیں گی ایک خود کھکرو منگول تیسرے سندھ کی طرف سے آنے والا لشکر اگر ہم تیزی اور سرعت سے کا تو ان تینوں لشکروں کو علیحدہ علیحدہ رکھتے ہوئے باسانی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ کھکروں کے پاس اس وقت جو لشک اس کی تعداد ہمارے لشکر سے کہیں زیادہ ہے مزید یہ کہ کھکروں نے اپنے لشکر حصہ علیحدہ کیا ہے اسے انہوں نے ہراول کا نام دیا ہے اور اس ہراول لشکر کو ا نے آپکی طرف روانہ کیا ہے تاکہ جوں جوں آپ کھکروں کی طرف پیش قدمی ان کا ہراول لشکر آپ پر شب خون مارتے ہوئے آپکو کمزور کرتا چلا جائے تاکہ آپ ملتان کے نواح میں کھکروں تک پہنچیں تو آپکی طاقت اور قوت کا کافی حد خاتمہ کر دیا جائے سلطان محترم اس وقت ہمارے پاس یہی خبریں ہیں اس مخ خاموش ہونے پر سلطان اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہا بلبن سلطان کے قریب ہوا سلطان کے کان کے قریب اپنا منہ لے گیا بڑی راز کے ساتھ اس سے گفتگو کرتا رہا اس دوران سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ کھلتی پھر جب بلبن پیچھے ہٹا تو ہاتھ کے اشارے سے سلطان ناصرالدین نے قریب ہی کھ اپنے ایک محافظ کو بلایا وہ محافظ بھاگتا ہوا آیا تب سلطان نے اسے مخاطب کر کے شروع کیا۔

چند روز پہلے ہمارے لشکر میں جو الغ خان نام کا ترک شامل ہوا تھا اسے می پاس بلا کر لاؤ۔

وہ محافظ پیچھے ہٹا اور تقریباً" بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا تھوڑی ہی دیر بعد محافظ کے ساتھ الغ خان وہاں آیا الغ خان کے ساتھ ارسلان بھی تھا دونوں سلط ناصرالدین محمود اور بلبن کے سامنے آن کھڑے ہوئے سلطان تھوڑی دیر ت مسکراتے ہوئے الغ خان کی طرف دیکھتا رہا آخر اسے مخاطب کیا۔ الغ خان! لگتا تمہارے امتحان کا وقت آ گیا ہے خان اعظم بلبن تمہاری طاقت تمہاری قوت تیغ میں تمہاری مہارت، تمہاری قسمت اور تمہارے مقدر کو آزمانا چاہتا ہے یہ آزما ہو سکتا ہے تمہارے ساتھ ایک تعلق اور رشتے کی بنا پر بھی ہو اس لئے کہ تمہا

تعلق ترکوں کی قراختائی نسل اور امبری قبیلے سے ہے جبکہ خان اعظم بھی اسی نسل اور اسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اس بناء پر تم دونوں کے درمیان ایک رشتہ ایک تعلق آپ سے آپ پیدا ہو چکا ہے شاید اسی تعلق اور رشتے کو سامنے رکھتے ہوئے بلبن تمہیں قسمت آزمانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

الغ خان یہ تم بھی جانتے ہو کہ تمہارا ساتھی ارسلان خان بھی جانتا ہے کہ ہم اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کے نواح میں کھکروں کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے نکلے ہیں اس کے بعد سلطان نے اس پوری گفتگو سے الغ خان اور ارسلان خان کو آگاہ کر دیا جو تھوڑی دیر پہلے آنے والے مخبروں کے ساتھ اسکی ہوئی تھی اپنی بات ختم کرنے کے بعد تھوڑی دیر سلطان رکا پھر دوبارہ بول پڑا۔

الغ خان جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ کھکروں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اس کو ہراول کا نام دیا ہے اور اسے ہماری طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ ہم پر شب خون مارنے کا سلسلہ شروع کرے بلبن نے بڑی رازداری کے ساتھ یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک لشکر تمہاری کمانداری میں دیا جائے اور تم کھکروں کے ہراول لشکر کا مقابلہ کرو۔

اگر تم کھکروں کے ہراول لشکر پر قابو پانے اسے شکست دینے اسے بھگانے میں کامیاب ہو گئے تو یوں جانو کہ تمہاری قسمت کا تارا کہکشاں بن کر رفعتوں کے آسمان پر چمکے گا۔ اور اگر تم اس کام کو مکمل کرنے یا میری خواہش کے مطابق دشمن پر ضرب لگانے میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر ہمارے لشکر میں تمہاری حیثیت ایک عام سے سپاہی کی سی ہو کر رہ جائے گی اب یہ معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے چاہے تو کہکشاں بن کر رفعتوں اور عزت و وقار کے آسمان پر چمک جاؤ چاہے تو اپنی کار گزاری کی وجہ سے دھول مٹی کی طرح پستی کی طرف چلے جاؤ کیا تم اس کام کے لئے تیار ہو۔

سلطان ناصرالدین کے اس انکشاف پر الغ خان کے چہرے پر گہرا سکون بکھر گیا تھا ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس نے کچھ سوچا ممنونیت کی نگاہ اس نے اپنے دائیں جانب کھڑے بلبن پر ڈالی اس کے بعد اپنے سامنے کھڑے سلطان ناصرالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم ترکوں کے جس امبری قبیلے سے میرا تعلق ہے اس میں شک کہ وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا رہا ہے پر میں نے آج تک اپنی زندگی بند ک کے اندھے گوشوں میں بسر نہیں کی۔ میں شہر شہر بستی بستی کے سہمے سہمے راستوں تھکے لمحوں میں خانہ بدوشوں کی سی ایک پر دشوار زندگی بسر کرتا رہا ہوں سلطان آپ جانتے ہیں خانہ بدوشوں کی زندگی حادثات اور تلخیوں اور موسموں کے شدائد بھرپور ہوتی ہے سلطان محترم انسان وہی کامیاب و کامران رہ سکتا ہے جو کالی را میں اوروں کا خضرراہ بن کر بھولے بسرے راستوں اور سمتوں میں منزل کی طرف کی راہنمائی کرے۔ سلطان محترم جو اعزاز آپ مجھے بخش رہے ہیں یہ میرے لئے سعادت مندی اور انتہائی توقیر اور عزت کا مقام ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ باغیوں کی بسانسوں کی پھنکار میں موت کا ننگا رقص بھر دوں گا۔ ان کی سوچوں ا گمان میں برفیلی چبھتی ہواؤں کے فشار کی طرح داخل ہوں گا اور ان کی حالت دی زدہ شہروں کے دوزخ کی سی بنا کے رکھ دوں گا سلطان محترم میں آپکو یقین دلاتا ہوں آپ کو میں مایوس نہیں کروں گا اور جو امیدیں آپ نے میری ذات سے وابستہ کی ان پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔

الغ خان کے ان الفاظ سے سلطان ناصرالدین ہی نہیں خان اعظم کے چہرے بھی گہری مسکراہٹ اور گھنا سکون تھا سلطان تھوڑی دیر تک بڑے غور سے الغ خا کی طرف دیکھتا رہا پھر الغ خان کو سلطان نے مخاطب کیا۔

الغ خان تمہارے باپ کا کیا نام تھا الغ خان نے چھاتی تانتے ہوئے کہنا شرو کیا۔

سلطان محترم میرے باپ کا نام جلائر خان تھا الغ خان کے جواب دینے کے تھوڑی دیر بعد تک سلطان پھر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

سن جلائر خان کے بیٹے اگر تو دشمن پر تاریک موت کی ارزانی۔ غموں کے رز کی فراوانی بن کر نزول کرے انہیں شکست انہیں ہزیمت سے دوچار کرے ان کے سارے ارادوں ان کے سارے گمان کو مٹی اور خاک میں ملا کر رکھ دے تو پھر سن

رکھنا تیری حالت تیرا مقام میرے لشکر میں زمین سے رفعتوں کی طرف پرواز کرتے خوب و خوش کن لمحوں سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوگا۔

سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنے پہلو میں کھڑے بلبن کی طرف دیکھا اسے مخاطب کیا۔

خان اعظم جو توقعات میں نے اس الغ خان سے وابستہ کی تھیں ان پر یہ پورا اترا ہے اور جس کام کے لئے میں اسے بھیجنا چاہتا ہوں اس کے لئے اس نے حامی بھی بھر دی ہے ابھی اسی وقت ایک لشکر اس کے حوالے کرو تاکہ یہ **کھکروں** کے ہراول دستے سے ٹکرائے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ ہمارے لشکر میں یہ اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کرنے کا حق دار ہے۔

بلبن جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے الغ خان بول پڑا۔

سلطان محترم اس موقع پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جو مخبر آپ کے پاس **کھکروں** کے ہراول لشکر کی خبر لے کر آئے ہیں کیا ایسا ممکن نہیں کہ ان مخبروں کو آپ میرے ساتھ کر دیں تاکہ وہ دشمن تک میری راہنمائی کر سکیں اور میں ان پر احسن طریقے سے ضرب لگا سکوں۔

سلطان نے اس بار پہلے کی نسبت زیادہ خوش گوار اور شفقت آمیز لہجے میں الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان یہ جو دو جوان تمہارے دائیں جانب کھڑے ہیں۔ یہی وہ دو مخبر ہیں جو یہ خبر لے کر آئے ہیں یہ تمہیں اور تمہارے دوست ارسلان کو دیکھ چکے ہیں میں انہیں ابھی اور اسی وقت روانہ کر رہا ہوں تاکہ یہ تم سے پہلے یہاں سے کوچ کر جائیں اور دشمن کے ہراول لشکر کی نقل و حرکت اور اسکے محل وقوع سے تمہیں بروقت اطلاع کر سکیں ان کے علاوہ میں تمہیں دو اور مخبر مہیا کروں گا جو تمہاری راہبری اور راہنمائی دشمن تک کریں گے پھر سلطان کے کہنے پر آنے والے وہ دونوں مخبر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب بلبن نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم میں الغ خان کو اپنے ساتھ لے جا کر جاتا ہوں اور اس کے کو تیاری کرتا ہوں جواب میں سلطان ناصرالدین نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی جر بلبن حرکت میں آیا الغ خان اور ارسلان خان دونوں کو اپنے ساتھ لے کر وہ ا لشکر کے وسطی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد الغ خان ارسلان خان کے ساتھ لشکر کو لے کر بلبن کے کردہ مخبروں کی راہنمائی میں **کھکروں** کے ہراول دستے کا رخ کر رہا تھا۔

الغ خان ابھی اپنے لشکر کے ساتھ ملتان سے کچھ ہی دور تھا کہ سلطان ناصرالد کے وہ دو مخبر مخالف سمت سے آتے ہوئے دکھائی دیئے انہیں دیکھتے ہوئے الغ خان اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا اور ان کا یہ اشارہ ملتے ہی لشکر ایک رک گیا تھوڑی دیر تک سامنے کی طرف سے دونوں مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تھے قریب آکر انہوں نے عین الغ خان کے سامنے ا گھوڑوں کو روکا الغ خان نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

میرے عزیزو کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟ جواب میں ان دو میں ایک بول پڑا۔

امیر الغ خان ہم نہیں جانتے کہ یہ خبر اچھی ہے یا بری بہر حال **کھکروں** ہراول لشکر اس وقت یہاں سے صرف تین میل کے فاصلے پر ہے اس کے مخبروں بھی اسے آپکے حملے آور ہونے کی اطلاع کر دی ہے **لہٰذا کھکروں** آپ سے ٹکرا کے لئے بڑی خونخواری سے اس سمت کا رخ کئے ہوئے ہے اس وقت بس ہماری پا یہی ایک خبر ہے۔

اس طلایہ گر سے یہ خبر سن کر الغ خان کی نگاہوں میں خوشی کے ستارے ا چہرے پر سکون کی ارتقاع کے دائرے بکھر گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ گہری سوچوں م کھویا رہا اس دوران مخبر ہی نہیں پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار ارسلان بھی غور اس کی طرف دیکھتا رہا تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد الغ خان نے انتہائی عاجزی ا انکساری میں آسمان کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اپنے خداو قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے خدائے مہربان! اب تک میں ایک خانہ بدوش کی حیثیت سے جبر مسلسل ں کسی گمنام ساحل کی گمشدہ منزل کی طرح زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ میرے اللہ اب ک روح کی گہرائیوں میں اترتے اور نبض دوراں میں زہر گھولتے لمحے میرے تعاقب ں رہے ہیں زندگی کے ستم زدہ تسلسل میں میرے اللہ میں اب تک دل کے بے چین احلوں پر ہی زندگی بسر کرتا رہا ہوں میرے اللہ اب جبکہ مجھے ایک لشکر کا کماندار مقرر کیا کیا ہے تو میرے اللہ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ تیری طرف سے میرا یہ ایک امتحان ہے۔ میرے اللہ زیست کے بے پڑاؤ راستوں پر تقدیر کے بے زائچہ ہاتھوں نے مجھے ایک یے چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں ہونے نہ ہونے رہنے نہ رہنے کی کشمکش میں مبتلا ہوں میرے اللہ میں گزرے لمحوں کی اٹھتی درد کی کروٹوں اور لمحوں کے گہرے ساگر یں گزری ساعتوں کی زنجیر اتار پھینکنا چاہتا ہوں میرے اللہ ماضی کی یادوں کے پتھروں سے نجات چاہتا ہوں میرے اللہ جو کام مجھے سونپا گیا ہے اے رب مہربان اس میں مجھے کامیابی اور کامرانی عطا کرنا تاکہ میں اپنے مستقبل کو اپنے ماضی سے بہتر بنا سکوں۔

اے رب دو جہاں تو ہی ادھورے خوابوں کو' نا دیدہ تعبیروں سے ہمکنار کرتا ہے۔ تو ہی لہو کی **نغمگی** کو اس کا رجز عطا کرتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی درد گاتی ہواؤں کے لمحوں پر لوریوں کی گنگناہٹ پھیلاتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی شکستہ دل زمینوں سے غم و رنج کے قدغن ہٹاتا ہے میرے اللہ تو ہی پیاسی سلگتی زرخیزیوں کو رحمت و برکت کے سحاب اور خوشی کی مرقوم داستانیں عطا کرتا ہے۔

میرے اللہ تیرے ہی کن سے غاروں میں گھستی کرنیں اپنا ہجوم کرتی ہیں۔ تیرے ہی حکم پر افق پر بکھرے سرمئی بادل اپنے سفر کو روانہ ہوتے ہیں۔ تیرے ہی حکم پر منجمد فضاؤں میں کڑکتی برق اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ میرے اللہ تو ہی روز و شب کے ان پیہم سلسلوں میں نفرت آلود زندگی کو' روتی درسگاہوں کو نوحہ خوانی کرتی مسجدوں کو ان کی رونق عطا کرتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی بادلوں کے گل رنگ آنچلوں میں فنا کے آتشیں لمحے کرتا ہے۔ تو ہی خزاں کی کھولتی اداسیوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑاتا ہے میرے اللہ تو ہی بدلتی آرزوؤں کے سرسام میں امیدوں کی گھٹائیں کھڑی کرتا ہے میرے اللہ میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں میرے اللہ تجھ سے ہی دعا گو ہوں کہ جس مہم

پر میں نکلا ہوں میرے اللہ مجھے اس میں اپنے مقدس نام اپنی ذات کی تقدیس اور اپنے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے طفیل کامیابی اور کامرانی اور فوز مندی عطا کرنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان خاموش ہو گیا تھا پہلو میں کھڑے ارسلان اور سامنے کھڑے دونوں مخبروں نے دیکھا اس موقع پر الغ خان کی آنکھیں نم آلود ہو گئی تھیں اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں اس موقع پر ارسلان اسے مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ الغ خان نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے الغ خان اپنے لشکر کے ساتھ غصیلی روحوں کے صاعقوں۔ حوصلوں کے جھلملاتے سحاب اور آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندے کی طرح آگے بڑھنے لگا تھا۔

تھوڑا آگے جا کر الغ خان اور اس کے لشکر کو کھکروں کا ہراول لشکر دکھائی دیا اسے دیکھتے ہی عجیب سے انداز میں الغ خان نے تکبیریں بلند کرنا شروع کر دی تھیں ان تکبیروں نے اس کے لشکریوں کے اندر بھی ایک عجیب جذبہ ایک انوکھا جوش پیدا کر دیا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے الغ خان کھکروں کے اس ہراول لشکر پر تشدد کے سائبان' ورد کے ہجوم کے سیل' بادلوں کی انگڑائیوں میں مسکراتی بجلیوں اور طوفانوں کے شائیں شائیں کرتے کوڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا جواب میں کھکر بھی سنگ عداوت پھیلاتے وحشیوں۔ بدلتی رتوں کی دھنک پر سلگتی ریت کے طوفان کھڑے کرتے بے انت لمحوں کی آوارگیوں کی طرح الغ خان اور اس کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے یوں کھلے میدانوں اور ویرانوں کے اندر الغ خان اور کھکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑ گیا تھا۔

دونوں لشکر وحشی ہواؤں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے میدان جنگ میں خونی ہلچل کے گرداب ساحل توڑ کر خوابوں کے جزیرے ڈبوتے طوفانوں کا سماں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فضاؤں میں رقص کرتی موت نئے خونی باب رقم کرنے لگی تھی۔ دونوں لشکروں میں جسم تار تار۔ تن بدن لہو لہو کرتی موت کے گیتوں کی ایک بازگشت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا کھکروں کو قوی امید تھی کہ وہ الغ خان اور اس کے لشکریوں کو مار بھگائیں گے کھکروں کو یہ بھی خبر پہنچ چکی تھی کہ

سلطان ناصرالدین کا جو لشکر اسکے سامنے آیا ہے اس کا کماندار الغ خان ہے جو خود سلطان کے لشکر میں نووارد کی حیثیت سے ہے۔ دوسرے کھکروں کو یہ بھی امید تھی کہ وہ چونکہ تعداد میں زیادہ ہیں لہٰذا وہ سلطان ناصرالدین کے ہراول دستے کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن کھکروں کی بد قسمتی کہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ الغ خان جسے سلطان ناصرالدین کے ہراول لشکر کا سالار اعلیٰ بننے کا اعزاز حاصل ہوا ہے وہ ایسا خانہ بدوش تھا جو ناممکن کو ممکن بنا دینے کی جرات اور ہنرمندی رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا پھر الغ خان نے اپنا دوسرا رنگ دکھانا شروع کیا اس نے قضا کی لپٹوں کے گورکھ دھند' لے بادلوں کی انگڑائی میں چمکتی برق اور بحر کو کوئی بھید بتانے کے لئے اس کی طرف لپکتے دریا کی طرح اپنا پینترہ بدلا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے لشکریوں کو بلند آواز میں للکارا اس کی للکار پر اس کے لشکریوں میں ایک نیا اور انوکھا جذبہ ہوا اسی جذبے کو استعمال کرتے ہوئے الغ خان نے نئے انداز میں حملہ آور ہونا شروع کیا اور اس نئے حملے میں وہ بلندی کو پست کرتی روشنیوں کے جھماکوں۔ جراحتوں ی درندگی برپا کرتی صحرا کی کانٹے دار آندھیوں اور سکتے زہریلے بے انت موت کے گیتوں کی بھیانک بازگشت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

الغ خان کے ان نئے حملوں نے کھکروں کو بری طرح ہلا اور دہلا کر رکھ دیا تھا جلد ہی ان نئے حملوں کی وجہ سے کھکروں کی حالت زرد چہروں کی مایوس کہانیوں۔ تشنگی کے عہد کی نوحہ خوانیوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی الغ خان نے بہترین تیغ زنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھکروں کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا اب وہ پچھلی صفوں کا قتل عام شروع کر چکا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے کھکروں کی روح ویراں' دل بیاباں اور رگ و جاں میں خون منجمند ہونا شروع ہو گیا تھا۔

کھکروں کی اس حالت سے الغ خان نے پورا فائدہ اٹھایا ایک بار پھر اس نے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے اپنی پوری طاقت اپنی پوری بے باکی کے ساتھ حملہ آور ہونے کا حکم دیا الغ خان کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کا سالار ان سے بھی آگے

دشمن کے وسط کے اندر موت کا کھیل کھیل رہا ہے اس سے ان کے حوصلے مزید
ہونا شروع ہوئے ان کے ولولے اس بناء پر بھی اپنے شباب کو پہنچ چکے تھے کہ دشم
اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا ہو گیا تھا اور پچھلی صفوں پر موت کا کھیل جاری تو
کھکو اب ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے ادھر ادھر کھسکنے لگے تھے اس صورتحال
ان کے جذبوں کو اور جوان کر دیا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ بے باک ہو کر حملہ
ہونے لگے تھے۔

اس ردعمل نے کھکروں کی رہی سہی طاقت اور قوت کو بالکل توڑ کے ر
تھا یہاں تک کے کھکر بھاگ کھڑے ہوئے الغ خان نے پوری درندگی۔ پوری بر
کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا یہ تعقب لگ بھگ تین میل تک جاری
گا اور اس دوران الغ خان نے کھکروں کے سارے ہراول لشکر کا صفایا کر کے
دیا تھا اس کے بعد الغ خان اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا اور کھکروں کے ہراول لشک
پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے لگا تھا۔

سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا تھا سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن اپنی خیمہ گاہ میں گھوم پھر کر اپنے لشکریوں کے احوال کا جائزہ لے رہے تھے کہ وہی دو مخبر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے خیمہ گاہ میں داخل ہوئے تھے جنھیں سلطان ناصرالدین نے الغ خان کے کوچ کرنے سے پہلے دشمن کی طرف روانہ کیا تھا ان دونوں مخبروں کو دیکھتے ہوئے سلطان ناصرالدین اور خان اعظم دونوں ایک جگہ رک گئے تھے قریب آ کر وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے بلند آواز میں سلام کہا جونہی وہ قریب آئے بڑی بے چینی بے تابی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے پوچھ لیا۔

تمہارے چہرے بتاتے ہیں کہ تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو اور یہ خبر میرے خیال میں الغ خان کے متعلق ہی ہو سکتی ہے سلطان ناصرالدین کے ان الفاظ سے دونوں مخبروں کے چہروں پر خوشگوار تبسم نمودار ہوا تھا پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

سلطان محترم آپ کا اندازہ درست ہے الغ خان ایک عجیب و غریب نوجوان ہے کھکروں کے ہراول دستے پر وہ آگ و خون کے کھیل کی طرح نازل ہوا اور ان کے اندر اس نے موت کا ایسا طوفانی کھیل کھیلا کہ نقش پا کو مٹاتے تلاطم کی طرح وہ ان کے اندر ہوتا چلا گیا ان کھکروں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ الغ خان کو زیر کریں لیکن الغ خان نے ان کے اندر موت کا وہ رقص کھیلا کہ ان کے دل کے دروازوں پر دستک دیتی مرگ کی طرح قتل عام کرتا رہا اس نے کھکروں کے ہراول لشکر کو بد ترین شکست دی کھکر شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اپنی پوری خونخواری اور درندگی سے الغ خان نے ان کا تعاقب کیا اور کھکروں میں سے کسی کو ایسے بچ کر جانے نہیں دیا اور ان سب کا قتل عام کر دیا اب الغ خان کھکروں

کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹتا ہوا اپنے اس خیمہ گاہ کی طرف آ رہا ہے ہم اس کے
آگے پڑاؤ کی طرف آئے ہیں میرے خیال میں جس رفتار سے وہ سفر کرتا ہے اگر ا
کی یہی رفتار رہی تو اب تک وہ اس پڑاؤ سے زیادہ سے زیادہ دو میل کے فاصلے پ
گا۔

ان مخبروں کی اس خوش کن خبر پر سلطان ناصرالدین ہی نہیں بلبن بھی دیر
دھیرے مسکراتا رہا تھوڑی دیر تک دونوں کی ایسی ہی کیفیت رہی پھر سلطان نے بل
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم میں سمجھتا ہوں کہ میں اور تم دونوں نے الغ خان کا اندازہ لگانے
غلطی نہیں کی یہ الغ خان یقیناً" ان جوانوں میں سے ہے جو اوہام میں صداقت
منکشف کرتے ہیں۔ جو گرداب کے غموں میں امید کی کیفیت طاری کرنے والے ہ
ایسے ہی نوجوان آگ کے سمندر میں موج رحمت' آتش فشاں کے لاووں میں ابر
کی خنکی بن کر نزول کر جاتے ہیں۔ اس نوجوان نے بھوک و غربت کنگالی اور غلا
ظلم و الم اور نگنوں میں رقص کرتے مفلسی کے غبار کو دیکھ رکھا ہے یہ نوجوان
زندان گرفتار الم بھی رہا ہے اس نے کیا خوب جذبات کی وسعتوں اور احساسات
گہرائیوں سے بھرپور ہمت و صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے روشنی اور آزادی
طرح دشمن کی حیوانی فطرت میں اپنی جواں مردی کی ہولناک داستان و حکایت کھڑی
دی ہے خان اعظم ایسے ہی نوجوان اپنے دشمنوں کی ہڈیوں سے گوشت نوچ لیتے
چہروں کو مسخ کر دیتے ہیں ایسے ہی نوجوان دل کی اندھیری گھپاؤں میں اور دہموں
پکتی فصل میں پرچم کی طرح اڑتی روشنی اور نور کے سندور بن کر ابھر جاتے ہیں۔

سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس
انتہای شفقت میں کہنا شروع کیا۔

جلائر کے بیٹے میں تیری عابد کی عبادت جیسی جانثاری۔ زاہد کی ریاضت ج
کشمکش نفس میں عتاب کھڑی کرتی تیری جراتمندی کھولتے آتش کے رقص جیسی ت
جوانمردی۔ ہزاروں صدیوں کی گردش کے شور و غوغا جیسی تیری وجاہت۔ خود سر
کے سیل بے کراں اور رزم گاہ کرب و بلا جیسی تیری بے باکی کو سلام کرتا ہوں

لا شریک کی تیری جیسے بے باک اور نڈر جوان ہی ظلمت میں دھنسے سنگ
ندا وند واحدہ
یل تلاش کرتے ہیں۔ تیرے جیسے جانثار ہی جو ہر عظمت کے کردار بن کر نمودار
ہوتے ہیں۔ تیرے جیسے فرد یہ افراد ہی اوج وقار اور نیر اقبال بن کر ابھر جاتے ہیں
یں ایک بار پھر تیری شجاعت کی عظمت تیری دلیری کے اوج کو سلام کرتا ہوں۔

ایک بار پھر سلطان ناصرالدین خاموش ہو گیا کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا اس کے
چہرے پر برابر تبسم کھیلتا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے بلبن کو مخاطب کیا۔

خان اعظم اس جوان کو ہراول لشکر کا سالار بنانے کے لئے تو نے ہی سفارش کی
تھی میں تیری پیش بینی کو بھی سلام کرتا ہوں تو نے کیا خوب پتھروں کے اندر سے ایک
ہیرے کا چناؤ کیا اس کی اس کاروائی اس کی اس کامیابی کو سامنے رکھتے ہوئے میں
اسے ایک مقام دینا چاہتا ہوں آج کے بعد الغ خان ہمارے لشکریوں کا نائب سالار ہو
گا اور تمہارے بعد یہی لشکریوں کی سپہ سالاری کا کام سرانجام دیا کرے گا خان اعظم
تمہیں میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں۔

سلطان ناصرالدین کے ان الفاظ سے بلبن کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار
ہوئی تھی پھر اس نے ہلکے ہلکے تبسم میں کہنا شروع کیا سلطان محترم آپ کس قسم کی
گفتگو کر رہے ہیں میں نے آپ سے الغ خان کی سفارش اس بناء پر نہیں کی تھی کہ
اس کا تعلق ترکوں کے اس قبیلے سے ہے جس سے میرا تعلق ہے قسم خداوند قدوس
کی جس وقت اس نوجوان کو میرے سامنے لایا گیا تھا تو اس کی آنکھوں میں میں نے
کھولتی جراتمندی اور بے باکی دیکھی تھی اس کے چہرے کے تاثرات میں مجھے ایک
عجیب سا وقار ایک انوکھی عظمت اور ناشناس سے ایسے جذبے دکھائی دیئے تھے جن
کے اندر اوج اقبال مندی جوش مارتی تھی بس اس کے انہی اوصاف کو دیکھتے ہوئے
میں نے اس کی آپ سے سفارش کی تھی اب جو آپ اسے اپنے لشکریوں کا نائب
سالار اعلیٰ بنا رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں آپ انصاف سے کام لیتے ہوئے اس نوجوان
کو اس کی جراتمندی اور دلیری کا صحیح حق ادا کر رہے ہیں اگر آپ اسے یہ مقام عطا
نہ کرتے تو یہ یقیناً" اس کی اس کارگزاری کو دیکھتے ہوئے میں خود آپ سے سفارش
کرتا کہ الغ خان کو یہ مقام دیا جانا چاہئے بہر حال میں خود بھی آپ کا شکر گزار ہوں

کہ آپ نے الغ خان سے انصاف کیا مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں یہ خان ہمارے لئے ہمارے دشمنوں اور باغیوں کے خلاف ایک ایسا کڑا تیر ثابت ہو باغیوں اور دشمنوں کے جسموں میں پیوست ہوتا چلا جائے گا۔

جب تک بلبن گفتگو کرتا رہا سلطان ناصرالدین دھیرے دھیرے مسکراتا رہا بلبن کے خاموش ہونے پر سلطان ناصرالدین بول پڑا۔

خان اعظم تمہارا کہنا درست ہے یقیناً" یہ نوجوان ایسا ہی ہے اور یہ ہمارے میں ایک عمدہ اور بہترین اضافہ ہے میرے خیال میں اب اس کی فتح اور کامیا خوشی میں اس کا بہترین استقبال کرنا چاہئے۔ پھر سلطان ناصرالدین اور بلبن چند دستوں کے ساتھ لشکر گاہ سے باہر نکل کر اس سمت کھڑے ہو گئے تھے جس سمت الغ خان نے لشکر کے ساتھ آنا تھا تھوڑی ہی دیر بعد اس سمت دھول کے بادل ا دکھائی دیئے وہ دونوں سمجھ گئے تھے کہ الغ خان اپنے پڑاؤ میں داخل ہونے والا ہے

تھوڑی ہی دیر بعد جب دھول کے بادل چھٹے تو اس میں الغ خان کا لشکر ن ہوا لشکر کے آگے خود الغ خان اور اس کا رفیق ارسلان خان تھے۔

قریب آ کر الغ خان نے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کیا خود وہ گھوڑے سے ا بڑی تیزی سے سلطان ناصرالدین اور بلبن کی طرف بڑھا تھا ارسلان خان لشک آگے ہی اپنے گھوڑے پر سوار اپنی جگہ پر کھڑا رہا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے الغ نے چاہا تھا کہ باری باری سلطان اور بلبن سے مصافحہ کرے لیکن اس سے کرنے کے لئے سلطان ناصرالدین نے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے بلکہ جس وقت الغ قریب آیا سلطان نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے الغ خان کو گلے لگا لیا تھا پھر اس بعد خان اعظم بھی آگے بڑھ کر الغ خان سے بغلگیر ہوا تھا کچھ دیر تک دونوں باری الغ خان کی جراتمندی دلیری اور اس کی کامیابی پر گفتگو کرتے رہے اس سلطان نے الغ خان پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں خان اعظم مشورہ کرنے کے بعد اسے لشکریوں کا نائب سالار اعلیٰ مقرر کر دیا گیا ہے اور یقیناً" الغ خان کے لئے ایک بہترین سعادت مندی اور ایک عمدہ انعام تھا جواب الغ خان نے سلطان ناصرالدین اور بلبن کا شکریہ ادا کیا پھر سلطان نے الغ خ

اطب کرتے ہوئے مزید کہنا شروع کیا۔

الغ خان کھکروں کے لشکر کو بد ترین شکست دے کر اور ان کا خاتمہ کر کے تو نے وہ کار ہائے نمایاں سرانجام دیا ہے جو کسی عام سے نوجوان کے بس کا کھیل نہیں ا میرے بیٹے جہاں تمہیں لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کیا ہے وہاں میں تیرے لئے چند ر مراعات کا بھی اعلان کرتا ہوں اور اس اعلان کے لئے یہ وقت بھی مناسب ہے س لئے کہ خان اعظم بلبن اس وقت میرے ساتھ ہے۔

جلائر کے بیٹے دہلی کے قصر کے ساتھ ہی خان اعظم کی حویلی ہے اس کی حویلی کے ساتھ ہی ایک اور حویلی ہے جسے ان دنوں ہتھیار خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یں آج ہی چند قاصدوں کو دہلی روانہ کر رہا ہوں اور یہ حکم جاری کر رہا ہوں کہ جس حویلی کو ان دنوں اسلحے خانہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسے خالی کر کے اس کی ترین انداز میں صفائی ستھرائی کی جائے اور اس کے پشتی حصے میں جو چند حویلیاں ہیں نہیں اسلحہ خانہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔

جو حویلی خالی کی جائے گی الغ خان اس میں تمہاری رہائش ہو گی تم اپنے دوست رسلان خان کو بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو یہ تمہارے لئے پہلی مراعات ہے۔

جلائر کے بیٹے تمہارے لئے دوسری مراعات یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم دونوں ہی اس وقت غیر شادی شدہ ہو تمہارے لئے میں دوسرا انعام یہ رکھتا ہوں کہ دہلی میں قیام کے دوران تم جائزہ لیتے رہو دہلی شہر میں تم جس لڑکی کو بھی اپنے لئے پسند کرو گے میں اسے تمہارے ساتھ بیاہ دوں گا یہ میرا تمہارے ساتھ وعدہ ہے۔

سلطان ناصرالدین کے ان الفاظ پر تھوڑی دیر تک عجیب سی ارادتمندی میں الغ خان اس کی طرف دیکھتا رہا پھر الغ خان نے سلطان ناصرالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم آپ کے لشکر میں شامل ہونے سے پہلے میں الغ خان دور تک مقدر کو دعا دیتی صداؤں کے پیچھے بھاگنے والا ایک بے یار و بے مہر غبار کا ہیولہ تھا۔ شہرتوں کے بجائے عداوتوں کے پس منظر میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ میرے زندگی کی حقیقتوں پر تکان اتر آئی تھی۔ میری روح کی گہرائیوں میں ہول بن کر بربادیاں رچ گئی تھیں

لوگ آگ اگلتی زرد دوپہر گہری ناگن راتوں اور دل شکنی کے موسموں کی طرح پ
تعاقب میں تھے اور میں ان سے چھپنے کے لئے تنہائی کے کسی کنج عدم اور بے
کے شہر کی تلاش میں تھا۔ سلطان محترم ان دشمنوں کے سامنے میری حالت وقت
بوڑھے ٹوٹے کھنڈروں میں چشم غمناک کے اندھیروں سے بھی بد تر تھی لیکن
نے مجھے تابندہ افق کے ان کناروں پر کھڑا کر دیا ہے جہاں دھرتی آکاش کے لبا
چوم لیتی ہے آپ نے لمحوں کے سفر پر مجھے پرواز تمنا کا خوگر بنا دیا ہے سلطان
آپ کے پاس آنے سے پہلے اپنے احساس کی وادیوں میں کھڑا ہو کر اکثر و بیشتر
میں نیلے آسمان کو حسرت سے دیکھتا تھا تو میرے سامنے موت کے ہیولوں کے سوا
نہیں ہوا کرتا تھا۔ سلطان محترم آپ نے مجھے بلندیوں اور رفعتوں کا مدار بنا کر کھ
دیا ہے اب میں آپکی نوازشوں کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں۔

الغ خان کے ان الفاظ پر سلطان ناصرالدین کے چہرے پر ہلکا سا ایک تبسم بک
تھوڑی دیر تک سلطان الغ خان کا شانہ تھپتھپاتا رہا اس کے بعد عجیب سی پد
شفقت میں کہنا شروع کیا۔

الغ خان تمہیں میرا یا خان اعظم میں سے کسی کا شکریہ ادا کرنے کی ضرو
نہیں جو مقام تمہیں دیا گیا ہے یہ مقام تم پر احسان نہیں ہے میرے بیٹے یہ مقا
اپنی جراتمندی دلیری اپنی بے باکی اپنی جانثاری اور اپنی ریاضت کی وجہ سے حاصل
رہے ہو اور میں اور خان اعظم یہ مقام حاصل کرنے پر تمہیں مبارکباد دیتے ہیں۔

سن جلائر کے بیٹے اگر تم تھکاوٹ محسوس نہ کر رہے ہو تو آج شام کا کھانا کھ
کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اور کھکروں کے بڑے لشکر پر حملہ آور
ہمیں اس معاملے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے اس لئے کہ اگر ہم نے تاخیر کی تو شما
جانب سے منگول جنوب کی جانب سے سندھ کی طرف سے آنے والا لشکر کھک
سے آن ملے گا اور ہمارے لئے مصائب کھڑے کر سکتا ہے تمہاری غیر موجودگی
میں اور خان اعظم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وقت ضائع کیے بغیر دشمن کی طرف کو
جائے سندھ کے باغیوں اور منگولوں کی آمد سے پہلے کھکروں کو شکست دے کر ا
قوت کو توڑ دیا جائے اس کے بعد باری باری منگولوں اور سندھ کے باغیوں پ

ب لگائی جائے' ان کا ایسا حلیہ بگاڑا جائے کہ آنے والے دنوں میں انہیں بغاوت
ر سرکشی کرنے کی جرات ہی نہ ہو سکے۔

سلطان کے خاموش ہونے پر الغ خان بول پڑا۔

سلطان محترم آپ میری تھکاوٹ کی پرواہ نہ کریں قسم خدائے واحد کی میں تو ازل
ے لے کر ابد تک دم لئے بغیر آپ کے ساتھ سفر کرنے کے لئے تیار ہوں آپ
ن کے خلاف جب بھی آزمائیں گے میرے خداوند نے چاہا تو میں اس پر ایسا کڑا تیر
ا کر نزول کروں گا کہ ان کی بغاوت اور ان کی سرکشی کے احساسات کو دھوتا چلا
ں گا۔

الغ خان کی اس گفتگو کے جواب میں سلطان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی
ت لشکر گاہ میں مغرب کی اذان ہوئی تھی لہٰذا سلطان نے الغ خان کے لشکریوں کو
ز میں شامل ہونے کا حکم دیا جس پر ارسلان خان اپنے لشکر کو پڑاؤ میں لے کر چلا
ا۔ پہلے لشکر گاہ میں مغرب کی نماز ادا کی گئی اس کے بعد لشکر نے کھانا کھایا پھر
ڑی دیر بعد پورا لشکر کھکروں کے بڑے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے وہاں سے
چ کر گیا تھا۔

قنوج کے راج محل میں ایک روز دیاونتی اس کی ماتا اندو بائی اس کا ما
لال ممانی کملا دیوی اور ماموں کی بیٹی کانتا سب اکٹھے بیٹھے کسی موزوں پر گفتگو
تھے کہ عین اسی لمحہ راج محل کے اس کمرے پر کسی نے دستک دی تھی اپ
بیٹھے ہی بیٹھے دیاونتی کی ماتا اندو بائی نے دروازے کی طرف دیکھا اور قدرے
میں کہنے لگی۔

اندر آجاؤ کون ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد اندو باؤ دیاونتی کا مخبر تلسی رام اس کمرے میں داخل
دیکھتے ہی اندو بائی اور دیاونتی دونوں چونک سی پڑی تھیں اندو بائی نے بڑی ر
کے ساتھ اپنے بھائی ہیرا لال اس کی بیوی کملا دیوی اور اس کی بیٹی کانتا سے
تھی اس نے ان تینوں کو تلسی رام کے متعلق تفصیل بتائی تھی اتنی دیر تک
انکے سامنے آن کھڑا ہوا پھر سب سے پہلے دیاونتی نے بڑے پر شوق انداز
رام کو مخاطب کیا۔

تلسی رام کیا تم کوئی اچھی خبرلے کر آئے ہو جواب میں تلسی رام کے
پہلے سے بھی زیادہ مسکان نمودار ہوئی تھی اس کے بعد اس نے دیاونتی کو
کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دیاونتی نے اس کو ایک خالی نشست کی طرف اش
ہوئے یہ کہنا شروع کیا۔

تلسی رام پہلے تم وہاں بیٹھ جاؤ اس کے بعد کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو
کہنے پر تلسی رام بیٹھ گیا اس کے بعد دیاونتی کی ماتا اندو بائی بھی بول پڑی۔

تلسی رام میرا دل کہتا ہے کہ تم ضرور الغ خان کے متعلق کوئی خبرلے
ہو اگر ایسا ہے تو جلدی کہو میں اس کے متعلق سننا پسند کروں گی کہ وہ کہاں

حال میں ہے کسی اور مصیبت میں تو نہیں پڑگیا اس لئے کہ اب میری بیٹی کا جیون اس
کی ذات سے وابستہ ہے۔

جب تک اندو بائی بولتی رہی تلسی رام مسکراتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تب تلسی
رام بول پڑا۔

مالکن لگتا ہے ۔ الغ خان بڑا بلوان اور شکتی والا ہے اور اسے دیوتاؤں کا آشیر
باد حاصل ہے جن حالات میں الغ خان مالوہ کے راجا جاہر دیو کے ہاں سے بھاگا تھا اور
جس طرح اس کے قبیلے کا خاتمہ کر دیا گیا تھا لگتا تھا کہ حالات اسے ایک نا بچنے والے
کشٹ و عذاب میں مبتلا کر دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا جس طرح اس نے بد ترین
حالات کے اندر کروٹ لی ہے اس سے لگتا ہے اس کے من میں ایشور گڑا ہوا ہے
اسی بناء پر وہ ہر یدھ (لڑائی) میں کامیاب ہو کر نکل جاتا ہے مالکن یہ الغ خان بھی
بھاگ کا بڑا دھنی ہے اس کے حالات سے لگتا ہے وہ اپنے من کو ایکاگر اور پوتر آتما کو
شدھ اور صاف رکھنے والا ہے بد سے بد تر حالات میں بھی اپنے آپ کو سدا شانت
رکھتا ہے اس کے بعد تلسی رام نے الغ خان اور ارسلان خان کے مالوہ سے بھاگنے
سلطان ناصرالدین کے مخبروں کے ہاتھوں گرفتار ہونے پھر سلطان ناصرالدین اور بلبن
کے سامنے پیش ہونے اور اس کے بعد الغ خان کی کھکروں کو بدترین شکست دینے
اور سلطان کے لشکر میں نائب سالار اعلیٰ مقرر کیے جانے اور پھر اگلی مہم پر روانہ ہونے
کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

تلسی رام کی اس گفتگو سے راجکماری دیاونتی دھنک میں اڑتے رنگوں جیسی
دلکش کن تعبیروں سے بغلگیر ہوتے خوابوں جیسی شاداب۔ گل بہ گل پھیلتی خوشبو جیسی
معطر اور دھیمے سروں میں گاتی فضاؤں میں رقص کرتی تمناؤں جیسی پرکشش ہو کے رہ
گئی تھی وہ بے چاری خیالوں ہی خیالوں میں الغ خان کی یادوں میں کھو کے رہ گئی تھی
یہاں تک کہ تلسی رام نے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ کر خاموش ہو گیا پھر دیاونتی کی ماتا نے
تلسی رام کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

تلسی رام اب تم جا کر آرام کرو جس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہوئی میں
تمہیں بلالوں گی تلسی رام اپنی جگہ سے اٹھا بڑی عقیدت مندی میں اس نے اندو بائی

کو تعظیم دی پھر وہ اس کمرے سے نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد راجکماری کے ماموں ہیرا لال نے اپنی بہن اندو بائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیدی میں سمجھتا ہوں کہ ہماری پتری دیاونتی بھاگوان اور خوش قسمت ہے نے اپنے جیون کے جس سنگی ساتھی کا چناؤ کیا ہے ایسے بلوان جوان بہت کم ملتے سن دیدی! ایسے لوگ اپنی ذات ہی نہیں اپنی پتنی کے بھی ہیرے موتی بن کر آتے ہیں جہاں یہ اپنے جیون اپنی زندگی کو نرپھل اور بیکار نہیں ہونے دیتے و اپنی پتنی کی حفاظت بھی خوب کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں یہ الغ خان بڑا پوترا انسان ہے جہاں یہ بلوان ہے اور بے پناہ شکتی رکھتا ہے وہاں کردار کا بھی د ایسے لوگ ہر کاج سدھ ہریدھ میں بدھا اور کامیاب ہی ہو کر نکلتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ہیرا لال تھوڑی دیر کے لئے رکا تھا اس کے بعد اپ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر اپنی بہن اندو بائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھ

میری بہنا سن! تمہارا مخبر تلسی رام بہترین خبر لے کر آیا ہے اب اس کے بعد جو فیصلہ میں نے کیا ہے اسے بھی غور سے سنو میں آج ہی اپنی بیوی دیاونتی کو لے کر دہلی روانہ ہونا چاہوں گا میں سمجھتا ہوں کہ الغ خان بہت جلد سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کا رخ کرے گا جس طرح تلسی رام نے تفصیہ ہے اس تفصیل کے مطابق جو حویلی سلطان ناصرالدین محمود نے الغ خان کے لئے کی ہے وہ حویلی میں نے دیکھ رکھی ہے اس وقت اس حویلی کو ہتھیار خانے کے استعمال کیا جاتا ہے میں دہلی اس لئے بھی پہلے پہنچنا چاہتا ہوں کہ جب اپنی کامیاب اور فارغ ہو کر الغ خان دہلی شہر میں داخل ہو تو دیاونتی میرے ساتھ استقبال کرے اندو بائی میری دیدی میری بہن دیاونتی مجھے اپنی بیٹی کانتا جیسی ہے اب اس کے لئے الغ خان کو حاصل کرنا میرے جیون کا سب سے بڑا مسئلہ

اس کے ساتھ ہی ہیرا لال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوبارہ اپنی بہن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میں جیجا جی! ملکی رام کی طرف جاتا ہوں اور اس سے اجازت لیتا ہوں آج ہی یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہوں اندو بائی جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی

لال اس کمرے کے دروازے کی طرف چل دیا اس نے آدھا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس دروازے پر راجا ملکی رام نمودار ہوا تھا اسے دیکھتے ہوئے ہیرا لال خوش ہو گیا تھا وہ ملکی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ملکی رام نے اسے پہلے ہی مخاطب کر لیا۔

ہیرا لال تم کہاں جا رہے ہو میں تو تم سے ملنے کے لئے آیا تھا جواب میں ہیرا لال نے پہلے کی نسبت بھی زیادہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

جیجا جی! میں تو آپکی طرف جا رہا تھا دراصل میں یہاں سے آج کوچ کرنا چاہتا ہوں اور میں آپ کی طرف اس لئے جا رہا تھا کہ آپ سے اجازت لوں کہ میں آج اپنی بیٹی کانتا' دیاونتی اور کملا دیوی کے ساتھ دہلی کوچ کرنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس فیصلے کے خلاف کوئی اعتراض کھڑا نہیں کریں گے۔

راجا ملکی رام چند قدم آگے آیا ہیرا لال کے سامنے رکا پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

مجھے تمہارے اس طرح کوچ کرنے پر اعتراض تو نہیں کیا میں جان سکوں گا تم نے اس قدر جلدی جانے کی کیسے ٹھان لی اس پر ہیرا لال نے فوراً" بات بتاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں نے جلدی جانے کی نہیں ٹھانی بلکہ میں چند دن پہلے ہی اپنی دیدی اندو بائی سے کہہ چکا تھا کہ میں اب دہلی کی طرف کوچ کروں گا میرے خیال میں دیدی آپ کو بتانا بھول گئی ہے اس لئے میں اس مقصد کے لئے آپ کے طرف جا رہا تھا۔

جواب میں ملکی رام نے کچھ سوچا دو تین بار اس نے ہیرا لال کا شانہ تھپتھپایا اور اس کے بعد دوبارہ بول پڑا۔

مجھے تمہارے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں تم کانتا' دیاونتی اور کملا دیوی کے ساتھ یہاں سے آج ہی کوچ کر سکتے ہو پر کوچ سے پہلے ایک بات کا خیال رکھنا دیاونتی میری بیٹی بھی ہے میرا بیٹا بھی اسے کوئی شکوہ شکایت نہ ہونے پائے ہیرا لال تم جانتے ہو کہ دیاونتی کو میں نے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھا ہوا ہے تم اسے کتنا عزیز اور پیارا رکھتے ہو میں یہ بھی جانتا ہوں اسی بناء پر میں نے اسے تمہارے ساتھ جانے کی

اجازت دے دی ہے بس تم ذرا اس کا خیال رکھنا۔

ملکی رام کی اس گفتگو کے جواب میں ہیرا لال کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ملکی آگے بڑھا اپنی بیٹی کے سامنے آن کھڑا ہوا اتنی دیر تک کملا دیوی اندو بائی کانتا دیاونتی اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں ملکی رام دیاونتی کے قریب آیا اس کے پر ہاتھ پھیرا اس کی پیشانی پر بوسا دیا اور کہنے لگا۔

میری پتری میں ذرا لشکر گاہ کی طرف جا رہا تھا اور جانے سے پہلے تم لوگوں ملنے کے لئے آیا تھا بیٹے دہلی میں خوش رہنے کی کوشش کرنا اور جب تمہارا جی اچا ہو جائے اپنے ماموں سے کہہ دینا یہ تمہیں قنوج بھجوانے کا انتظام کر دے گا اپ کی اس گفتگو کے جواب میں دیاونتی نے منہ سے تو کچھ نہ کہا تھا تاہم اس نے اث میں سرہلا دیا تھا اس کے بعد ملکی رام نے باری باری کملا دیوی اور کانتا کے سر پ ہاتھ پھیرا پھر وہ ہیرا لال سے بغلگیر ہوا اور کہنے لگا۔

تم چونکہ جانے میں جلدی کر رہے ہو لہٰذا میں شاید تمہیں پھر مل نہ سکوں گا لئے کہ جس کام کے لئے میں لشکر گاہ کی طرف جا رہا ہوں اس میں مجھے دیر ہو جا گی میرے خیال میں اب تم اپنے کوچ کی تیاری کرو میں تمہیں رام سپرد کرتا ایشور تم سب کی دہلی تک حفاظت کرے اس کے ساتھ ہی راجا ملکی رام اس کم سے نکل گیا تھا۔

اس ساری گفتگو کے بعد ہیرا لال اس کی بیوی کملا دیوی اور بیٹی کانتا اور دیا ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنا اپنا سامان سمیٹنے لگے تھے اور اپنے کوچ کی تیاریاں ک لگے تھے اس دوران اندو بائی راجکماری دیاونتی کے پاس آئی اور بڑی شفقت اور سے اس نے اپنی بیٹی دیاونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی میری بیٹی تو جس مہم پر نکل رہی ہے بھگوان سے میری کرپا ہے کہ اس مہم میں تجھ پر دیا کرے میری بچی گو وید کہتے ہیں سوئمبر صرف کھشتری کے لئے جاتا ہے پر تو اپنے سوئمبر جیتنے والے کے پیچھے نکل رہی ہے تو یہ دھرم ہی کی رکشا اور دھرم دنیا میں بڑی چیز ہے۔ اسکی رکھشا سے برکت آتی ہے۔

تو جو دھرم کی رکشا کے لئے نکل رہی ہے تو میری اشیرباد میری دعا تمہا

ساتھ ہے میری پتری گو کرم پر کسی کا بس نہیں چلتا اور انسان کے جیون میں وہی کچھ ہوتا ہے جو پرماتما نے رچا رکھا ہے پھر بھی میری ساجت ہے کہ ایشور ہر قدم ہر پگ پر تیری رکشا کرے۔

میرے پتری تمہارے لئے میری خواہش ہے تو ہمیشہ چندن اور صندل بن کر الغ خان کے ساتھ زندگی بسر کرے تیری راتیں چندرما جیسی تیرے دن ہمیشہ شدھ اور کامیاب گزریں۔

پر ایک بات میں ضرور کہوں گی جس مہم پر تو نکل رہی ہے اس مہم میں بڑی کٹھنائیاں ہیں سنبھل کر رہنا میں جانتی ہوں تیرا ماموں ہیرا لال تیری ملاقات الغ خان کے ساتھ ضرور کروائے گا جب تو الغ خان سے ملے اس سے ملاقات کرے تو راجکماری بن کراس سے نہ ملنا میری بچی اب جبکہ تو اپنے من میں اس کی پریت کے دیئے روشن کر چکی ہے تو داسی بن کراس سے ملنا اور اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا۔

اندو بائی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے راجکماری دیاونتی بول پڑی۔

ماتا الغ خان نے میرا سوئمبر جیتا ہے اور میرا سوئمبر جیتنے کے بعد وہی اب میرے متر ہیں اور میں ان کی داسی ہوں وہ میرے دھرم کرم کے مالک ہیں میری نس نس میں وہ پریم کا سندیسہ اور میری سندرتا کی جوت میں وہ آتما کی طرح چھا چکے ہیں میری ماتا آپ لوگوں کے بعد سنسار میں وہی میرا ٹھکانا ہے کہ اب وہ میرے من کی شانتی ہے۔

دیاونتی خاموش ہوئی تو اس کی ماتا اندو بائی پھر بول پڑی۔

دیاونتی میری بیٹی اب جبکہ تو اپنے ماموں کے ساتھ کوچ کرے گی تو میں تجھے پھر دعا دیتی ہوں کے ایشور کی دیا سے تیری ہر باسنا تیری ہر خواہش پوری ہو تو سدا آنند سنگ کھیلتی رہے۔ کبھی نراش نہ ہو تیرے کسی کام میں بھی کبھی کوئی اٹکل نہ پڑے میری پتری جب تک جیون باقی ہے الغ خان کی داسی بن کر رہنا اس لئے کہ پتی پریم والی استری ہی بڑی شکتی بڑی طاقت اور قوت رکھتی ہے۔

کن تیرے ماموں تیری ممانی اور تیری ماموں زاد بہن اپنی تیاری میں لگ گئے ہیں

تو میرے ساتھ آ میں بھی تیری تیاری کراتی ہوں اور جو سامان تو نے اپنے ساتھ جانا ہے وہ ایک جگہ باندھتی ہوں میں تیرے ساتھ کچھ تحائف بھی بھیجتی ہوں جب ا خان سے تیری ملاقات ہو تو ان تحائف سے انہیں نوازتی رہنا جب وہ اس مہم لوٹے جس پر وہ گیا ہوا ہے تو اس کا بہترین استقبال اپنے ماموں کے ساتھ کرنا اور ا کے ساتھ اسے کسی قیمتی تحفے سے نوازنا تو آ میں تیاری کرواتی ہوں دیاونتی جواب صرف مسکرا کر رہ گئی تھی پھر وہ اپنی ماتا کے ساتھ ہولی تھی۔

کچھ دیر تک وہ سب اپنے کوچ کی تیاریاں کرتے رہے اس کے بعد ہیرا لال ا بیوی اپنی بیٹی اور راجکماری دیاونتی کو لے کر قنوج سے دہلی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سلطان ناصرالدین، بلبن اور الغ خان جب اپنے لشکر کے ساتھ ملتان کے نواح میں پہنچے تو ایک دم انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا اس لئے کہ سامنے کی طرف سے کھکو حملہ آور ہونے کے لئے دھول اڑاتے چلے آ رہے تھے وہاں کھڑے کھڑے سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا بلبن کی کمانداری میں اور تیسرا الغ خان کی سرکردگی میں دیا تھا۔

سامنے کی طرف آنے والے کھکو وہاں پہنچتے ہی سلطان ناصرالدین، بلبن اور الغ خان کے لشکریوں پر غرور کی مانند بلند اور سرکش وحشیوں کے نعروں۔ موت کا خوف پھیلاتی آہ و زاری۔ رات کی تنہائیوں اور خاموشی کے ساغر میں قدموں کی چاپ چھپاتے کتوں کے غول کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کھکروں کے ساتھ ہی ساتھ سلطان، بلبن اور الغ خان بھی کھکروں پر ابدی آرام سے ہمکنار کرتے موت کے گھائل گیتوں۔ قضا کو زندگی سے زیادہ بلند آہنگ کرتی ہجر د جدائی کی لمبی دوپہر اور کربناک و شرمناک ہزیمت اور شکست سے دو چار کر دینے والے سمندر کے انجانے گرداب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

میدان جنگ بری طرح بھڑک اٹھا تھا ان کی دیواریں گرنے لگیں تھیں۔ رفاقت خواب لمحوں میں ڈھلنے لگی تھی۔ آشتی کا دامن پرزہ پرزہ ہونے لگا تھا۔ سینوں میں پیچ و تاب کھاتی نفرتیں شعلہ زن ہو گئیں تھیں۔ ہر کوئی اپنی تیغ کی نوک سے اپنے مقابل کو روک کر اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے بے چین اور بے قرار تھا۔

ملتان کے نواحی کھلے میدانوں میں کچھ دیر تک کھکوں اور سلطان ناصرالدین کے لشکروں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا پھر آہستہ آہستہ میدان جنگ میں ایک تبدیلی رونما شروع ہوئی کھکروں نے اپنے لشکر کو یوں یکجا رکھا اور وہ ایک ہی کماندار کی سر

کردگی میں سلطان کے لشکریوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

دوسری جانب چونکہ سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا ایک حصہ خود سلطان کے پاس دوسرا حصہ بلبن کے پاس تیرا الغ خان کے پاس تھا جنگ کے دوران ہی سلطان نے بلبن اور الغ خان کی طرف پیغام بھجوایا اور انہیں یہ حکم جاری کیا کہ وہ اپنے لشکریوں کو پھیلاتے ہوئے اس طرح کھکروں کے لشکر کا احاطہ کرتے چلے جائیں یوں جنگ کے دوران ہی سلطان کا لشکر کھکروں کے تین اطراف میں پھیل گیا اور پھر تین اطراف سے ہی کھکروں کا قتل عام شروع کر دیا۔

کھکروں کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر جنگ تھوڑی دیر مزید جاری رہی تو ان کے مقدر میں بد ترین شکست لکھی جائے گی لہٰذا انہوں نے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہا پر اب میدان جنگ سے بھاگ جانا بھی آسان نہ تھا سلطان کا لشکر پہلے ہی تین اطراف سے انہیں گھیر چکا تھا اب سلطان کے لشکر کے کچھ دستے پشت پر بھی نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ شکست خوردہ کھکر جو بھاگ جانے کی فکر میں تھے ان کا بھی انہوں نے قتل عام کرنا شروع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد کھکروں کا مکمل طور پر گھیراؤ کر لیا گیا اس کے بعد ان کا اس طرح قتل عام شروع ہوا جس طرح بھیڑوں کے ریوڑ کے اندر ان گنت اور بے شمار بھوکے بھیڑیے گھس آئے ہوں ملتان کے نواحی میدانوں میں باغی کھکروں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا تھا۔

جنگ کے خاتمے کے بعد سلطان ناصرالدین نے پہلے جنگ مین کام آنے والے اپنے لشکریوں کی تجہیز و تکفین کا کام سرانجام دیا اس کے بعد جنگ میں جو لشکری زخمی ہوئے تھے ان کی مرہم پٹی کی گئی پھر سلطان نے لشکریوں کو وہاں خیمہ زن ہو کر آرام کرنے کا حکم دیا تھا جس وقت خیمے نصب ہو گئے تھے تب سلطان نے بلبن اور الغ خان دونوں کو اپنے خیمہ میں بلایا بلبن اور الغ خان دونوں اکٹھے جس وقت سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے تو سلطان اس وقت اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا ان دونوں کے داخل ہونے پر سلطان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان دونوں کا بہترین استقبال کیا اور پر جوش انداز میں ان سے مصافحہ کیا جب وہ دونوں سلطان کے سامنے بیٹھ گئے تب

سلطان نے خوشیاں برساتی آواز میں دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم میرے عزیز! الغ خان میرے نایاب بیٹے! سب سے پہلے تو میں تم دونوں کو کھکروں کے خلاف اس شاندار کامیابی اور فتح پر مبارکباد دیتا ہوں۔ کھکروں کی بغاوت اور سرکشی کو تم ہم نے فرد کر دیا ہے اب میں نے اس سے بھی دشوار گزار مرحلے پر گفتگو کرنے کے لئے بلایا ہے۔

میرے عزیزو! کھکروں کا خطرہ ختم ہوا اب ہمارے سروں پر دو خطرات منڈلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر پہلے ہی کچھ مخبر میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ سندھ سے آنے والا باغیوں کا لشکر جو کھکروں کی مدد کے لئے آ رہا ہے وہ قریب پہنچ چکا ہے منگول بھی شمال کی طرف سے آندھی اور طوفانوں کی طرح یلغار کرتے چلے آ رہے ہیں ہمارے سامنے اب سب سے بڑا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ ہمیں سندھ سے آنے والے لشکر اور منگولوں کو آپس میں ملنے نہیں دینا چاہئے علیحدہ علیحدہ ان سے مقابلہ کرنا چاہئے۔

لیکن اس سلسلے میں ہمیں ایک احتیاط برتنا ہو گی ہمیں چونکہ دونوں لشکروں سے نمٹنا ہے لہٰذا ہمیں بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ہو گا اگر ہم اکٹھے رہ کر پہلے منگولوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو یاد رکھنا پشت کی طرف سے سندھ سے آنے والا لشکر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکتا ہے اور اگر ہم پہلے سندھ کی طرف سے آنے والے باغیوں کے گروہ سے نمٹنے کی کوشش کرتے ہیں تو پشت کی طرف سے منگولوں کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ رہے گا اگر ایسا ہوا تو ہمیں ایسا نقصان اٹھانا پڑے گا جس کی برسوں تک ہم تلافی نہ کر پائیں گے۔

ہم نے اس پہلے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد کھکروں کا مقابلہ کیا ہے کھکروں پر خوب ضرب لگائی اور ان کے پورے لشکر کا گھیراؤ کیا اور انہیں تباہ و برباد اور نیست و نابود کر کے رکھ دیا اب کھکروں میں سے کسی کو آئندہ بغاوت کرنے کی جرات اور جسارت نہیں ہو گی۔ لیکن بقیہ دو حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے جو لائحہ عمل میرے ذہن میں آیا ہے اس کے مطابق میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے بلبن میرے بھائی آدھا لشکر تمہاری کمانداری میں

ہو گا اور میں چاہوں گا کہ تم سندھ کی طرف سے آنے والے باغیوں کا مقابلہ کرو جس طرح کھکروں کا صفایا کیا گیا ہے اس طرح ان باغیوں سے بھی نمٹو اور ان کا قمع کر کے رکھ دو۔ جہاں تک الغ خان کا تعلق ہے اس کو میں اپنے ساتھ رکھنا پسند کروں گا میں اور الغ خان دونوں آدھے لشکر کے ساتھ منگولوں کا رخ کریں گے۔ امید ہے کہ میں اور الغ خان دونوں منگولوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں۔ الغ خان بنیادی طور پر تمہارے قبیلے کا ایک ترک ہے اور جس طرح تم منگولوں سے جنگ کرنے کا بہترین تجربہ رکھتے ہو اس طرح الغ خان بھی منگولوں کے طریقہ وار سے آگاہ ہے لہٰذا مجھے امید ہے کہ میرے ساتھ یہ منگولوں کے خلاف اپنی بہترین کروگی کا مظاہرہ کرے گا یاد رکھو کھکروں کے بعد اگر ہم منگولوں اور سندھ کی طرف سے آنے والے باغیوں کی سرکشی اور یلغار کو بھی ناکام بنانے میں کامیاب ہو گئے تو یہ علاقہ آنے والے دنوں میں ہمارے لئے پر امن ہو کے رہ جائے گا۔

سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر دم لیا کچھ سوچا اس کے بعد اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور اپنے سامنے بیٹھے بلبن اور الغ خان کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا میری اس تجویز میں اگر تم دونوں کوئی ترمیم یا تبدیلی کرنا چاہتے ہو تو کہو اگر تم اسے آخری سمجھتے ہو تو پھر ہمیں اسی وقت تجویز پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

سلطان کے خاموش ہونے پر بلبن اور الغ خان دونوں نے سر جوڑتے ہوئے مشورہ کیا اس کے بعد بلبن نے سلطان کو مخاطب کیا سلطان محترم! مجھے اور الغ خان کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں جو تجویز آپ نے پیش کی ہے میرے خیال میں منگولوں اور سندھ کے باغیوں سے نمٹنے کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ کار ہو گا۔

بلبن کے ان الفاظ نے سلطان ناصرالدین کو مطمئن کر دیا تھا وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بلبن پھر بول پڑا۔

سلطان محترم اس سلسلے میں ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے جہاں تک میں نے اور الغ خان نے مشورہ کیا ہے اس کے مطابق آنے والی رات کو یہاں اپنے لشکریوں

ستانے اور آرام کرنے کا موقع دینا چاہئے اگلے روز فجر کی نماز کے بعد ہمیں اپنی اپنی سمت کوچ کر دینا چاہئے۔

سلطان ناصرالدین نے بلبن کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ سب اٹھ کر خیمہ سے باہر آئے لشکریوں کے کھانے کا انتظام کیا گیا آنے والی شب لشکر نے میدان جنگ ہی میں قیام کیا لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا بہترین موقع فراہم کیا گیا پھر اگلے روز فجر کی نماز کے بعد لشکر کو دو حصوں میں برابر برابر تقسیم کیا گیا ایک حصہ بلبن لے کر سندھ کے باغیوں کی طرف کوچ کر گیا تھا جب کہ خود سلطان ناصرالدین الغ خان کے ساتھ منگولوں سے نمٹنے کے لئے شمال کا رخ کر رہا تھا۔

سندھ کی طرف سے آنے والے باغیوں اور شمال کی طرف سے پیش قدمی کرنے والے منگولوں کو ابھی تک یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ ملتان کے نواح میں سلطان ناصرالدین بلبن اور الغ خان نے کھکروں کو بد ترین شکست دی ہے اسی بناء پر کھکروں کی مدد کے لئے سندھ کی طرف سے آنے والا لشکر فضاؤں کو دھندلاتی تیرگی۔ دھوپ اوڑھے خونی خیالات کی طلب اور غموں کی شدت میں ڈبوتے تیرگی کے غبار کی طرح شمال کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا۔ جب بلبن نے آگے بڑھ کر اس لشکر کی راہ کی تب وہ لشکر بلبن اور اس کے لشکریوں پر وحشت زاروں کی ویرانگی۔ خاموشی کے جنگل میں پھیلتی ہذیان کی آشفتگی اور آنکھوں کے غبار میں جگہ بناتی بے پناہ مصائب کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جواب میں بلبن نے بھی دفاعی صورت حال اختیار نہیں کی اس نے جب دیکھا کہ باغی پڑاؤ کئے بغیر اس پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس نے بھی اپنا رنگ دکھانا شروع کیا بلبن ایک تجربہ کار اور بے پناہ جنگی مہارت رکھنے والا جرنیل تھا جونہی باغیوں کا لشکر اس سے ٹکرایا جوابی کاروائی کرتے ہوئے وہ بھی امید ورجا کے ذائقے تلف کرتی غم و اندو کی شدید صداؤں۔ لفظوں کے انبار پر گہرے خونی گھاؤ لگاتے صدمات کے کوہستانوں اور زندگی کے مدو جذر میں گھس کر ساری خود حفاظتی کو بد قسمتی کی بشارتوں میں تبدیل کر دینے والی موت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

باغیوں اور بلبن کی درمیان ہولناک رن پڑا کافی دیر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی شروع شروع میں باغیوں کو قوی امید تھی کہ وہ بلبن اور اس کے لشکر پر قابو پا کر انہیں اپنے سامنے زیر کر لیں گے لیکن جوں جوں جنگ طول پکڑتی گئی بلبن نتیجاب اور باغی زیر ہوتے دکھائی دیئے پھر جب باغیوں نے اندازہ لگایا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا ساتھ ساتھ بلبن کے لشکریوں نے دشمن کے لشکر میں یہ افواہیں بھی پھیلا دی تھیں کہ ان کے مقابلے میں ابھی صرف سلطان ناصرالدین کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ بلبن آیا ہے ابھی لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ پیشقدمی کرتا ادھر آرہا ہے جس کی کمانداری سلطان ناصر الدین خود اور اس کا نائب سالار الغ خان کر رہے ہیں اور آتے ہی وہ جنگ کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔

یہ افواہیں جب باغیوں کے اندر پھیلیں تو انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا پسپائی اختیار کی اس سے بلبن نے پورا فائدہ اٹھایا اور اس نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کی اور دشمن پر ایسی ضربیں لگائیں کہ باغیوں کو شکست ہوئی بہت کم لشکریوں کو اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانے کا موقع ملا تھا باغیوں کے سارے سامان پر قبضہ کرنے کے بعد بلبن نے شمال کی طرف کوچ کیا تھا تاکہ سلطان ناصرالدین سے جا ملے۔

دوسری جانب خود سلطان ناصرالدین محمود اور الغ خان بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھے تھے سلطان نے اپنے آگے اپنے طلایہ گر اور مخبر پھیلا دیئے تھے تاکہ انہیں منگولوں کی پیش قدمی سے مطلع کرتے رہیں جس وقت سلطان کے مخبروں نے اطلاع دی کہ شمال میں منگول صرف پانچ میل کے فاصلے پر رہ گئے ہیں تب جس راستے پر منگول یلغار کرتے چلے آرہے تھے اسی راستے پر سلطان محمود نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا تاکہ وہیں منگولوں کی راہ روکی جائے۔

منگول ٹڈی دل کی طرح پیش قدمی کرتے ہوئے جب اس جگہ آئے جہاں سلطان ان کے سامنے اپنے لشکر کی صفیں درست کئے کھڑا تھا منگولوں کو جب خبر ہوئی کہ ہندوستان کے سلطان ناصرالدین محمود نے ان کی راہ روک لی ہے تب انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا پھر وہ سلطان ناصرالدین محمود کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں استوار کرنے لگے تھے۔

جنگ کی ابتداء کرنے سے پہلے ہی سلطان ناصرالدین محمود نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کو سلطان ناصرالدین محمود نے اپنے پاس رکھا اور حصہ الغ خان کی کمانداری میں دے دیا گیا تھا سلطان نے الغ خان کو یہ بھی سمجھا تاکہ وہ دشمن پر بائیں طرف سے ضرب لگائے اور خود سلطان دشمن کے دائیں ضرب لگائے گا۔

منگولوں نے اپنی صفیں درست کرنے پر زیادہ وقت صرف نہیں کیا کچھ دیر تک ے لشکر میں جنگ کے طبل بجتے رہے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی صفیں بھی درست ے رہے صفیں درست کرنے کے بعد منگولوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا شاید وہ ناصرالدین محمود کی طرف سے یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ ان پر حملہ آور ہونے ہل کرے گا لیکن جس وقت سلطان نے حملہ کرنے میں پہل نہیں کی تب منگول رکت میں آئے اور وہ سلطان ناصرالدین اور الغ خان پر ناامیدیوں اور بے ں کے بیج بوتی خزاں آلود ساعتوں' فرزندان آدم کا لہو پیتے وحشی بگولوں کے اور انصاف کے نیلام گھر کے اسیر بناتے آگ کے بلند ہوتے شعلوں کی طرح در ہو گئے تھے۔

جواب میں سلطان ناصرالدین محمود اور الغ خان بھی ایک ساتھ تکبیریں بلند کرتے ں پر ارادوں کی قبا چاک کرتے نا امیدیوں کے گہرے اندھیرے' فصیل تمنا کو تے جان گسل لمحوں' ہر شے کو عکس ماضی کی صورت کرتے ازل کی بے انت ن کی طرح نزول کرنے لگے تھے۔

کھلے میدانوں میں سلطان ناصرالدین محمود الغ خان اور منگول اپنی پوری طاقت ت کے ساتھ ٹکرائے تھے ہولناک رن پڑا تھا انسانی عزائم ادھورے اور بے ہونے لگے تھے زندگی کی سطر سطر میں نا رسائیاں بھری جانے لگی تھیں۔ جنگ کا سلگتی ریت' بھڑکتی پیاس کی طرح پھیلنے لگا تھا بڑے بڑے سورماء زمیں کے سینے فن ہونے کے لئے لہو لہان ہونے لگے تھے لالچ کے بھنور کے سامنے انسانیت لناں تھی۔

سلطان ناصرالدین محمود سے ٹکرانے کے وقت تک منگولوں کو یہ خبر ہو چکی تھی

کہ سلطان نے کھکروں کو بد ترین شکست دی ہے اور یہ کہ سلطان نے اپ دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ اپنے سالار اعلیٰ بلبن کو دیگر سندھ کے با روکنے کے لئے بھیجا ہے اور خود اپنے نائب سالار الغ خان کے ساتھ منگو مقابلے پر آیا ہے منگولوں کو اس لحاظ سے یہ امید تھی کہ چونکہ سلطان اپ لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے پر آیا ہے لٰہذا وہ آسانی کے ساتھ سلطان کو شک اپنے لئے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیکن سلطان نے ان کی ہر رجا ان کی ہر امید کو لہو لہو کر کے رکھ دیا منگو آس لگائے ہوئے تھے کہ سلطان ناصرالدین محمود ان کے سامنے زیادہ دیر نہ سکے گا وہ آہستہ آہستہ سلطان ناصرالدین محمود کے لشکر کے سامنے نا امیدی اوڑھنے لگے تھے جنگ جب اپنے عروج پر آئی تب سلطان ناصرالدین نے اپ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں للکارا اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ اب پوری طا قوت کے ساتھ منگولوں پر ٹوٹ پڑیں۔

سلطان ناصرالدین کا یہ حکم دینا تھا کہ اس کے لشکری چیختے چنگھاڑتے کرتے طوفانوں' اعصاب پر تشنج طاری کرتی ژالہ باری کی طرح منگولوں پر ٹو تھے اور بری طرح ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا منگول اب اپنے آپ کو ناصرالدین محمود کے سامنے آتشی سِل پر دہکتے انگاروں۔ صلیب بنتے حروف کیفی کی منزل بلا خیز جیسا محسوس کر رہے تھے۔

جس طرح کھلے میدانوں میں خان اعظم بلبن نے سندھ کے باغیوں کو شکست دی تھی ان میں سے اکثر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان پر قبضہ کر لیا یہی حالت سلطان ناصرالدین اور الغ خان نے منگولوں کی کی تھی۔

ان دونوں کے ہاتھوں منگولوں کو بد ترین شکست ہوئی اکثریت کو ناصرالدین محمود اور الغ خان نے تہہ تیغ کر دیا اور بہت کم کو بھاگ کر جانے کا موقع ملا۔ کچھ دور تک سلطان اور الغ خان نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کو مزید کم کیا پھر دونوں اپنے لشکر کے ساتھ اسی جگہ لوٹ آئے تھے جہاں شروع ہوئی تھی۔

سلطان ناصرالدین محمود اور الغ خان منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹنے کے بعد جب ں نے وہاں خیمے نصب کر کے پڑاؤ لگانے کا حکم دیا تب آن کی آن میں وہاں ں کا شہر آباد کر دیا گیا چندر روز بعد بلبن بھی دشمن کی ہر شے کو سمیٹتا ہوا سلطان رالدین سے آن ملا پھر متحدہ لشکر دہلی کی طرح کوچ کر گیا تھا۔

○

راجکماری دیاونتی کا ماموں ہیرا لال دہلی شہر میں ایک روز اپنی حویلی میں جب وہ دیوان خانے میں آیا تو وہاں اس کی بیوی کملا دیوی' بیٹی کانتا اور بھا تینوں بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں ہیرا لال جب اس کمرے میں دا تینوں نے اپنی جگہ پر اٹھ کر اس کا استقبال کیا تینوں نے دیکھا کہ ہیرا لال کے خوشیوں کا ایک ہجوم اور آنکھوں میں اطمینان بساتی ایک نئی روشنی تھ سامنے آکر ہیرا لال جب بیٹھ گیا تو اس کی بیوی کملا دیوی تھوڑی دیر تک ا غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے شوہر ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

میں دیکھتی ہوں آج آپ خلاف معمول زیادہ خوش ہیں کیا کوئی اچھی خبر

ہیرا لال تھوڑی دیر مسکراتا رہا پھر اس کی نگاہیں اپنی بھانجی راجکماری جم گئی تھیں اس کے بعد کمرے میں اس کی خوش کن آواز سنائی دی تھی۔

میں آج ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں اور یہ خبر میری دیاونتی کے دیاونتی جس مقصد کے تحت قنوج سے دہلی آئی ہے اس کے اس کام کی ا ہونے والی ہے۔

ہیرا لال ابھی تک کہنے پایا تھا کہ راجکماری دیاونتی بیچ میں بول پڑی پھر ا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پوچھنے لگی۔

ماموں کھل کر کہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

ہیرا لال پھر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا اس کے بعد اس نے دیاونتی دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی میری پتری میں سمجھتا ہوں تیری عملی جدوجہد کا آج آغاز ہو سلطان ناصرالدین محمود اپنے تین دشمنوں کو زیر کرنے انہیں بد ترین شکست

بعد آج شام سے تھوڑی دیر پہلے دہلی شہر میں داخل ہونے والے ہیں سلطان کے کچھ مخبر دہلی شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر اور سرکردہ لوگوں کو انہوں نے سلطان کی آمد سے آگاہ کر دیا ہے سلطان چونکہ جابر و ظالم کھکروں کے علاوہ سندھ اور منگولوں کے حملوں کو بھی ناکام بنانے اور فتح یاب ہونے کے بعد دہلی میں داخل ہو رہے ہیں لہٰذا شہر کے لوگ ان کا استقبال کرنے کے لئے بے پناہ تیاریوں میں مصروف ہیں۔

میری بچی! تیری منزل کا نشان تیری زندگی کا حاصل الغ خان بھی سلطان کے ساتھ دہلی شہر میں داخل ہو گا سلطان کے لشکر میں داخل ہونے سے پہلے وہ ایک بے مایہ انسان تھا کوئی اس کو پوچھنے والا نہ تھا لیکن اپنی تیغ زنی اور اپنی بہادری اور اپنی جراتمندی کی وجہ سے اس نے سلطان کے لشکر میں ایک اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل کر لیا ہے۔

وہ شخص جو کل تک بالکل تنہا بے آسرا اور لاچار تھا آج وہ سلطان ناصرالدین محمود کے ساتھ اس کے نائب سالار کی حیثیت سے شہر میں داخل ہو گا اور لوگ سلطان ناصرالدین اور بلبن کے ساتھ ساتھ لوگ اس کا بھی بہترین انداز میں استقبال کریں گے۔

میری بیٹی میں چاہوں گا کہ ہم بھی اس استقبال میں شامل ہوں خصوصیت کے ساتھ تم استقبال میں شامل ہو۔ الغ خان کا تم بہترین انداز میں استقبال کرو اور اس فتح کی خوشی میں جو تم تحائف قنوج سے لے کر آئی ہو جو تمہیں تمہاری ماں نے مہیا کئے ہیں ان میں سے کچھ اس فتح کی خوشی میں الغ خان کو پیش کرو اس طرح تمہاری اور الغ خان کی یہ پہلی ملاقات بڑی خوشگوار رہے گی۔

میری بیٹی اس سلسلے میں میں خان اعظم بلبن سے بھی بات کروں گا وہ میرے جاننے والے میرے لئے بڑے مہربان ہیں میں تمہارا اور الغ خان کا سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کروں گا اگر تم الغ خان کو اپنی طرف مائل کرنے میں ناکام رہی یا الغ خان نے تم سے اظہار محبت نہ کیا تو میں سمجھتا ہوں اس سلسلے میں خان اعظم بلبن ہماری بہترین مدد کر سکتے ہیں۔

اپنے ماموں کی اس گفتگو سے اس کے اس انکشاف پر راجکماری دیاونتی گلابوں

کے سے خوابوں، چاہت کی روشنیوں اور نئے سویرے کے سورج کے پیغام کی
خوش کن ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا چہرہ مہکتے صحن گل کی صورت اختیار کر گیا تھا۔
کی تیزی سے بدلتی حالت سے لگتا تھا کہ اس عطر بیز خبر نے دیاونتی کی زندگی
پیراہن میں ہر ذرے کو سورج۔ ہر آئینے کو نگار خانہ بنا کے رکھ دیا ہو اس لیے
کے چہرے پر مسرت آمیز اجالوں اور ملائم سحر آفریں آزادی جیسی کیفیت تھی جبکہ
کی آنکھوں کے اندر جیون کی سنگین گھڑیوں کو محبوب کے سپنوں میں تبدیل کر
جذبے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی خبر سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر دیوان خانے
اس کی ایسی آواز بلند ہوئی جس میں زمزمے، محبت کی نرم و نازک دستک اور خوش
کا موسم رقص کناں تھا اس نے اپنے ماموں ہیرا لال کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شر
کیا تھا۔

ماموں یہ خبر واقعی میرے لئے خوش کن اور عمل کی ابتداء کرنے کی خبر ہے
وقت سلطان ناصرالدین محمود کا لشکر شہر میں داخل ہو گا میں الغ خان کا بہترین سوا
کروں گی میرے پاس کچھ نایاب قسم کے تحائف بھی ہیں جو میری ماتا کے پاس
تھے اور وہ اس نے میرے حوالے کر دیئے ہیں آج میں جو دو تحائف الغ خان کو
کرنا چاہتی ہوں ان دو میں سے ایک تلوار اور دوسرا خنجر ہے دونوں کے دستے سو
کے ہیں اور ان کے اندر قیمتی جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں
تحائف سے الغ خان یقیناً" خوش ہو کے رہ جائے گا۔

دیاونتی جب خاموش ہوئی تو اس کا ماموں ہیرا لال بول پڑا۔

میری بیٹی! وقت اب کچھ زیادہ نہیں ہے تم ابھی سے اپنی تیاریاں شروع کر
اس پر دیاونتی دیوان خانے سے اٹھ کر اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی تھی۔

اسی روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان ناصرالدین اپنے لشکر کے ساتھ فا
حیثیت سے دہلی کے غزنی دروازے سے شہر میں داخل ہوا تھا گلی کوچوں کے کنا
لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو سلطان اور اس کے لشکر کے استقبال کے لئے نکلا تھا۔ چ
بالکونیوں پر مرد عورتیں کھڑے تھے اور پھول پتیاں نچھاور کرتے چلے جا رہے
سلطان اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اس کے چہر

سا ایک تبسم تھا سلطان کے پہلو میں خان اعظم بلبن تھا بلبن کے عین پیچھے الغ
ن اپنے گھوڑے پر سوار تھا اچانک ایک جگہ سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کو رک
نے کا اشارہ دے دیا اس لئے کہ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو سامنے کی طرف سے امڈ
ا تھا وہ اپنے لشکریوں پر پھول نچھاور کرنے کے علاوہ انہیں کھانے پینے کی اشیا پیش کر
ہے تھے ایسے میں الغ خان دنگ رہ گیا اس لئے کہ انتہائی خوبصورت، پرکشش اور
رتی برق لباس میں ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی الغ خان کے گھوڑے کے باگ اس نے
پڑلی تھی وہ راجکماری دیاونتی تھی۔

دیاونتی کو دیکھتے ہوئے الغ خان دنگ رہ گیا اس لئے کہ دہلی میں اس کا کوئی جاننے
والا نہ تھا کوئی لڑکی اس کی واقف کار نہ تھی اس لڑکی کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی
چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی دیاونتی بول پڑی اور الغ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اگر میری غلط راہنمائی نہیں کی گئی۔ جس سے میں نے آپ کے متعلق پوچھا ہے
اگر اس نے مجھے گمراہ نہیں کیا اگر میں غلطی پر نہیں تو پھر آپ کا نام الغ خان ہے
مجھے ٹالئے گا نہیں میں نے آپ کے لشکری ہی سے آپ کے متعلق پوچھا اس
نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔

الغ خان نے ایک گہری نگاہ دیاونتی پر ڈالی اس وقت دیاونتی ایسے لگ رہی تھی
جیسے فلک پر روشن چاند نے بادلوں کے گل رنگ آنچل لہرا دیئے ہوں۔ جیسے مسکراتے
شگوفوں نے سمن زاروں کے شباب اوڑھ لئے ہوں۔ اس کا تپتا بدن پھولوں بھری سبز
شاخوں کی خوشبو جیسا ہو رہا تھا۔ ایک نگاہ دیاونتی پر ڈالنے کے بعد الغ خان کی نگاہیں
جھک گئی تھیں اور وہ اپنے گھوڑے کی زین کی طرف دیکھنے لگا تھا پھر اس کی مدھم سی
آواز سنائی دی۔

لڑکی میں نہیں جانتا تو کون ہے اس شہر میں نہ کوئی میرا جاننے والا نہ کوئی میرا
دوست اور نہ کوئی میرا رفیق ہے میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ پھر تو کون ہے؟

دیاونتی نے الغ خان کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا پھر وہ حرکت میں آئی اس
کے بائیں ہاتھ میں ایک تلوار اور ایک خنجر تھا وہ دونوں چیزیں اس نے الغ خان کے
گھوڑے کی زین سے لٹکا دی تھیں اس لئے کہ دونوں ہی چیزیں نیام میں بند تھیں پھر

دیاونتی کی شہد برساتی آواز الغ خان کے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔ محترم الغ آپ نے گزشتہ جنگوں میں جو کار ہائے نمایاں سرانجام دیئے وہ دہلی میں سلطا طلایہ گر پہنچاتے رہے ہیں اور آپ کی وہ کارگزاریاں ہمارے کانوں میں پہنچ ہیں آپ کی ان ہی کارگزاریوں کی وجہ سے میں آپ کو یہ تلوار اور ایک خنجر پیش کر رہی ہوں میرا نام دیاونتی ہے اور میں زرگروں کے بازار کے پچھلے کو رہتی ہوں میں اپنے ماموں کے ہاں ٹھہری ہوئی ہوں میری رہائش یہاں مستقل ہے۔ میرے ماموں کا نام ہیرا لال ہے زرگروں کے بازار کے سب لوگ میرے ہیرا لال کو جانتے ہیں۔

الغ خان دیاونتی کی گفتگو بڑے غور سے سنتا رہا تاہم اس کی گردن جھکی ہوئی دیاونتی کی بجائے وہ اپنی زین کے ہنے کو دیکھتے جا رہا تھا تاہم دیاونتی کے حسن اور جمال کو دیکھتے ہوئے وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا جیسے لمحے ساکت ہو گئے ہوں اور وقت کی طنابیں ٹوٹ کر رہ گئی ہوں۔ اس کے بعد زین کی طرف دیکھتے ہی دیکھتے جھکائے ہی جھکائے الغ خان نے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

”لڑکی تو بھول رہی ہے تو نے کسی اور سمت جانا تھا غلطی سے اس جانب نکل ہے میں تو ایسا بے مایہ فرد ہوں جس کا خدا کے سوا کوئی حامی کوئی مددگار نہیں۔ میں جلتے صحراؤں میں مٹتا نقش پا۔ شہر درد کا ایک مسافر ہوں وہ کوئی اور ہو گا جس تجھے تلاش ہے میں تجھے نہیں جانتا شاید جس کا تو استقبال کرنے کے لئے آئی ہے شکل سے تو بھی نہیں پہچانتی کسی نے غلطی سے تمہاری راہنمائی میری طرف کر ہے ایک بار پھر تم اس الغ خان کو تلاش کرو جس کا استقبال کرنے کے لئے تم ہے۔“

الغ خان جب خاموش ہوا تو دیاونتی جھٹ سے بول پڑی۔

”میں کسی دھوکے کسی فریب میں نہیں پڑ رہی بلکہ میں آپ کے ہی سواگت کے نکلی ہوں اور آپ کی ہی ذات میرے آنگن کا سندیسہ ہے۔ یہ الفاظ کہنے کے دیاونتی پیچھے ہٹی پھر وہ بھاگتی ہوئی لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گئی تھی۔“

الغ خان نے جب اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی اور اس سمت دیکھا ج

دیاونتی کھڑی تھی لیکن اب وہاں کچھ نہ تھا دیاونتی جا چکی تھی تھوڑی ہی دیر بعد ارسلان خان اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا الغ خان کے پاس آیا تھوڑی دیر تک اسے تیز نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

الغ خان یہ جو لڑکی تمہیں تلوار اور خنجر پیش کر رہی تھی یہ کون تھی کیا یہ پہلے سے تمہاری جاننے والی ہے ارسلان کے اس سوال پر لمحہ بھر کے لئے الغ خان نے اسے تیز نگاہوں سے گھور کر دیکھا تھا پھر اس نے ارسلان کو مخاطب کیا۔

”یہ تم کیسی اور کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو تم جانتے ہو دہلی میرے لئے اجنبی شہر ہے میرا نہ کوئی یہاں رشتہ دار نہ شناسا اور یہ جاننے والا ہے تمہاری طرح میں نے بھی آج تک شہر درد کے مسافر اور ہجرتوں کے امین کی سی زندگی بسر کی ہے خانہ بدوش کی حیثیت سے میں تمہارے ہی ساتھ وقت کے ساتھ دوڑنے والا اور دھول دھول راستوں پر سفر کرنے والا رہا ہوں تمہارے ساتھ ہی جگہ جگہ قریہ قریہ ژولیدہ خوابوں کے طمانچے کھاتا رہا ہوں اور بادلوں کے رقص کی طرح ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف دھکے کھاتا رہا ہوں کون اس دہلی شہر میں میرا کوئی شناسا اور جاننے والا اٹھ کھڑا ہو گا۔“

ارسلان خان میں نہیں جانتا یہ لڑکی کون ہے۔ یہ نیام میں بند تلوار اور خنجر مجھے دے گئی ہے اور ساتھ یہ بھی کہہ گئی ہے کہ جنگوں میں کارگزاری کی وجہ سے۔ یہ میرے لئے ایک تحفہ ہے تم نے بھی اس لڑکی کو دیکھا وہ بلا کی خوب صورت اور حسین تھی نہ جانے کیا معاملہ ہے مجھے تو کوئی دھوکہ دہی اور فریب ہی لگتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ لڑکی مجھے کہیں بے وقوف بنانے پر ہی نہ تل گئی ہو اس نے سوچا ہو میں اس لشکر میں نیا نیا سالار مقرر ہوا ہوں شہر میں بھی اجنبی ہوں لہٰذا یہ لڑکی کہیں میری دھول ہی نہ اڑا دے۔

الغ خان کی اس ساری گفتگو کا جواب ارسلان خان دینا ہی چاہتا تھا کہ خاموش ہو رہا اس لئے کہ عین اس لمحہ سلطان نے اپنے لشکریوں کو مستقر کی طرف جانے اور آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا یہ حکم ملتے ہی لشکری چھٹنے لگے تھے اس موقع پر سلطان کے قریب کھڑے بلبن نے ہاتھ کے اشارے سے الغ خان کو اپنے قریب بلایا الغ خان

اور اس کے پیچھے ارسلان خان بھی سلطان ناصرالدین اور بلبن کے سامنے جا کھڑے ہوئے پھر بلبن الغ خان نے کو مخاطب کیا۔

الغ خان! سلطان محترم میرے ساتھ تمہارے ہی متعلق گفتگو کر رہے تھے ان کا کہنا ہے کہ میں تمہیں تمہاری نئی حویلی دکھا دوں اور اس میں تمہارے لئے خادموں کا بھی تقرر کر دوں اس پر الغ خان جھٹ بول پڑا اور سلطان ناصرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم اگر میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ مجھے صرف رہائش کے لئے حویلی کی ضرورت ہے میں کسی خادم کی ضرورت محسوس نہیں کرتا سلطان محترم آپکی اس پیش کش کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ خود آپ کے قصر میں بھی آپ کے گھر میں کام کرنے کے لئے کوئی خادم یا خادمہ نہیں ہے پھر میں کیسے جرات کر سکتا ہوں کہ اپنی خدمت کے لئے کسی کو رکھوں سلطان محترم آپ جانتے ہیں میں نے اب تک ایک خانہ بدوش کی حیثیت سے زندگی بسر کی ہے میں اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنا جانتا ہوں اور ایسا کر کے میں خوشی اور سکون محسوس کرتا ہوں۔

الغ خان کی گفتگو سے سلطان کے چہرے پر خوشگوار تبسم نمودار ہوا تھا پھر اس نے الغ خان کو مخاطب کیا الغ خان قسم خدائے زندہ و بیدار کی تم نے میرے دل کی بات کہی ہے میں نے تمہارے لئے خدام مقرر کرنے کا حکم تو دے دیا تھا پر تمہاری طرف سے اس سلسلے میں کوئی جواب سننا پسند کرتا تھا۔ سنو جس طرح میرے ہاں کوئی خادم، خادمہ نہیں اس طرح بلبن کے ہاں بھی کوئی خادم نہیں ہے اس کے اہل خانہ بھی سارا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں تم نے جو گفتگو کی ہے اس نے میرا دل خوش کر دیا ہے اب تمہارے ساتھ ہماری خوب نبھے گی خان اعظم تمہارے ساتھ جاتا ہے اور تمہیں اس حویلی کی نشاندہی کرتا ہے جس میں تم نے رہائش رکھنی ہے اپنے دوست اپنے دست راست ارسلان خان کو بھی تم اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو اس کے ساتھ ہی سلطان نے گھوڑے پر ایڑ لگائی اور قصر کی طرف چلا گیا تھا۔

سلطان ناصرالدین کے جانے کے بعد بلبن نے الغ خان کو اپنے ساتھ آنے کے

لئے کہا جس پر الغ خان اور ارسلان خان دونوں چپ چاپ بلبن کے ساتھ ہو لئے تھے اپنی حویلی کے پہلو میں بلبن ایک خالی حویلی کے صدر دروازے پر آن رکا اس کے ساتھ جو چند مسلح جوان تھے بلبن کے کہنے پر حویلی کا دروازہ انہوں نے کھولا آگے پیچھے وہ سب حویلی میں داخل ہوئے صحن میں جا کر بلبن اپنے گھوڑے سے اترا الغ خان اور ارسلان بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے پھر بلبن نے وہ ساری حویلی الغ خان کو دکھائی اس کے بعد بلبن اپنے گھوڑے کے قریب آیا اور الغ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

الغ خان، میں دیکھتا ہوں اس حویلی میں ضرورت کی ہر شے مہیا کر دی گئی ہے اب تم اپنے دوست ارسلان خان کے ساتھ آرام کرو میں بھی جاتا ہوں الغ خان نے بلبن کا شکریہ ادا کیا پھر اس نے بلبن کے گھوڑے کی باگ پکڑی اس موقع پر بلبن نے الغ خان سے اپنے گھوڑے کی باگ لیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان تم سلطان کے لشکریوں کے نائب سالار ہو یوں میرے گھوڑے کے باگ پکڑ کر تم اچھے نہیں لگتے۔

الغ خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم اول تو میں آپ کے بیٹے کی جگہ ہوں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑنا میرے لئے باعث سعادت ہے دوئم یہ کہ آپ سالار اعلیٰ ہیں سلطان ناصرالدین کے سارے لشکریوں کے سالار ہیں میں آپ کا نائب ہوں نائب کی حیثیت سے آپ کے احکام کا اتباع کرنا میرے فرائض میں شامل ہے اگر نائب کی حیثیت سے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑنا میرے لئے معیوب ہے تو خان اعظم ایک بیٹے کی حیثیت سے تو میں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اس حویلی کے صدر دروازے تک لے جا سکتا ہوں۔

الغ خان کی اس گفتگو سے بلبن بہت خوش ہوا آگے بڑھ کر الغ خان کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگا الغ خان تم واقعی عظیم اور جانثار ہو۔ دیکھ بیٹے اب تو آرام کر میں جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی بلبن نے اس سے اپنے گھوڑے کی باگ لے لی اور حویلی سے نکل گیا تھا۔

بلبن جس وقت حویلی کے دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ حویلی دروازے پر دیاونتی کا ماموں ہیرا لال کھڑا ہوا تھا ہیرا لال کو دیکھتے ہوئے بلبن چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی شاید بلبن ہیرا لال کو پہلے سے جانتا تھا بلبن اپنے گھوڑے سے اترا تو ہیرا لال نے آگے بڑھ کے سلام پیش کیا اپنے گھوڑے گردن تھپتھپاتے ہوئے بلبن نے ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

ہیرا لال تمہارا میری حویلی کے دروازے پر یوں میرا منتظر ہو کے کھڑا ہونا بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تم ضرور کسی اہم کام کے سلسلے میں آئے ہو یا کسی خلاف شکایت یا لش لے کر آئے ہو کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو پر نہیں میرے ساتھ دا خانے میں آؤ پھر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اتنی دیر تک حویلی کا صدر در کھلا بلبن نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

ہیرا لال میں گھوڑے کو اصطبل کی طرف بھجواتا ہوں تم دیوان خانے میں بیٹھ میں آکر تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔

ہیرا لال صدر دروازے کے قریب ہی دیوان خانہ تھا اس میں جا کے بیٹھ گیا کے اندر جانے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس حویلی میں اکثر و بیشتر آتا جاتا رہتا ہو تھو ہی دیر بعد بلبن بھی دیوان خانے میں داخل ہوا ہیرا لال کے سامنے بیٹھ گیا پھر نے ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

ہیرا لال کہو تم کس سلسلے میں آئے ہو میں ابھی ابھی لشکر کے ساتھ شہر میں دا ہوا ہوں اور تمہارا اس وقت میری حویلی کے دروازے پر کھڑا ہو کر میرا انتظار نشاندہی کرتا ہے کہ ضرور کوئی اہم معاملہ ہے۔

ہیرا لال تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

خان اعظم معاملہ تو بہت اہم ہے لیکن تشویشناک نہیں اس کے بعد ہیرا لال الغ خان کے گاؤ ہتیا کے سلسلے میں مالوہ کے راجا جاہر دیو کے کارندوں کے ہاتھ گرفتار ہونے اپنی بھانجی دیاونتی کے سوئمبر رچائے جانے مالوہ کے راجا جاہر دیو کی خان کے ساتھ سوئمبر کے سلسلے میں سازش الغ خان کے سوئمبر جیتنے پھر سندر داس جاہر دیو کے اس پر مظالم کرنے اور وہاں سے بھاگنے پھر اپنی بھانجی کو جس مقصد

ت وہ قنوج سے دہلی لایا تھا سب کچھ ہیرا لال نے بلبن کو تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

ہیرا لال کی ساری گفتگو سن کر تھوڑی دیر تک بلبن مسکراتا رہا پھر اس نے ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

لشکر جس وقت شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک جگہ رکا تھا تو ایک لڑکی الغ خان کے سواگت کے لئے اس کے استقبال کے لئے آئی تھی الغ خان کو اس نے تلوار اور خنجر کا تحفہ پیش کیا تھا اس وقت میں نے خیال کیا تھا کہ وہ لڑکی شاید الغ خان کی پہلے سے جاننے والی ہو گی لڑکی انتہا درجہ کی حسین اور خوبصورت تھی اپنی شکل و صورت اپنے قد کاٹھ اپنے حسن اور اپنے جمال سے وہ کوئی راجکماری لگتی تھی۔ پر اب جو تم نے تفصیل بتائی ہے مجھے پتہ چلا کہ وہ تمہاری بھانجی اور قنوج کی راجکماری دیاونتی ہے تم نے جن حالات کا انکشاف کیا ہے وہ بھی عجیب و غریب ہیں۔

یہ الغ خان بھی بے چارہ بڑے تلخ حالات سے ہو کر گزرا ہے اگر تمہاری بھانجی دیاونتی واقعی اسے پسند کرتی ہے تو تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اول تو دیاونتی کوشش کرے کہ الغ خان کو اپنی طرف مائل کرے میرے خیال میں اس کا حسن اس کی جسمانی ساخت اس کا قد کاٹھ اس کی جسامت کی کشش یقیناً" الغ خان کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی اگر وہ ایسا نہ بھی کر سکے تو پھر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اس سلسلے میں میں خود الغ خان سے بات کروں گا اور ایک وقت ضرور آئے گا کہ ہم الغ خان اور دیاونتی کو رشتہ ازدواج میں ڈال دیں گے اب مزید بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔

بلبن کو جواب سن کر ہیرا لال خوش ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک اس کے چہرے پر تبسم کھیلتا رہا پھر وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا لگتا تھا کہ اچانک کوئی گہری سوچیں اس پر نزول کر گئی ہوں اس کے بعد اس نے بلبن کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی تاخیر نہ ہو جو حالات میں نے آپ کو بتائے ہیں ان کے تحت میں اپنی بھانجی دیاونتی کو قنوج سے دہلی لے کر آیا ہوں اور اسے یہاں لانے کا مقصد صرف اس کی منزل کا حصول ہے دیاونتی اپنی اس ضد پر قائم ہے کہ وہ اپنا جیون اس کے حوالے کرے گی جس نے اس کا سوئمبر جیتا ہے اس

کی ماتا نے پہلے اسے یہ بھی سمجھایا کہ سوئمبر جیتنے والا مسلمان ہے لیکن دیاونتی ہے کہ کچھ بھی ہو وہ مسلمان ہو یا اس کا تعلق کسی اور دھرم سے ہو چونکہ اس سوئمبر جیتا ہے لٰہذا وہ دیاونتی کا حقدار ہے اب دیاونتی کے ذہن میں یہ بات پوری بیٹھ چکی ہے کہ وہ صرف اور صرف الغ خان کی ہی ہو سکتی ہے اس لئے کہ الغ نے باقاعدہ سوئمبر میں حصہ لیا اور سوئمبر جیتا۔

ہیرا لال کے خاموش ہونے پر بلبن تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس لبوں پر بھی تبسم پھیل گیا اس نے بھی گویا اس کا کوئی حل تلاش کر لیا تھا اس لال کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ہیرا لال میرے ذہن میں ایک ترکیب گزشتہ جنگ میں الغ خان نے باغیوں کے خلاف چونکہ سب سے اچھی کارکر مظاہرہ کیا ہے باغیوں کا سر اس نے بری طرح کچلا اسی بناء پر اس کی کارکردگی کو ہوئے سلطان نے اسے اپنے لشکریوں کا نائب سالار مقرر کیا ہے اس سلسلے میں اسے معقول رقم اور انعامات سے بھی نوازنا چاہتے ہیں جب ایسا ہو تب میں الغ سے کہوں گا کہ اسے چونکہ لشکر میں نائب سالار مقرر کیا گیا ہے اور سلطان نے خوب نوازا ہے لٰہذا اس سلسلے میں وہ اپنی حویلی میں دہلی کے سرکردہ لوگوں کو د دے۔ اس دعوت میں تمہیں بھی تمہارے اہل خانہ کے ساتھ شریک کیا جا دیاونتی بھی شامل ہوگی میں کوشش کروں گا کہ دیاونتی کو زیادہ سے زیادہ الغ خان ساتھ گفتگو کرنے اور اس پاس بیٹھنے کا موقع مل جائے۔

اس کے علاوہ مجھے ایک اور بھی امید ہے وہ یہ کہ دیاونتی نے الغ خان کا استقبال کیا ہے اور اسے تحفے کے طور پر ایک تلوار اور ایک خنجر بھی پیش کیا۔ خان اسے چہرے سے پہچان چکا ہے جب الغ خان دعوت دے گا اور اس دعوت دیاونتی بھی شامل ہوگی تو دیاونتی الغ خان کے لئے اجنبی اور نا آشنا نہیں ہوگی بلکہ دل کہتا ہے کہ الغ خان اس کا شکریہ ادا کرے گا اس لئے کہ جس وقت سواگت کرتے ہوئے الغ خان سے ملی تھی اور اسے تلوار اور خنجر کا تحفہ پیش بظاہر میں سلطان کی طرف متوجہ تھا لیکن میرے کان الغ خان کی طرف تھے اس کہ الغ خان میرے قریب ہی کھڑا تھا تحائف لینے کے بعد الغ خان نے اس کا

ادا نہیں کیا تھا مجھے امید ہے کہ الغ خان کو اپنی یہ زیادتی یاد آئے گی اور جب دعوت کے دوران اس کی ملاقات دیاونتی سے ہوگی تو دیاونتی کا وہ شکریہ ادا کرے گا اس طرح دونوں کے درمیان بات چیت کا ایک سلسلہ چل نکلے گا اور دونوں میرا دل کہتا ہے کہ ایک دوسرے کے قریب آنے میں دیر نہیں لگائیں گے مزید بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔

ہیرا لال شاید بلبن کی اس تجویز اور گفتگو سے مطمئن اور خوش ہو گیا تھا لٰہذا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

خان اعظم میں آپ کی تجویز پر عمل کروں گا میرے خیال میں اسی میں میری بھانجی کی کامیابی ہے اب مجھے اجازت دیجئے میں جاؤں گا بلبن نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا پھر ہیرا لال وہاں سے چلا گیا تھا۔

سلطان ناصرالدین محمود کی طرف سے الغ خان کو جو حویلی ملی تھی اس میں الغ خان کو ضرورت کی ہر شے مہیا کی گئی تھی شام تک الغ خان اور ارسلان دونوں نے مل کر حویلی کی ہر شے کو اپنے مزاج کے مطابق ترتیب دے دیا تھا ارسلان نے حویلی میں کھانا پکانے کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا دونوں شام کا کھانا کھانے کے بعد جب ایک کمرے میں بیٹھے ہم گفتگو کر رہے تھے اچانک ارسلان کو کوئی خیال گزرا اس نے الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان میں اس بات کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ جس لڑکی نے دہلی شہر میں تمہارا سواگت کیا تھا وہ تمہاری جاننے والی نہیں یہ بات بھی عیاں ہے کہ وہ لڑکی ہندو ہے اس کا نام دیاونتی ہے اس نے اپنا نام خود بتایا تھا بلکہ اپنے ماموں کا نام اس نے ہیرا لال بتایا تھا یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ وہ زرگروں کے بازار کے عقب میں رہتی ہے شاید ایک طرح سے اس نے اپنا پتہ تمہارے ذہن میں ڈالنے کی کوشش کی لیکن تم نے ابھی تک اس لڑکی کے متعلق پوچھا ہی نہیں اور تم ایسے بے حس انسان ہو جس وقت اس نے تمہیں وہ تحائف پیش کیے تمہیں کم از کم اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے تھا۔

ارسلان کی اس گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر کے لئے الغ خان مسکرایا پھر

شرارتی سے لہجے میں کہنے لگا۔

اگر مجھ سے بھول ہوئی تو تم اس کے گھر میں میری طرف سے شکریہ ادا کر آؤ۔

میرے بھائی میں اسے اور وہ مجھے جانتی پہچانتی نہیں اس نے جو میرے سا گفتگو کی تو مجھے ایک طرح سے اس نے چونکا کر رکھ دیا تھا میں نے صرف ایک نگ اس پر ڈالی اس کے بعد میں نے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں میں نے تو ابھی تک ا تلوار اور خنجر کو نیام سے نکال کر نہیں دیکھا جو اس نے مجھے تحفے میں دی ہے۔ ال خان نے ایک طرح سے بے پروائی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

ارسلان خان پھر چلا اٹھا۔

الغ خان تم واقعی انتہا درجہ کے بے حس انسان ہو میں خود وہ تلوار اور خنجر لا ہوں اور دیکھتا ہوں وہ کیسے ہیں آخر اس لڑکی نے تمہیں یہ دونوں چیزیں تحفے میں پیش کی ہیں تو کوئی نایاب ہی شے ہونگی بس میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کہ وہ لڑ تمہیں کیسے جانتی ہے سب کو نظرانداز کر کے اس نے صرف کیوں تمہارا ہی سواگ کیا تمہارے متعلق پہلے سے اسے کسی نے اطلاع کر دی لوگوں سے تمہارا نام پوچھ پوچھتی کیوں وہ تمہارے پاس آئی۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو ایک طرح سے ذہن میں چبھن پیدا کرتی ہیں اور پھر مزید کہ وہ لڑکی ہندو ہے اپنا نام دیاونتی بتاتی ہے اس پر مستزاد یہ کہ وہ انتہا درجہ کی خوبصورت پرکشش و دراز قد ہے گو میں نے اس کی صرف ایک ہی جھلک دیکھی ہے لیکن ایک جھلک دیکھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان میں بہت کم لڑکیاں اسی جیسی خوبصورت اور پرکشش ہونگی' الغ خان میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تم آج تک میرے ساتھ خانہ بدوش کارواں میں رہے اور وہیں زندگی بسر کرتے رہے کبھی تمہارا دہلی میں کوئی لمحہ قیام نہ رہا کہ تمہاری یہاں واقفیت ہوتی اور میں نہ جانتا بہر حال میرے بھائی اب ہم دونوں کو یہ جاننا ہے کہ یہ لڑکی کون ہے تمہارے نا کی اسے کیسے خبر ہوئی اور کیوں اس نے تمہیں یہ تحائف پیش کئے جہاں تک تمہار متعلق یا تمہارے نام کے متعلق جاننے کا سوال ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جنگ میں تمہاری کارگزاری کی خبریں دہلی پہنچتی رہی ہیں ویسے میرا من کہتا ہے کہ جنگ کی ال

ے ہی اس نے متاثر ہو کر یہ تحائف تمہیں پیش کئے ہونگے بہر حال یہ بعد کا لہ ہے پہلے میں وہ تلوار اور خنجر لے کر آتا ہوں جو اس لڑکی نے تمہیں تحفتاً کئے ہیں اس کے ساتھ ہی ارسلان خان اپنی جگہ سے اٹھ کر دوسرے کمرے کی ف چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ارسلان خان لوٹا تو اس کے ہاتھ میں وہ تلوار اور خنجر تھے جو وتی نے الغ خان کو پیش کئے تھے الغ خان کے سامنے آکر وہ بیٹھ گیا پھر تلوار اور کے دستے کی طرف دیکھتے ہوئے ارسلان خان پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا اس کے اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان تم نے ان تحائف کی طرف غور سے دیکھا ہی نہیں تلوار اور خنجر دونوں کے دستوں کے اوپر چمڑے کے خول چڑھے ہوئے ہیں اور ان کے اوپر کپڑا لپیٹا گیا ہے یا کیوں ہے کیا ان کے دستے اس قابل ہیں کہ انہیں دیکھا نہ جا سکے پھر الغ خان کے اب کا انتظار کئے بغیر ارسلان خان نے تلوار اور خنجر کے دستوں پر جو کپڑا بندھا ہوا ا اس کی گانٹھیں کھول کر کپڑے کو علیحدہ کیا ارسلان خان دنگ رہ گیا اس نے دیکھا ار اور خنجر دونوں کے دستے سونے کے تھے اور ان کے اندر جواہرات جڑے ہوئے ے۔

ارسلان خان تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر مبہوت اور پریشان سا بیٹھا رہا الغ خان کی نگاہ ابھی تک تلوار اور خنجر کے دستے پر نہ پڑی تھی اس نے جب ارسلان خان کے چہرے کا جائزہ لیا کسی قدر فکرمندی میں اس نے پوچھ لیا۔

ارسلان خان کیا ہوا تم اس قدر فکرمند اور پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو

ارسلان خان نے اپنے منہ سے تو کچھ نہ کہا اس نے تلوار اور خنجر دونوں ہی الغ خان کی گود میں رکھ دیئے الغ خان نے جب دونوں کے دستوں کا جائزہ لیا تو وہ بھی دنگ رہ گیا تھوڑی دیر تک وہ تلوار اور خنجر کے دستوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر تلوار اور خنجر دونوں اس نے بے نیام کر ڈالے تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھ میں لے کر انہیں تولتا رہا اس کے بعد اس نے ارسلان خان کو مخاطب کیا۔

ارسلان خان یہ لڑکی کوئی غیر معمولی ہے تم نے دیکھا کہ تلوار اور خنجر دونوں کے

دستے سونے کے ہیں ان کے اندر جواہرات جڑے ہوئے ہیں ایسی تلواریں ا
کسی راجا کسی مہاراجا کسی حکمران بادشاہ اور سلطان کے پاس ہی ہو سکتے ہیں
لڑکی نے مجھے اس قدر قیمتی تلوار اور خنجر کیوں پیش کئے اس کے پس منظر م
ہو سکتی ہے کیا یہ لڑکی کسی فریب کسی دام میں مجھے مبتلا کرنا چاہتی ہے اگر ا
مجھے ابھی سے محتاط ہو جانا چاہیئے۔

الغ خان تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا اور اس کے بعد پھر اس
رفیق ارسلان خان کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

میرے بھائی یہ ممکن ہے کہ اس لڑکی کے پاس دہلی میں جنگوں میں
گزاری کی خبریں پہنچتی رہی ہوں یا اس نے میرے متعلق کسی کو گفتگو کرتے
اور اس گفتگو سے متاثر ہو کر اس نے مجھے یہ تحائف پیش کئے ہوں یہ بھی
کہ اس نے وہ دونوں چیزیں مجھے غلطی سے دے دی ہوں ممکن ہے وہ کوئی ا
اور خنجر دینا چاہتی ہو اور غلطی سے یہ دونوں چیزیں مجھے دے گئی ہوں میرا دل
کہ یہ دونوں چیزیں اس کے خاندان میں قدیم سے چلی آ رہی ہونگی اور یہ غلطی
میرے حوالے کر گئی ہے اس لئے کہ تلوار اور خنجر دونوں کے دستوں پر خول
ہوئے تھے میرے خیال میں وہ انہیں جان اور پہچان نہیں سکی۔

اس موقع پر میرے ذہن میں اک تجویز آئی ہے اور وہ یہ کہ آج کا دن
کرتے ہیں کل تلوار اور خنجر لے کر زرگروں کے بازار کی طرف جائیں گے ا
اپنا نام دیاونتی بتایا تھا اور اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہ دہلی شہر میں زرگروں کے با
پچھلے حصے میں اپنے ماموں ہیرا لال کے ہاں رہتی ہے اس کا یہ مطلب بھی
ہے کہ وہ لڑکی یہاں کی رہنے والی نہیں باہر سے کہیں آئی ہوئی ہے اور اپنے
کے ہاں اس نے قیام کیا ہوا ہے ہو سکتا ہے اس نے مجھے یہ تحائف پیش کر
لئے اپنے ماموں سے بات کی ہو اس کے ماموں نے اسے کوئی اور تلوار اور خنج
لیکن غلطی سے وہ مجھے یہ تلوار اور خنجر دے گئی ہو بہر حال کل ہم دونوں ز
کے بازار کی طرف جائیں گے اس لڑکی کے ماموں کے گھر کو تلاش کریں گے ل
ملاقات کریں گے اور اسے بتائیں گے کہ وہ یہ تلوار اور خنجر غلطی سے مجھے د

میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو اس موقع پر جو ہمارے ذہن میں وسوسے
رہے ہیں سب رفع ہو جائیں گے۔

ارسلان خان نے الغ خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں اپنے کھانے
کا انتظام کرنے لگے تھے۔

اگلے روز شام کے قریب الغ خان اور ارسلان خان دونوں زرگروں کے بازار کی
گئے بازار میں سے گزرتے ہوئے ایک جگہ الغ خان رک گیا اور ارسلان کی
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ارسلان خان ہم دونوں بے وقوفوں اور احمقوں کی طرح سر اٹھا کر اس لڑکی کے
کے گھر کی طرف جا رہے ہیں لیکن اس سے پہلے ہمیں ایک بات کا یقین کر لینا
کہ یہ جو تلوار اور خنجر ہے ان کے دستے واقعی سونے کے ہیں اور ان کے اندر
ہرات لگے ہوئے ہیں وہ بھی اصلی ہیں یا نقلی زرگروں کے بازار میں کسی زرگر کو
تے ہیں اس کے بعد اس لڑکی کے ماموں کے گھر کا رخ کرتے ہیں۔

جواب میں ارسلان خان نے زبان سے تو کچھ نہ کہا تاہم اس نے اثبات میں
ہلا دی تھی اس پر الغ خان نے اسے پیچھے آنے کو کہا پھر الغ خان ایک زرگر کی
میں داخل ہوا اس وقت زرگر اپنی دوکان میں اکیلا تھا الغ خان نے ہاتھ میں
تلوار اور دستوں سے چمڑے کے خول ہٹائے پھر وہ دونوں چیزیں زرگر کے
رکھتے ہوئے اور تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

زرا اس تلوار اور خنجر کے دستوں کا جائزہ لو کیا یہ سونا خالص ہے اور اس میں
ہوئے جواہرات اصلی ہیں۔

الغ خان اور ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے زرگر بھونچکا حیران اور پریشان ہو کے
تھا تھوڑی دیر تک وہ دستوں کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھوڑی ہی
جانچ پڑتال کے بعد وہ کھڑا ہوا اور مشکوک سے لہجے میں الغ خان کی طرف دیکھتے
کہنے لگا۔

صاحب برا نہ مانئے پہلے یہ بتاؤ تم نے یہ تلوار اور خنجر کہاں سے لئے کہاں
ہو کیا کام کرتے ہو کس پیشے سے منسلک ہو۔

زرگر کے ان سوالات پر الغ خان مسکرایا اور کہنے لگا میرے عزیز میں نے محتسب مقرر تو نہیں کیا تھا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اور جو خنجر ہیں ان کے دستے اور ان کے اندر جو جواہرات ہیں وہ خالص اور ا زرگر طنزیہ سے انداز میں مسکرایا اور کہنے لگا۔

یہ تلوار اور خنجر انتہائی قیمتی ہیں میرے خیال میں ان کا تعلق بھی کسی راجہ کے خاندان سے ہے سونا بھی خالص ہے جواہرات بھی اصلی ہیں یہ صرف احتیاط کے تحت پوچھا تھا کہ یہ تلوار اور یہ خنجر آپ نے کہاں سے حا اس لئے کہ کوتوال کے کارندے اکثر و بیشتر اس بازار کا گشت کرتے رہتے ہیں لوگوں کو پکڑ کے وہ زندان میں ڈل دیتے ہیں اس لئے کہ اکثر لوگ چوری کا بیچنے آتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ اس بناء پر صاحب میں آپ کو مشورہ د تلوار اور خنجر سنبھالو ان کے دستوں پر پہلے کی طرح چمڑے کے خول چڑھاؤ سے چلے جاؤ ورنہ کسی مصیبت یا دشواری میں پڑ جاؤ گے اگر تم اس تلوار یا چاہو تو میں تم پر پہلے ہی انکشاف کروں کہ میں ان دونوں چیزوں کو خرید نہیں لئے اگر میں خریدتا ہوں تو آگے میں ان کو کہیں بیچ کر نفع نہیں کما سکوں ان کو بیچوں گا تو مجھ سے پوچھ پڑتال کی جائے گی کہ میں نے کہاں سے وا حاصل کیں میں یہ بھی نہیں بتا سکوں گا کہ میں نے تم سے حاصل کئے تم لئے اجنبی ہو اس لئے میں تمہیں کہاں ڈھونڈتا اور تلاش کرتا پھروں گا لہٰذا میں ہے کہ یہ تلوار اور خنجر سنبھالو اور یہاں سے چلے جاؤ اس بازار میں کس بھی ان دونوں چیزوں کو بیچنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ دھر لئے جاؤ گے۔

زرگر کی اس گفتگو سے الغ خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی لگا۔

تو نے مجھے مشورہ دیا ہے میرے عزیز اس کے لئے میں تیرا شکر گزار مند نہ ہو میں دھر نہیں لیا جاؤں گا تمہارا شک تمہارا شبہ دور کرنے کے سے اپنا تعارف کروا دیتا ہوں میرا نام الغ خان ہے میں سلطان ناصرالدین میں نیا نیا نائب سالار مقرر ہوا ہوں خان اعظم بلبن میرا خوب جاننے والا

یہ کہتے کہتے الغ خان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ دوکان کے باہر بلبن نے الغ خان کو دیکھ لیا تھا اپنے مسلح جوانوں کو اس نے باہر ہی رہنے دیا خود وہ اندر آیا اسے دیکھتے ہوئے الغ خان اور ارسلان خان بھی دونوں اس کی طرف بڑھے تھے باری باری دونوں نے پر خوش انداز میں بلبن سے مصافحہ کیا پھر بلبن نے الغ خان کو مخاطب کیا اور اس سے پوچھ لیا۔

الغ خان میرے بیٹے تم یہاں کیسے؟۔

جواب میں الغ خان نے تفصیل کے ساتھ بلبن سے اس تلوار اور خنجر کی حقیقت کہہ دی تھی جب الغ خان خاموش ہوا تب بلبن دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس زرگر نے بھی تمہاری صحیح راہنمائی کی ہے خنجر اور تلوار واقعی قیمتی ہونگے اور جس لڑکی نے تمہیں پیش کئے ہیں وہ لڑکی یہیں ہے کہیں بھاگی نہیں ہے تو میرے ساتھ دوکان سے باہر آؤ میں تمہارے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔

زرگر مطمئن ہو گیا تھا الغ خان اور ارسلان خان بلبن کے ساتھ دونوں دوکان سے باہر آئے پھر بلبن نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان اس بازار کے پچھواڑے میں جو گلی ہے تم اس میں جاؤ دائیں جانب سے پانچواں مکان ہیرا لال کا ہے ہیرا لال اس لڑکی کا ماموں ہے جس نے تمہیں یہ تلوار اور خنجر پیش کئے تم اس کے پاس جاؤ اور ہو سکتا ہے یہ تحائف اس نے تمہیں غلطی سے پیش کر دیئے ہوں کوئی اور تلوار اور خنجر دینا چاہتی ہو اور غلطی سے یہ دے گئی ہو تم اس لڑکی کے گھر جاؤ ارسلان خان میرے ساتھ جائے گا میں اس سے کوئی کام لینا چاہتا ہوں تم جاؤ اس کے ساتھ ہی الغ خان وہاں سے ہٹ گیا تھا ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا بلبن نے اسے آواز دے کر پھر روکا الغ خان پلٹا دوبارہ وہ بلبن کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا بلبن اسے مخاطب کرکے پھر کہہ رہا تھا۔

میں تمہاری حویلی کی طرف ہی جانے والا تھا میں تمہیں ایک اطلاع دینا چاہتا تھا کہ لشکر میں شامل ہوتے وقت تم نے میرے اور سلطان کے سامنے اپنے حالات کہے

تھے اس وقت چونکہ سلطان ناصرالدین ملتان کی بغاوت فرو کرنے جا رہے تھے لہٰذا معاملے کی طرف توجہ نہ دے سکے تاہم انہوں نے اپنے مخبر اس کام پر لگا دیئے جنہوں نے اطلاع دی ہے کہ تمہارے خانہ بدوش قبیلے کا قتل عام کر دیا گیا۔ سلطان راجا جاہر دیو سے اس کے متعلق باز پرس کرنا چاہتے ہیں اور ملتان کی بغاو فرو کرنے کے بعد انہیں ایسا کرنا ہی چاہئے تھا۔

اب جب کہ اس بغاوت کو فرو کر دیا گیا ہے تو سلطان نے ایک قاصد ملا راجا جاہر دیو کی طرف روانہ کیا ہے اور جاہر دیو سے جواب طلبی کی ہے کہ اس ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے کا کیوں قتل عام کیا اور یہ کہ اگر راجا جاہر دیو نے ایس اول وہ اپنی غلطی کی معافی مانگے مسلمانوں کا جس قدر نقصان ہوا وہ پورا کر قصاص کے طور پر جو بھی رقم سلطان مقرر کرے وہ راجا جاہر دیو ادا کرے تب ر جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ اس کے خلاف لشکر کشی کی جائے گی یہ پیغام دیکر نے اپنا قاصد روانہ کر دیا ہے اب دیکھو راجا جاہر دیو اس کا کیا جواب دیتا ہے قتل عام میں چونکہ جاہر دیو کا سینا پتی کانتی لال ملوث ہے لہٰذا سلطان نے راج کانتی لال کو بھی مانگا ہے۔

ویسے الغ خان میں ایک انکشاف تم پر کروں جاہر دیو کی عسکری طاقت او ہم سے بھی زیادہ ہے ہزاروں کی تعداد میں اس کے لشکر میں ہاتھی شامل ہیں ا بڑی طاقت اور قوت ہے میرا اندازہ ہے کہ جس وقت سلطان کا پیغام پہنچے گا تو ا اکڑ اس کا غرور زیادہ ہو جائے گا۔ نفرت سے کام لیتے ہوئے وہ قاصد کو ناکام گا اگر ایسا ہوتا ہے تو پھر تم تیار رہنا اس لئے کہ سلطان راجا جاہر دیو کے خلاف کشی کا حکم دے دے گا میرا اندازہ ہے کہ جو لشکر راجا جاہر دیو کے خلاف ر جائے گا اس میں تمہاری شرکت تو لازمی ہے ہو سکتا ہے کہ سلطان اس لشکر کا تمہیں بنا کر راجا جاہر دیو کی طرف روانہ کرے بہر حال ان حالات کا مقابلہ کر لئے تم تیار رہنا اب تم زرگروں کے بازار کے پشتی حصے کی طرف جاؤ اور دیاد ماموں سے ملو۔

اس کے ساتھ ہی بلبن ارسلان خان اور اپنے دیگر مسلح جوانوں کے ساتھ

بڑھ گیا الغ خان مڑا زرگروں کے بازار کے پشتی حصے کی طرف گیا گلی میں داخل ہونے کے بعد پانچویں مکان کے سامنے وہ رکا مکان کا جائزہ لیا وہ ایک بہت بڑی حویلی تھی تھوڑی دیر تک وہ ہچکچاتا رہا پھر اس نے حویلی کے دروازے پر بڑی آہستگی سے دستک دی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد حویلی کا دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والی ایک چھوٹی بچی تھی وہ دیاونتی کی ماموں زاد بہن کانتا دیوی تھی الغ خان اسے بڑے غور سے دیکھے جا رہا تھا کہ کانتا دیوی نے اسے مخاطب کیا۔

آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں جواب میں الغ خان فوراً" بول پڑا۔

مجھے ایک شخص ہیرا لال سے ملنا ہے اگر ہیرا لال کی حویلی ہے تو یقیناً" تم انکی بیٹی ہو گی۔

کانتا دیوی فوراً" بول پڑی۔

آپ کا اندازہ درست ہے ہیرا لال میرے پتا جی ہیں آپ تھوڑی دیر رکیں میں انہیں اطلاع کرتی ہوں کانتا دیوی پیچھے ہٹنے لگی تھی کہ عین اسی لمحہ حویلی کے اندرونی حصے سے کسی نے پوچھ لیا۔

کانتا دروازے پر دستک کس نے دی ہے جواب میں کانتا فوراً" بلند آواز میں کہہ اٹھی۔

پتا جی دروازے پر آئیں کوئی آپ سے ملنا چاہتے ہیں تھوڑی ہی دیر بعد دروازے پر ہیرا لال نمودار ہوا الغ خان کو دیکھتے ہی اس کی خوشی اس کی مسرتوں کی کوئی انتہا نہ تھی آگے بڑھ کر اس نے الغ خان کو گلے لگا لیا اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ الغ خان ہیرا لال کے اس رد عمل پر پریشان اور الجھا الجھا دکھائی دے رہا تھا اس کی اس پریشانی کو خود ہیرا لال نے بھی محسوس کر لیا تھا لہٰذا ہیرا لال اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

بیٹے میں جانتا ہوں تم میرے اس سلوک پر پریشان ہو رہے ہو گے تم یہ بھی سوچ رہے ہو گے کہ تم مجھے جانتے نہیں پر میں تمہیں جانتا ہوں تم سلطان کے لشکریوں کے نائب سالار ہو ملتان کے گردو نواح میں جو جنگیں ہوئیں ان کی خبریں دہلی

میں پہنچتی رہی ہیں اور یہ خبریں میں اور میری بھانجی دیاونتی بڑے انہماک اور فو سنتے رہے ہیں میرے خیال میں ان خبروں میں میری بھانجی دیاونتی کی دل چسپ عروج پر تھی اس بناء پر جب تم لشکر کے ساتھ دہلی شہر میں داخل ہوئے تو اس صرف بہترین انداز میں تمہارا سواگت کیا بلکہ میرا خیال ہے کہ اس نے تمہ تحائف بھی پیش کئے ہونگے۔

ہیرا لال کی اس گفتگو پر الغ خان بول پڑا۔

ہیرا لال میرے محترم میں ان تحائف کی وجہ سے ہی آپ لوگوں سے ملنا چا اچھا ہوا آپ مجھے خود ہی مل گئے۔

الغ خان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ہیرا لال اس کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

الغ خان میرے بیٹے یوں نہیں' دروازے پر کھڑے ہو کر اس طرح اجنبی کرتے ہیں یہ مری حماقت یا احمق پن جانو میں نے تمہیں تھوڑی دیر کے دروازے پر روکے رکھا بیٹے اندر آؤ دیوان خانے میں بیٹھو اس کے بعد جو تم کہنا گے میں سنوں گا اس کے ساتھ ہیرا لال نے الغ خان کا بازو پکڑ لیا اور اسے لے دیوان خانے میں داخل ہوا کانتا ان دونوں کے ساتھ ساتھ تھی پھر کانتا کو مخاطب ہوئے ہیرا لال کہنے لگا۔

مری بچی مری پتری ذرا اندر جاؤ اپنی ماتا اور اپنی بہنا دیاونتی کو اطلاع کرو ک خان ملنے آیا ہے جواب میں کانتا نے کچھ نہ کہا بھاگتی ہوئی وہ دیوان خانے سے نکل تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد کانتا کے ساتھ اس کی ماتا کملا دیوی اور دیاونتی اس کمرے داخل ہوئی تھیں جونہی دیاونتی نے الغ خان کو اپنے ماموں کے ساتھ دیوان خانے بیٹھے ہوئے دیکھا خوشی اور مسرت میں اس کی حالت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی کانتا نے اسے الغ خان کے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی بلکہ یہ کہہ دیا تھا کہ ما نے دونوں کو دیوان خانے میں بلایا ہے بہر حال الغ خان کو دیکھتے ہوئے خوبصور دیاونتی خوشی میں کچھ اس طرح ہو گئی تھی جیسے بھٹکتی کوئی تنہا سر سرگرم کے روپ انوکھا انگ' نا آشنا رنگ' اجنبی آہنگ اور عجیب ڈھنگ بن کر ناچ اٹھی ہو اس

چہرے کے تاثرات میں ایسی آسودگیاں ایسی خوشیاں ناچ اٹھیں تھی جو آوازوں کی قوس قزح میں آگ کو پھول' روشنی کو ستاروں' کرنوں کو چاند میں تبدیل کر کے رکھ دیں۔ اس کے جسم کے ریشہ ہائے مو اور رگ و پے میں ارتقاع کی ان دیکھی منزلیں' نئی سحر کی نوید اور خوشی کے نا آشنا جذبے تھرک اٹھے تھے۔

الغ خان کو دیکھتے ہوئے دیاونتی کی ناچتی نظروں میں رنگ و نگہت کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا تجسیم میں کمال کو پہنچے ہوئے اس کے جسم کے سبھی زاوئے تڑپ کی آہٹوں کا سماں پیش کر رہے تھے اس کے مرمریں عارض' رنگین خدوخال' پیشانی و لب پر دھنک رنگوں کی رم جھم اور لال ہونٹوں کے سخن کی ساون ہوا جیسی کیفیت تھی تھوڑی دیر تک دیاونتی بس الغ خان کو دیکھتی رہی لگتا تھا بری طرح وہ الغ خان کی شخصیت میں کھو گئی ہو پھر رس برساتی آواز میں اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

آپ کی بڑی کرپا آپ کی بڑی دیا کہ آپ ہماری حویلی میں تشریف لائے ہمارے لئے آپکی آمد کے باعث یہ گھڑی بڑی شبھ ہے۔

دیاونتی جب خاموش ہو گئی تب اس کے ماموں ہیرا لال نے ہاتھ کے اشارے سے دیاونتی اور کملا دیوی دونوں کو سامنے والی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ دونوں فوراً" حرکت میں آئیں اور اس نشست پر بیٹھ گئی تھیں ننھی کانتا ان کے درمیان میں ہو بیٹھی تھی اس موقع پر پھر دیاونتی الغ خان کو کچھ مخاطب کرتے ہوئے کہنا چاہتی تھی کہ الغ خان پھر بول پڑا اس نے دیاونتی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ اس کے ماموں ہیرا لال کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا ہیرا لال میرے محترم میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں آپ یہ تو جانتے ہونگے کہ جس وقت میں لشکر کے ساتھ دہلی شہر میں داخل ہوا تھا آپ کی بھانجی دیاونتی نے مجھے دو تحفے پیش کئے تھے اور بہترین انداز میں میرا سواگت بھی کیا تھا اس کے سواگت پر میں حیران و پریشان تھا اس لئے کہ یہ نہ پہلے مجھ سے آشنا تھی نہ میں اسے جانتا تھا بہر حال وہ ایک علیحدہ معاملہ اور مسئلہ ہے اس وقت ان تحائف سے متعلق گفتگو کرنے آیا ہوں جو دیاونتی نے مجھے دیئے تھے اس کے ساتھ ہی الغ خان نے دیاونتی کی تلوار اور خنجر اپنے قریب بیٹھے ہیرا لال کی گود میں رکھ دیئے اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہیرا لال ذرا اس تلوار اور خنجر کے قبضے پر جو چمڑے کے خول چڑھے ہو انہیں ہٹائیں اور ان کا جائزہ لیں ہیرا لال نے ایک سرسری سی نگاہ تلوار اور ڈالی اس کے چہرے پر انوکھی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر الغ خان کی طرف ہوئے کہنے لگا۔

الغ خان میرے بیٹے مجھے اس تلوار اور خنجر کو نہ دیکھنے کی ضرورت ہے کے دستے اور قبضے سے یہ چرمی خول ہٹانے کی ضرورت ہے۔ یہ تلوار اور خنجر پہلے سے دیکھ رکھے ہیں کیا تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ تلوار اور خنجر کے دستے کے ہیں اور ان میں بڑے نایاب قسم کے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے ہیرا لال کو رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں الغ خان بو تھا۔

ہیرا لال شاید آپ اور آپکی بھانجی آپ کے اہل خانہ میں متعلق تفصیل نہیں جانتے ہیں اسی بنا پر ــــــــ

الغ خان کو ہیرا لال نے بات مکمل نہ کرنے دی بلکہ بیچ میں بول پڑا۔

میں ہی نہیں میری بھانجی میری پتنی' میری بیٹی کانتا تک جانتی ہیں کہ تمہارا ایک غریب خانہ بدوش قبیلے سے رہا ہے میں یہاں تک بھی جانتا ہوں کہ مالوہ کے جاہر دیو اور اس کے بیٹے سندر داس نے تمہارے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا بھی جانتا ہوں کہ قنوج کے راجا ملکی رام کی راجکماری جس کا نام میری بھا طرح دیاونتی ہی ہے اس کا سوئمبر رچایا گیا اور اس سوئمبر میں سندر داس دھوک فریب دہی سے کام لیتے ہوئے تمہیں سوئمبر میں لے گیا تم نے اس کے لئے سوئ اور اس کے بعد سندر داس نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا تمہیں زندان میں ڈالا حملہ آور ہو کر تمہارے خانہ بدوش قبیلے کا خاتمہ کر دیا وہاں سے بھاگ کر تم ناصرالدین محمود کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ یہ مختصر تفصیل میں نے تمہارے متعل دی ہے ورنہ میں تمہارے حالات میرے بیٹے تفصیل سے جانتا ہوں اور ان حا سے میری بھانجی دیاونتی بھی خوب آگاہ ہے میری پتنی میری بیٹی کانتا بھی تمہارے سب کچھ جانتی ہے تمہیں اپنے متعلق کچھ بتانے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تک اس تلوار اور خنجر کا تعلق ہے تو تم ان دونوں کے دستوں ان کے اندر جڑے ہوئے ہیرے جواہرات کو دیکھ کر پریشان ہو رہے ہو گے۔

الغ خان تھوڑی دیر تک دھیمی سے مسکراہٹ میں ہیرا لال کی طرف دیکھتا رہا اور کہنے لگا۔

دراصل میرے یہاں آنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ میں آپ سے یہ جان سکوں کہ کیا یہ تلوار اور خنجر مجھے تحفے میں دیئے گئے ہیں غلطی سے تو میرے حوالے نہیں کر دیئے میرے ذہن میں یہ بات اٹھ رہی تھی کہ شاید دیاونتی مجھے کوئی اور تلوار اور خنجر تحفہ میں دینا چاہتی تھی اور غلطی سے یہ سونے اور ہیرے کے دستوں والی تلوار اور خنجر میرے حوالے کر دیئے اگر یہ معاملہ ہے تو آپ اپنی یہ تلوار اور خنجر رکھیں میں مزید یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ مجھے دولت کی کوئی حرص و ہوس نہیں ہے پھر یہ تلوار اور خنجر میرے مقام سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں میں غریب اور بنجارہ آدمی ہوں میرے جیسے شخص کو سادہ تلوار اور خنجر اور ڈھال ہی زیب دیتی ہے آپ نے جو تحائف پیش کر کے مجھ پر عنایت کی میں نے اسے قبول کر لیا آپ کا مجھ پر احسان بھی ہوا بہرحال آپ یہ تلوار یہ خنجر رکھیں میں اب جاتا ہوں میرا ساتھی بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہا ہو گا۔

الغ خان کی اس ساری گفتگو کا ہیرا لال جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی دیاونتی بول پڑی۔

میرے خیال میں آپ کچھ زیادہ ہی کسر نفسی کا شکار ہو رہے ہیں یہ تلوار یہ خنجر میں نے غلطی سے آپ کو نہیں دیئے بلکہ عمداً" تحفتاً" آپکو دیئے ہیں کیا آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ مجھے ہے خبر نہیں کہ اس تلوار اور خنجر کے دستے سونے اور جواہرات کے ہیں یہ تلوار اور خنجر ہمارے خاندان میں برسہا برس سے چلے آ رہے ہیں چونکہ کوئی انہیں استعمال کرنے والا نہیں تھا اسی بنا پر میں نے یہ تلوار اور خنجر آپ کو تحفہ میں دیئے اس امید کے ساتھ کہ آپ انہیں اپنے استعمال میں لائیں گے میری آپ سے التماس ہے کہ یہ تلوار اور خنجر اپنے پاس رکھیں اور انہیں ہمیں لوٹانے کی کوشش نہ کریں۔

میری آپ سے دوسری التماس یہ ہے کہ اپ جانے میں جلدی نہ کیجئے سو
اب غروب ہو رہا ہے بھوجن کا وقت ہوا جا رہا ہے لہٰذا ہمارے ساتھ بھوجن کھا
جایئے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تب بھی ہم سب مل کر آپ کو جانے نہیں دیں
زبردستی آپ کو اس حویلی میں روکیں گے اور بھوجن کھلا کر بھیجیں گے اس لئے
آپ اس حویلی کے ہر فرد کی پسندیدہ شخصیت ہیں۔

دیاونتی کی اس زور دار گفتگو کے جواب میں الغ خان بیچارہ کچھ نہ کہہ سکا
اجنبی ماحول میں وہ پہلے ہی ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا اب دیاونتی نے اس سے اظ
اپنائیت کیا تو اس کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے تھے وہ انکے ساتھ کھانا کھا
کے لئے تیار ہو گیا شام کا کھانا اس نے ان کے ساتھ کھایا پھر وہ اپنی حویلی کی طر
چلا گیا تھا۔

الوہ کا راجا جاہر دیو اپنے راج محل کے ایک کمرے میں اپنے بیٹے سندر داس اپنی
انی کنچن دیوی اپنی راجکماری سویتا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کمرے میں راجا جاہر
یو کا سپہ سالار کانتی لال داخل ہوا اس کے پیچھے کچھ چھوٹے بڑے سالار اور سرکردہ
ل تھے اپنی جگہ سے اٹھ کر جاہر دیو اس کے بیٹے سندر داس نے ان کا استقبال کیا
ر انہیں اپنے سامنے نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا پھر جب سب لوگ نشستوں پر بیٹھ
ئے تب راجا جاہر نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

صاحبو تم سب لوگو کو یہاں آنے کی زحمت اس لئے دی ہے کہ تھوڑی دیر پہلے
لی کے سلطان ناصرالدین کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے میں نے ابھی تک اس
اصد سے ملاقات نہیں کی نہ ہی اس سے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ وہ اپنے
لطان کی طرف سے میرے نام کیا پیغام لے کر آیا ہے لیکن اس کا یہاں آنا کسی بری
بریا علت سے خالی نہیں جہاں تک میرا اندازہ ہے ہم نے جو ترکوں کے خانہ بدوش
بیلے کا خاتمہ کیا ناصرالدین کو اس کارواں کے قتل عام کی خبر ہو گئی ہو گی اور اسی سلسلے
یں اس نے اپنے قاصد کو روانہ کیا ہے میں نے تم سب کو اس لئے طلب کیا ہے کہ
تم سب کی موجودگی میں قاصد کو بلاؤں اور جانوں کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا ہے اور پھر
تم سب کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ہم کوئی اگلا قدم اٹھائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد راجا جاہر دیو خاموش ہو گیا پھر اس نے آواز دے کر اپنے
چوبدار کو بلایا چوبدار جب اندر آیا تو کمرے میں راجا جاہر دیو کی تحکمانہ آواز سنائی
دی۔

دہلی کے سلطان ناصرالدین کی طرف سے جو قاصد آیا ہے اسے فی الفور میرے
سامنے پیش کرو۔

داروغہ نے جھک کر راجا جاہر دیو کو تعظیم دی پھر وہ باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر
سلطان ناصرالدین کا قاصد اس کمرے میں داخل ہوا بلند آواز میں اس نے سب
سلام کہا اس کے سلام کا کسی نے جواب نہ دیا قاصد نے بھی راجا جاہر دیو کو جھک
تعظیم نہ دی تھی بالکل سیدھا کھڑا رہا اور اس کی نگاہیں اپنے سامنے راجا جاہر دیو
چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

راجا جاہر دیو تھوڑی دیر تک اس قاصد کو غور سے دیکھتا رہا اس کی بے باکی
کی بے خوفی کا بھی جائزہ لیتا رہا پھر راجا جاہر دیو نے اسے مخاطب کیا۔

میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم دہلی کے سلطان ناصرالدین کے قاصد ہو
میرے نام اپنے سلطان کا کوئی پیغام رکھتے ہو کہو تم اپنے سلطان کی طرف سے کیا پ
لے کر آئے ہو۔

قاصد اسی طرح ستون کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا اس کے بعد راج محل کے ا
کمرے میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔

راجا یہ حقیقت ہے کہ مجھے میرے سلطان ناصرالدین نے تمہاری طرف روانہ
ہے راجا تمہیں یاد ہو گا کہ گزشتہ دنوں ایک ترک کارواں تمہارے مرکزی شہر
قریب لٹ گیا وہ خانہ بدوشوں کا ایک قبیلہ تھا جو سفر کرتے ہوئے شمال کی طرف جا
تھا جو اطلاعات ہمارے سلطان کو ملی ہیں ان کی رو سے آپ کا سپہ سالار کانتی
دستوں کے ساتھ مسلمانوں کے اس خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور ہوا اس سارے
بدوش قبیلے کا قتل عام کر دیا گیا ان کی ہر شے کو لوٹ لیا گیا جب کہ اس سے پہلے ا
خانہ بدوش قبیلے کے ایک جوان الغ خان کو گاؤ ہتیا کے جرم میں گرفتار کیا گیا پھر ا
کی تیغ زنی اس کی نشانہ بازی کو دیکھتے ہوئے تمہارے بیٹے سندر داس نے اسے
کے راجا ملکی رام کی راجکماری دیاونتی کے سوئمبر میں استعمال کیا جب وہ اپنی اس
میں ناکام ہوا تو الغ خان کو زندان میں بند کر دیا گیا لیکن اس کی خوش قسمتی کہ وہ
سے نکل بھاگا اس نے جا کے سلطان سے نالش کی۔

راج تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی گزارش کروں کہ سلطان نے اس
خان کو اپنے لشکر میں شامل کیا ملتان کی بغاوتوں کو فرو کرتے ہوئے اس نے

بازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا کہ وہ سلطان ناصرالدین محمود کی نظر عنایات کا حقدار
اس وقت وہ سلطان کے لشکریوں میں نائب سالار کے عہدے پر فائز ہوا ہے۔ راجا
تو وہ تفصیل ہے جس کے تحت میرے سلطان نے مجھے تمہاری طرف روانہ کیا ہے۔
اب میرے سلطان نے تم سے کچھ مطالبے کئے ہیں اول یہ کہ سلطان نے تم
ے باز پرس کی ہے کہ سلطان کو وجہ بتلائی جائے کہ تمہارا سپہ سالار کانتی لال
لمانوں کے خانہ بدوش قبیلے پر حملہ آور کیوں ہوا اور کس وجہ سے ان کا قتل عام
یا۔

آپ کے نام دوسرا پیغام یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے اس جبر کی معافی تم
ے سلطان سے مانگو ساتھ ہی کانتی لال کو جو بے شمار مسلمانوں کے قتل میں ملوث
ے اسے سلطان ناصرالدین محمود کی طرف روانہ کیا جائے تاکہ اسے اس کے جرائم کی
ار واقعی سزا دی جاسکے۔

آپ کے نام میرے سلطان کا تیسرا پیغام یہ ہے کہ مرنے والوں کا قصاص ادا کیا
ئے تاکہ-----------

قاصد یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بیچ میں راجا جاہر دیو بول پڑا۔ انتہائی غضبناکی اور
ے میں اس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

اگر ہم تمہارے سلطان کی ہر شرط کو ماننے سے انکار کریں تب تم کیا انقلاب کھڑا
رلو گے قاصد نے بغور راجہ کا جائزہ لیا اس وقت وہ واقعی بڑی غضبناکی میں تھا۔
نتی لال اور دوسرے سالار بھی بے پناہ غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ اس کمرے کا
ئزہ لینے کے بعد قاصد کی چھاتی پھر تن گئی تھی۔ اور راجہ جاہر دیو کی آنکھوں میں
نکھیں ڈالتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

راجہ جاہر دیو برا وقت جب آتا ہے تو وہ پہلے سے اطلاع نہیں کرتا۔ نہ وہ آواز
ے کر آتا ہے سن راجہ! برا وقت روسیاہ تقدیر کی طرح اچانک انسان پر نزول کرتا
ہے۔ اور اپنے رنگ دکھا کے رہتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ناصرالدین کا وہ قاصد لمحہ بھر کے لئے رکا دم لیا۔
س کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ پر جوش انداز میں راجہ جاہر دیو کو مخاطب کرتے

ہوئے کہہ رہا تھا۔

سن راجہ میرے پیغام کو ہلکا اور کم مایہ خیال نہ کرنا۔ سچائی پر رہتے ہوئے نے تجھے اپنے سلطان کا پیغام سنا دیا ہے۔ اور سن سچائی قدرت کی پیغامبر ہے۔ جہ جھوٹ کی مٹی کے گارے سے بنی فصلیں زیادہ دیر پا نہیں ہوتیں۔

یہ بھی مت خیال کرنا کہ جس سلطان نے تمہیں پیغام بھجوایا ہے۔ وہ خیالوں انتشار کی بے یقینی کا شکار ہے۔ اور اس کا پیغام سلگتے لوگوں کے گونگے حروف کی ٹھکرا دیا جائے گا۔ تجھے ایک ایسی قوم کے سلطان نے سچ کے ننگے حروف کی طرح بھجوایا ہے۔ جو قوم اس سے پہلے بڑے بڑے معرکوں سے گذر کر ہزاروں خود، فتوحات کا جشن منانے والوں کے اندر کا سفلہ پن دور کر چکی ہے۔

سن راجہ ہند کی یہ نیلی ردائے آسمان یہ صحرا کی بھڑکتی پیاس' دشت کی ریت' ہندوستان کے طغیانی پر آئے دریا' دندناتی ندیاں' گندم کے سنہری کھیتوا خوشبو' اور گمنام ستاروں کی روشنی' اس بات کی گواہ ہے۔ کہ جب بھی مسلمانو کوئی سلطان موت کی گرد اڑاتی سرخ آندھیوں اور ہذیان کی آشفتگی کی طرح دشمنوں پر وارد ہوا۔ تو اس کی تاریک بدی کے ملمع کو اتارتے ہوئے اس کی گوشمالی اور زبان بندی کی۔ کہ اس کے سامنے ناخوشگوار اور نا قابل برداشت م کی صلیبیں کھڑی کر دیں۔ جنھیں عبور کرنا کسی دشمن کے بس کی بات نہ تھی۔

راجہ یہ زندگی جاوداں' عیش و عشرت اور دائمی عروج ذات و حیات کا نام ہے۔ زندگی عارضی ہے ۔ ہر ایک کو کوچ کر جانا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں تنبیہہ کروا کہ وقت سے پہلے کوچ کرنے کی تیاریاں شروع نہ کر دو۔ جو کچھ مرے سلطاز میرے ہاتھ پیغام بھجوایا ہے۔ اسے امنا و صدقنا کہہ کے قبول کر لو۔ اور اس پ کرنے کی حامی بھرو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو۔ تو پھر اپنے ذہن کے قرطاس رکھو کہ تمہارے انکار کے جواب میں ہمارا سلطان لہروں کی دست درازیوں' تھکا والے دن' بیمار راتوں' اور روح کے سمندر میں اٹھتی موجوں کی طرح تم پ کرے گا۔ سن جب وہ تم پر وارد ہو گا۔ تو یاد رکھنا زندگی اور موت اس کی جنبز سے وابستہ ہو جائے گی۔ تمہاری حیات کو تباہی کے آگ کی سپنوں سے اور تمہار

رم آنکھوں میں آنسوؤں کی سلگاہٹ بھر کر رکھ دے گی۔

راجہ میں نے جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ چکا میں اپنے سلطان کا پیغام تم تک پہنچا کے نے فرض سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔ اب معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ چاہو تم ے سلطان کا کہا مانتے ہوئے اپنے لئے امن اور شانتی کے دروازوں کو کھول دو۔ ہو تو انکار کرتے ہوئے تباہی اور بربادی کی گھٹاؤں کو اپنی سر زمینوں کی طرف آنے دعوت دو۔

قاصد جب خاموش ہوا۔ تو راجہ جاہر دیو تھوڑی دیر تک کھا جانے والے انداز اس کی طرف دیکھتا رہا پھر راج محل کے اس کمرے میں اس کی آواز گونج گئی ۔ اس نے سلطان ناصرالدین کے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اگر تم قاصد نہ ہوتے تو اب تک میں تمہاری گردن کاٹ دینے کا حکم دے دیتا۔ د کا کام ہوتا ہے۔ صرف سندیس پہنچا دینا۔ اور تو ایسا اپرادھی انسان لگتا ہے۔ کہ یس کے ساتھ ساتھ تو میرے لئے دھمکی آمیز الفاظ استعمال کرتا ہے۔ سن تیرا ان کوئی ایسا اجیت اور نا قابل تسخیر نہیں کہ وہ ہم سے ہمارے پران اور سانس ہی ن لے۔ تھوڑی دیر باہر جا۔ انتظار کر میں اپنے لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد پھر یں اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی راجہ جاہر دیو نے اپنے چوبدار کو اشارہ کیا۔ وہ سلطان رالدین کے قاصد کو باہر لے گیا تھا۔

قاصد کے باہر جانے کے بعد تھوڑی دیر تک راجہ جاہر دیو اپنے سپہ سالار اپنے ے اور دیگر مشیروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا۔ جب وہ کسی نتیجے پر پہنچ گئے تو ان ناصرالدین کے قاصد کو پھر بلایا گیا۔

داروغہ قاصد کو لے کر آیا۔ قاصد پھر اس کمرے کے وسط میں عین راجہ کے ئے آن کھڑا ہوا۔ راجہ نے پھر قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اپنے سلطان سے جا کے کہنا۔ کہ ہم اس کا کہا ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کا را سامنا اب میدان جنگ اور رن بھومی میں ہی ہو گا۔ پھر فیصلہ ہو گا کہ سوراج اور رہم ہیں۔ یا تمہارا سلطان۔ دیوتاؤں کا سوراج اسے ملتا ہے۔ یا ہمیں۔ جاؤ ہماری

طرف سے اپنے سلطان ناصرالدین محمود سے جا کے کہنا۔ کہ اگر اس نے ہم
ٹکرانے کی کوشش کی تو ہم اس کے پورب پچھم دکھن' ہر سو شمشان کی آگ بھ
تباہی اور بربادی کا کھیل کھڑا کر دیں گے۔

ہم اب تک چپ بیٹھے تھے۔ ہم جانتے ہیں۔ ہماری سیناؤں کی تعداد سلطان م
سے کہیں زیادہ ہے۔ طاقت اور قوت میں بھی ہم اس سے بالا اور اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا
اب یہ سوچنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ دہلی کا سلطان ہمارے ہاتھوں دہلی سے مح
ہونے پر تلا ہوا ہے۔ ہم نہ قصاص دیں گے۔ نہ اپنے سپہ سالار کو اس کے حوا
کریں گے نہ ترکوں کے اس قافلے اور کاروان کے قتل کی کوئی وجہ بتائیں گے۔

راجہ جاہر دیو جب خاموش ہوا۔ تب سلطان ناصرالدین کا قاصد چھاتی تان کر
بول پڑا۔

راجہ کیا یہی تمہارا بھرم دھرم ہے۔ کیا تمہارا دھرم اس بات کی اجازت دیتا
کہ تم آہنسہ کا راگ بھی الاپو اور قتل و غارت گری بھی کرو۔

قاصد کے ان الفاظ پر راجہ جاہرا دیو کے چہرے پر کھا جانے والے تاثرا
نمودار ہوئے تھے۔ پھر کھولتے لہجے میں وہ بول پڑا۔

سندیس لانے والے آپے سے باہر مت ہو۔ یہ راج کاج کا معاملہ ہے۔ جس
تو نہیں سمجھتا۔ آہنسا کا دھرم صرف برہمنوں کا ہوتا ہے۔ کھشتری کا دھرم تیغ زنی
ہے۔ کھشتری اپنی تلوار کو زنگ آلود نہیں ہونے دیتا۔ اگر زنگ آلود ہو جائے
راج پاٹ کا امن اور شانتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں سے م
مشورہ کر چکا ہوں۔ ان سب کا کہنا ہے۔ کہ تمہارے سلطان نے تمہیں ہماری ط
بھیج کر ایک طرح سے گستاخی اور توہین کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے کہ ہم اس کے
ہیں۔ نہ ماتحت۔

قاصد راجہ جاہر دیو کے جواب میں پھر بول پڑا۔ راجہ یہ سب وقتی اور عا
باتیں ہیں۔ ورنہ تمہیں اور تمہارے حواریوں کو ایک نہ ایک دن مسلمانوں
کارواں اور قافلے کے قتل عام کا جواب ضرور دینا ہوگا۔

جواب میں راجہ بری طرح بھڑک اٹھا۔ تم اپرادھی اور گستاخ ہو۔ اگر تو

سندیس نہ لے کر آیا ہوتا تو میں تیری گردن کاٹ کے رکھ دیتا۔

قاصد چپ نہیں رہا بلکہ پھر بول پڑا۔

راجہ میری گردن کٹنے سے معاملہ دب تو نہیں جائے گا۔ اور میں جس دین کا
ماننے والا ہوں۔ اس کے مطابق موت کا ایک دن معین ہے۔ اس میں نہ کوئی تاخیر کر
سکتا ہے۔ نہ تاجیر اگر میری گردن تیرے ہاتھوں کٹنی ہی لکھی ہے۔ تو میں اپنی گردن کو
بچا نہیں سکتا۔ اگر میری موت میری مرگ تیرے ہاتھوں نہیں لکھی۔ تو تم میں سے
کوئی بھی مجھے موت سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ بہرحال جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ کھل
کے کہوں گا۔ تاکہ میرا ضمیر مطمئن ہو کہ میں نے اپنے سلطان کا پیغام تم تک خوب
پہنچایا۔

راجہ یہ مت خیال کرنا کہ تمہارے اس جواب سے خاموشی اور سکوت طاری ہو
جائے گا۔ تمہارا جواب لے کر جب میں دہلی جاؤں گا۔ تو یاد رکھنا۔ دہلی کی طرف سے
سرخ طوفان اور خونی انقلاب اٹھے گا۔ ایسا طوفان آئے گا راجہ جس کی تو راہ روک نہ
سکے گا۔ راجہ پہلے کی طرح بھڑک اٹھا۔

تو مورکھوں جیسی باتیں کرتا ہے۔ ایسا بلوان اور مہا شکتی کا مالک تو تو نہیں ہے۔
کہ ہمارے سامنے اس طرح کی اکڑی اکڑی باتیں کرے ہم صرف تمہیں سندیس
لانے والا سمجھ کر برداشت کر رہے ہیں۔ ورنہ میرے ایک اشارے کے بعد یہاں اس
راج محل میں کوئی تیری سہائتا کو نہیں آئے گا۔ یہاں سے چلا جا۔ اور جو کچھ میں
نے کہا ہے۔ اپنے سلطان کو جا کر کہہ دے۔

قاصد غصے میں بل کھاتا ہوا مڑا۔ اس کے بعد راجہ جاہر دیو کے راج محل سے
لا نکل گیا تھا۔

ایک روز راجکماری دیاونتی' اسکا ماموں ہیرا لال ہیرا لال کی پتنی کملا دیوی اور
اکی بیٹی کانتا چاروں اپنے دیوان خانے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کا
موضوع الغ خان تھا۔ ایسے میں کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی تھی۔

دستک سنتے ہی ہیرا لال اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی پتنی کملا دیوی کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ تم لوگ بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں۔ دستک دینے والا کون ہے۔ ساتھ

ہی وہ دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

جب وہ صدر دروازے پر آیا۔ دروازہ اس نے کھولا۔ تو دروازے پر تین اشخ
کھڑے تھے۔ ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص ایک ڈھلتی عمر کی عورت، اور ا
خوبصورت اور لمبے قد کا جوان تھا۔ ہیرا لال تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتا رہا۔ پھر ا
نے انہیں مخاطب کیا۔

آپ کو کس سے ملنا ہے۔ اس پر ڈھلی ہوئی عمر کا شخص بول پڑا۔

میرا نام رام دیو ہے۔ یہ میری پتنی ہے۔ اس کا نام دھرم دیوی اور اس
ساتھ میرا بیٹا نرمل داس ہے۔ ہم آپ سے ایک انتہائی اہم چیز کی مانگ کرنے آ
ہیں۔ کیا آپ ہمیں اپنی حویلی میں آنے کے لئے نہ کہیں گے۔

ہیرا لال ایک طرف ہٹ گیا۔ ہاتھ کے اشارے سے انہیں اندر آنے کے
کہا۔ جب وہ اندر آئے۔ تو حویلی کا دروازہ اس نے بند کر دیا۔ ان تینوں کو لے ک
دیوان خانے میں آیا۔ اور ایک نشست کی طرف اشارے کرتے ہوئے انہیں کہا
پدھاریئے!۔

وہ تینوں وہاں بیٹھ گئے۔ پھر دیوان خانے میں ہیرا لال کی آواز سنائی دی۔

میرا نام ہیرا لال ہے۔ وہ سامنے میری پتنی کملا دیوی بیٹھی ہے۔ اسکے ساتھ م
بھانجی دیاونتی یا یوں سمجھ لو۔ کہ میری بیٹی دیاونتی بیٹھی ہے۔ اور اس کے ساتھ م
دوسری بیٹی کانتا ہے۔ تم لوگوں نے مجھ سے اپنا تعارف کرایا۔ میں اپنے اہل خانہ
بھی تمہارا تعارف کروا دیتا ہوں پھر باری باری کملا دیاونتی اور کانتا کی طرف د
ہوئے ہیرا لال نے انکے نام کہہ دیئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس
بعد ہیرا لال پھر بول پڑا۔

آپ نے دروازے پر کھڑے ہو کے کہا تھا۔ کہ آپ مجھ سے کوئی مانگ کر
آئے ہیں۔ اب جبکہ میرے اہل خانہ بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو کہیں
کی کیا مانگ ہے۔

جواب میں بوڑھا رام دیو تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک بھ
نگاہ اپنے سامنے بیٹھی دیاونتی پر ڈالی۔ اسکے بعد وہ ہیرا لال کو مخاطب کرتے ہوئے

رہا تھا۔

ہیرا لال اسے ہماری بد قسمتی جانو۔ کہ جس روز سلطان ملتان کی بغاوت فرو کرنے کے بعد شہر میں داخل ہوا۔ اس روز میرے بیٹے نرمل داس کی نگاہ آپکی بھانجی دیاونتی پر پڑی۔ اور یہ اسے دیکھتے ہی اسے پسند کر بیٹھا۔

ہیرا لال اس میں کوئی شک نہیں تمہاری بھانجی دیاونتی اپنی سندرتا، اپنے حسن، اپنے نرمل، اور پوتر روپ میں آکاش کی پورنیما اور پرتھوی کی چہنکار ہے۔ اسے دیکھتے ہی میرا بیٹا اپنے حواس میں نہ رہا اور اسے حاصل کرنے اور پتنی بنانے کا تہیہ کر لیا۔

ہیرا لال یوں جانو میرا بیٹا نرمل داس اندھکار اور اندھیرا ہے۔ دیاونتی پرکاش اور روشنی ہے۔ اگر یہ ———

ہیرا لال میری تم سے ابلاش اور خواہش ہے کہ میرے بیٹے نرمل داس کو اپنا لو۔ اگر تم ایسے کرنے پر رضا مند ہو جاؤ۔ تو میرا بیٹا ہی نہیں۔ اس کے ساتھ ہم سب بھی خوش نصیب اور پرشارتھ والے ہو کر رہ جائیں گے۔ بس میں یہی مانگ لے کر آیا ہوں کہ تم اپنی۔

میں اپنا تعارف بھی کرائے دیتا ہوں۔ ہیرا لال میں آڑھت کا کام کرتا ہوں۔ آڑھتیوں کے بازار میں میں سب سے بڑا بیوپاری ہوں۔ میرے بازار میں تم کسی سے بھی میرا پوچھو۔ وہ تمہیں میرے متعلق بتائے گا اور میں تمہیں وسواس اور یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں تمہاری۔

ہیرا لال گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر مناسب الفاظ اس نے جمع کئے۔ اس کے بعد رام دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

رام دیو میں تمہارے اس سندیس اس پیغام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ لیکن یہ مانگ کرنے میں تم نے دیر کر دی۔ اب یہ سمبندھ، یہ تعلق یہ ناطہ ممکن ہی نہیں رہا۔ اس لئے کہ میری بیٹی دیاونتی روپ، کا کسی کو سوامی چن چکی ہے۔ اپنی جان اور جیون کا کسی کو مالک بنا چکی ہے۔ اب یہ اس کے لئے کویتا اور کہانی ہے۔ اور وہ اس کے لئے پران مانند ہے۔

ہیرا لال کے خاموش ہونے پر رام دیو فوراً" بول پڑا۔

کیا میں جان سکتا ہوں۔ کہ وہ بھاگوان کون ہے؟ جسے خود دیاونتی نے اپنا سو مالک چن لیا ہے۔

اس موقع پر ایک نگاہ ہیرا لال نے اپنے پہلو میں بیٹھی دیاونتی پر ڈالی دیاونتی نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔ جس پر ہیرا لال کے چہرے پر گہری مس نمودار ہوئی۔ پھر وہ رام دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

رام دیواس کے متعلق تمہیں تفصیل جاننے کی نہ ضرورت ہے۔ نہ یہ تمہارے لئے سود مند ہے۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ وہ ایک اتم خوبصورت' دلیر۔ انوپ۔ بدھا اور بے مثال بہادر ہے۔ اب میری بھانجی دیاونت شخص جسے دیاونتی اپنا سوامی اور مالک چن چکی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے ا ہیں جیسے پانی اور نمی' جیسے آگ اور چمک۔ جیسے ہوا اور لمس جیسے سورج او رام دیو اگر یہ باسنا یہ خواہش تم نے پہلے پیش کی ہوتی۔ تو ایشور کی دیا سے قبول کر لیتا۔ کہ ہر ناری اور پریمیکا۔ اور لڑکی اور کنیا اور بچی کو اپنے ماتا چھوڑ کر کہیں نہ کہیں جانا تو ہوتا ہے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے۔ کہ میں تمہا پوری نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ دیاونتی پہلے ہی کسی کی ہو چکی ہے۔ اور اس میں خود "دیاونتی کی چاہت اس کی محبت اس کا پریم اور رضا مندی" شامل ہے

رام دیو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا افسوس کہ ہم نے دیر کر د کاش ہم پہلے آ چکے ہوتے۔ اسے دیکھتے ہوئے اس کی بیوی دھرم دیوتا اور داس بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر وہ دیوان خانے سے نکلے۔ حویلی کے صدر تک ہیرا لال انہیں چھوڑنے آیا۔ جب دروازہ بند کر کے ہیرا لال واپس چ تینوں گلی میں تھوڑا آگے بڑھے۔ اس کے بعد رام دیو نے اپنے بیٹے نرمل داس شروع کیا۔

دیکھ بچے تیرے کہنے پر میں یہاں آیا۔ تیرے کہنے پر میں نے ہیرا لال کی دیاونتی کا رشتہ مانگا لیکن اس نے جو جواب دیا۔ بچے تو نے بھی سنا میں نے بھی ماں نے بھی سن لیا۔ اب جب وہ لڑکی کسی اور کو پسند کرتی ہے۔ کسی اور کو اپنا اور سوامی چن چکی ہے۔ تو بچے اب تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

رام دیو جب خاموش ہو اتو بغیر کسی توقف کے اس کا بیٹا نرمل داس بول پڑا۔

پا جی میں دیاونتی کو پسند کر چکا ہوں۔ اور پسپا نہیں ہوں گا۔ میں اب اس ٹوہ کھوج میں لگ جاؤں گا۔ کہ وہ کسے پسند کرتی ہے۔ اور جسے وہ پسند رکتی ہے۔ وہ ن ہے؟ یا یوں ہی ہیرا لال نے ہمیں ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ میں یہ بھی حقیقت نے کی کوشش کرونگا۔ کہ دیاونتی کون ہے۔ اس کے ماں باپ کہاں ہیں اگر مجھے یہ چل گیا۔ تو دیاونتی کو حاصل کرنے کے لئے میں اس کے ماتا پتا سے بھی تعلق اور ابطہ قائم کرنے کی کوشش کرونگا۔

اپنے بیٹے کی اس گفتگو پر رام دیو اور اس کی بیوی دھرم دیوی کسی قدر پریشان ر فکر مند ہو گئے تھے۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے رام دیو نے اپنے بیٹے نرمل داس کی رف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

ن بالک! میرا من کہتا ہے۔ کہ یہ دیاونتی اپراپتی اور تیری پہنچ سے باہر ہے۔ تو یوں اس دیاونتی کے لئے اپنے آنند اپنی خوشی کو ناس کرتا ہے۔ بالک ناریاں بے شمار ہیں۔ توں نے آخر اس دیاونتی ہی کو کیوں اپنے جیون کا بوجھ سمجھ لیا ہے۔ بالک اتنا اولا اور جلد باز نہ بن' دھرج اور شانتی سے کام لے۔ اگر یہ یہ دیاونتی تجھے نہیں ی تو اس کی خاطر تجھے اسنتوش اور غیر مطمئن ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تیرے لئے س جیسی ہم کوئی ناری تلاش کر لیں گے۔ جو تجھے اپنا سوامی اپنا سنگی بنانے پر بخوشی یار ہو۔

رام دیو جب خاموش ہوا۔ تو اس کا بیٹا نرمل داس بول پڑا۔

پا جی! یہ دیاونتی نہ اپراپتی ہے۔ نہ میری یا کسی کی پہنچ سے باہر ہے۔ "میں اسے موہ لیئے اسے حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی اپائے ضرور ڈھونڈ نکالوں گا۔ یہ دیاونتی اب میرے جیون کی سب سے بڑی ابلاش اور خواہش بن کے رہ گئی ہے۔ اس کے پریم کی اجہ سے تو میں ایک تپ' ایک بخار میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اگر یہ مجھے نہ ملی۔ تو میں نے بن باس اختیار کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔ ساتھ میرا یہ بھی ارادہ ہے۔ کہ دیاونتی کو حاصل کرنے کے لئے "جو بھی میرے راستے کا روڑہ بنا میں اسے ہٹاتا چلا جاؤں گا۔ اس کے لئے خواہ مجھے اپنی حدود کو ہی پار کرنا پڑے۔ میرا من کہتا ہے۔ کہ اگر میں

دیاونتی کو حاصل کرنے کا جتن کرتا رہوں۔ تو کبھی نہ کبھی ایسا شبھ لگن اور ضرور آئیگی۔ کہ میں دیاونتی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ جب ایسا میں اپنے آپ کو دھرتی کا سب سے سوبھاگی اور خوش نصیب مانس خیال کروں

رام دیو نے شاید اپنے بیٹے نرمل داس کی اس گفتگو کو ناپسند کیا تھا۔ ا بے زاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ بالک! جو تیرے من میں آئے کرتے رہنا پر اب تم تو گھر چل اس ہی وہ تیز تیز چلنے لگا تھا۔ نرمل داس اور دھرم دیوی بھی اس کا ساتھ دے رہے

○

خان اعظم بلبن، الغ خان اور ارسلان خان دونوں دہلی کے قصر میں سلطان مرالدین محمود کے کمرہ فاصل میں داخل ہوئے۔ جس وقت وہ اس کمرے میں داخل ے۔ سلطان ناصرالدین پہلے ہی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان کے سامنے ایک رف جلال الدین خانی، تاج الدین اور بلبن کے بھائی کشیل خان کے علاوہ قاضی لش الدین بھی بیٹھا ہوا تھا۔

ان تینوں نے اس کمرے میں داخل ہو کیر سلطان ناصرالدین کو تعظیم دی۔ خان ظم بلبن آگے بڑھ کر سلطان ناصرالدین کے پہلو میں قریب ہی جو خالی نشست تھی۔ ں پر ہو بیٹھا۔ اس کے ساتھ الغ خان کی نشست تھی۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اور چند نشتیں آگے چھوڑ کر جو خالی جگہ تھی۔ وہاں ارسلان خان ہو بیٹھا تھا۔

جب سب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قصر کے اس کمرے میں سلطان مرالدین کی آواز گونج گئی تھی۔

میرے عزیزد! ابھی تک میں نے تم لوگوں پر یہ عیاں اور واضع نہیں کیا۔ کہ آج خلاف توقع تم سب کو قصر میں کیوں جمع کیا گیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کا دل س تجسس اور کھوج میں لگا ہو گا۔ کہ کیا کوئی خاص معاملہ ہے۔ جس کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے۔ اور اس قدر اجتماع ہوا ہے۔ تو میں تم پر واضع کروں۔ تم سب کو ایک انتہائی اہم مسلئے کے لئے قصر من جمع کیا گیا ہے۔

میں تم پر دو باتیں عیاں کرنا چاہتا ہوں تم میں سے ہر کوئی جانتا ہے کہ تم نے ایک قاصد چندریری اور مالوہ کے راجہ جاہر دیو کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس نے جو ترکوں کے ایک قافلے اور کاروان کا قتل عام کیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی باز پرس کہ اسے پیغام بھجوایا تھا۔ کہ یہ قتل عام جو تک ا، کے سپہ سالار کانتی لال نے کیا

ہے۔ لہٰذا کانتی لال کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ ترک کاروان پر حملے ک
جائے اور پورا قصاص ادا کیا جائے۔ جو قاصد ہم نے بھیجا تھا وہ لوٹ آیا
چندریری اور مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے ہماری ہر بات ماننے سے انکار کر دیا
بلکہ یوں جانو اس نے ہمارے قاصد کے ذریعے دھمکی بھجوائی ہے ک
پاس ہم سے بڑا لشکر ہے۔ وہ طاقت اور قوت میں بھی ہم سے زیادہ
چندریری اور مالوہ کا راجہ جاہر دیو ہم سے ٹکرانے پر تلا ہوا ہے۔

دوسری خبر جو تم سے کہنے آیا ہوں۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبروں
ہے۔ انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے۔ کہ چندریری اور ماولہ کے راجہ جا
ہمارے خلاف اپنی کاروائیوں کی ابتدا کر دی ہے۔ اس نے اپنے سپہ سالار
ایک لشکر دیا ہے۔ اور اس لشکر کے ساتھ کانتی لال نے ہماری سرحدوں پر
ہوئے لوٹ مار کا سلسلہ جاری کر دیا ہے بس انہی دو امور پر گفتگو کرنے
سب کو بلایا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ناصرالدین خاموش ہو گیا تھا۔ پھ
اشارے سے اس نے خان اعظم بلبن اور الغ خان کو اپنے قریب ہونے کو
اعظم بلبن تو ویسے ہی سلطان ناصرالدین کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس
آگے کر دیا تھا۔ جبکہ الغ خان اپنی نشست سے اٹھ کر خان اعظم اور سلطان
کے قریب ہو کر کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ تینوں راز دارانہ سی گفتگو کر
اس دوران جو امرا سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی باہم کھسر پھسر کرنے لگے
کے بعد ایسا ہوا کہ الغ خان اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ سلطان ناصرالدین بھی
پھر اس نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

میرے عزیزو! جو دو انکشافات میں نے تم پر کئے ہیں۔ ان کے سلسلے میں
خان اعظم اور الغ خان سے صلاح مشورہ کیا ہے۔ چندریری کے راجہ جاہر دیو
گستاخانہ اور باغیانہ جواب کی سزا دینے سے پہلے اس کے سپہ سالار کانتی لال
جائے گا۔ جس نے ہماری سرحدوں پر حملے شروع کر دیئے ہیں اور لوٹ مار
شروع کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد اپنی پوری تیاری کر کے ہم راجہ جاہر دیو پر

ی اور اسے اس کے باغی پن کی سزا دی جائیگی۔
جاہر دیو کے سپہ سالار کانتی لال کے حملوں کو روکنے کے لئے کل ہی ایک لشکر
رنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس لشکر کا سپہ سالار الغ خان ہو گا۔ جبکہ خان اعظم
ن کا چھوٹا بھائی کشلی خان الغ خان کے نائب اور ماتحت سپہ سالار کے طور پر کام
ے گا۔

ب تک یہ دونوں مل کر راجہ جاہر دیو کے سپہ سالار کانتی لال سے نبٹتے ہیں اس
ت تک ہم اپنی عسکری تیاریوں کو مکمل کرنے کے بعد راجہ جاہر دیو کے خلاف
ت میں آئیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کے باغیانہ خیال کی اسے خوب سزا
گے۔

سلطان ناصرالدین دم لینے کے لئے رکا۔ اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام اس نے
ی رکھا۔

میرے عزیزو! کوچ کرنے کو تو میں اور خان اعظم ابھی اسی وقت راجہ جاہر کی
ب کر سکتے ہیں۔ اور اس سے ٹکرانے اس پر حملہ آور ہونے کی ہمت اور جرات
ر رکھتے ہیں لیکن میں فی الفور ایک لشکر کانتی لال کی راہ روکنے کے لئے روانہ کرنا
تا ہوں۔ تاکہ اپنے سرحدی علاقوں کی لوٹ مار کانتی لال سے بند کرائی جائے۔ اس
بعد راجہ جاہر دیو کے خلاف حرکت میں آیا جائے گا۔

جس قدر حاضرین وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے سلطان ناصرالدین کی اس تجویز
ے اتفاق کیا۔ جس پر سلطان نے وہ اجلاس برخاست کر دیا تھا۔ سب لوگوں کو اس
ے چلے جانے کا حکم دیا۔ صرف خان اعظم بلبن، الغ خان، کشلی خان اور ارسلان
ن کو سلطان نے اپنے پاس روک لیا تھا۔ جب سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ تب
لطان ناصرالدین دھیمے دھیمے تبسم میں کچھ دیر تک ارسلان خان کی طرف دیکھتا رہا۔
ر ارسلان خان کو سلطان نے مخاطب کیا۔

ارسلان خان میری نگاہ تم پر بھی ہے۔ میں جانتا ہوں۔ تم الغ خان کے دست
راست ہو۔ تیغ زنی میں الغ خان جیسے نہ سہی لیکن ایک ماہر شمشیر زن ہو۔ الغ خان
ہما جرات مندی، دلیری کی وجہ سے وہ مقام حاصل کر چکا ہے۔ جو اس کے شایاں

شان ہے۔ ارسلان میری نگاہ تم پر بھی ہے۔ تمہاری کارگزاری دیکھتے ہوئے
بھی عنقریب وہ مقام ملے گا جس کے لئے تمہاری دلیری جرات مندی تقاضا کر

سلطان ناصرالدین کی اس گفتگو سے ارسلان بھی خوش ہو گیا تھا۔ سلطان
دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ اسکے بعد خان اعظم بلبن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خان اعظم ابھی تھوڑی دیر تک تم اپنے بھائی کشیل خان اور الغ خان کو
طرف لے جاؤ۔ اور ان کے کوچ کی تیاری مکمل کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ
رات کانتی لال کی طرف کوچ کریں۔ اور اسے اس کے حملوں کا مناسب جواب

خان اعظم بلبن کی طرف سے توجہ ہٹانے کے بعد سلطان نے باری بار
خان اور کشیل خان کی طرف دیکھا۔ پھر قصر کے اس کمرے میں سلطان کی آوا
دی تھی۔

الغ خان اور کشیل خان کیا تم دونوں آج کوچ کرنے کے لئے تیار ہو۔

کشیل خان نے جواب طلب انداز میں الغ خان کی طرف دیکھا۔ اس
طرح دیکھنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ میری جگہ تم ہی جواب دو۔ لہٰذا الغ خان م
ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ کا حکم ہو اور ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کوچ نہیں
سلطان محترم اگر آپ یہ بھی کہیں کہ الغ خاں اپنی حویلی میں نہیں جائے گا تو میں
سے سیدھا مستقر کی طرف جاؤں گا اور وہیں سے دشمن کی طرف کوچ کر جاؤں گا

الغ خان میرے بیٹے! میں تمہاری سعادت مندی، تمہاری اس عاجزی
ہی بے حد خوش ہوں تم اور ارسلان خان دونوں اپنی حویلی میں جاؤ۔ اپنی تیاری
کشیل خان اپنے گھر جاتا ہے۔ جب کہ خان اعظم سیدھا مستقر کی طرف جاتا
بھی اپنے گھروں سے ہو کر مستقر کی طرف جاؤ پھر خان اعظم تمہارے کوچ کا
کرتا ہے۔ میرے خیال میں اب تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ اور مجھے ام
کہ مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے سپہ سالار کانتی لال کے مقابلے میں مجھے تم دو
طرف سے کوئی اچھی خبر ملے گی۔ تمہارے لشکر میں کچھ مخبر بھی ہونگے۔ جو میرے
تمہارے درمیان رابطہ رکھیں گے۔ تمہاری طرف سے خبر ملنے کے بعد میں اد

م دونوں ایک اور لشکر لے کر راجہ جاہر دیو کا رخ کریں گے۔ اب تم دونوں اپنے
چ کی تیاری کرو۔

اس کے ساتھ ہی خان اعظم بلبن ہی نہیں الغ خان، کشیل خان اور ارسلان
انہوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔ اسی روز
خان، کشیل خان، اور ارسلان خان اپنے لشکر کو لے کر مالوہ کی سمت اپنے سرحدی
نوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اپنے سرحدی علاقوں تک پہنچنے تک الغ خاں کو اس کے لیے مقرر کیے والے جاسوسوں اور طلایہ گروں نے خبردی تھی کہ راجہ جاہر دیو کا سپہ سالار کا سرحدوں پر یلغار اور ترکتاز کیے ہوئے ہے لہٰذا مطمئن انداز میں الغ خاں جہ علاقوں میں پہنچا تو اس کے وہاں پہنچتے ہی مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا سیناپتی کا سسکتی نسل آدم میں بارود کے تعفن زندگی کے ہر گام پر خون رنگ غبار اور دکھ آندھیوں کی طرح الغ خاں اور کشیل خاں پر حملہ آور ہو گیا۔

دشمن کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے الغ خاں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میر کر دیا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دوسرا اس نے خان اعظم بلبن کشیل خاں کی سرکردگی میں دیا تھا۔ الغ خاں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ آ کشیل خاں کو اس نے اپنی پشت پر کھاتھا۔ بخامتی لال کے حملہ آور ہونے الغ خاں بھی زندگی کی شکنوں سے اچانک نکلنے والے ازیت کے لمحوں اور قلزم کی گھات میں جاگتے بپھرتے آتشی بگولوں کی طرح مانتی لال اور اس کے لشکر آور ہو گیا تھا۔

ویرانوں کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے عمر دن کے سوکھے خون آلود ہونے لگے تھے۔ فلک کی طرف اٹھتے خونیں دھول کے بادل نظرد سامنے قضا کی سازشیں کھڑی کرنے لگے تھے۔ مجبوریاں اور دل کے آ گئنے غمو ساگر میں بدلنے لگے تھے۔

قریب تھا کہ الغ خان کے راجا جاہر دیو کے سیان پتی کانتی لال کو بد تر عبرت خیز شکست دیتا۔ اس لئے کہ الغ خان نے اس کے لشکر کی اگلی صفوں کو صفایا کر دیا تھا۔ پر الغ خان اور کشیل خان دونوں کی بد قسمتی کہ عین اس لمحہ پ

ب سے کوئی انجانا کوئی نو وارد لشکر لاشوں کے ٹکڑے نوچتے' صحرا کی پیاس کی طرح پادینے والی تلخیاں اور پگھلا دینے والی مرگ کی حدت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حملہ آور ہونے والا یہ نیا لشکر اپنی تعداد کے لحاظ سے الغ خان اور کشیل کے لشکر ر فوقیت رکھتا تھا پشت کی جانب سے اس حملے نے سامنے کی طرف کانتی لال کے شکریوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے۔ اور وہ بھی پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک دم بپھرتے مگر رکوں اور جنگل کے اندر آوار گرد بھوکے کتوں کی طرح الغ خان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

الغ خان نے جب دیکھا۔ کہ اس پر دو طرفہ حملہ ہو چکا ہے۔ اور اگر اس نے پنے دفاع میں تاخیر کی۔ تو دشمن اس کے لشکریوں کا قتل عام شروع کر دے گا۔ لہٰذا کشیل خان کو اس نے پیغام بجھوایا کہ لڑتے مارتے اپنے لشکر کو دائیں جانب نکالو ر دائیں جانب سے بھاگ کھڑے ہو۔

الغ خان کا کہا مانتے ہوئے کشیل خان اپنے لشکر کو حرکت میں لایا پھر الغ خان اور کشیل خان دونوں اپنے اپنے لشکریوں کو بچاتے ہوئے اپنی پوری رفتار سے دائیں جانب بھاگ کھڑے ہوئے۔ گو کانتی لال اور نیا جملہ آور ہونے والے لشکروں کی تعداد لغ خان کے پورے لشکر سے کئی گناہ زیادہ تھی۔ پر کانتی لال اور نئے لشکر نے الغ خان کا تعاقب نہیں کیا۔ شاید کانتی لال کو خبر ہو چکی تھی۔ کہ اس کے مقابلے پر آنے والا الغ خان ہے۔ اور الغ خان کی ذہنیت اس کی فطرت' اس کی بہادری اور اس کی تیغ زنی میں اس کی ممارست کو کانتی لال خوب جانتا تھا۔ اس بنا پر اس نے الغ خان کا تعاقب نہیں کیا۔ اسے خدشہ تھا۔ کہ اگر کسی بھی موقع پر الغ خان نے پلٹ کر اس کے ساتھ زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا شروع کیا۔ تو اس کی فتح یقیناً" شکست میں بدل کر رکھ دے گا۔ اسی بنا پر کانتی لال اور نئے لشکر کے سالار نے اپنی اس فتح کو ہی غنیمت جانا تھا۔ بہرحال الغ خان اور کشیل خان دونوں اپنی لشکروں کو بچاتے ہوئے دائیں جانب کے گھنے درختوں والے جنگل میں گھس گئے تھے۔

الغ خان نے جب دیکھا کہ فتح حاصل کرنے کے بعد دشمن نے اس کا تعاقب نہیں کیا۔ تو دشمن کے اس ردعمل کو اس نے اپنے لئے غنیمت جانا' درختوں کے جس گھنے جنگل میں وہ داخل ہوا تھا۔ اس کے وسط میں جا کر اس نے اپنے لشکر کو روک

دیا۔ سب سے پہلے جنگ میں جو زخمی ہوئے تھے ان کی دیکھ بھال' ان کے آرام اور آسائش کا اہتمام کیا گیا۔ پھر ایک جگہ چھوٹے سے ایک ٹیلے کے قریب الغ خان رک گیا۔ اور اپنے ارد گرد پھیلے اداسی اور غم میں مبتلا اپنے لشکریوں کا جائزہ لینے لگا۔ کشیل خان اور ارسلان خان اس کے پہلو میں تھے۔ دونوں نے دیکھا۔ اس موقع پر اداس' افسردہ اور بجھا بجھا سا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اپنے لشکریوں کا جائزہ لیتا رہا۔ لمحہ بھر کے لئے اس کی نگاہیں انتہائی بے بسی اور عاجزی میں آسمان کی طرف اٹھی تھیں۔ اس کے بعد اس کی گردن جھک گئی اور انتہائی شرمندگی میں وہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسکی یہ حالت دیکھتے ہوئے کشیل خان اور ارسلان خان دونوں دکھ اور غم میں کٹ کر رہ گئے تھے۔

اس موقع پر کشیل خان' الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر اس سے قبل ہی الغ خان نے اپنی گردن سیدھی کی۔ ایک ایک نگاہ اس نے کشیل خان اور ارسلان خان پر ڈالی پھر اس کی دکھ اور غموں سے بھرپور آواز سنائی دی۔

میرے رفیقو! میرے ساتھیو! میں نہیں جانتا۔ اس شکست سے تمہارے کیا خیالات' کیا جذبات ہیں۔ لیکن میں دشمن کے ہاتھوں اس شکست کو قبول کرتا ہوں۔ اور اس شکست کی ذمہ داری بھی اپنے سر پر لیتا ہوں۔ میں شکست کا یہ داغ لئے دہلی کی طرف نہیں جاؤنگا۔

میرے ساتھیو! سنو شکست کے خون سے لتھڑی اس زمین پر میں دشمن کی اس فتح کے سامنے موت کے زائچوں میں لہو بھرے پھریروں کی طرح ساکت نہیں کھڑا ہونگا۔ میں سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن کے سامنے ہراساں صدیوں کی نفسیات میں' ہریالی کے بانجھ پن کی طرح نہیں جاؤنگا۔ میں اس بے بس سپاہی اور مجاہد کی طرح سلطان ناصرالدین اور خان اعظم کا سامنا نہیں کرونگا۔ جس کے خون کا بہاؤ کم ہو گیا ہو۔ جس کے لئے چاند اپنی کرنیں واپس لینے لگا ہو۔ مسرت کے ستارے ڈوب گئے ہوں اور پھول بھی انگاروں میں تبدیل ہو گئے ہوں۔

دشمن کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد میں خاموشی کا لبادہ نہیں اوڑھوں گا۔ نہ ہی میں زیادہ دن تک دشمن کو اپنی بے بسی کی حدوں پر اپنی فتح کا جشن منانے کا

موقع فراہم کرونگا۔ میں ہر صورت میں ایک بار پھر زندگی کا ہر لمحہ راس بناتے ہوئے' اپنی زیست کے بخت بے بہا کو آزماؤنگا۔ اگر میں کامیاب رہا۔ تو کامیابی کا سہرا سجا کر دہلی کا رخ کرونگا۔ اگر میں پھر ناکام رہا تو دہلی نہیں جاؤنگا۔ بلکہ شاخ سے جدا پتے کی غم انگیزی اور گرہن کی افسردہ تاریکی کی طرح روپوش ہو جاؤنگا۔ اور اپنی بقیہ زندگی کے لمحوں کو پتھریلے راستوں اور خاموشیوں کی تلخی میں ایک گمنام اور گوشہ گیر انسان کی طرح گذار دونگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے کھڑے کشیل خان اور ارسلان خان دونوں کو اس نے پھر مخاطب کیا۔

میرے دونوں رفیقو! میں ایک بار پھر دشمن کے خلاف اپنے بخت اپنی قسمت کو آزمانا چاہتا ہوں۔ کیا اس سلسلے میں تم میرا ساتھ دو گے۔ اگر تم دونوں میرا ساتھ دو تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی اگر تم دونوں میرا ساتھ دینے سے انکار کرتے ہو۔ تب بھی میں ان لشکریوں کو اپنے ساتھ لونگا۔ جو میرے ساتھ موت کی پکار پر لبیک کہنا پسند کریں۔ اور ان کے ساتھ میں ایک بار پھر موت اور تاریکیوں سے نبرد آزما لمحوں اور آہنی زنجیریں کھڑکھڑاتی قضا کی طرح دشمن کے سامنے آؤنگا۔ یا انہیں شکست دے کر اپنی شکست کے داغ دھو ڈالونگا۔ یا پھر لہو کے دریا پار کرتی بازگشت کی طرح ہمیشہ کی طرح خاموش ہو کے رہ جاؤنگا۔

الغ خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا۔ پر کشیل خان نے بیچ میں بولتے ہوئے اسکی بات کاٹ دی تھی۔ الغ خان ہمارے امیر آپ کیسی گفتگو کرتے ہیں۔ میرے محترم تم صرف ہمارے امیر ہی نہیں ہو۔ جذبوں کے نخلستان میں ہمارے بھائی بھی ہو لمحے اچھے ہوں یا موت کی پکارتی ساعتیں ہوں ہر صورت میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ قسم خداوند قدوس کی میں اور ارسلان خان دونوں ہی افق کے اس پار خون کے تلزموں تک بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ الغ خان میرے بھائی بھوک اور چھاؤں کی یلغار ہو۔ یا اندھی ہواؤں کی تیغ زنی' چلچلاتی دھوپ سی بدبختیوں کی یورش ہو یا ان دیکھے دکھوں کی قہر سامانیاں ہم دونوں ہم صورت ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ قسم خدائے ذوالجلال کی میں اور ارسلان خان تمہاری کامیابی تمہاری کامرانی کی خاطر اپنے جسم کا آخری خون کا

قطرہ بھی بہا سکتے ہیں۔ الغ خان اب بولو تم کیا کہتے ہو۔

کٹیل خان کی اس گفتگو سے الغ خان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اس موقع پر ایک گہری نگاہ اس نے کٹیل خان پر ڈالی اسے مخاطب کر کے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ اس سے پہلے ہی ارسلان خاں بول پڑا۔

الغ خان میرے بھائی تو نے کیا سوچ کر ایسی گفتگو کی تو نے کیسے اندازہ لگا لیا۔ کہ مصیبت اور دکھ کے ان لمحوں میں ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ سن الغ خان میں نے تیرے ساتھ ایک عرصہ خانہ بدوش کی زندگی بسر کی ہے۔ تو نے کبھی مجھے بے وفائی میں دیکھا ہے۔ قسم اس مالک جہاں کی جس نے اس آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اگر بے آب و گیا فضاؤں اور موت کے ویرانوں میں کھڑی موت پکارتی ہو۔ تب بھی میں تیرے ایک اشارے پر بغل گیر ہونے کے لئے تیار ہو جاؤنگا۔ الغ خان کبھی بھی یہ مت سوچنا کہ برے وقت میں ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے ہرگز نہیں۔

الغ خان یہ زندگی یہ زیست ایک مستعار ہے جو کسی بھی لمحہ پانی کے بلبلوں کی طرح ختم ہو سکتی ہے۔ میرے عزیز میرے بھائی فتح اور شکست کامیابی اور ناکامی دونوں ہی ایک سپاہی اور مجاہد کے زیور ثابت ہوتے ہیں جہاں فتح اور کامیابی اس کے ولولوں کو تازہ اس کے جوش کو ابھارتی ہے۔ وہاں شکست اسے اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنے ماضی کی کوتاہیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی جنگی تلخی میں اور تیزی پیدا کرتے ہوئے پھر اپنے بخت بے کراں کو آزمائے۔ الغ خان جب بھی تم دشمن سے ٹکرانا پسند کرو۔ ہم تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے۔ اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

جواب میں الغ خان تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ایک نئے ولولے ایک تازہ لگن میں اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے دونوں ساتھیو! میرے جانثارو! تم دونوں کے ارادوں، تم دونوں کے جواب نے میرے ولولوں کو تازہ کر کے رکھ دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں ایک بار پھر دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے اس کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دونگا۔ سنو۔ چند روز تک اسی جنگل میں قیام کیا جائے گا اس دوران دشمن کی نقل و حرکت پر بھی نگاہ رکھی جائیگی پھر جب مناسب وقت آئے گا۔ تو میں دشمن پر ضرب ضرور لگاؤنگا۔ مجھے ایک

بات کا دکھ اور افسوس ضرور ہے۔

وہ یہ کہ ہمارے جاسوسوں نے خبر دی تھی۔ کہ ہمارے مقابلے پر راجہ جاہر دیو کا صرف ایک ہی لشکر ہے۔ اور اس کی کمانداری راجہ جاہر دیو کا سپہ سالار کانتی لال کر رہا ہے۔ جس وقت میں کانتی لال سے ٹکرایا تھا۔ مجھے قوی امید تھی۔ کہ میں لمحوں کے اندر اس کے بخیئے ادھیڑ کے رکھ دونگا۔ پر نجانے پشت کی جانب سے کونسا لشکر ہم پر حملہ آور ہوا۔ اور ہماری فتح کو اس نے شکست میں تبدیل کر دیا۔

کٹیل خان اور ارسلان خان تم دونوں نے دیکھا ہو گا کہ جو لشکر ہماری پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا تھا۔ اگر وہ تھوڑی دیر تک حملہ آور نہ ہوتا تو میں کانتی لال کو اپنے آگے آگے بھاگنے پر مجبور کر چکا تھا۔ پر ہائے ہماری بد قسمتی کہ نجانے کون سا لشکر پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا۔ اور ہماری کامیابی اور کامرانی پر اس نے اندھیرے اور تاریکیاں پھیلا کے رکھ دیں۔

کٹیل خان میرے بھائی ایک کام کرو۔ اپنے کچھ جاسوسوں کو مقرر کرو۔ وہ دو کام سرانجام دیں۔ اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ جو لشکر ہماری پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا تھا۔ وہ کس کا لشکر تھا۔ اور اسکی کمان داری کون کر رہا تھا۔ اس نے کہاں گھات لگا رکھی تھی۔ اور کیوں ہمارے طلایہ گر اور مخبر اس پر نگاہ نہ رکھ سکے۔

ہمیں دوسری خبر وہ یہ دیں۔ کہ ہمیں شکست دینے کے بعد وہ دونوں لشکر کدھر گئے ہیں۔ کب تک اکٹھے رہتے ہیں۔ اور کب تک جدا ہو کر مختلف سمتوں کو روانہ ہوتے ہیں۔ جب تک مخبر یہ خبریں لے کے نہیں آتے۔ ہمارا قیام اسی جگہ ہو گا۔ اگر ہمارے پاس خوراک ختم ہو جاتی ہے۔ تو آس پاس کی بستیوں پر شب خون مارتے ہوئے اپنے لئے ضروریات زندگی حاصل کی جائیں گی۔ اب تم بولو کیا کہتے ہو۔

کٹیل خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے بھائی میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا۔ میں تو ابھی مخبر روانہ کرتا ہوں۔ اور آپ کے حکم کے مطابق انہیں ہدایت کرتا ہوں۔ اور اسکے ساتھ ہی کٹیل خان پیچھے ہٹ گیا تھا۔ الغ خان اور ارسلان خان اپنے لشکر میں گھوم پھر کر اپنے لشکریوں کے احوال کا جائزہ لینے لگے تھے۔ اور ان کے حوصلے بڑھانے لگے تھے۔

ایک روز دیاونتی ممانی کملا دیوی اور ماموں زاد بہن کانتی کے ساتھ دیوان خا
میں بیٹھی کسی موضوع پر ہنسی اور مذاق میں قہقہے لگا رہی تھی۔ کہ ایکدم دیوان خا
کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سنجیدہ اور فکر مند ہو گئی تھی۔

اس لئے کہ عین اسی لمحہ دیوان خانے میں اس کا ماموں ہیرا لال داخل ہوا ت
وہ پریشان حال فکر مند تھا۔ گردن اسکی جھکی ہوئی تھی۔ کچھ اس انداز میں چل رہا
جیسے اس کے پاؤں منوں بوجھل ہو چکے ہیں۔ اور انہیں اٹھانے میں اسے دقت کا سا
کرنا پڑا رہا ہو۔

ہیرا لال کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اسکی پتنی کملا دیوی ہی نہیں بیٹی کانتی لال ا
دیاونتی بھی فکر مندی میں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ انکے دیکھتے ہی دیکھتے ہیرا لال ک
دونوں بازو اس نے پکڑے۔ پھر آہستہ آہستہ ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ کیا ہوا آ
پریشان اور فکر مند کیوں ہیں۔ کیا آپ سے کسی نے کچھ کہا۔ کیا آپ کو کسی نے کو
دھمکی دی ہے۔

ہیرا لال نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔ سرسری سی ایک نگاہ اس نے اپنی ب
کملا دیوی پر ڈالی پھر اس بیچارے کی نگاہیں آخر میں اپنی بھانجی دیاونتی پر جم کے رہ
تھیں۔ دیاونتی اپنے ماموں کی ایسی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی بے چاری پریشانی ا
تفکرات میں بول پڑی۔

ماموں کیا بات ہے۔ آپ پریشان اور اس قدر غم گین کیوں ہیں۔

دیاونتی کے ان الفاظ پر ہیرا لال نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا ہاتھ ک
اشارے سے اس نے دیاونتی کو پھر اپنی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ دیاونتی پیچھے ہ
ہوئی جب اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔ تب اس کمرے میں ہیرا لال کی آواز سنائی دی تھی
اس نے دیاونتی کو مخاطب کیا تھا۔

دیاونتی! میری بیٹی میں تیری وجہ سے غمگین اور افسردہ ہوں۔ یوں جانو ب
تمہارے لئے ایک انتہائی ناگہند اور بری خبر اور سندیسہ لے کر آیا ہوں۔ میری ب
میری پتری یہ خبر الغ خان سے متعلق ہے۔

میں بازار سے لوٹ رہا تھا۔ کہ میری ملاقات خان اعظم سے ہو گئی۔ خان اعظ

بڑے اداس اور افسردہ تھے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ الغ خان اور انکے بھائی کشیل خان کی طرف سے کوئی قاصد آئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ سندیسہ دیا ہے۔ کہ راجہ جاہر کے سپہ سالار کانتی لال کے مقابلے میں الغ خان اور کشیل خان کو شکست ہوئی ہے۔ دونوں شکست اٹھا کر بھاگ گئے ہیں۔ کدھر گئے ہیں ابھی تک کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے۔ دونوں ابھی تک لاپتہ ہیں۔

ہیرا لال کے اس انکشاف پر دیاونتی بیچاری منہ سے کچھ نہ بول سکی۔ تاہم وہ یہ خبر سن کر افسردہ پھول' اداس کلیوں' کھنڈر بام اور درد کے سلسلوں کی سی ہو کے رہ گئی تھی۔ اسکا چہرہ دھواں دھواں' کھیت اجڑے' اجڑے بریدہ ڈنٹھل کی مانند ہو کے رہ گیا تھا۔ جب کہ اس کی آنکھوں میں خرابوں کی سنسناہٹیں انا گزیدگی کا زہر' دکھوں کا کرب جوش مارنے لگا تھا۔ اس کی سنہری زیتونی رنگت پیلاہٹ میں بدل ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی طاری رہی۔ ہیرا لال بیچارہ عجیب سی چاہت اور محبت میں دیاونتی کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے تسلی اور ڈھارس کے لئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی دیاونتی بول پڑی۔

ماموں! جب سے اس سنسار کی رچنا رچی ہے۔ بڑے بڑے سورماؤں کو اپنی زندگی میں رن اور یدھ میں شکست اور فتح کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ اگر آپ مجھے صرف یہ خبر دیتے کہ الغ خان سلامت ہے۔ اور اسے شکست ہوئی ہے۔ تو مجھے کوئی دکھ اور غم نہ ہوتا۔ اس لئے کہ کسی سورما کو اگر شکست ہوتی ہے۔ تو وہ شکست اسے اگلی فتح کی طرف لے کر جاتی ہے۔

ماموں! جہاں تک الغ خان کا تعلق ہے۔ تو میں اس سے ایک ایسا ناطہ ایک ایسا تعلق جوڑ چکی ہوں۔ جو ان مٹ ہے۔ لوگ شیطان کے خوف سے بھگوان کا دھیان کرتے ہیں۔ کچھ لوگ دوزخ سے ڈر کر نیک کاموں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔ لیکن میں نے تو اپنے جیون میں صرف الغ خان --------

ماموں! الغ خان اب میرے سپنوں میری آتما اور میرے من کے سنگھاسن پر ایک راجن کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ میری مکتی میرا نروان میری نجات ان کے ساتھ پیوست ... منسلک ہو چکے تھے۔ انکے بغیر میں جینے کا وچار تک نہیں کر سکتی تھی۔ اس

لئے کہ میں اپنا مرن جیون ان کے نام کر چکی تھی۔

ماموں! الغ خان سے پریت کر کے جو آنند مجھے ملا تھا۔ اس کا ورتن اس کا ہی میرے لئے ممکن نہ تھا میں سمجھتی ہوں۔ الغ خان کے بغیر یہ دھرتی میرے نرگ اور دوزخ اختیار کر جائے گی میں سوچ تک نہیں سکتی تھی۔ کہ یہ بھاگ مجھ اسقدر بڑے بیلدان کی مانگ کر بیٹھے گا۔

دیاونتی کچھ دیر خاموش رہی اپنے دونوں ہاتھوں سے اس نے اپنے سر کو تھا رکھا۔ کچھ سوچا۔ اس کے بعد کمرے میں دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔

زندگی میں کوئی ایسا پاتک کوئی ایسا پاپ کوئی ایسا گناہ تو سر زد نہیں ہوا تھا۔ میرے کسی ایسے دوش کے کارن الغ خان کو اتنی بڑی سزا ملتی۔ اگر الغ خان مجھ ملا۔ تو میں دیاونتی راجکماری نہیں منگتی ہو کر رہ جاؤں گی۔ الغ خان کے بغیر میں ا اور نر بھاگن واویوں اور بگولوں کے اندر لیرلیر لتا لتا ہو کے اجڑ جاؤں گی۔

ماموں! جس طرح آگ سے آگ نہیں بجھتی بیراگ سے بیراگ نہیں مٹتا۔ طرح میرے بدن میں گھسے الغ خان کی پریت کے بھان اور تیر نہیں نکل سکتے۔ رتج اپنی پریت میں میں الغ خان کو رام بندھن سے بھی پوتر سمجھنے لگی تھی۔ اگر ا کچھ ہو گیا۔ تو میں دیاونتی چتا میں جل مروں گی۔ اگر الغ خان مجھے نہ ملے۔ تو ا بدن کو شرارہ کر لونگی۔ دفن کر لونگی پر مجھ میں اتنا پرکرم اور حوصلہ نہیں کہ میں خان کے بجوگ اور جدائی کو برداشت کر سکوں۔

دیاونتی شاید مزید کچھ کہتی کہ بیچ میں ہیرا لال نے بولتے ہوئے اس کی گفتگو سلسلہ کاٹ دیا۔

دیاونتی میری پتری اس قدر گہرے وچار میں نہ کھو جا۔ میں خان اعظم سے تفصیل حاصل کر کے آ رہا ہوں۔ جو قاصد الغ خان اور کشیل کی شکست کا سندیسہ کر دہلی میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ الغ خان اور کشیل خان کو دشمن مقابلے میں شکست ضرور ہوئی ہے۔ لیکن نہ ان دونوں کو کوئی نقصان پہنچا ہے۔ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ہیں۔

آنے والے ان قاصدوں کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ جس وقت ید اور رن کی ا

ہوئی تھی۔ تو الغ خان راجہ جاہر دیو کے سپہ سالار کانتی لال سے ٹکرایا تھا۔ بلبن کے بھائی کشیل خان کو آدھے لشکر کے ساتھ اس نے اپنے پیچھے رکھا تھا۔ سندیسہ لانے والے کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ الغ خان کانتی لال کو بد ترین شکست دینے والا تھا۔ کہ عین اس وقت پشت کی جانب سے کوئی اور لشکر کشیل خان اور الغ خان پر حملہ آور ہوا۔ جس کے باعث ان دونوں کو شکست اور فرار کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ پشت کی جانب سے جو لشکر حملہ آور ہوا وہ کس کا تھا۔ راجہ جاہر دیو کا تھا۔ یا راجہ جاہر دیو نے کسی اور کے ساتھ ساز باز کر رکھی تھی۔ اور اس لشکر کو اس نے گھات میں بٹھا رکھا تھا۔ آنے والے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ جو مخبر الغ خان کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ انہیں پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے کی خبر نہ ہو سکی تھی۔

دیکھ میری بچی میری پتری' چنتا نہ کر یہ بات تو طے شدہ ہے کہ الغ خان زندہ ہے۔ تو یہ بھی جانتی ہے۔ کہ وہ ید اور رن کا دیوتا ہے۔ میرا من دل کہتا ہے کہ وہ کوئی ایسا راستہ ضرور اختیار کرے گا۔ کہ اپنی شکست کے اس داغ کو دھو ڈالے۔ میری بیٹی تو اداس اور افسردہ نہ ہو الغ خان زندہ ہے۔ بلبن نے تیز رفتار قاصد رن کی طرف بھجوائے ہیں۔ تاکہ الغ خان اور کشیل خان کی خیریت جانے۔ بلبن اپنے صرف بھائی کشیل خان کے لئے نہیں الغ خان کے لئے بڑا پریشان ہے۔ اس لئے کہ خان اعظم بلبن الغ خان کو اپنے بیٹوں کی طرح چاہتا ہے۔ میری بچی میری بیٹی میرا من کہتا ہے کہ عنقریب کوئی اچھی خبر سننے کو ملے گی۔ اب تو اٹھ تاکہ سارے مل کے کھانا کھائیں۔

دیاونتی بیچاری کچھ دیر بیٹھ کے سوچتی رہی اس دوران اس کی ماموں زاد بہن کانتی اٹھی اور دیاونتی کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ جس پر دیاونتی بیچاری اپنی قرمزی رنگ کے زرتار ہریری لباس کو سمیٹتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر کھانا کھانے کے لئے سب دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

○

درختوں کے اس گھنے جنگل میں الغ خان کو اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیئے کئی دن گذر گئے۔ ایک روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے الغ خان اس جگہ کھڑا تھا۔ جہاں اس کے لشکر کا کھانا تیار ہو رہا تھا۔ کہ خان اعظم بلبن کا بھائی کشیل خان اور ارسلاں خان دونوں کسی قدر خوشی کے تاثرات لئے الغ خان کے پاس آئے۔ الغ خان انکی حالت دیکھتے ہوئے ایک طرح کی جستجو میں پڑ گیا تھا۔ وہ انہیں مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ کشیل خان نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

امیر! ہم آپ کے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ جو مخبر ہم نے دشمن پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے تھے۔ وہ لوٹ کے آئے ہیں ان کے پاس کچھ اچھی خبریں ہیں۔ میں نے ان سے خبروں کی تفصیل تو نہیں پوچھی۔ وہ اپنے گھوڑے باندھ رہے ہیں۔ اور ادھر ہی آ رہے ہیں۔ میں نے انہیں یہاں بلایا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ آپکی موجودگی میں ان سے تفصیل پوچھی جائے۔

کشیل خان کے اس انکشاف پر الغ خان کے چہرے پر پر مسرت سے جذبات ابھرے تھے۔ اس موقع پر وہ کشیل خان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ عین اس لمحہ آنے والے مخبر سامنے نمودار ہوئے انہیں دیکھتے ہوئے الغ خان خاموش ہو گیا۔ مخبر تیزی سے آگے بڑھے۔ بلند آواز میں انہوں نے سلام کہا۔ پھر قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی بولتا۔ الغ خان نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کر دی۔

میرے عزیزو! کشیل خان نے مجھے تمہارے آنے کی خبر کر دی ہے۔ لیکن جو خبریں تم لائے ہو ان کی تفصیل نہیں بتائی۔ میں تمہارے آنے میں پہلے کی نسبت زیادہ بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ تفصیل کے ساتھ بتاؤ تم نے کیا دیکھا۔

ان مخبروں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر انکی نمائندگی کرتے ہوئے

ایک بول پڑا۔

امیر! ہم آپ کے لئے دو اچھی خبریں لے کر آئے ہیں پہلی خبر یہ کہ ہم نے اس لشکر کا پتہ چلا لیا ہے۔ جو راجہ جاہر دیو کے سپہ سالار کانتی لال سے جنگ کے دوران پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہ لشکر میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا تھا۔ اس لئے کہ جاہر دیو اور میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر میں گہرے تعلقات ہیں۔ اس نے رندھیر کے راجہ کو پہلے ہی بتا رکھا تھا۔ کہ وہ دہلی کی سلطنت کی سرحدوں پر یلغار کرنے لگا ہے۔ اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر اس کے لشکر سے ٹکرائے تو وہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہو۔

میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر نے راجہ جاہر دیو کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا اس نے اپنے سپہ سالار کو ایک لشکر دے کر بھیجا۔ جو گھات میں بیٹھ گیا۔ اور جب آپ کی جنگ کانتی لال کے ساتھ عروج پر پہنچی تو قریب تھا کہ کانتی لال کو شکست ہوتی کہ راجہ رندھیر کا سیناپتی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا۔ اور ہماری شکست کا باعث بنا۔

امیر! اگر ان علاقوں میں راجہ جاہر دیو کا کوئی لشکر گھات میں ہوتا تو ہم یقیناً" آپکو خبر دیتے۔ مگر میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے لشکر کی ہمیں کوئی خبر نہ تھی۔ نہ یہ امید کی جا سکتی تھی کہ اس موقع پر رندھیر کا کوئی لشکر بھی ہمارے خلاف حرکت میں آ جائے گا۔ بہرحال اب اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ جو لشکر پشت کی جانب سے ہم پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہ لشکر میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا تھا۔

امیر یہ تو ایک اچھی خبر ہے۔ اب دوسری خبر اس سے بھی اچھی ہے وہ بھی میں آپ سے کہتا ہوں۔

میدان جنگ میں آپکے فرار ہونے کے بعد جاہر دیو کے سیناپتی کانتی لال اور میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے سیناپتی دونوں نے مل کر چند روز تک میدان جنگ کے اندر ہی اپنی فتح کا جشن منایا۔ اب میوات اور سوالک کے راجہ کا سیناپتی اپنے لشکر کو لے کر اپنے علاقوں کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ جب کہ کانتی لال نے ابھی اسی جگہ قیام کر رکھا ہے۔ جہاں جنگ ہوئی تھی۔ اب آگے ہم نے کیا قدم اٹھانا

ہے۔ یہ آپ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال ہم نے آپ کو یہ اطلاع کر دی ہے رندھیر کا سینا پتی اپنے لشکر کو لے کر اپنی سر زمینوں کی طرف روانہ ہوا ہے۔ ا پیش قدمی کی رفتار بالکل دھیمی ہے اگر ہم اپنی شکست کا داغ دھونا چاہتے ہیں رندھیر کا لشکر ہم سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

اس مخبر کی اس اطلاع پر الغ خان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ پھر اس نے مخبروں کو مخاطب کیا۔

تم تھوڑی دیر ستا لو۔ آرام کر لو۔ کھانا لشکر کے اندر کھاؤ۔ جب سورج ہو جائے گا۔ تو میں لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا۔ تو تم راجہ رندھیر کے سینا پ لشکر تک میری راہنمائی کرو گے۔ اب تم جاؤ جا کے آرام کرو تمہیں پھر ہمارے کوچ کرنا ہو گا۔ الغ خان کا یہ حکم سنتے ہی مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے کے بعد الغ خان نے اپنے سامنے کھڑے کشیل خان اور ارسلان خان کو مخاطب کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو لگتا ہے۔ کہ قدرت ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ حالات آپ آپ ایسے پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ ہم دشمن پر ضرب لگائیں۔ اور اپنی شکست کے دھوئیں۔

تمہارے سامنے مخبروں نے یہ اطلاع کی ہے کہ جو لشکر ہماری پشت کی سے حملہ آور ہوا۔ وہ میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا لشکر تھا۔ اب دشمن خلاف جو لائحہ عمل میں اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ غور سے سنو۔

ابھی تھوڑی دیر تک لشکر کھانا کھائے گا۔ مغرب کی نماز اسی جنگل میں جائے گی۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ جو مخبر یہ لے کے آئے ہیں۔ وہ ہماری راہنمائی کریں گے۔ رات کے کسی بھی حصے میں اور سوالک کے راجہ رندھیر کے لشکر پر ہم شب خون ماریں گے اس شب خو راجہ رندھیر کے کسی ایک لشکری کو زندہ نہیں بچنا چاہیے سب کا قتل عام کر چاہیے۔ راجہ رندھیر کے لشکر کے خاتمے کے بعد ہم پلٹیں گے۔ مخبروں کا کہنا ہے راجہ جاہر دیو کے سینا پتی کانتی لال نے ابھی تک اسی میدان جنگ میں قیام

ہے۔ جہاں اسکا ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا۔

میرے عزیزو! تم جانتے ہو۔ دشمن نے ہمارے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا ہو گا۔ ہمارے پڑاؤ کی ہر چیز کانتی لال اور راجہ رندھیر کے سینا پتی نے آپس میں تقسیم کر لی ہو گی۔ بالکل راجہ جاہر دیو کے کہنے پر کانتی لال نے راجہ رندھیر کے لشکریوں کو خوب نوازا ہو گا۔ رات کی گہری تاریکی میں اگر ہم شب خون مار کر اس کا قتل عام کر دیتے ہیں۔ تو ان سے اپنی ہر چیز کے علاوہ کانتی لال کی دی ہوئی ہر شے بھی چھین کر ہم اپنی شکست کا آدھا داغ دھو سکتے ہیں۔

راجہ رندھیر کے لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم پلٹیں گے۔ جو کچھ انکے ہاتھوں ہمیں ملے گا۔ اسے چند دستوں کی حفاظت میں دیا جائے گا۔ اور انہیں حکم دیا جائے گا۔ کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے سفر کریں۔

جبکہ ہم لشکر کو لے کر پلٹیں گے۔ اس میدان جنگ کا رخ کریں گے۔ جہاں کانتی لال اور راجہ رندھیر کے سینا پتی کا ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا۔ اسی رات ہم راجہ جاہر دیو کے سینا پتی کانتی لال پر دوسرا شب خون ماریں گے۔ مجھے امید ہے۔ کہ راجہ رندھیر کے سینا پتی کے خلاف ہمارا پہلا شب خون کامیاب رہے گا۔ دوسرے شب خون کو بھی میرے خداوند نے چاہا تو ہم کامیاب کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر ہم اسی رات کانتی لال کو بھی بد ترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح نہ ہم شکست کا داغ دھو سکتے ہیں۔ بلکہ اپنی چھینی ہوئی ہر چیز حاصل کرنے کے علاوہ راجہ رندھیر کے سینا پتی اور راجہ جاہر دیو کے سینا پتی کانتی لال کے پڑاؤ کی ہر چیز پر بھی ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔

میرے عزیزو! جب ایسا ہو جائے گا تو پھر میں سرخ رو ہو کر دہلی کا رخ کر سکوں گا۔ مجھے امید ہے۔ کہ میں ایسا کرنے میں کامیاب رہوں گا۔ اب تم بولو۔ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

الغ خان کے خاموش ہونے پر کشیل خان اور ارسلان خان دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ان دونوں نے کوئی فیصلہ کیا۔ پھر کشیل خان نے الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر الغ خان! جو کچھ آپ نے تجویز پیش کی ہے۔ اس پر پوری طرح عمل جائیگا۔ اسمیں میں یا ارسلان خان کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرتے۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ آپ کے لائحہ عمل کو کام میں لیتے ہوئے ہم ایک ہی رات میں دونوں دشمنوں اپنے سامنے بساط کی طرح الٹ کے رکھ سکتے ہیں۔

کشیل خان کے جواب سے الغ خان خوش ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد انہوں اپنے لشکریوں کے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔ مغرب کی نماز اسی جنگل میں ادا کی۔ اس بعد الغ خان اپنے لشکر کے ساتھ اپنی اس گھات سے کوچ کر گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں اپنے مخبروں کی راہنمائی میں الغ خان نے بڑی تیز کے ساتھ سفر کیا۔ جب لشکر کے آگے آگے کام کرنے والے مخبروں نے اطلاع دی کہ اب تھوڑا فاصلہ آگے ہے میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا سیناپتی لشکر کے ساتھ درمیانی رفتار سے اپنی منزل کی طرف کوچ کر رہا ہے۔ تب ایک الغ خان نے اپنے لشکر کو روک دیا۔

جب لشکر اسکے پیچھے رک گیا۔ تب الغ خان نے اپنے پہلو میں اپنے گھوڑوں سوار کشیل خان اور ارسلان خان کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! جیسا کہ ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے۔ کہ دشمن اب نزدیک ہی ہے۔ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے میں یہیں لائحہ عمل طے کرلیتا ہوں۔

میں لشکر دو حصوں میں تقسیم کر رہا ہو۔ کشیل خان ایک حصہ تمہارے ساتھ گا۔ ارسلان خان تمہارے ساتھ کام کرے گا۔ باقی لشکر کا آدھا حصہ میری کمانڈ میں ہو گا۔

مخبر بھی آدھے آدھے کر لئے جائیں گے۔ کچھ تمہارے ساتھ، کچھ میرے کام کریں گے۔ میں اپنے آدھے حصے کو لے کر ابھی اور اسی وقت کوچ کر جاؤنگا۔ بائیں جانب سے ایک لمبا کاوا کاٹتا ہوا دشمن کے آگے نمودار ہونگا۔ اس کام میں میری راہنمائی کریں گے۔ کیونکہ وہ ان راستوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ تم دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنی رفتار کم کرتے ہوئے دشمن کے

لگ جانا۔

میرا کام یہ ہو گا۔ میں دشمن کی اگلی سمت ذرا فاصلے پر نمودار ہونگا۔ اور سامنے کیطرف سے حملہ آور ہونگا۔ حملہ آور ہوتے وقت میں تکبیریں بلند کرونگا۔ رات کی تاریکی میں میری تکبریں، دشمن کی پشت پر تمہیں بھی سنائی دیں گے۔ جب ایسا ہو۔ تب پشت کی جانب سے تم بھی حملہ آور ہو جانا، مجھے امید ہے۔ کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو لمحوں کے اندر ہم دشمن کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیں گے۔ اور کسی کو بھی بچ کر بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے۔ میں نے اپنے دل میں عہد کر رکھا ہے۔ کہ میوات اور سوالک کے راجہ کے اس لشکر کے کسی ایک لشکری کو بھی بھاگنے نہ دونگا۔ رات کی تاریکی میں سب کا قتل عام کرونگا۔ تاکہ میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کو خبر ہو کہ ہمارے خلاف سرکشی اور بغاوت کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔

کشیل خان اور ارسلان خان دونوں نے الغ خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ بڑی تیزی کے ساتھ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصہ الغ خان لے کر مخبروں کی راہنمائی میں بائیں جانب سے لمبا چکر کاٹتا ہوا دشمن کے اگلے حصے کی طرف جانے لگا تھا۔ باقی آدھے کو لے کر کشیل خان اور ارسلان خان دشمن کے پیچھے لگ گئے تھے۔

رات کی پھیلتی تاریکی میں الغ خان نے بڑی برق رفتاری اور تیزی میں سفر کیا۔ اس کے لشکری زمینی مسافتوں کو اپنے سامنے سمیٹتے ہوئے بہت جلد دشمن کے اگلے حصے میں نمودار ہوئے۔ دشمن کے آگے جانے کے بعد الغ خان نے اپنے لشکر کو اس شاہراہ پر روک دیا۔ جس شاہراہ پر دشمن کا لشکر سفر کر رہا تھا۔ پھر رات کی گہری تاریکی میں تھوڑی دیر تک سجدے کے انداز میں اسکا سر اپنے گھوڑے کی زین پر جھکا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنا سر اٹھایا۔ انتہائی بے بسی عاجزی اور انکساری میں آسمان کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی وہ بڑے رقت آمیز انداز میں کہہ رہا تھا۔

میرے اللہ تیری ذات ہی ارض و سما کا نور ہے کون و مکان میں تیری ہی صفات کا چرچا ہے۔ میرے خداوند تو ہی فیض فطرت تو ہی آزاد آسمان کا خالق ہے۔ سارے قائدے سارے ضابطے تیرے ہی سامنے سر خم کرتے ہیں۔ ہر ذی حیات تیری ہی

قدرتوں کا شاہکار ہے۔ میرے اللہ کھیت کھلیانوں کی طرف ہجرت کرتے پرندے تیر
ہی قانون فطرت کی پیروی کرتے ہیں۔ میرے مالک اس ٹھیکری ٹھیکری لوح زمان
دشمن خونی کہانیوں کے ایک کردار کی طرح ہمارے خلاف صف آرا ہوا تھا۔ دھوم
دہی سے کام لیتے ہوئے اس نے ہمیں شکست سے دو چار کیا میرے اللہ میں پھر تیر
ہی نام کی ابتداء کرنے کے لئے دشمن کے خلاف مبارزت' منا تشے اور نبرد آزمائی
عمل شروع کرنے لگا ہوں۔ میرے اللہ اس کام میں تو مجھے شہر زمہریر اور مرزا
جیسی کامیابی عطا کرنا۔ میرے اللہ مجھے ہمت دے مجھے توفیق دے۔ کہ میں رات
اس گہری تاریکی میں دشمن کے سینے میں بھٹکتے خیالات اور اس کی نظر کے زاویوں
نوک خنجر سے تحریر کرتے تجسس کی طرح پھیلتا اور گھستا چلا جاؤں۔ میرے اللہ
دشمن کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے اپنا معاملہ اپنا مقدمہ تیرے سامنے پیش
کرتا ہوں۔ میرے اللہ تیرا ایک عاجز بندہ ہوں۔ مجھے کامیابی اور نصرت سے ہمکنار
کرنا۔ میرے اللہ میں رات کی اس تاریکی میں تیرے ہی سامنے دست طلب دراز
ہوئے ہوں۔ اس سے پہلے بھی میرے اللہ ضرورت کے ہر وقت میں' میں نے تیری
ذات کو تیرے ہی مقدس نام کو پکارا میرے اللہ مصیبت کی اس گھڑی میں امتحان
ان لمحوں میں میری مدد فرمانا' میری نصرت کرنا۔

یہاں تک کہتے کہتے الغ خان کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسے ا
سامنے گھنٹیوں کی آواز سنائی دی تھی۔ جو اس بات کی نشاندہی تھی۔ کہ دشمن کا لشکر
پیش قدمی کرتے ہوئے قریب پہنچ چکا ہے۔ گھنٹیوں کی آواز سنائی دیتی تھی کہ الغ خان
بل کھاتے سانپ کی طرح اپنے گھوڑے پر چھاتی تان کر بیٹھ گیا۔ پھر لشکر کو اس
حملہ آور ہونے کا اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا۔ کہ الغ خان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ
دی۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی ایڑ لگا چکے تھے۔

دشمن کے قریب جا کر الغ خان نے فضاؤں کو چیرتے ہوئے ایک ہلچل برپا
دینے والی اللہ اکبر کی صدائیں لگا تار بلند کیں۔ اور اسکی ان تکبیروں کے جواب
اس کے لشکری بھی فلک شگاف اللہ اکبر کے نعرے لگانے لگے تھے۔ پھر الغ خان ا
لشکر کے ساتھ میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے لشکر پر سوتے سنگین لمحہ

ں اور سرخوشی کی ساعتوں میں سسکارتی زہریلی آندھیوں' ہولناک قیامت کے
عذاب کی بھیانک سیاہیوں اور لہو لہو' خون خون کر دینے والی علامتوں کی طرح
ور ہو گیا تھا۔

الغ خان کا یہ حملہ ایسا ہولناک ایسا زہریلا ایسا زوردار اور ایسا جان لیوا تھا۔ کہ
رندھیر کے لشکری اسکا سامنا نہ کر سکے۔ اور الغ خان دور تک راجہ رندھیر کے
ں گھستا ہوا۔ ان کا قتل عام کرنے لگا تھا۔ قبل اس کے کہ راجہ رندھیر کا سینا پتی
لشکر کو سنبھالتے ہوئے حملہ آوروں کے سامنے کوئی تدبیر کرتا۔ عین اسی لمحہ اسی
پر بھی تکبیریں بلند ہوئیں اللہ اکبر کے نعرے طبقہ زمہریر کو چھونے لگے تھے۔ پھر
اس لمحہ پشت کی جانب سے کشیل خان اور ارسلان خان اندھیر کے سینا پتی کے
پر سسکتے بگولوں' نفرت کے بیوپاری اندھیروں' اور تحفظ کی ہر تدبیر کو موت کے
ں میں ڈبو دینے والے انداز کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

رات کے چپ اندھیروں کے اندر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ راجہ رندھیر کے
ی اس شبخون کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ وہ بڑے خوش بڑے پر سکون تھے۔ کہ
ں راجہ جاہر دیو کے سینا پتی کانتی لال کے ساتھ ملکر بہترین کامیابی حاصل ہوئی
۔ اور انہوں نے الغ خان کے پڑاؤ سے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا۔ اس بنا پر وہ
۔ طرح سے خوشی اور کامیابی کے گیت گاتے ہوئے اپنے مرکزی شہر کی طرف جا
ہے تھے۔

لیکن راستے میں الغ خان ان پر آسمانی برق کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ راجہ رندھیر
، سینا پتی نے اپنے لشکر کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی۔ ہر جتن آزمایا۔ لیکن وہ نا
م رہا۔ اس لئے کہ الغ خان اور کشیل خان نے اپنے سامنے آنے والے اس کے ہر
ری کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب رندھیر کے لشکریوں کی حالت گونگے حروف' اور
لک سلگ کر بجھتی مشعلوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اور پھر ان کی مزید بد بختی یہ کہ جب انہیں یہ احساس ہوا۔ کہ دشمن کو اب پیچھے
ہٹانا یا اپنی جان بچانا مشکل ہے۔ اور دشمن ہر صورت میں انکا قتل عام کر کے رہے
گا۔ تو انہوں نے جب دائیں بائیں طرف سے بھاگتے ہوئے فرار حاصل کرنا چاہا تو

انہیں نا کامی ہوئی۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے الغ خان ان کے پہلو پر بر تھا۔ پشت کی جانب سے کشیل خان اور ارسلان خان بھی ایسا ہی کر چکے تھے۔ بر ہی دیکھتے راجہ رندھیر کے اس لشکر کا اس کے سینا پتی سمیت خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اس شاندار فتح کے بعد الغ خان جب اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا۔ کشیل خا ارسلان خان کے قریب آیا۔ تب وہ اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اپنے بازو پھیلا کشیل خان اور ارسلان خان دونوں باری باری بھاگتے ہوئے اس سے بغلگیر تھے۔ پھر رات کی تاریکی میں الغ خان کی مسکراتی آواز سنائی دی تھی۔

میرے دونوں عزیزو۔ میرے رفیقو۔ اس شاندار کامیابی پر میں تم دونو مبارکباد دیتا ہوں۔ قسم خدائے واحدہ لاشریک کی تم دونوں نے دشمن پر ایس لگائی۔ جیسے میں امید کئے ہوئے تھا۔

یہاں تک کہتے کہتے الغ خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کشیل خان بول تھا۔

الغ خان ہمارے امیر اب مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیں۔ آپ کا کہنا در ہے۔ میں اور ارسلان خان نے یقیناً" آپ کی خواہش کے مطابق پشت کی جانب دشمن پر ضرب لگائی پر اصل بات یہ ہے۔ کہ ہمارے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی نے دشمن کی ساری طاقت اس کے سارے گھمنڈ' اور قوت کی کمر توڑ کے رکھ تھی۔ اس لئے کہ جس وقت میں اور ارسلان خان پشت کی طرف سے حملہ ہوئے۔ آپ دشمن کے لشکر کو روندتے ہوئے اس کے لشکر کے نصف تک پہنچ تھے۔ اور ایک طرح سے دشمن کے لئے شکست کے سارے دروازے کھول چکے میں آپ کو نہ صرف اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ بلکہ آپکی اس ج مندی اور شجاعت کو سلام کرتا ہوں۔

میرے عزیز ساتھیو! ایسا ہی سلام میں تم دونوں کو بھی کرتا ہوں۔ الغ خان مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ کشیل خان اور ارسلان خان نے ایک قہقہہ لگایا تھا۔ الغ بھی مسکرا دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر الغ خان نے کہنا شروع کیا۔

کشیل خان اور ارسلان خان جو کچھ میں کہنے لگا ہوں۔ غور سے سنو اپنے لشک

پہلے حکم دو۔ کہ دشمن کی ہر چیز سمیٹ لیں۔ دشمن کے لشکر کے اندر جو خوراک کے ذخیرے یا ہتھیار تھے۔ ان سب پر قبضہ کر لیں۔ مرنے والے کے سارے ہتھیاروں پر بھی قبضہ کر لیں۔ سارے مرنے والوں کی تلاشی لیں۔ انکے پاس جو کام کی چیز ملے۔ اس پر قبضہ کر لیں۔ اس کے بعد چند دستے مقرر کئے جائیں جو اس سامان کو لے کر ہمارے پیچھے پیچھے اس میدان کا رخ کریں۔ جہاں دشمن کے ساتھ ہماری پہلی جنگ ہوئی تھی۔ جبکہ میں اور تم دونوں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر پھر اس میدان جنگ کا رخ کریں گے۔ جہاں راجہ جاہر دیو کا سینا پتی کانتی لال اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے مجھے امید ہے۔ کہ اگر ہم برق رفتاری سے سفر کریں۔ تو رات کے پچھلے حصے میں ہم کانتی لال پر بھی شبخون مارنے میں فوز مند اور کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے ایسا کر لیا۔ تو کشیل خان اور ارسلان خان یوں جانو اپنی شکست کا داغ دھو ڈالیں گے۔ اور اپنا سر اوپر کرتے ہوئے اپنی چھاتی تانتے ہوئے دہلی کا رخ کر سکیں گے۔

الغ خان کے حکم پر کشیل خان اور ارسلان خان دونوں بڑی تیزی کے ساتھ حرکت میں آئے۔ دشمن کے لشکر سے ملنے والی ہر چیز کو ایک جگہ ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ اور مرنے والوں کی تلاشی بھی لے لی گئی تھی۔ ان کے ہتھیاروں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔ چند دستے مقرر کئے گئے۔ جن کی نگرانی میں وہ سامان دیا گیا۔ اور وہ دستے آہستہ آہستہ اس میدان کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ جہاں کانتی لال نے پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ جبکہ الغ خان' کشیل خان اور ارسلان خان تینوں اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے کانتی لال کے پڑاؤ کی طرف بڑھے تھے۔

الغ خان اور کشیل خان نے شب کے گہرے سناٹوں میں کانتی لال کے لشکر تک کی مسافت کو کچھ اس طرح سمیٹا تھا۔ کہ جیسے لافتناہی راستوں پر ازل سے ابد کی مسافتوں کو آسمانی حقیقتوں کے پر تو اپنے شعور عرفان اور آگہی سے سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔

کانتی لال کو یہ امید نہ تھی کہ الغ خان ان کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ان کے لئے مصیبت اور وبال کا باعث بن سکتا ہے اسے کسی نے یہ بھی اطلاع نہ دی

تھی۔ کہ رات کے اندھیروں میں الغ خان نے میوات اور سوالک کے راجہ رنڈ
سارے لشکر کا صفایا کر دیا ہے۔ اور اب وہ امڈتے گرجتے' برستے اور گرد
بادلوں کی طرح اس پر نزول کرنے والا ہے۔

کانتی لال' راجہ رندھیر کے لشکو کے کوچ کرنے کے بعد میدان جنگ م
خیال کے تحت پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ کہ اگر اسے الغ خان اور اس کے لشکریو
محل وقوع سے متعلق خبر ہو۔ تو وہ اس پر دوبارہ ضرب لگا کر اس کا مکمل طور پر
کر دے۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے مخبر بھی درختوں کے اس گھنے جنگ
پھیلا دیئے تھے۔ جس کے اندر الغ خان نے پناہ لی تھی۔ لیکن الغ خان کے مسلح
نے ان سب کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس بنا پر کانتی لال کے پاس اسکے مخبروا
ذریعے کوئی خبر نہ پہنچی تھی۔

کانتی لال اور اس کے لشکری میدان جنگ میں فتح کا نشہ اوڑھے گہری نیند
ہوئے تھے۔ کہ الغ خان اور کشیل خان دونوں ان پر دروبام کو اجاڑتے موسموں'
کے بڑھکتے تیز سیلاب' کڑکتی آسمانی برق' مرگ کے پیمانوں کو لبریز کرتی غم کی آنڑ
روک کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کانتی لال کے لئے یہ حملہ ایسا اچانک ایسا دفعتاً" ایسا ہولناک تھا۔ کہ وہ
ہی نہ سکا۔ اسکے لشکری جو اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ردا اوڑھے غفلت کی
نیند سوئے ہوئے تھے۔ اس وقت بیدار ہوئے۔ جب الغ خان اور کشیل خان دا
انکا قتل عام شروع کر چکے تھے۔

آن کی آن میں کانتی لال کے اس پڑاؤ میں الغ خان کے حملہ آور ہونے کی
سے خشک ہوتی خنک آہوں۔ فرسودہ شعروں کی مجموعوں اور سوکھی بے بہار گ
جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ چاروں طرف آہوں کے ہنگامے اٹھ کھڑے ہوئے۔
ہر طرف بوسیدہ خون کی کہانیاں رقص کرنے لگیں تھی۔ ہر جہت دشمنی کا کردار
کرتے زہریلے افسانے رقص کر اٹھے تھے۔

کانتی لال کے ہاتھوں اسی میدان میں شکست اٹھانے کے بعد الغ خان اور ک
دونوں ہی کانتی لال کے خلاف گہرے غصے اور غم کے تاثرات رکھتے تھے۔ لہٰذا

کے لشکر پر شبخون مارتے ہوئے انہوں نے ایسی قہرمانیت ایسی بربریت کا ثبوت دیا۔ کہ
کانتی لال کا جو بھی لشکری ان کے سامنے آیا۔ وہ اسے کاٹتے چلے گئے تھے۔
کانتی لال بڑا بدک کر اٹھا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ حملہ آور اس کے لشکر کے
اندر تک گھس آئے ہیں۔ تب اس نے اپنے محافظ دستے کو تیار کیا۔ اور اسے لے کر
وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اور حالات کا جائزہ لینے لگا تھا۔

پھر اسے خبر ہوئی کہ اس پر شبخون مارنے والا سلطان ناصرالدین کا نائب سپہ سالار
الغ خان ہے۔ اور کانتی لال کو یہ بھی خبر کر دی گئی کہ الغ خان نے آن کی آن میں
اس کے آدھے سے بھی زیادہ لشکر کو ادھیڑ کے رکھ دیا ہے اس انکشاف پر کانتی لال
اپنے محافظ دستوں کے ساتھ میدان جنگ چھوڑ کر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا
تھا۔

یوں الغ خان کے اس شبخون کے نتیجے میں راجہ جاہر دیو کے سیناپتی کانتی لال کو
بدترین شکست ہوئی تھی کانتی لال کے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ بھاگ جانے کے
بعد جب اس کے لشکریوں کو خبر ہوئی۔ کہ ان کا سیناپتی شکست کی بو سونگھتے ہوئے
اپنے محافظ دستوں کے ساتھ بھاگ گیا ہے۔ تو انکی حالت مزید ابتر ہو گئی تھی۔ ان میں
سے جس کا منہ جدھر اٹھا بھاگ کھڑا ہوا۔ الغ خان کشیل خان اور ارسلان تینوں نے
انکا بڑی خونخواری سے تعاقب کیا۔ اکثریت کا انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ دیا۔ بہت کم
لشکریوں کو رات کی تاریکی میں اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلنے کا موقع مل سکا۔

یہ تعاقب ترک کر کے الغ خان اور کشیل خان اپنے لشکر کے ساتھ پھر میدان
جنگ میں آئے مشرق کی طرف سے سپیدہ سحر کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔
الغ خان اور کشیل خان نے اس فتح کے نتیجے میں خداوند قدوس کے حضور پہلے
شکرانے کے نوافل ادا کئے پھر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے
بعد انہوں نے کانتی لال کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹا۔ اتنی دیر تک وہ دستے
بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ جو میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے لشکر کے پڑاؤ کی ہر
چیز کو لے کر آ رہے تھے۔ اس طرح الغ خان نے ہر چیز کو سمیٹا۔ پھر وہ میدان جنگ
سے دہلی کا رخ کر رہا تھا۔

ادھر دہلی شہر میں راجکماری دیاونتی الغ خان کی گمنامی اور اس کے لاپتہ ہ
سخت فکر مند اور پریشان تھی۔ وہ ہروقت' دکھ غم اور انتظار میں کھڑی رہتی تھ
پینا اس نے کم کر دیا تھا۔ بہت کم بولتی تھی۔ کسی سے ملنا جلنا بھی اس نے ت
رکھا تھا۔ ہر روز صبح و شام وہ مسلمانوں کے انداز میں زمین کی ننگی پیٹھ پر س
ہوتی اور الغ خان کی سلامتی اسکی واپسی کے لئے دعائیں کرتی۔

دیاونتی کی اس حالت پر اس کے ماموں ہیرا لال ہی نہیں اس کی ممانی ک
اور ماموں زاد بہن کانتی بھی انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند ہو گئی تھیں۔ جہا
ہی انہیں الغ خان کی روپوشی اور گم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ وہاں اب انہیں دیا
زندگی کے بھی لالے پڑ گئے تھے۔

اس لئے کہ دن بدن دیاونتی بیمار کمزور اور لاغر ہوتی جا رہی تھی۔ چہر
شروع ہو گیا تھا۔ گھر والے جب کبھی اسے اکیلا بیٹھا سوچوں میں گم سم دیکھ
دیاونتی کی طرف سے فکر مند ہو جاتے تھے۔

سب سے زیادہ دکھ اور گھن ہیرا لال کو کھائے جا رہا تھا۔ دیاونتی کی وجہ
سخت پریشان تھا۔ وہ یہ بھی جان چکا تھا۔ کہ اگر الغ خان کو کچھ ہو گیا تو دیاونتی
رہ سکے گی۔ اور اگر زندہ رہ بھی گئی تب وہ اپنے ہاتھوں اپنے جیون کا خاتمہ
گی۔ اسی بنا پر ہیرا لال بے چارا ہر روز گھر سے نکل کر خان اعظم کے پاس
الغ خان کی خیریت دریافت کرتا رہتا۔

ایک روز سورج غروب ہونے کے بعد راجکماری دیاونتی اپنی خواب گاہ
دیر تک مسلمانوں کے انداز میں ننگے فرش پر سجدہ ریز ہوئی۔ دل ہی دل میں
کیا کہتی رہی پھر سیدھی ہو کے بیٹھی۔ دعائیہ انداز میں اس نے اپنے ہاتھ

اپنے آنچل کو بھی اس نے سامنے پھیلا دیا تھا۔ پھر اس کی انتہائی دکھ' درد
ڈوبی ہوئی آواز بلند ہوئی تھی۔

اے اس آکاش' دھرتی اور کائنات کے مالک تو ہی رام تو ہی پرماتما ہے۔ تو ہی
پروردگار تو ہی خدا ہے۔ تو ہی ایشور تو ہی داتا ہے۔ تو ہی مالک تو ہی ایشور تو ہی رب
بھگوان ہے۔ کائنات کے پیدا کرنے والے تو میری زندگی کو روگ لگانے کے
ہے ہیں۔ پن نیکی کا اپمان کرنے کے در پے ہے۔ میرے جیون میں خالق کائنات
کار اور طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

تو ہی اندھیروں اور بے نوری کے پٹ کھول کر پرکاش اور نور کی کرنیں پھیلاتا
ہے۔ کائنات کے والی میں الغ خان کو اپنا سوامی' سرتاج اپنا ناتھ اور زوج اور اپنا بعل
اپنا واڑا و جیون ساتھی' اپنا بناوبر اور شریک زندگی چن چکی ہوں۔ میرا اس کا
تو ایسے ہی ہے۔ جیسے دیپ اور سوجلا جیسے دیوا اور پرکاش جیسے ساگر اور لہریں جیسے
اور موجیں جیسے گل اور اس کی باس۔

کائنات کے پالنے والے اسکے خالق میں تیری ہی پیش گاہ تیری ہی درگاہ میں الغ
خان کی رکشا اور رکھوالی کے لئے پرارتھنا اور منت سماجت کرتی ہوں۔ میرے مالک وہ
جہاں کہیں بھی ہے۔ میں نہیں جانتی وہ کہاں کھو چکا ہے۔ کس دکھ اور درد میں ہے
جگہ بھی ہے۔ اس کی پرچک اس کی سہائتا اور مدد کرنا میری تم سے بنتی ہے کہ ہر
پیکار اور یدھ ہر رن اور جدل ہر نبرد اور رزم گاہ میں اس کی مدد اس کی کامیابی کو یقینی
بنانا۔

اے کائنات کے داتا اب الغ خان ہی میرے جیون کے کتھا کہانی ہے۔ وہی میری
آنکھوں کی چمک میرے پران کا بہاؤ اور چلت میرے شریر اور جسم کی شکتی و ہمت
ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتی ہوں کہ ہر قدم پر اسے کامیابی عطا کرنا۔

دیاونتی شاید اور بھی کچھ کہتی دعائیہ الفاظ ادا کرتی کہ ایک دم وہ خاموش ہو گئی۔
اس لئے کہ اسے اپنی پشت پر کسی کی آواز سنائی دی۔ کسی نے مسکراتے ہنستے ہوئے کہا
تھا

میری پتری پرارتھنا تیری دعا و تیری آشیرباد تیری منت سماجت قبول ہوئی۔

اس آواز پر دیاونتی بدک سی گئی تھی۔ اپنی جگہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس
اس کا ماموں اس کے پیچھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اور اس کے ماموں کے ساتھ ا
کی ممانی کملا دیوی اور ماموں زاد بہن کانتی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ ان تینوں
مسکراتا دیکھ کر دیاونتی کو کچھ حوصلہ ہوا۔ پھر دیاونتی نے اپنے ماموں کی طرف
ہوئے پوچھ لیا۔

ماموں کیا آپ الغ خان کے متعلق کوئی اچھی خبر لے کے آئے ہیں۔

جواب میں ہیرا لال نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا وہ بول پڑا۔

پتری میں جانتا تھا۔ کہ تو یہی سوال کریگی میں یہاں کھڑے کھڑے تیرے
جواب نہیں دونگا۔ پہلے میرے ساتھ دیوان خانے میں آؤ۔ اپنی حالت بدلو۔
مسکان مسکراہٹ لاؤ۔ وہاں بیٹھو۔ اس کے بعد میں تمہیں پورے حالات سنا

اپنے ماموں ہیرا لال کے ان الفاظ پر دیاونتی کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔ و
اٹھ کر وہ ان کے ساتھ ہو لی تھی۔ چاروں آکے دیوان خانے میں بیٹھ گئے ہ
نے گفتگو کا آغاز کیا۔

دیاونتی میری بچی میں تیرے لئے ایک اچھی خبر رکھتا ہوں۔ اور یہ خبر
خان سے متعلق ہے۔ میری بچی میں جانتا ہوں جب سے الغ خان کی شکست
کی گمنامی کی خبر یہاں پہنچی ہے۔ تو نے تب سے سارے دن ساری راتیں
ایک کشٹ میں گزارے ہیں۔ تمہاری یہ حالت دیکھتے ہوئے میں دن را
ہوں۔ کڑھتا رہا ہوں۔ اور پھنکتا رہا ہوں۔ لیکن اب تمہاری اس تکلیف
کے لمحے ختم ہوئے۔ میری بچی ابھی ابھی خان اعظم سے مل کر آرہا ہوں۔
جو مجھے خبر سنائی ہے۔ وہ تیری خوشی تیرے آنند کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ
خان زندہ ہے۔ اور اس نے اپنی شکست کا داغ دھوتے ہوئے بہترین فتوحات
ہیں۔

اپنے ماموں ہیرا لال کی اس گفتگو سے دیاونتی تروتازہ پھول کی طرح
تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے ماموں کی طرف دیکھ کر مسکراتی رہی پھر بول پڑ
ماموں تفصیل سے کہیں الغ خان کہاں ہیں۔ وہ کیسے ہیں۔ کس طرح

ست کا داغ دھویا۔ اور فتوحات حاصل کیں۔

ہیرا لال پھر کہہ رہا تھا۔

میری بچی! خان اعظم بتا رہے تھے۔ کہ تھوڑی دیر پہلے ایک مخبر دہلی شہر میں
ل ہوا تھا۔ اس نے الغ خان کے متعلق تفصیل سے خان اعظم کو بتایا ہے۔ خان
ظم نے یہ خبریں سلطان ناصرالدین کے گوش گزار کر دی ہیں وہاں سے جب واپس
ئے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اور سارے واقعات انہوں نے مجھ سے بھی کہے۔

اس کے بعد ہیرا لال نے الغ خان کی شکست' جنگل میں روپوش ہونے' کچھ دن
وقفہ ڈال کر پہلے میوات اور سوالک کے لشکر کو قتل عام کرنے' راجہ جاہر دیو کے
بنا پتی کانتی لال کو بدترین شکست دینے اور دونوں لشکریوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے
ے بعد دہلی کی طرف روانگی تک کے واقعات بڑی دلچسپی لیتے ہوئے سنا ڈالے تھے۔

اپنے ماموں کے ان سارے انکشافات پر دیاونتی تھوڑی دیر تک عجیب سے خوشی
ور اطمینان میں مسکراتی رہی جیسے وہ اس خبر سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ پھر وہ اپنے
موں کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

ماموں! آپ نے یہ خبر سنا کر شانتی کا اپدیش اور سندیش دیا ہے۔ یہ خبر سننے سے
پہلے میں اپنے کو کٹیا کی مٹی سے بدتر سمجھ رہی تھی۔ اب میں خیال کرتی ہوں۔ کہ
میں پربت کی چوٹیوں سے بھی بلند ہو گئی ہوں۔ میرے جیون کی جو کٹھنائیاں میرے
ساتھ تاک جھانک کر رہی تھیں۔ اس خبر سے انکا خاتمہ ہوا۔ میں اپنے چار کھونٹ
آنند ہی آنند خوشی ہی خوشی محسوس کرتی ہوں۔ ماموں میں بھاگوان ہوں۔ میری
پرارتھنا کامیاب رہی۔ الغ خان واقعی ہی بلوان اور مہا شکتی والا ہے۔ کہ اس نے نہ
صرف اپنی شکست کا داغ دھویا بلکہ دشمن کو بدترین شکست کا داغ دیتے ہوئے اپنی فتح
اور کامرانی کا دروازہ کھولا۔

دیاونتی کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں اس کا ماموں اس کی بات
کاٹتے ہوئے بول پڑا تھا۔

دیاونتی میری پتری میری بچی تو نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ الغ خان اپنے لشکر کے
ساتھ اس وقت کہاں ہے۔

دیاونتی فوراً" چہکتے ہوئے بول اٹھی۔

ماموں میں تو ابھی اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھی۔ میں پوچھنے والی تھی کہ آپ بیچ میں بول پڑے۔ اب جب کہ آپ نے خود ہی آغاز کر دیا ہے۔ تو بتائیں الغ خان اس وقت کہاں ہے۔

میری بچی دونوں لشکریوں کو شکست دینے اور ان کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے الغ خان دہلی کا رخ کرے ہوئے ہیں۔ خان اعظم نے مجھے بتایا ہے کہ پہلے سلطان کی طرف پیغام بھجوانے والے تھے کہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ وہیں رکے اس لئے سلطان اور خان اعظم دونوں ایک لشکر لے کر دہلی سے نکلنے والے ہیں۔ وہ راجہ دیو کے خلاف سرکشی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسے اس کے اس باغیانہ پن کی سزا پر تلے ہوئے ہیں۔

پر خان اعظم سے مشورہ کرنے کے بعد سلطان نے الغ خان کی طرف مخبر بھجوائے بلکہ یہ فیصلہ ہوا ہے۔ کہ الغ خان کو پہلے دہلی آنے دیا جائے اسے اور کے لشکریوں کو دو تین دن یہاں آرام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس کے بعد راجہ دیو کو سبق سکھانے کے لئے لشکر یہاں سے کوچ کرے۔

دیاونتی کچھ سوچتے ہوئے اپنے ماموں کے خاموش ہونے پر بول پڑی۔

ماموں! سلطان ناصرالدین' الغ خان کی اس کارگذاری سے خوش تو ہونگے۔ وقت الغ خان کی شکست اور اس کی گمنامی کی خبریں یہاں پہنچی ہونگی۔ تو یقیناً" اس سے سلطان اور خان اعظم دونوں ہی پریشان اور مایوس ہوئے ہونگے۔ اس لئے یقیناً" انہیں الغ خان سے ایسی کارگذاری کی امید نہ تھی۔ پر میرا من کہتا ہے۔ اب الغ خان کی فتح کا سن کر انکے دل میں الغ خان کے خلاف جو میل آیا ہو گا۔ جاتا رہا ہو گا۔

ہیرا لال ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ بیٹی میل آیا ہی نہیں تھا۔ جا کیا۔ سلطان ناصرالدین اور خان اعظم کو اس کی شکست کا کوئی دکھ اور افسوس تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ لازماً" الغ خان کے مقابلے پر کوئی اتنا بڑا لشکر آیا گا۔ جس کی بنا پر الغ خان کو پسپا ہونا پڑا۔ ورنہ الغ خان میدان جنگ چھوڑ کر پیچھے

والا نہیں ہے۔ بہر حال یہ غلط فہمی دور ہوئی اور اب یہ معاملہ صاف ہو چکا ہے۔ کہ ت کی جانب سے الغ خان پر میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا لشکر حملہ آور ہوا ا۔ اور اس کے لشکر کا مکمل طور پر الغ خان نے خاتمہ کر دیا ہے۔ میری بیٹی میں نہیں یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔ کہ الغ خان آج شام تک اپنے لشکر کے ساتھ دہلی شہر یں داخل ہو گا۔

خان اعظم مجھے یہ بتا رہے تھے۔ کہ سلطان نے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ کہ شکر شہر میں داخل ہو تو الغ خان اور کشیل خان کو سلطان کے سامنے پیش کیا جائے۔ سلطان الغ خان اور کشیل خان سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ میں نہیں جانتا۔ بہر حال جب وہ سلطان کے سامنے پیش ہو چکے گا۔ تب میں اس کے متعلق خان اعظم سے دریافت کرونگا۔ میری بچی! میری بیٹی! خان اعظم کے ساتھ میری تمہارے متعلق بھی گفتگو ہوئی۔ خان اعظم بتا رہے تھے۔ کہ الغ خان جب واپس آتا ہے۔ تو وہ الغ خان سے تمہارے متعلق تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب سمے آ گیا ہے۔ کہ دیاونتی کی اصلیت الغ خان پر ظاہر کر دی جائے۔ اور الغ خان اور دیاونتی کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع دیا جائے۔ میری بیٹی اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔

ماموں! مجھے اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں جب قنوج سے یہاں تک کا سفر الغ خان کے لئے کر چکی ہوں۔ تو اب میں کیسے برداشت کرونگی کہ الغ خان کا قرب حاصل کرنے میں مجھے دیر اور تاخیر ہو۔ کیا ہم الغ خان کا سواگت نہ کریں۔ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو۔

نہیں میری بیٹی اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہیرا لال نے دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ سلطان نے خان اعظم کو احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ کہ جونہی لشکر شہر میں داخل ہو تو اس کے استقبال کا بہترین اہتمام کیا جائے۔ اور کمال عزت اور احترام کے ساتھ الغ خان کو سلطان کے سامنے پیش کیا جائے۔ میری بیٹی میں نے اس سلسلے میں خان اعظم سے بھی بات کی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس دو تین دن ہونگے۔ خان اعظم کہہ رہے تھے۔ کہ الغ خان جب شہر میں داخل ہوگا۔ تو دو تین بعد

جو لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس میں الغ خان اور کشیل خان دونوں شامل ہونگے۔ لہٰذا الغ خان شاید دو یا تین دن ہی شہر میں رہ سکے۔ میں چاہتا ہوں۔ اس دوران ہم اس کے لئے ایک ضیافت کا اہتمام کر دیں۔ ہم اپنے جاننے والوں اور شناسا لوگوں میں یہ مشہور کر دیں گے۔ کہ یہ ضیافت الغ خان کی کامیابی کے سلسلے میں کی گئی ہے۔ اس ضیافت کے دوران میری بیٹی میری بچی! میں تیری ممانی اور تیری بہن زیادہ سے زیادہ تجھے مواقع فراہم کریں گے۔ کہ تم الغ خان کے ساتھ بیٹھ سکو۔ اس کے ساتھ گفتگو کر سکو۔ میری بیٹی اگر الغ خان کے ساتھ پہلے ہی تمہاری گفتگو ہوتی اور وہ تم پر اپنی چاہت اپنی پسند کا اظہار کر چکا ہوتا تو پھر اس کی حویلی جا کر بھی اس سے مل سکتی تھی۔ اس سلسلے میں مجھے اور تمہاری ممانی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ پر میں چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تم دونوں کو کھل کر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کا موقع مل جائے۔ دونوں کھل کر ایک دوسرے پر اپنے من کی خواہش اور باسنا کا اظہار کر سکو۔ اس کے بعد اس معاملے کو آگے بڑھایا جائے گا۔

دیاونتی میری بچی میری بیٹی! اس ساری گفتگو کا اظہار میں نے خان اعظم سے بھی کیا تھا۔ اور خان اعظم نے میری اس تجویز کو منظور اور قبول کر لیا ہے۔ بلکہ اس ضیافت میں خود خان اعظم بھی شامل ہونگے۔ میں نے خان اعظم پر یہ بھی واضح کر دیا ہے۔ کہ الغ خان اگر آج شام کو اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو رہا ہے۔ تو کل رات کے کھانے پر ہم اس کی ضیافت کا اہتمام کریں گے۔ میری بیٹی اس سلسلے میں میں تیری ممانی اور بہن سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ اس ضیافت کے لئے جس جس چیز کی ضرورت ہو گی۔ وہ میں تم لوگوں کو لا کے دونگا۔ اس ضیافت میں کوئی زیادہ لوگ شریک نہیں ہونگے میں نے پہلے تو خان اعظم پر اظہار کیا تھا۔ کہ اس ضیافت میں میری جان پہچان والے یا رشتہ دار ہیں۔ ان سب کو دعوت دی جائے۔ پر خان اعظم نے مجھے منع کر دیا خان اعظم نے تو مجھے یہ مشورہ دیا تھا۔ کہ اس ضیافت میں صرف الغ خان کو بلایا جائے تا کہ میری بچی میری بیٹی تمہیں الغ خان سے کھل کر گفتگو کرنے کا موقع مل جائے۔ آج لیکن میں نے خان اعظم سے التجا کی کہ وہ خود بھی ضیافت میں شامل ہوں۔ انہوں نے میری بات کو تسلیم تو کر لیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی

وں نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ کل فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ ضیافت میں کس کس کو ت کرنی چاہئے۔ میری بیٹی میری بچی میرے خیال میں اب جو تمہارے من کو بپتا کٹ ہو رہی تھی وہ جاتی رہی ہے۔ اب اٹھو اور میرے خیال میں شانتی بھرے ول میں کھانا کھائیں۔

جواب میں دیاونتی نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ پھر وہ سب اٹھ کر سرے کمرے میں گئے۔ اور کھانا کھانے لگے تھے۔

الغ خان جب اپنے لشکر کے ساتھ دہلی شہر میں داخل ہوا۔ تو خان اعظم بلبن۔ اس کا اپنے مصاحبوں کے ساتھ شاندار استقبال کیا۔ لشکریوں کو اپنے گھروں اور مت کی طرف جانے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ جب کہ الغ خان کشیل خان اور ارسلان خا کو خان اعظم بلبن' سلطان ناصرالدین کے سامنے پیش کرنے کے لئے دہلی کے قص طرف لے گیا تھا۔

خان اعظم بلبن نے الغ خان اپنے بھائی کشیل خان کو تفصیل نہیں بتائی سلطان ناصرالدین ان سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ اور کیوں انہیں سلطان کے سامنے پ کیا جا رہا ہے۔ اس بنا پر الغ خان ہی نہیں کشیل خان اور ارسلان خان بھی پریشا اور فکر مند تھے۔ سوچوں میں غرق تھے۔ کہ ان کے لئے کیا احکامات جاری کرتے ہیں

الغ خان' کشیل خان اور ارسلان خان ' خان اعظم بلبن کے ساتھ قصر کے کم میں داخل ہوئے ان کے سامنے بلند شہ نشین پر سلطان ناصرالدین بیٹھا ہوا تھا۔ ا وقت اس کمرے میں عمادالدین ریحانی' کشلی خان' تاج الدین' قتلغ خان' شیر خا جلال الدین خان' اور سلطان ناصرالدین کے دیگر عمائدین بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پرجوش انداز میں الغ خان' کشیل خان ا ارسلان خان سے مصافحہ کیا۔ ان کے ایسا کرنے پر بیٹھے ہوئے عمائیدین نے بھی ا تینوں سے پرجوش مصافحہ کیا۔ سلطان نے اپنے قریب تین نشستوں پر انہیں بیٹھنے لئے کہا بلبن پہلے ہی سلطان کے پہلوں میں بیٹھ چکا تھا۔ اگلی تینوں نشستوں پر بالترتی الغ خان' کشیل خان اور ارسلان خان بیٹھ گئے تھے۔ پھر قصر کے اس کمرے م سلطان ناصرالدین کی آواز گونج گئی تھی۔

الغ خان اور کشیل خان تم دونوں خصوصیت کے ساتھ ارسلان تم عمومیت۔

یہ میری بات اپنے دل پر لکھ رکھو۔ کہ جس مہم پر تم روانہ ہوئے تھے۔ اس کے پہلے مرحلے میں جو تمہیں شکست ہوئی۔ اس شکست کے نتیجے میں مجھ ناصرالدین کے دل پر کسی قسم کا کوئی میل نہیں تھا۔ جس وقت الغ خان تمہاری شکست کی خبریں دہلی میں پہنچیں میں پریشان اور فکر مند ضرور تھا۔ خان اعظم بھی تفکرات میں ڈوب گیا تھا۔ یہ کیسے ہوا۔ کہ ملتان کے نواحی جنگوں میں میں ہی نہیں خان اعظم بھی تمہاری کارکردگی دیکھ چکا تھا۔ اس لئے ہمیں سو فیصد امید تھی۔ کہ راجہ جاہر دیو کے سینا پتی کانتی لال کو تم بد ترین شکست دے کر اپنی سرحدوں سے دور بھگا دو گے۔ لیکن جب شکست کی خبریں سنیں تو میں ہی نہیں خان اعظم بھی پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا۔ دونوں نے باہم فیصلہ کیا تھا۔ کہ اس شکست کی ضرور کوئی بڑی وجہ ہو گی۔

پھر جب مخبروں نے یہ اطلاع دی۔ کہ تم کانتی لال پر قابو پانے والے تھے۔ کہ پشت کی جانب سے میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا سینا پتی اپنے لشکر کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوا۔ تب ہم نے جانا کہ تمہاری شکست کی وجوہات تھیں۔

بہر حال الغ خان تم نے اپنے دونوں ساتھیوں' کشیل خان اور ارسلان خان کے ساتھ مل کر جو صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ اور مناسب موقع پاتے ہوئے شبخون مار کر نہ صرف میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر سنگھ کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا۔ بلکہ کھلے میدانوں میں کانتی لال کو بھی شکست دیکر بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ تمہارا یہ کارنامہ بجا طور پر اس قابل ہے۔ کہ اس پر فخر کیا جائے میں تم تینوں کو اس قصر میں نہ صرف خوش آمدید کہتا ہوں۔ بلکہ تم تینوں کو تمہاری اس شاندار فتح پر مبارکباد بھی دیتا ہوں۔

الغ خان! مالوہ کے راجہ جاہر دیو اور سوالک اور میوات کے راجہ رندھیر نے جو ہمارے خلاف باغیانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ اس کی انہیں سزا دینے کے لئے میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنا ہی چاہتا تھا۔ اور تمہاری طرف مخبر روانہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ تم میدان جنگ میں ہی رک کر میرا انتظار کرو۔ لیکن خان اعظم نے کہا کہ تمہیں یہاں آنے دیا جائے۔ تمہیں اور تمہارے لشکریوں کو دو تین دن ستانے کا موقع فراہم کیا جائے۔ ساتھ ہی تمہاری فتح پر تمہاری حوصلہ مندی کی جائے۔ اور نئے

انداز اور نئے ولولوں کے ساتھ تم ہمارے ساتھ حرکت میں آسکو۔

اب تم تینوں جا کے آرام کرو۔ دو تین بعد جو لائحہ عمل اختیار کیا جانا ہے۔ خ
اعظم وہ تمہیں پوری طرح سمجھا دیں گے۔

سلطان ناصرالدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ خان اعظم بلبن اپنا چہرہ سلط
ناصرالدین کے قریب لے گیا۔ اور سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! میں ان تینوں کو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں۔ اور جو لائحہ عمل دو
میں اختیار کیا جانا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں۔

سلطان نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تب خان اعظم بلبن
جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر الغ خان اور کشلی خان اور ارسلان کو لے کر وہ قصر کے
کمرے سے نکل گیا تھا۔

اپنی حویلی کے دروازے پر آکر خان اعظم بلبن رک گیا۔ اس نے ارسلان
اور کشلی خان کو مخاطب کیا۔

تم دونوں جا کے آرام کرو میں الغ خان سے ذرا ان معاملات پر گفتگو کر
ہوں۔ جو آئندہ رونما ہو سکتے ہیں۔ اور کچھ باتیں میں اس کی ذات سے متعلق بھ
چاہتا ہوں۔ پھر میں تم سب کو دو دن بعد ہونے والے کوچ کے متعلق تفصیل سے
کروں گا۔

خان اعظم بلبن کا یہ حکم پا کر کشلی خان اور ارسلان خان وہاں سے چلے
تھے۔ بلبن الغ خان کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ دیوان خانے میں بیٹھ گیا۔
دیر خاموشی رہی۔ پھر بلبن نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان بیٹے! میں تمہیں دو اہم امور سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ا
تمہاری ذات سے متعلق ہے۔ یوں جانو تمہارے لئے خوش قسمتی ثابت ہو سکتا۔
دوسرا امر درباری سازشوں سے متعلق ہے۔ پہلے میں تمہاری ذات سے متعلق
کرتا ہوں۔

پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے قنوج کے راجہ ملکی رام کی اس راجکماری کو دیکھ
ہے۔ جس کا تم نے جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کے لئے سوئمبر جیتا ہے۔

خان اعظم کی اس گفتگو پر الغ خان نے تھوڑی دیر تک اس کی طرف چونکتے
ے دیکھا پھر وہ بول پڑا۔

خان اعظم! میں تو اس وقت بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں تھا۔ جس وقت
سوئمبر جیتا تھا۔ جب میں نے چرخی پر تیر چلائے تھے میرے قریب ہی ملکی رام کی
ماری بیٹھی ہوئی تھی۔ پر میں نے اسے نہیں دیکھا۔ اس لئے کہ وہ اپنے چہرے پر
ڈالے ہوئے تھی۔ مشہور یہ ہوا تھا۔ کہ راجکماری صرف اس کے سامنے اپنا
اٹھائیگی جو اس کا سوئمبر جیتے گا۔

پر جس وقت میں نے سوئمبر جیتا۔ اسی وقت سندر داس کے آدمی مجھے اٹھا کر
مسلح جوانوں کے پاس لے گئے۔ وہاں مجھے پٹخ دیا۔ اور اپنے کندھوں پر سندر
کو اٹھاتے ہوئے انہوں نے اس کی کامیابی کا اعلان کر دیا۔ ا کے بعد جو مجھ پر
خان اعظم وہ آپ جانتے ہیں۔

الغ خان کے خاموش ہونے پر خان اعظم تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا
کچھ سوچتا رہا۔ شاید وہ مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی
دن سیدھی کی۔ الغ خان کی طرف دیکھا۔ اور کہنا شروع کیا۔

میرے بیٹے! تمہارے سوئمبر جیتنے کے بعد قنوج میں ایک انقلاب رونما ہو گیا تھا۔
سندر داس کے آدمی تمہیں اٹھا کر لے گئے تھے۔ تو قنوج کے راجہ ملکی رام کا
مخبر تمہارا پیچھا کر رہا تھا۔ اور اس نے واپس آکر قنوج کے راجہ ملکی رام کو بتا دیا
کہ اس کی راجکماری کا سوئمبر سندر داس نے نہیں بلکہ تم نے جیتا ہے۔ جس
سندر داس کے لوگوں نے تمہیں جاگے پٹخ دیا تھا۔ پھر تمہیں مالوہ کی طرف لے
یہ سارے حالات اس مخبر نے راجہ ملکی رام سے کہہ دیئے تھے۔ اس کی بنا پر
رام نے راجکماری کے پھیرے سندر داس سے کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ
سے تقاضا کیا تھا۔ کہ ایک بار پھر سوئمبر رچایا جائے گا۔ اور وہ چرخی پر تیر چلائے۔
ندر داس چونکہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا قنوج سے مالوہ کی طرف بھاگ گیا۔

تم نے چونکہ سوئمبر جیتا ہے۔ لہٰذا راجکماری دیاونتی نے جس کا تم نے سوئمبر جیتا
اس نے پہلے اپنی ماں کو اپنے اعتماد اور بھروسے میں لیا۔ پھر اپنا ایک خاص مخبر

مقرر کیا۔ جو اس کا اور اس کی ماں کا ہمنوا تھا۔ اس نے تمہارے حالات جانن
لئے کوشش کی۔ اور اپنے کچھ آدمی بھی تمہارے پیچھے لگا دیئے۔ دراصل راجک
دیاونتی نے اپنی ماتا سے یہ کہہ دیا تھا۔ کہ اس کا سوئمبر اس لئے رچایا گیا ہے
اسے جیتنے والے کے حوالے کر دیا جائے۔ اس نے اپنی ماتا کو فیصلہ دے دیا تو
جس کسی نے بھی سوئمبر جیتا ہے۔ وہی اس کا جیون ساتھی اور وہی اس کے
مالک ہے۔ پہلے تو کہتے ہیں۔ اس کی ماں نے اسے بڑا سمجھایا۔ جب راجکماری
نہ مانی اور اس بات پر اڑی رہی۔ کہ وہ ہر صورت میں اس نوجوان کی ہو کے ر
جس نے اس کا سوئمبر جیتا ہے۔ اس کی ماتا نے اس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔
راجہ ملکی رام کو راجکماری دیاونتی کے ان خیالات سے آگاہ نہ کیا گیا۔

دیکھ بچے! پھر ایسا ہوا کہ راجکماری دیاونتی کے خاص مخبر نے اس پر اسکی
یہ بھی انکشاف کر دیا۔ کہ اس کا سوئمبر جیتنے والا مسلمان ہے یعنی تم ہو۔ اور تم
پورے حالات سے بھی راجکماری کو آگاہ کر دیا گیا۔ اور اسے یہ بھی بتا دیا گیا
سلطان ناصرالدین کے لشکر میں داخل ہو چکے ہو۔ اور نائب سپہ سالار کے عہد
پہنچ چکے ہو۔

راجکماری دیاونتی کی ماتا نے اسے سمجھایا کہ اس کے پھیرے مسلمان سے
سکتے ہیں۔ تمہیں بھول جائے۔ راجکماری کا تقاضا تھا۔ کہ اس کا سوئمبر جیتنے
مسلمان ہے یا اس کا تعلق جس دھرم سے بھی ہے۔ وہ ہر صورت میں اس کی
رہی گی۔ جب اپنے فیصلے پر راجکماری دیاونتی اڑی رہی۔ تو اس کی ماتا بھی
ساتھ دینے لگی۔ راجکماری دیاونتی چونکہ غائبانہ تمہیں پسند کرنے لگی تھی۔ لہٰذا
سے ملاقات کرنے کے جتن کرنے لگی۔

اس کی خوش قسمتی کہ اس کا ماموں دہلی میں رہائش پذیر ہے۔ انہیں دنوں
ماموں دہلی سے قنوج اپنی بہنا سے ملنے گیا۔ وہاں دیاونتی اور اس کی ماتا نے
حالات کے متعلق دیاونتی کے ماموں سے مشورہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ملکی را
اجازت لے کر دیاونتی کا ماموں دیاونتی کی خواہش پر اسے قنوج سے دہلی لے آیا
ملکی رام سے بہانہ یہ کیا گیا تھا۔ کہ دیاونتی دہلی دیکھنا چاہتی ہے۔ اب وہی را

قنوج سے دہلی صرف تمہاری خاطر پہنچ چکی ہے اور تمہیں چاہنے تمہیں حاصل
کے درپے ہے۔ اب بولو بچے میری اس ساری گفتگو کا تمہارے پاس کیا جواب

خان اعظم کی اس ساری گفتگو پر الغ خان سنجیدہ بیٹھا رہا۔ خان اعظم جب
ں ہوا۔ تو وہ عجیب سے حیرت سے تھوڑی دیر تک خان اعظم کو دیکھتا رہا۔ پھر اس
دن جھک گئی کچھ سوچا۔ اس کے بعد اس نے خان اعظم کی طرف دیکھتے ہوئے
شروع کیا۔

خان اعظم آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں دیاونتی راجکماری ہے۔ میں حالات
زخ میں بھٹکا ہوا ایک خانہ بدوش۔ خان اعظم روشن نگینے۔ گندھلے جوہڑ کی سیاہ
سطح اور ریشمی رندھیروں میں بھی اپنی چمک دکھا جاتے ہیں۔ جب چنار کے پتوں
ڑی دور سے اچھی لگتی ہے۔ نزدیک آنے پر پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ کسی جانور کا کھا
میں سود مند ثابت نہیں ہوتیں۔ خان اعظم مجھ میں راجکماری دیاونتی میں بڑا
ے بڑا بعد ہے۔ محبت کے رشتے کی جو پیاس وہ لے کر قنوج سے دہلی آئی ہے۔
ی ذات سے کیسے بجھ سکتی ہے۔

خان اعظم! راجکماری دیاونتی جگمگاتے ستاروں کی رو پہلی صدا' شریں آہنگ کا
ور صبح کی پہلی کرنوں میں سبزہء نورستہ کی مانند ہے جب کہ میں اپنی ذات اور
حالات میں ایک سیمابی دیوار' وحشت زار رات اور خزاں کی پہلی بارش کی یخ
ی کی مانند ہوں۔ اور ایسی کیفیتیں ایک دوسرے سے گریزاں ہوتی ہیں۔ پھر
کر میرا اس کا جوڑ کامیاب ہو سکتا ہے۔

میں نے راجہ جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کے کہنے پر جو راجکماری دیاونتی کا
رجیتا تھا۔ تو میرے سوئمبر جیتنے ہی کی وجہ سے راجکماری دیاونتی کو مجھ سے یوں
ی صورت میں ایک بخار آلود اشتیاق سا ہو گیا تھا۔ ایسی وقتی محبت ایسا لمحاتی
ں خان اعظم سانسوں کے بے مفہوم زیر و بم اور پتنگے کے پروں کی سرسراہٹ
طرح بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں اس معاملے میں دیاونتی کی رائے سے
ف رکھتا ہوں۔

الغ خان شاید مزید کچھ کہتا کہ بیچ میں بولتے ہوئے خان اعظم نے اس ک
کاٹ دی۔

الغ خان میرے بیٹے جو اندیشے تم نے ظاہر کئے ہیں اپنے اور راجکماری کے درمیان جو فرق اور تفاوت تم نے اپنی باتوں اپنی گفتگو میں ظاہر کیا ہے۔ ا کو نظرانداز کرتے ہوئے بھی راجکماری دیاونتی تمہاری بننا چاہے تمہیں اپنی مرکز اپنی چاہت کا محور تمہیں اپنے پریم کی منزل بنانا چاہے۔ تو بولو پھر تم اعتراض ہو سکتا ہے۔

خان اعظم! اگر ایسا ہے۔ تو کوئی آخری جواب دینے سے پہلے اس سلسلے دیاونتی سے بات کرونگا۔ اور اس کے ساتھ بات چیت مطمئن ہونے کے بعد آخری فیصلہ دونگا۔ الغ خان نے گہری نگاہوں سے خان اعظم کی طرف دیکھتے ہ تھا۔

الغ خان کے اس جواب سے خان اعظم بلبن خوش ہو گیا تھا۔ اس کے اس نے ہاتھ رکھا۔ پھر کہنے لگا۔

الغ خان! میرے بیٹے تمہارے اس جواب نے مجھے مطمئن کر دیا ہے دیاونتی کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ کوئی سطحی لڑکی نہیں۔ بڑی سنجی اور تمہاری محبت میں وہ اس قدر سنجیدہ ہے۔ کہ تمہارے پریم اور تمہاری چا تو وہ اندھے کنویں میں بھی کودنے کو تیار ہے۔ بیٹے۔ بچے اس نے صرف تم محبت کی وجہ سے قنوج سے دہلی کا سفر کیا۔ ورنہ جانو ایک راجکماری کو اچھے ر کیا کمی ہے۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ تمہارے سوئمبر جیتنے کے بعد اس جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کو ٹھکرا دیا تھا۔ اس لئے کہ سندر داس نے کہا سوئمبر اس نے جیتا ہے۔ سن! اگر راجکماری دیاونتی چکا چوند کی دلدادہ اور ا ہوتی تو یاد رکھنا تم جیسے خانہ بدوش کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنے جیون ساتھی راجہ جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کو ترجیح دیتی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ سندر داس کی پیشکش کو پاؤں کی ایک حقیر ٹھوکر سے ٹھکرا دیا۔ اور سندر دا نے تمہیں ترجیح دی۔ بہر حال میرے بچے میرے بیٹے کل دیاونتی کے ہاں

ضیافت ہے۔ میری گفتگو سے تم جان چکے ہو گے۔ یہ دیاونتی وہی ہے۔ جس نے تمہیں دہلی میں تمہاری آمد پر سونے اور جواہرات کے دستوں والی تلوار اور خنجر پیش کیا تھا۔ اور ہیرا لال اس کا ماموں ہے۔ اس ضیافت میں میں تمہیں دیاونتی سے گفتگو کرنے کا موقع فراہم کرونگا۔ میں کل صبح ہی صبح ہیرا لال سے بات کر لونگا۔ اور اسے کہوں گا۔ کہ ضیافت میں کسی اور کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ضیافت میں میں اور تم ہی شامل ہونگے اور اس معاملے کو آخری شکل دیں گے۔ بچے میرا تمہارے ساتھ ایک معاملہ تو طے ہوا۔ اب میں' دوسرے معاملے کی طرف آتا ہوں۔

بچے دوسرا معاملہ کچھ یوں ہے۔ کہ میں تمہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ درباری سازشوں سے بچ کے رہنا۔ تم دہلی میں نووارد ہو۔ درباری سیاسی اور سازشوں سے آگاہ نہیں ہو۔ سیدھے سیدھے انسان ہو۔ اب تک خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے رہے ہو۔ لیکن یہاں دہلی کے قصر میں آئے روز سازشوں کا جال بچھتا رہتا ہے۔ میرے بیٹے کبھی ان سازشوں کا شکار مت ہو جانا۔

الغ خان نے درمیان میں بولتے ہوئے خان اعظم بلبن کی بات کاٹ دی۔

خان اعظم کھل کے کہیں۔ اگر آپ میرا تحفظ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ تو پھر مجھے ان سازشی عناصر کی بھی نشاندہی کر دیں۔ جو قصر دہلی میں میرے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔

خان اعظم نے کچھ سوچا۔ پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ اس نے جاری رکھا۔

الغ خان میرے بیٹے! میرے بچے! سب سے پہلے عمادالدین ریحانی سے بچ کے رہنا۔ یہ سلطان ناصرالدین پر چھایا ہوا بھی ہے۔ اور انتہا کا سازشی مکار اور وقت پر ضرب لگانے والا انسان ہے۔ جب بھی اسے موقع ملتا ہے۔ یہ سانپ کی طرح ڈسنے سے باز نہیں آتا۔ ان دنوں قصر سلطانی میں میرا سب سے بدترین دشمن ہی عمادالدین ریحانی ہے۔

میرے بچے میں نے آج تک تمہیں یہ نہیں بتایا کہ بنیادی طور پر ہانسی میری جاگیر ہے۔ میں ناصرالدین کا وزیر بننے سے پہلے ہانسی میں اپنی جاگیر پر ہی قیام کئے ہوئے تھا۔ اب بھی عمادالدین ریحانی اور اس کے گماشتے اس فکر میں ہیں۔ کہ مجھے

وزارت عظمیٰ کے منصب سے محروم کر کے واپس میری جاگیر ہانسی کی طرف بھ
جائے۔ اس کے لئے آئے دن یہ ناصرالدین کے کان بھرتے رہتے ہیں۔ لیکن اب
یہ مجھے اپنے منصب سے ہٹا کر ہانسی کی طرف بھجوانے میں کامیاب نہیں ہو سکے
ہم ایسے سازشی عناصر اپنی سازشوں سے باز نہیں آنے والے۔

اس قصر میں دوسرا سازشی انسان قتلغ خان ہے۔ میں اس کے متعلق
تفصیل سے بھی بتا دوں۔ سلطان ناصرالدین کے والد کی فوتگی کے بعد ناصرالدین
نے اسی قتلغ خان سے نکاح پڑھا لیا تھا۔ قتلغ خان اب ایک طرح سے
ناصرالدین کا سوتیلا باپ ہے۔ لیکن یہ انتہائی سازشی انتہائی مکار انسان ہے
عمادالدین ہی کی طرح ایک زہریلا سانپ ہے۔ جو کسی بھی وقت اپنے مخالفوں کو
سکتا ہے۔ اس شخص سے بھی محتاط رہنا۔

ان دونوں کا ایک تیسرا ساتھی انہی جیسا خطرناک ہے۔ اور یہ کشلی خان
یوں جانو دو بڑے اژدھوں کے ساتھ ایک چھوٹا زہریلا سانپ ہے۔ اژدھے عما
ریحانی اور قتلغ خان ہیں۔ چھوٹا اور زہریلا سانپ یہ کشلی خان ہے۔ یہ انتہائی
ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر اپنے لئے درجات بڑھانے کا
ہے۔

ایک بار پھر الغ خان بیچ میں بول پڑا۔ اور خان اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے
لگا۔

خان اعظم یہ شیر خان۔ جلال الدین' اور تاج الدین کیسے ہیں۔

الغ خان کے اس استفسار پر خان اعظم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی
پھر وہ دوبارہ بول پڑا۔

جہاں تک شیر خان کا تعلق ہے۔ تو یہ ان دنوں پنجاب کا حاکم اور گورنر
یہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ یہ واپس چلا جائے گا۔ اس سے تمہیں
خطرہ نہیں۔ یہ سیدھا سیدھا سا انسان ہے۔ ڈسنے والا سانپ نہیں ہے۔ دو
الدین ہے۔ یہ بے وفا نہیں ہے۔ اس سے دوستی رکھو گے تو یہ اپنی جان بھی
دے گا۔ جہاں تک جلال الدین کا تعلق ہے۔ وہ بھی تاج الدین جیسا ہے۔

تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔ بس جس سے بچ کے رہنا ہے۔ وہ قتلغ خان' عمادالدین
ریحانی اور کشلی خان ہیں۔ جو ڈسنے کا فن جانتے ہیں۔

یہ باتیں میں تمہارے سامنے اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ تینوں میرے مخالف تو
ہیں۔ لیکن لشکر میں شامل ہو کر جس تیزی سے سرعت سے تم نے ترقی کی منازل
طے کرتے ہوئے نائب سپہ سالار کا عہدہ پا لیا ہے اس سے یہ قتلغ خان' عمادالدین
ریحانی اور کشلی خان تینوں ہی جلتے ہیں۔ میرے آدمیوں نے اکثر و بیشتر ان تینوں کو
تمہارے خلاف گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے۔ لہٰذا میرے بچے! ان تینوں کے سامنے کبھی
کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ تم کسی گرفت میں آ جاؤ۔

الغ خان نے شکر گزار انداز میں خان اعظم کی طرف دیکھا پھر بول پڑا۔

خان اعظم! میں آپ کا ممنون اور شکر گزار ہوں آپ نے مجھے خطرناک لوگوں
سے آگاہ کر دیا۔ اب میں ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے نہ صرف محتاط رہوں گا۔ بلکہ
ان کا سامنا کرنے سے ہی پہلو تہی کروں گا۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو اب میں جاتا
ہوں۔ ارسلان خان بڑی بے چینی سے میرا منتظر ہو گا۔

خان اعظم بلبن نے سر جھکا کر کچھ سوچا۔ پھر غور سے الغ خان کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان! دیاونتی کے ماموں ہیرا لال سے گفتگو کرنے کی بجائے میں پہلے سے ہی
لائحہ عمل سے آگاہ کر دیتا ہوں۔ بیٹے کل پہلے میں ہیرا لال کے ہاں جاؤں گا۔
بعد ازاں میرا ایک آدمی تمہیں بلانے آئے گا۔ اور میرا پیغام ملتے ہی تم سیدھے ہیرا
لال کی حویلی میں چلے آنا۔ تاکہ آج جو گفتگو میں نے کی ہے۔ اسے آگے بڑھایا جا
سکے۔ اس کے ساتھ ہی خان اعظم اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ الغ خان بھی کھڑا ہو گیا۔
خان اعظم سے اس نے پر جوش مصافحہ کیا۔ پھر وہ خان اعظم کی حویلی سے نکل کر اپنی
حویلی کی طرف چلا گیا تھا۔

اگلے روز سورج غروب ہونے کے بعد الغ خان اور ارسلان خان دونوں مغرب
کی نماز کے بعد فارغ ہوئے ہی تھے۔ ان کی حویلی کے دروازے پر کسی نے دستک دی
ارسلان خان تیزی نے سے صدر دروازہ جا کے کھولا۔ تو سامنے ایک مسلح جوان

کھڑا تھا۔ ارسلان خان کو دیکھتے ہی وہ بول پڑا۔
امیر الغ خان سے کہئے۔ انہیں خان اعظم نے طلب کیا ہے۔ خان
وقت زرگروں کے بازار کے پچھواڑے میں ایک ساہوکار اور بیوپاری کے
ہوئے ہیں۔ اس کا نام ہیرا لال ہے۔ وہیں خان اعظم نے امیر الغ خان
کس کام سے بلایا ہے۔ یہ مجھے نہیں بتایا۔ شاید امیر جانتے ہوں گے۔ ک
کی غرض و غایت کیا ہے۔ خان اعظم نے مجھے یہ بھی بتایا ہے تھا۔ کہ امیر
پتہ ہے۔

اس نوجوان کے ان الفاظ پر ارسلان خان کے چہرے پر مسکراہٹ
تھی۔ پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم جاؤ۔ میں الغ خان کو وہاں بھیجتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی وہ
وہاں سے چلا گیا تھا۔ ارسلان خان تیزی سے مڑا۔ اس جگہ آیا۔ جہاں
ہوا تھا۔ کھڑے کھڑے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

الغ خان میرے بھائی تمہارا بلاوا آگیا ہے۔ جاؤ خان اعظم نے تم
کے ہاں بلایا ہے۔ میرے خیال میں آج تمہاری ذات کا کوئی فیصلہ ہونے و

ارسلان کی اس گفتگو پر الغ خان مسکراتا رہا تھا۔ ارسلان خان
خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ ارسلان خان اس سے پہلے پھر بول پڑا۔

میرے عزیز! میرے دوست! میرے بھائی! وقت ضائع نہ کرو۔ تمہ
نے ہیرا لال کے ہاں طلب کیا ہے۔ ہیرا لال دہلی شہر کا مانا ہوا بیوپاری
ہے۔ اس کے تعلقات حکمرانوں کے ایوانوں تک ہیں۔ میرے بھائی جاؤ۔
سے متعلق ہیرا لال نے خان اعظم سے گفتگو کی ہو گی۔ اور اسی سلسلے
نے تمہیں ہیرا لال کے ہاں بلایا ہے۔

گزشتہ دن جو علیحدگی میں تمہاری خان اعظم کے ساتھ گفتگو ہوئی تھ
تو تم نے مجھ سے نہیں کیا۔ نہ ہی میرے پوچھنے پر تم نے تفصیل بتائی
لگ رہا ہے۔ کہ جو کل گفتگو ہوئی تھی۔ آج کا تمہارا بلاوا اسی سلسلے
ہے۔ جاؤ میرے بھائی تمہارے لئے دعا گو ہوں۔ کہ جس مقصد کے تحت

ہے۔ اس میں تم کامیاب و کامران رہو۔

الغ خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ارسلان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ارسلان خان تمہارا کہا مانتے ہوئے میں جاتا ہوں دیکھیں خان اعظم کیا کہتا ہے۔

سلان خان نے فوراً" آگے بڑھ کر اس کی کلائی پکڑ لی۔

الغ خان میرے بھائی یوں نہیں۔ کپڑے بدل کے جاؤ۔ وہاں تمہاری ذات کا کوئی
فیصلہ ہوتا ہے۔ اس لئے تمہیں اچھے لباس میں جانا چاہئے۔

الغ خان نے اپنے لباس کی طرف دیکھا پھر اس نے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے
نا شروع کیا۔

اس لباس میں کیا ہے۔ اس سے میں نے ابھی مغرب کی نماز ادا کی ہے۔ دیکھ
ے عزیز! یہ میرا لباس سستے اور سادے کپڑے کا سہی۔ لیکن ہے تو خوب ستھرا اور
لا ہوا۔ اس میں جانے سے کیا حرج ہے۔ ارسلان خان میرے بھائی اس وقت کو
ی یاد کرو۔ میں اور تم خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ کیا میرا آج کا لباس
ندگی کے ان لمحوں سے بدرجہا بہتر نہیں ہے۔ میرے بھائی مجھے نہ ہیرا لال سے کوئی
لچسپی ہے۔ نہ ہی آج تک میں نے کسی دلچسپی کا اظہار اس کی بھانجی دیاونتی سے کیا
ہے۔ ارسلان خان تاہم میں ان کی طرف جانے سے پہلے تمہیں ایک بات بتاتا
ہاؤں۔

یہ دیاونتی جو ہیرا لال کی بھانجی ہے۔ یہ حقیقی معنوں میں قنوج کے راجہ ملکی رام
کی راجکماری دیاونتی ہی ہے۔ جس کا سوئمبر میں نے راجہ جاہردیو کے بیٹے سندر داس س
ے جیتا تھا۔ اس کے بعد قنوج سے دہلی آنے کے مختصر حالات الغ خان نے کہہ دیئے
تھے۔

الغ خان کے اس انکشاف پر ارسلان خان تھوڑی دیر چونکا سا کھڑا رہا۔ پھر بول
پڑا۔

الغ خان میرے بھائی یہ تو تم نے کمال کا انکشاف کر دیا۔ میں تو یہی سمجھ رہا تھا۔
کہ کسی اور شہر میں ہیرا لال کی بہن ہو گی۔ اور اس کی بھانجی اسے ملنے کے لئے
یہاں آئی ہوئی ہے۔ اب تم نے جو انکشافات کئے ہیں۔ ان کے مطابق تو میری

نگاہوں میں اس دیاونتی کا وقار اس کی عزت بہت بڑھ گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں راجکماری دیاونتی کی بڑی دلیری۔ اس کی بہادری اس کی شجاعت اور بیباکی ہے اپنا سوئمبر جیتنے والے کی خاطر اس قدر طویل سفر کیا۔ کہ اپنے سوئمبر جیتنے والے لئے یوں اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ اب تم یہ بھی بتا چکے ہو۔ کہ اسے ہے کہ میں خانہ بدوش قبیلے کا ایک فرد ہوں۔ پھر اس کے اس فیصلے پر میری نگاہوں میرے دل میں اس کی عزت انتہا درجہ کی بڑھ گئی ہے۔ کہ اس نے راجہ جاہر دیو کے راجکمار سندر داس پر ایک خانہ بدوش کو ترجیح دی۔ اگر وہ امارت اور جاہ پسند ہوتی تو جس طرح جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کے سوئمبر جیتنے کا اعلان کیا تھا۔ تو راجکماری دیاونتی اس کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتی۔ اور اس کے ساتھ اپنے پھیرے کرانے پر رضا مند ہو جاتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ حقیقی معنوں میں اس نے اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جس نے اس کا سوئمبر جیتا دیکھو الغ خان میرے بھائی تم ہر قسم کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہو۔ اس لئے کہ یہ ا مسئلہ ہے جس کا تمہاری ذات سے تعلق ہے۔

لیکن میں ایک بھائی کی حیثیت سے تمہیں مشورہ ضرور دونگا۔ عمر کے لحاظ سے میں بڑا ہوں۔ اور مشورہ یہ دونگا۔ کہ راجکماری دیاونتی سے متعلق جو بھی تم فیصلہ کرو۔ خوب سوچ سمجھ کر کرنا۔ دیاونتی کو میں بھی دیکھ چکا ہوں۔ اپنے حسن اپنی خوبصورتی اپنے جسمانی تناسب میں وہ بے مثال و لاجواب ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری تلاش میں اس نے جو قنوج سے یہاں تک کا سفر کیا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کوئی کسی کے لئے اتنی بڑی قربانی اتنی بڑی تکلیف نہیں کرتا۔ ان سارے عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے دیاونتی کے متعلق فیصلہ کرنا۔ میں نہ کوئی فیصلہ تم پر ٹھونسنا چاہتا ہوں۔ نہ یہ کہوں گا۔ کہ تم کوئی ایسا فیصلہ کرو۔ اپنے دل اپنے دل کی پکار اور صدا کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا ایسی لڑکیاں زندگی میں بہت کم ملتی ہیں۔

ارسلان خان جب خاموش ہوا۔ تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے الغ خان نے کہنا شروع کیا۔

ارسلان خان! تمہاری بڑی مہربانی تمہارا بڑا شکریہ جن الفاظ میں تم نے مجھے

صلاح مشورہ دیا ہے۔ یہ الفاظ واقعی اپنائیت اور جانثاری سے بھرپور ہیں۔ پر حالات کا دھارا کس طرف بہتا ہے۔ یہ تو جا کے مجھے ہیرا لال کے گھر میں ہی پتہ چلے گا۔ میرے بھائی دیاونتی نے دہلی شہر میں میری پہلی آمد پر مجھے تحفے میں ایک تلوار ایک خنجر پیش کیا تھا۔ جن کے دستے ہیرے اور جواہرات کے تھے۔ آج تک دیاونتی کو میرے پاس بیٹھنے کا موقع ملا نہ میں اس کے پاس بیٹھا۔ اس لئے دونوں ایک دوسرے کے مزاج شناسا نہیں ہیں۔ وہ کیا سمجھتے ہوئے میری تلاش میں یہاں آئی ہے۔ پہلے میں یہ جاننے کی کوشش کرونگا۔ ہو سکتا ہے میرے ساتھ گفتگو کے دوران اسے مایوسی ہو۔ اور وہ اپنا فیصلہ بدلنے کے لئے تیار ہو جائے۔ بہر حال جو بھی فیصلہ ہو گا۔ وہاں خان اعظم یا دیاونتی کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد ہی کیا جائے گا۔ اب میں جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی الغ خان حویلی سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد الغ خان نے ہیرا لال کی حویلی پر دستک دی۔ پہلی ہی دستک پر حویلی کے اندر سے کوئی بھاگتا ہوا آیا تھا۔ صدر دروازے پر کھڑا ہوا۔ پھر دروازے کے ساتھ کان لگاتے ہوئے کسی نے شہد جیسی مٹھاس بھری آواز میں پوچھا تھا۔ ”کون ہے۔

میں! الغ خان ہوں۔ دھیمی سی آواز میں الغ خان نے جواب دیا تھا۔

الغ خاان کا اتنا کہنا تھا۔ کہ دروازہ فوراً“ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی خود دیاونتی تھی۔ اور جو لباس اس کے پاس تھے۔ ان میں سب سے قیمتی اور عمدہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اپنی خوبصورتی اپنے حسن اپنی سندرتا میں اس وقت دیاونتی قافلہ شمس و قمر میں وجدان کی ایک ادا“ سلسلہ سخن میں شاعر کے خیالوں کی دھنک اور حرفوں کے سمندر میں کسی ادیب کی آتش فشاں تحریر دکھائی دے رہی تھی۔ الغ خان اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ دیاونتی کی آواز نے اسے چونکا دیا تھا۔ دیاونتی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں دیاونتی رکی۔ دم لیا ایک انتہائی توجہ سے بھر پور نگاہ اس نے الغ خان پر ڈالی۔ ایک بار پھر کہنا شروع کیا۔

آپ کا یہاں آنا مجھ دیاونتی کے لئے ایک شبھ گھڑی ہے۔ آپ کی یہاں آمد آپکا

یہاں ورود میرے لئے دھنونتی اور نعمت سے کم نہیں ہے۔

راجکماری دیاونتی کے ان الفاظ پر الغ خان عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں ایک تجسس ایک کھوج تھا۔ دیاونتی جب خاموش ہوئی۔ تب الغ خان بول پڑا۔

راجکماری دیاونتی! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو۔

یہاں تک کہتے ہوئے الغ خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ دیاونتی نے فوراً آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ الغ خان کے منہ پر رکھ دیا تھا۔ الغ خان نے محسوس کیا راجکماری دیاونتی کے ہاتھ میں دلگدازی اور عطر بیزی تھی۔ پھر ایک دم دیاونتی نے الغ خان کے منہ سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ دروازے کی طرف لپکی اور دروازے کو اس نے اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ الغ خان کے سامنے آئی۔ اپنائیت اور شکوہ سے بھرپور آواز میں بول پڑی۔

الغ خان یہ آپ کیا ظلم اور جبر کر رہے ہیں۔ آپ دہلی شہر میں مجھے کیوں راجکماری کہہ رہے ہیں۔ اگر کسی کو خبر ہوگئی تو یاد رکھیئے گا۔ میرا آپ کی ایک پر کی حیثیت سے یہاں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ میں قنوج کے راج پاٹ میں تو راجکماری ہوں۔ لیکن یہاں دہلی شہر میں صرف آپ کی ایک کنیز اور داسی ہوں۔

دیاونتی کی اس ساری گفتگو سے الغ خان عجیب سا محسوس کر رہا تھا۔ آج تک کسی لڑکی نے اس سے محبت نہ کی تھی۔ اس طرح کے بول اس کے سامنے نہ بولے تھے۔ ایسی چاہت ایسی اہمیت اسے آج تک کسی سے نہ دی تھی۔ لہٰذا وہ بوکھلا بوکھلایا سا تھا۔ اور فوراً بات کا رخ اس نے بدل ڈالا۔ دیاونتی ایک جوان مجھے بلانے گیا تھا۔ اس نے کہا تھا۔ کہ مجھے خان اعظم نے طلب کیا ہے۔ اور خان اعظم اس وقت تمہارے ماموں ہیرا لال کے گھر میں ہیں۔ کیا میں ان سے مل سکتا ہوں۔

دیاونتی نے اک گہری نگاہ الغ خان پر ڈالی پھر محبت سے بھرپور آواز الغ خان کی سماعت سے ٹکرائی۔

آپ گھبرائے گھبرائے بکھرے بکھرے کیوں ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو یہاں بلا کر آپ کے ساتھ دھوکا اور فریب کیا گیا ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔

اس کے ساتھ ہی دیاونتی آگے چل دی۔ الغ خان اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔ دیاونتی اسے دیوان خانے میں لائی۔ ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ یہاں بدھارے پھر میں آپ سے گفتگو کرتی ہوں۔

الغ خان وہاں چپ چاپ بیٹھ گیا۔ پھر دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اس نے کمرے کا بھرپور جائزہ لیا۔ اتنی دیر تک دیاونتی سامنے والی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ الغ خان نے دیاونتی کو پھر مخاطب کیا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ کہ خان اعظم اور تمہارے ماموں ہیرا لال کہاں ہیں۔

خان اعظم اور میرے ماموں کسی ضروری کام کے لئے باہر نکلے ہیں بس تھوڑی دیر تک آتے ہی ہیں۔ آپ کی ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ دیاونتی نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا تھا۔

الغ خان تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ لگتا تھا وہ گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ سامنے بیٹھی دیاونتی بھی بس خاموشی سے پیار بھرے انداز میں دیکھے جا رہی تھی۔ پھر الغ خان کو کوئی خیال گزرا۔ دیاونتی کو اس نے مخاطب کیا۔

میں معذرت خواہ ہوں۔ کہ میں آپ کو راجکماری کے بجائے کئی بار آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں تم نے برا نہ مانا ہو گا۔ دیاونتی فوراً بول پڑی۔

الغ خان کیسی گفتگو کرتے ہیں۔ میرا من چاہتا ہے۔ کہ آپ یہاں میرے سامنے بیٹھ کر سارا جیون مجھے دیاونتی پکارتے رہیں۔ اور میں آپ کی پکار کا جواب دیتے ہوئے اپنا جیون آپ پر نچھاور کر دوں۔

مجھے فخر ہے۔ کہ آپ مجھے دیاونتی کے نام سے پکار رہے ہیں۔ اور آپکو مجھے میرے نام سے پکارنا چاہئے۔ اس لئے کہ میرے اور آپ کے درمیان ایک رشتہ اور تعلق ہے۔ تم الغ خان سے اپنی چاہت اپنی پریت کا ذکر کرو گی۔ تو کیا تم سمجھتی ہو۔ کہ تمہارے پتا اور قنوج کے راجہ ملکی رام تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے تمہیں مجھ سے بیاہنے پر رضا مند ہو جائیں گے۔

الغ خان جب خاموش ہوا۔ تب دیاونتی اثبات میں سر ہلاتی رہی۔ مسکراتی رہ
اس کے بعد الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔
الغ خان آپ کی زندگی آپکے جیون کا ساتھی بننے کے لئے مجھے کسی کی اجاز
لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اگر صرف دو الفاظ کا اظہار کر دیں۔ تو دیاونتی قنوج
کیا۔ ساری دنیا کی نعمتوں کو ٹھوکر مارتے ہوئے اپنا جیون آپ کے پاؤں میں بسر کر
پر رضا مند ہو جائے گی۔ الغ خان اگر حالات نے مجھے یہاں سے قنوج جانے پر مجبور
دیا۔ تو یاد رکھنا جب بھی ایک پریتم ایک سوامی کی حیثیت سے تم مجھے پکارو گے۔ ت
بھاگتی قنوج سے دہلی پہنچ جاؤنگی۔ الغ خان تمہارے بغیر دیاونتی ادھوری ہے۔ میں جا
ہوں جس طرح تم اپنے خانہ بدوش قبیلہ کے ساتھ مالوہ میں داخل ہوئے۔ گاؤ ہتیا
جرم میں تمہیں گرفتار کیا گیا۔ پھر تمہاری شجاعت تمہاری تیر اندازی کو دیکھتے ہوئے
مالوہ کے راجہ کے بیٹے سندر داس نے تمہیں استعمال کیا۔ اور اپنے لئے میرا سوئم
جیتنے کے لئے کہا۔ اب جب کہ تم نے میرا سوئمبر جیتا ہے۔ تو الغ خان تم ہی میر
حقدار ہو۔ میں اپنے من میں تمہیں اپنا پریتم ہی نہیں اپنا پتی تصور کر چکی ہوں۔ ا
بولو کیا تم میری پریت کو ٹھکراتے ہو۔ یا پنی زندگی اپنے جیون کا ساتھی بنانے پر آماد
ظاہر کرتے ہو۔

دیاونتی کے ان الفاظ سے الغ خان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھ
۔ ایک دزدیدہ سی نگاہ اس نے دیاونتی کے چہرے پر ڈالی پھر خوشی مسرت سکون ا
طمانیت ملی جلی آواز میں الغ خان بول پڑا۔

دیاونتی میں تمہیں ٹھکراتا نہیں ہوں۔ اگر تم لڑکی ہو کر قنوج سے دہلی میری خاط
سفر کرتی ہو۔ تو میں تمہاری چاہت کا جواب چاہت سے تمہاری پریت کا جواب پری
سے دونگا۔ اگر کسی نے آج کے بعد تمہیں مجھ سے چھیننے کی کوشش کی۔ تو میں الغ
خان اس کا حلقوم کاٹ کر رکھ دونگا۔ دیاونتی اگر تم اپنے جیون کے لئے مجھے اپنا پتی
تصور کر چکی ہو۔ تو میں بھی تمہیں اپنی زندگی کی رفیق بنانے کا دعوی کرتا ہوں اب بو
تمہارا کیا ردعمل ہے۔

الغ خان کے اس جواب پر دیاونتی خوشی سے جھوم اٹھی تھی۔ دیاونتی اپنی جگہ

اٹھی الغ خان کے قریب آئی۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر
ہاں برساتی آواز میں کہنے لگی۔
دیاونتی کو صرف آپ کی ضرورت تھی۔ اب دیاونتی کو کچھ نہیں چاہئے۔ اس کے
ہی دیاونتی بھاگتی ہوئی دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔
ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی۔ کہ دیوان خانے میں خان اعظم بلبن۔ ہیرا لال کملا
ی اور کانتا داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے خود دیاونتی بھی تھی۔ اور وہ دز دیدہ نگاہوں
الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا بھی رہی تھی۔
ان سب کو دیکھتے ہوئے الغ خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا خان اعظم مسکراتا ہوا
خان کی قریب آیا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا پھر شفقت آمیز انداز میں بول
ا

الغ خان میرے بیٹے بیٹھو۔ الغ خان منہ سے کچھ نہ بولا۔ چپ بیٹھ گیا۔ اس کے
ئیں جانب خود خان اعظم اور بائیں جانب ہیرا لال بیٹھ گئے تھے۔ دیاونتی کملا دیوی
ر کانتا سامنے والی نشست پر بیٹھ گئی تھیں۔ پھر کمرے میں خان اعظم بلبن کی آواز
ونجی تھی۔ اس نے الغ خان کو مخاطب کیا تھا۔
الغ خان میرے بیٹے دیاونتی اور تم نے آپس میں مل کر جو محبت کا معاملہ طے کیا
ہے۔ اسے جان کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ دیکھ بیٹے میں اور ہیرا لال کہیں نہیں
ئے تھے۔ حویلی میں دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دراصل ہم نے جان بوجھ کر
تمہیں اور دیاونتی کو موقع فراہم کیا۔ کہ تم علیحدگی میں ایک دوسرے سے ملو۔ اور
ایک دوسرے سے جذبات کا اظہار کرو۔ اب جب کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کی
چاہت کو قبول کر لیا ہے۔ تو یوں جانو۔ آج کے بعد یہ دیاونتی تمہاری ہے۔ یہاں سے
جانے کے بعد دیاونتی نے ہمیں پورے حالات بتا دیئے ہیں۔ میں ہی نہیں دیاونتی کا
ماموں اس کی ممانی اور ماموں زاد بہن بھی بیحد خوش ہیں۔
الغ خان میرے بچے ابھی دیاونتی کے ساتھ اپنی محبت اور الفت کا کسی کے ساتھ
ذکر نہ کرنا۔ میں نے دیاونتی کو بھی سمجھا دیا ہے۔ وہ بھی ایسا ہی کرے گی۔ سن بچے
شاید دیاونتی نے تمہیں نہ بتایا ہوگا۔ کہ یہ اپنے ماں باپ کی واحد اولاد ہے۔ اس کے

پتا نے اسے بیٹی نہیں بیٹے کی حیثیت سے چاہا اور پیار کیا ہے۔ یوں جانو تم دونوں کو ایک دوسرے سے منسوب کر دیا ہے۔ لیکن تم دونوں کی شادی کا اہتمام ابھی نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک دو روز تک سلطان اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا۔ ہم چونکہ اس کے ہمراہ ہونگے اس لئے اتنی عجلت سے تمہاری شادی کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا۔

الغ خان یہ بات بھی طے شدہ ہے۔ اور اس پر ہم نے آپس میں گفتگو بھی کر لی ہے۔ کہ دیاونتی کا باپ اور قنوج کا راجہ ملکی رام کسی بھی صورت دیاونتی کو تمہارے ساتھ بیاہنے پر رضا مند نہ ہو گا۔ ہاں دیاونتی کی ماتا ایسا کرنے پر رضا مند ہے۔ دیاونتی اپنی ماتا کی ہی رضا مندی لے کر تمہاری تلاش میں دہلی آئی ہے۔ اور اس رضا مندی میں ہیرا لال اور اس کے اہل خانہ بھی شامل ہیں۔ تم دونوں کے مستقبل کا لائحہ عمل جو ہم نے طے کیا ہے۔ وہ کچھ اس طرح ہے۔ جو مہم ہمیں در پیش ہے۔ اس سے نپٹنے کے بعد تم دونوں کی شادی کر دی جائے گی۔ اور دیاونتی اپنے ماموں کے ہاں سے تمہاری حویلی میں منتقل ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں دیاونتی ہی نہیں اس کی ممانی اور ماموں کے ساتھ بھی میری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ دیاونتی اب واپس قنوج نہیں جائے گی۔ اس لئے کہ اگر یہ قنوج گئی۔ تو قنوج سے دہلی آنے کی دوبارہ امید ختم ہو جائے گی۔ اور پھر اس کے پتا نے ایک بار اس کا سوئمبر رچا دیا ہے۔ یہ سوئمبر چونکہ نا کام رہا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس کی شادی جلد از جلد کرنے کے لئے قنوج کا راجہ پھر اس کا سوئمبر رچائے۔ اور کسی اور کے حوالے اسے کر دے۔ لہٰذا ہم سب نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ دیاونتی آج کے بعد تمہاری ہے۔ یہ قنوج نہیں جائے گی۔ یہیں قیام کرے گی۔ جب تک اسے تم سے بیاہ نہیں دیا جاتا۔ یہ اپنے ماموں کے ہاں تمہاری امانت کی حیثیت سے رہے گی۔ شادی کے بعد یہ تمہاری حویلی میں منتقل ہو جائیگی۔ میرے بچے میرے بیٹے اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔

اس ساری گفتگو سے الغ خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس دوران دیاونتی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر [illegible] نے ایک

[…] نگاہ دیاونتی پر ڈالی۔ دیاونتی اس کی طرف دیکھتے ہوئے پہلے مسکرا دی تھی۔ اس کے بعد الغ خان نے خان اعظم کی طرف دیکھا۔

خان اعظم مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں۔

الغ خان کا جواب سن کر سب خوش ہو گئے تھے۔ اس بار ہیرا لال نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان میرے بیٹے تیرے جواب نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ دیکھ بچے میں نے اپنی بیوی اور خان اعظم سے گفتگو کی ہے۔ اور فیصلہ یہ ہوا ہے۔ کہ جب تک دیاونتی کو تمہارے ساتھ بیاہ نہیں دیتے۔ دیاونتی میری حویلی میں قیام کریگی ہم نے اسے اجازت دے دی ہے۔ جب اور جس وقت چاہے تمہاری حویلی میں جا کر تم سے مل سکتی ہے بلکہ تمہارے کام کاج بھی کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ بیٹے میں اپنے من میں اب تمہیں دیاونتی کا سوامی اور مالک سمجھ چکا ہوں۔ دیاونتی اب تمہاری ہے۔ اور جونہی آنیوالی مہم نپٹتی ہے۔ دیاونتی کا بیاہ کر کے اسے تمہاری حویلی میں منتقل کر دیا جائے گا۔

اپنی بات ختم کرنے کے بعد ہیرا لال کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اپنی پتنی کملا دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کھانا لانے کے لیئے کہا۔ ہیرا لال کے کہنے پر کملا دیوی …نہیں کانتا اور دیاونتی بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ تینوں بڑی تیزی سے حرکت میں آئیں۔ اسی کمرے میں انہوں نے کھانا لگایا سب نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر خان اعظم اور الغ خان وہاں سے چلے گئے تھے۔ دو روز بعد سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر میں خان اعظم بلبن اور الغ خان بھی شامل تھے۔

ایک روز نرمل داس بھاگتا ہوا اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ جہاں اس کا سانس پ
ہوا تھا۔ وہاں اس کے چہرے پر خوشیوں کے انبار بھی تھے۔ اپنی حویلی کے صحن کو ع
کرتے ہوئے جب وہ دیوان خانے کے قریب آیا۔ تب اس کے ماتا پتا رام دیو ا
دھرم دیوی وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ اسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے دونوں کس ق
پریشان ہوئے تھے۔ نرمل داس ان کے قریب آنے پر قبل اس کے کہ کوئی ان
سے اس سے مخاطب کر کے کچھ کہتا نرمل داس خود ہی بول پڑا۔

میرے ماتا پتا میں آپ لوگوں کے لئے ایک انتہائی اچھی خبر لے کر آیا ہو
آپ لوگوں نے میرے کہنے پر ہیرا لال کی بھانجی دیاونتی کا رشتہ مانگا تھا۔ اور انہوں
انکار کر دیا تھا۔ اس روز میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں یوں ہی نہیں
رہوں گا۔ یہ پتہ لگانے کی کوشش کرونگا۔ کہ دیاونتی اگر ہیرا لال کی بھانجی ہے۔ تو ا
کے ماں باپ کہاں رہتے ہیں۔ اور میں اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے ماں با
سے رابطہ قائم کرونگا۔

اتنے دنوں کی تگ و دو کے بعد آخر میں نے دیاونتی کے محل وقوع کو جان لیا
ہے۔ سن میرے پتا۔ سن میری ماتا۔

یہ دیاونتی کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ دیاونتی راجکماری ہے۔ اور قنوج کے ر
ملکی رام کی بیٹی ہے۔ میں زیادہ تفصیل تو نہیں جان سکا۔ پر یہ معلوم کر سکا ہوں کہ
قنوج سے دہلی دیکھنے کے لئے یہاں اپنے ماموں ہیرا لال کے ہاں آئی ہوئی ہے۔ میں
بھی تفصیل نہیں جان سکا کہ جس جوان کی وجہ سے انہوں نے دیاونتی کا رشتہ د
سے مجھے انکار کیا ہے۔ اس جوان کے ساتھ یہ کیسے چاہت اور محبت میں مبتلا ہوئی
میں' یہ ضرور جان چکا ہوں۔ کہ دیاونتی سلطان کے نائب سپہ سالار الغ خا

نہ کرتی ہے۔ اور مجھے یہ تک معلوم ہو گیا ہے۔ کہ ہیرا لال نے دیاونتی کی سگائی
الغ خان سے کر دی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد نرمل داس رکا۔ تو اس کے باپ رام دیو نے انتہائی مایوسی
اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیکھ بالک! اگر دیاونتی قنوج کے راجہ ملکی رام کی راجکماری ہے۔ تو پھر تمہیں یہ
بیل جاننے کے بعد کیا فائدہ ہو گا۔ پہلی بات تو یہ کہ اس لڑکی کی سگائی بقول
ارے الغ خان کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اگر تم اس کے باپ ملکی رام سے رابطہ بھی
م کرتے ہو۔ تو کیونکر وہ اپنی بیٹی کی سگائی توڑ کر تمہارے ساتھ اس کا بندھن باندھ
ے گا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ لہٰذا میرا خیال ہے۔ کہ تمہیں یہ تفصیل حاصل کرنے
ائی فائدہ نہیں ہو گا۔

رام دیو کے خاموش ہونے پر نرمل داس فوراً" بول پڑا۔

پتا جی فائدہ نہ ہو گا۔ تو نقصان بھی نہ ہو گا۔ اب سوچنے کی یہ بات ہے۔ کہ آخر
ل دہلی میں الغ خان کے ساتھ سگائی کیوں کر دی گئی۔ اس سگائی میں اس کے ماتا پتا
ل شامل نہ ہوئے۔ میرا من کہتا ہے۔ کہ یہ سارے کام دیاونتی کے پتا اور ماتا کی
بی جانے بغیر کئے جا رہے ہیں۔ میرے من میں یہ اندیشہ بھی اٹھتا ہے کہ ہو نہ
۔ راجکماری دیاونتی قنوج سے بھاگ کر یہاں دہلی آئی ہوئی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے۔
وہ پہلے سی ہی اس الغ خان کو پسند کرتی ہو۔ اور اس کی خاطر قنوج سے دہلی بھاگ
آئی ہو۔ پتا جی میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ میں ہر صورت قنوج کا رخ کروں گا۔
وہاں جا کے دیاونتی کے پتا راجہ ملکی رام سے پورے حالات کہوں گا۔ کہ اس کی
نا جانے بغیر اس کی پتنی کے بھائی ہیرا لال نے دیاونتی کی سگائی الغ خان کے ساتھ
ردی ہے۔ پتا جی دیکھنا ملکی رام کو جب ان حالات کی خبر ہو گی تو میرا دل کہتا ہے۔
فوراً" وہ اپنی بیٹی کو دہلی سے قنوج بلائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ دیاونتی مجھے نہیں
گی۔ اس لئے کہ وہ راجکماری ہے۔ اس کے پھیرے کسی راجکمار ہی کے ساتھ
گا۔ لیکن وہ یہاں دہلی میں تو نہ رہے گی۔ اس کا بیاہ الغ خان کے ساتھ تو نہ ہو
جب اس کا نکاح الغ خان کے ساتھ نہ ہو گا وہ دہلی سے چلی جائیگی۔ تو اسطرح سے

میرے من کو شانتی ملے گی۔ اگر وہ یہاں رہتی ہے۔ الغ خان سے اس کی شادی ہ
ہے۔ تو میرا من اسے دیکھ کر کڑھتا رہے گا۔ بس میں اپنے من کے سکون کے لۓ
صورت میں ایسا کرونگا۔

نرمل داس کی اس ساری گفتگو کے جواب میں اس کی ماتا دھرم دیوی تو کچھ
بولی۔ بلکہ اس کا باپ رام دیو بول پڑا۔

دیکھ بچے! تیرا من جو چاہتا ہے کر پر ایک احتیاط رکھنا اگر تیری اس حرکت
اطلاع کسی طرح الغ خان کو ہو گئی۔ تو یہ سوچ رکھنا وہ ہمیں زندہ نہ رہنے دے
اگر تیری وجہ سے دیاونتی اس سے چھین لی گئی۔ تو وہ تجھ سے تیری آتما چھین لے
اگر تو نے اس کے کاموں میں روڑہ اٹکانے کی کوشش کی تو تیری جان تیری روح
درمیان وہ روڑہ اٹکا دے گا۔ میں تمہیں مشورہ دونگا۔ کہ اس کام سے باز رہو۔
دیاونتی الغ خان کو چاہتی ہے۔ اسے پسند کرتی ہے۔ تو تیرا کیا لیتی ہے۔ اسے اپنی
اپنے پریم کی طرف جانے دو۔ تم اپنے کام سے غرض رکھو۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ تو
ایسا کرتا ہے۔ تو تو کہیں نقصان ہی نہ اٹھائے۔

رام دیو کی اس تنبیہہ سے دھرم داس تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ پھر
تانتے ہوئے کہنے لگا۔

پتا جی آپ کوئی فکر نہ کریں میں یہ سارے کام بڑی راز داری سے کرونگا۔
آج ہی یہاں سے قنوج کا رخ کرونگا۔ اور پورے حالات قنوج کے راجہ ملکی رام
کہنے کے بعد واپس لوٹ آؤں گا۔ اس طرح کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔ کہ
رام کو میں نے اصل حالات کہہ دیئے ہیں۔

اصل حالات جاننے کے بعد بھی اگر ملکی رام کسی ردعمل کا اظہار نہیں کر
اس کی مرضی بہرحال جو میں نے تہیہ کیا ہے۔ وہ میں کر گزروں گا۔

نرمل داس کے ان ارادوں کے سامنے رام دیو اور دھرم دیوی نے کسی ردعمل
اظہار نہ کیا۔ پھر نرمل داس نے جلدی جلدی اپنے کوچ کی تیاری کی۔ اور اسی روز
دہلی سے قنوج کا رخ کر رہا تھا۔

مالوہ کے راجہ جاہر دیو کو بھی خبر ہو چکی تھی۔ کہ سلطان ناصرالدین اس

حرکت میں آ چکا ہے۔ اور اس پر حملہ آور ہونے کے لئے دہلی سے کوچ کر چکا
راجہ جاہر دیو کو اپنے لشکر کی تعداد اور قوت پر بڑا مان بڑا گھمنڈ تھا۔ اور اس کے
میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے ساتھ اس کے بہترین تعلقات تھے۔ اس
تیز رفتار قاصد میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کی طرف بھجوائے اور اس
حال سے اسے آگاہ کیا۔ اور یہ تجویز پیش کی کہ وہ بھی اپنا ایک لشکر روانہ
تاکہ دہلی کے سلطان کو آسانی سے جنگ میں شکست دی جا سکے۔ اس طرح
راجہ جاہر دیو چاہتا تھا۔ کہ میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے ساتھ مل کر
ناصرالدین کے خلاف فوائد حاصل کرے۔

راجہ جاہر دیو کا پیغام پا کر میوات اور سوالک کا راجہ حرکت میں آیا۔ اور ایک
ں نے اپنے ایک سپہ سالار کی سرکردگی میں جاہر دیو کی مدد کے لئے روانہ کر دیا

راجہ جاہر دیو کے جاسوس اور مخبر برابر اسے سلطان ناصرالدین کی پیش قدمی اور
حرکت سے متعلق آگاہ کر رہے تھے۔ جس وقت سلطان ناصرالدین خان اعظم
الغ خان اپنے لشکر کے ساتھ راجہ جاہر کی سرحدوں کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے
راجہ جاہر ان کی راہ روکنے کے لئے ان کے سامنے پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ میوات
سوالک کے راجہ کا لشکر بھی اس کے ساتھ تھا۔

سلطان ناصرالدین نے فوراً" اپنے لشکر کو جاہر دیو کے لشکر کے سامنے پڑاؤ
کا حکم دے دیا تھا۔ جس وقت لشکر پڑاؤ کر رہا تھا۔ خان اعظم اور الغ خان
سلطان ناصرالدین کے پاس آئے۔ جو ایک بلند جگہ کھڑا لشکر کے خیمہ زن ہونے
کو دیکھ رہا تھا۔ سلطان کے پاس اس وقت عمادالدین ریحانی اور قتلغ خان کے
کشلی خان بھی تھے۔

نا کے قریب آکر خان اعظم بلبن رکا۔ پھر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
سلطان محترم راجہ جاہر دیو سے نپٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔
آپ اسے پسند کریں۔ تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

سلطان ناصرالدین نے دھیمی سی مسکراہٹ میں بلبن کی طرف دیکھا۔ پھر خوشگوار

سی آواز میں اسے مخاطب کیا۔

خان اعظم کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمہاری تجویز پر عمل کیا جائے گا۔ جواب میں بلبن پھر بول پڑا۔

سلطان اعظم آپ جانتے ہیں ہمارے سامنے دو راجاؤں کا لشکر ہے۔ ایک جاہری دیو دوسرا رندھیر۔ میرا اندازہ ہے۔ کہ دشمن جنگ کی ابتدا کرنے میں تاخ... کام نہیں لے گا۔ وہ خوش ہے کہ اس کے لشکر کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔ وہ اس بنا پر بھی کہ ہم چونکہ سفر کرتے ہوئے آئے ہوئے ہیں۔ اور وہ یہ سمجھ... ہمارے لشکری تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں۔ حملہ آور ہونے میں عجلت سے کا... گا۔

سلطان محترم میں چاہوں گا کہ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک آپ کے پاس رہے۔ اور آپ پڑاؤ میں قیام کریں۔ عملی طور پر جنگ میں ... لیں۔ لشکر کے دوسرے دو حصے جنگ میں بھرپور حصہ لیں گے۔ ایک حصہ میر... دوسرا الغ خان کے پاس ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ ہم دونوں مل کر دشمن کو مار... میں کامیاب ہو جائیں گے۔ سلطان محترم جنگ کے دوران اگر آپ دیکھیں... حصے میں کمزوری کے آثار ہیں۔ تو آپ اس حصے کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔ اگر... میرے خیال میں ہم دشمن کو شکست دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں...

خان اعظم بلبن کے کہنے پر سلطان نے کچھ سوچا۔ پھر بلبن کو مخاطب کیا۔

خان اعظم تم اپنے اور الغ خان کے علاوہ کس کو اپنے ساتھ رکھنا پسند کر... اس کے ساتھ میری ایک بات سن لو میں تمہاری اس تجویز کو پسند کرتا ہوں... پہلے تم دشمن سے ٹکراؤ۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرتا ہوں۔ تمہاری تجویز کے مطابق تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ پر میں چاہوں... عمادالدین ریحانی میرے ساتھ رہے۔ مجھے جنگ کی تبدیلیوں سے بھی آگاہ کرا... اور میرے لئے بہترین مشاورت کا کام بھی دے گا۔

سلطان محترم میں آپ کی اس تجویز کو مکمل طور پر تسلیم کرتا ہوں۔ عما... ریحانی کو آپ اپنے ساتھ رکھ لیں جہاں تک میرا اور الغ خان کا تعلق ہے...

...ساتھ تاج الدین، شیر خان اور کشلی خان کو رکھیں گے۔ تاج الدین اور میرا چچا ...بھائی شیر خان میرے ساتھ رہیں گے۔ میرا بھائی کشلی خان الغ خان کے ساتھ ...کے نائب کی حیثیت سے رہے گا۔ وہ چونکہ پہلے بھی ایک جنگ میں الغ خان کے ...حصہ لے چکا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں ایک دوسرے کے مزاج اور سرشت کو پسند ...نے لگے ہیں۔

سلطان ناصرالدین نے اس تجویز کو پسند کیا۔ گو بلبن نہیں چاہتا تھا کہ عمادالدین ...ہانی سلطان کے ساتھ رہے۔ لیکن چونکہ سلطان نے خود اصرار کیا تھا کہ عمادالدین ...ہانی اس کے پاس رہے۔ لہٰذا بلبن بول نہ سکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عمادالدین ریحانی ...کا ہی نہیں بلکہ الغ خان کا بد ترین دشمن ہے۔ اور اگر یہ سلطان کے پاس رہتا ...۔ تو تنہائی میں وہ ضرور سلطان کو اس کے اور الغ خان کے خلاف بھڑکاتا رہے گا۔ ...حال چونکہ یہ فیصلہ سلطان کا تھا۔ لہٰذا بلبن بول نہ سکا تھا۔

طے شدہ تجویز کے مطابق لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ پڑاؤ ...سلطان ناصرالدین کے پاس رہنے دیا گیا۔ باقی دو حصوں میں سے ایک خان اعظم ...ن کی کمانداری میں دوسرا الغ خان کی سرکردگی میں رکھا گیا۔ خان اعظم بلبن نے ...نے چچا زاد بھائی شیر خان اور تاریخ کے مشہور جرنیل تاج الدین کو اپنے پاس نائب ...حیثیت سے رکھا۔ جب کہ الغ خان کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے خان ...لم بلبن کے چھوٹے بھائی کشلی خان کو رکھا گیا تھا۔ یوں لشکر کا ایک حصہ سلطان ...رالدین کی کمانداری میں پڑاؤ ہی میں رہا۔ جب کہ دو حصے بلبن اور الغ خان کی سر ...دگی میں جنگ کی تیاری کرنے لگے تھے۔ دوسری جانب راجہ جاہر دیو جو بنفس نفیس ...نے لشکر میں موجود تھا۔ اس نے جنگ کے طبل بجوا دیئے تھے۔ شاید وہ فی الفور جنگ ...ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ناصرالدین کے لشکر میں بھی جنگ کے ...ائے اٹھے تھے۔ دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ سلطان کے لشکر کی ...رخ دیکھتے ہوئے مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے بھی اپنے لشکر کو دو ہی حصوں میں تقسیم ...یا تھا۔

راجہ جاہر دیو جو اپنا لشکر مالوہ سے لے کر آیا تھا۔ اسے اس نے اپنی کمانداری

میں رکھا۔ اور جو لشکر اس کی مدد کے لئے میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کی طرف سے آیا تھا۔ اسے اس نے اپنے سپہ سالار اور سینا پتی کانتی لال کی سرکردگی میں دیا۔ راجہ جاہر دیو اور اس کا سپہ سالار دونوں مل کر اپنی صفوں کی ترتیب کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں طرف کے لشکر شام کے تاریک آسمان پر ہجر کے اندوہناک بادلوں' بھوکی آیات کی تفسیر بیان کرتی سیاہ رنگ خشک سالی۔ سراپا گوش کر دینے والی ہولناک صداؤں کی طرح بڑھے اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

شہروں اور ویرانوں میں جنگ کی بھٹی بھڑک اٹھی تھی۔ آوارہ مزاج اجل ہر ناچ اٹھی تھی۔ مرگ کی جوئے باہر آگ کی طرح پھیلنے لگی تھی۔ زندگی کی جھیل خلق میں لمحوں کی تاریکیاں اور غم نبرد آزما ہو گئے تھے۔ جسموں کے خدوخال خ سے عبارت ہوتے دکھائی دینے لگے تھے۔ جب کہ تاریخ کے ادھورے صفحات شک کی تلخی اور شادمانی کا بڑی بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے۔ وقت کے ہراساں پسینہ پسینہ ہو گئے تھے۔ جب کہ خون کا بھاؤ اور قیمت دونوں ہی کمتر ہو کر رہ گئے تھے۔

راجہ جاہر دیو اور میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کا لشکر تعداد میں ج زیادہ تھا۔ لہٰذا شروع شروع میں وہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کے لشکر پر پر سمندر کی لہروں' کرب کے رنگوں کی خوش رنگ دھنک اور برف کی قاشوں کو دینے والی صورت کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ زور دار حملے کر ہوئے خان اعظم اور الغ خان کے لشکر کو بھاگنے پر مجبور کر سکیں۔ راجہ جاہر دیو بھی قلق تھا کہ اس سے پہلے سلطان ناصرالدین محمود کا نائب سپہ سالار الغ خان ا عزت کو بے عزتی میں تبدیل کر چکا ہے۔ اس کے جرنیل کانتی لال نے سوالک میوات کے راجہ کے سینا پتی کے ساتھ مل کر جو الغ خان اور کشیل خان کو شرم شکست دی تھی اس سے راجہ جاہر کے حوصلے بڑے بلند ہوئے تھے۔

اور اس نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا۔ کہ دہلی کا سلطان اس کے سامنے حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن جب ہزیمت اٹھانے کے بعد الغ خان نے دہلی جانے انکار کر دیا۔ اور گھات میں بیٹھ گیا اور کانتی لال سے اپنی شکست کا بدلہ خوب لیا۔

اس کے خلاف بہترین فتح حاصل کی۔ اس کی فتح کو مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے اپنی بے عزتی اپنی توہین سمجھا تھا اور اب وہ ان میدانوں میں اپنی شکست اور اپنی اس بے عزتی کا انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ وہ اپنے لشکر کے وسط میں تھا۔ اور انہیں للکار للکار کر اپنی پوری طاقت اور قوت سے حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔

راجہ جاہر اور اس کے سینا پتی کانتی لال نے حملہ آور ہوتے ہوئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی ہے۔ اب مخالف سمت نے اپنا رنگ دکھانے کا عزم کر لیا۔ سب سے پہلے خان اعظم بلبن کی طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئی تھیں۔ پھر خان اعظم بلبن کو دیکھتے ہوئے اس کے چچا زاد بھائی شیر خان اور مشہور جرنیل تاج الدین نے بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کی تھیں۔ پھر الغ خان اور خان اعظم بلبن کا بھائی کشیل خان بھی اپنا رنگ دکھانے لگے تھے۔ وہ بھی بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔ بعد میں لشکر کے دونوں حصے جو خان اعظم بلبن اور الغ خان کی سرکردگی میں تھے وہ بے روک طوفانوں امنگوں اور جذبوں میں ابلتے ولولوں اور رگ رگ میں اتر جانے والے خوف کی طرح راجہ جاہر دیو اور سوالک کے راجہ رندھیر کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ گھمسان کے اس رن کے دوران ہی خان اعظم بلبن اور الغ خان نے دشمن کی اگلی صفوں کو روند کر رکھ دیا تھا۔ اور اب وہ اپنی ضربیں دشمن کی وسطی صفوں پر لگا رہے تھے۔ ہر صورت حال یقیناً" راجہ جاہر دیو اور اس کے سینا پتی کانتی لال کے لئے دل شکستہ تھی۔ پھر آہستہ آہستہ راجہ جاہر کے لشکر کی حالت میں لہو رنگ تحریروں سرمئی بادلوں میں اداسی کے رنگوں اور گریزپا نقوش کی متلاشی جستجو سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد مالوہ کے راجہ جاہر دیو کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خان اعظم بلبن اور الغ خان نے بھاگتے دشمن کا دور تک تعاقب کیا۔ اور اس کی تعداد کو کافی حد تک کم کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر وہ دونوں اس جگہ لوٹ آئے۔ جہاں جنگ ہوئی تھی۔

سلطان ناصرالدین محمود نے اپنے مشیر عمادالدین ریحانی کے ساتھ خان اعظم بلبن

اور الغ خان کا بہترین استقبال کیا۔ جب دونوں آکر سلطان کے قریب گھوڑوں سے اترے تو باری باری سلطان دونوں سے بغلگیر ہوا۔ دونوں کو اس شاندار فتح پر مبارکبا دی۔

عمادالدین ریحانی اور اس کے ساتھ کام کرنے والے دیگر سالار بھی بلبن اور الغ خان کو مبارکباد دے رہے تھے کچھ دیر تک پڑاؤ میں ایسا سماں رہا کہ اس دوران سلطان ناصرالدین محمود بھی کچھ سوچتا رہا پھر بڑھ کر وہ بلبن اور الغ خان کے قریب آیا اور دھیمے لہجے سے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! تمہاری غیر موجودگی میں میں نے عمادالدین ریحانی اور دیگر سالاروں کے ساتھ مل کر ایک اہم فیصلہ کیا ہے پہلے میرے ساتھ میرے خیمے میں آ میں تم دونوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اس سے تم دونوں بھی اتفاق کرو گے سلطان ناصرالدین کے الفاظ پر الغ خان اور بلبن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھا لمحہ بھر کے لئے باری باری دونوں کی نگاہیں سلطان ناصرالدین کے پیچھے کھڑے عمادالدین ریحانی پر جم گئی تھیں شاید وہ یہ اندازہ لگا چکے تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں عمادالدین ریحانی نے کوئی نہ کوئی فساد ضرور برپا کر دیا ہو گا۔

ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد بلبن نے سلطان کو مخاطب کر کے کہا آپ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہمارے لئے آخری بھی ہو سکتا ہے۔ آپ خیمے میں چلئے آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے ہمیں آگاہ کریں سلطان ناصرالدین اپنے خیمے کی طرف ہو لیا بلبن' الغ خان اور عمادالدین ریحانی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے خیمے میں داخل ہونے کے بعد سب نشستوں پر بیٹھ گئے کچھ دیر تک خاموشی رہی اس دوران ناصرالدین محمود اپنی نشست پر بیٹھا ماحول کا جائزہ لیتا رہا پھر اپنے قریب بیٹھے خان اعظم بلبن اور الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے دونوں عزیزو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے شم راجاؤں کے خلاف جو ہمیں فتح نصیب ہوئی ہے۔ یہ تم دونوں کی مرہون منت ہے تمہارا استقبال کرتے وقت میں نے تمہیں یہ اشارہ دیا تھا کہ ہماری غیر موجودگی میں

عمادالدین ریحانی اور دیگر سالاروں کے ساتھ مل کر میں نے ایک فیصلہ کیا ہے مجھے امید ہے کہ اس فیصلہ میں ہم سب کی بہتری ہے اور سلطنت کی حفاظت کا بھی سامان ہے۔

تم دونوں جانتے ہو کہ میوات اور سوالک کا راجہ رندھیر اکثر و بیشتر ہمارے خلاف سر اٹھاتا رہا ہے ماضی میں یہ راجہ جاہر دیو کی مدد کر چکا ہے جب تک اس کی سرکوبی نہیں کی جاتی یاد رکھنا یہ شخص نہ صرف ہمارے خلاف مسائل کھڑا کرتا رہے گا بلکہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف سازشیں کھڑی کرنے سے بھی باز نہیں رہے گا۔

تم دونوں کی غیر موجودگی میں ہم سب نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ جس لشکر نے تمہارے اور الغ خان کے ماتحت جنگ کی ہے وہ تم دونوں کے پاس رہے گا باقی لشکر میری کمان داری میں ہو گا دو روز مزید ہم یہاں قیام کریں گے تاکہ تھکے ہارے لشکری آرام کر لیں گے زخمیوں کی دیکھ بھال بھی ہو جائے گی اس کے بعد میں عمادالدین ریحانی کو لے کر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دہلی چلا جاؤں گا جب تم دونوں میوات اور سوالک کے راجہ کا رخ کرنا تم جانتے ہو میوات اور سوالک کا علاقہ دشوار پہاڑوں پر بھی مشتمل ہے لہٰذا تم محتاط رہنا۔ بلبن اور الغ خان نے اس تجویز سے مکمل اتفاق کر لیا تھا۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان کی طرف سے یہ فیصلہ انتہائی بے وقت اور نا مناسب تھا۔ وہ دونوں جانتے تھے کہ سلطان ناصرالدین کا مشیر عمادالدین ریحانی ان دونوں کا بدترین دشمن ہے۔ وہ دونوں یہ بھی جان چکے تھے کہ سلطان نے ان دونوں کو جو میوات اور سوالک کے راجہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تو یہ سب کچھ عمادالدین ریحانی کے کہنے پر ہی کیا ہو گا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ان کی غیر موجودگی میں عمادالدین ریحانی ان کے خلاف کیا گل کھلا سکتا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں نے میوات اور سوالک کے راجہ کے خلاف کوچ کرنے کی حامی بھر لی۔ اس طرح ان دونوں نے ایک غلط فیصلے سے ایک طرح سے عمادالدین ریحانی کو اپنے خلاف کام کرنے کی کھلی چھٹی دے دی۔ تاکہ دونوں کے خلاف سلطان ناصرالدین کے کان

بھرتا رہے۔

اور آنے والے دور میں تاریخ میں ہوا بھی ایسا اس تاریخ غلطی کی خان اعظم بلبن اور الغ خان کو جلد سزا بھی ملی بہرحال تاریخ کے اور اوارق میں یہ نہ صرف سلطان ناصرالدین بلکہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کی طرف سے بھی ایک غلط فیصلہ تھا۔ جسے بعد میں انہیں تسلیم کرنا پڑا۔ بلکہ اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا۔ بہرحال یہ فیصلہ ہونے کے بعد متحدہ لشکر نے دور روز تک وہاں قیام کیا۔ اس کے بعد اپنے حصے کے لشکر کو لے کر سلطان ناصرالدین محمود دہلی کی طرف کوچ کر گیا تھا جب کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ میوات اور سوالک کے راجہ رندیر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

قنوج کا راجہ ملکی رام شام سے تھوڑی دیر پہلے اپنے محافظ دستے کے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے نکلنے والا تھا۔ کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ اس کے قریب آیا۔ اور انتہائی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آقا دہلی سے ایک شخص آیا ہے۔ وہ نوجوان ہے۔ نام اپنا نرمل داس بتاتا ہے۔ میں نے اسے صدر دروازے کے قریب کھڑا کر دیا ہے۔ وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ اور اس نے مجھے تفصیل تو نہیں بتائی پر میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگایا ہے کہ وہ کوئی اہم خبر آپ سے کہنا چاہتا ہے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے۔ آپ سے علیحدگی میں کہے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ملکی رام کا وہ سالار رکا' اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مالک! آنے والا جوان جس کا نام میں نے آپ کو نرمل داس بتایا ہے۔ اور جو دہلی سے آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو آپ کی بیٹی سے متعلق کوئی اہم خبر کہنا چاہتا ہے۔

اپنی بیٹی کا سن کر راجہ ملکی رام چونکا تھا۔ وہ اپنے سالار کے قریب ہوا۔ اور رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں ادھر ایک طرف کھڑا ہوتا ہوں۔ تم اسے ابھی اور اسی وقت میرے پاس لے کر آؤ۔ گھڑ دوڑ پر روانہ ہونے سے پہلے میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں جاننا چاہوں گا۔ کہ اگر وہ دہلی سے آیا ہے۔ تو میری بیٹی سے متعلق اس کے پاس کیا خبر ہے۔ اب تم جاؤ اسے میرے پاس لے کر آؤ۔

اس کے ساتھ ہی راجہ ملکی رام اپنے محافظ دستے سے ایک طرف ہٹ کے کھڑا

ہو گیا تھا۔ سالار صدر دروازے کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس نرمل داس نام کے نوجوان کو لے کر آیا۔ جس نے دہلی میں دیاونتی کے ماموں ہیرا لال سے اپنے لئے دیاونتی کا رشتہ مانگا تھا۔ جب وہ نرمل داس راجہ ملکی کے قریب آیا۔ تو ملکی رام نے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

مجھے تمہارا نام نرمل داس بتایا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تم دہلی سے آئے ہو۔ اور میری بیٹی سے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو۔ نرمل داس جواب میں فوراً بول پڑا۔

راجہ آپ کو درست بتایا گیا ہے۔ اگر آپ برا محسوس نہ کریں تو میں علیحدگی اور تنہائی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ سے کوئی فریب یا سازش نہیں کر رہا۔ اپنے محافظوں سے یا اپنے سالار سے کہیں کہ وہ مکمل طور پر میری تلاشی لے سکتا ہے۔ اس کے بعد علیحدگی میں میں آپ سے گفتگو کرنا چاہوں گا۔ ایسا میں اس بنا پر کر رہا ہوں کہ اس میں آپ کی عزت آپ کے وقار کا خیال ہے۔

راجہ ملکی رام نے فوراً" اپنے سالار کو اشارہ کیا اور وہ دور ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ راجہ ملکی رام نے پھر اسے مخاطب کیا۔ اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ نرمل داس مزید راجہ ملکی رام کے قریب ہوا اور وہ بڑی رازداری سے کہنے لگا۔

راجہ میں آپ کی بیٹی دیاونتی سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں اور یہ گذارش کرونگا کہ وقت ضائع کئے بغیر دیاونتی کو دہلی سے یہاں منگا لو۔ اس لئے کہ آپ کی بیٹی دیاونتی سلطان ناصرالدین کے نائب سپہ سالار سے محبت کرتی ہے۔

یہ خبر سن کر راجہ ملکی رام بھڑک اٹھا۔ اور بڑے غصے میں نرمل داس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ میری بیٹی دیاونتی دہلی کے سلطان ناصرالدین کے نائب سپہ سالار کو پسند کرتی ہے۔ سنو اگر یہ خبر غلط ہوئی۔ تو میں ملکی رام تمہاری گردن کاٹنے کا بھی حکم دے سکتا ہوں۔ اس لئے کہ اس میں میری بیٹی کی عزت اس کی عفت کا سوال ہے۔

راجہ میں دہلی سے یہاں قنوج آیا ہوں۔ تو میں آپ کو دھوکہ دینے کے لئے تو

ہیں آیا۔ اتنا لمبا سفر صرف میں نے جھوٹ بولنے اور دروغ گوئی کے لئے تو نہیں کیا۔
ں آپ کو تفصیل بتاتا ہوں۔

دراصل آپ کی بیٹی دیاونتی کو ایک بار میں نے دیکھا اور میں اسے پسند کر بیٹھا۔ نے اپنے ماں باپ کو مجبور کیا کہ میرے لئے اس کا رشتہ مانگو۔ میں نے وہ گھر بھی لیا جس میں آپ کی بیٹی دیاونتی رہتی تھی۔ وہ اس کے ماموں ہیرا لال کا گھر ہے۔ رے ماں باپ جب ہیرا لال سے دیاونتی کا رشتہ مانگنے گئے۔ تو وہاں پتہ چلا کہ دیاونتی لی کی رہنے والی نہیں۔ بلکہ باہر سے آئی ہوئی ہے اور اپنے ماموں کے ہاں قیام کیا ا ہے۔ مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا گیا۔ کہ دیاونتی پہلے ہی کسی کو پسند کرتی ہے چاہتی ہے۔ لہٰذا مجھے رشتہ دینے سے انکار کر دیا گیا۔

اس انکار نے مجھے ایک کھوج میں ڈال دیا اور میں اس ٹوہ میں لگ گیا کہ جانوں اونتی کا تعلق کہاں سے ہے۔ اور یہ کس کو پسند کرتی ہے۔ کئی دن کی جستجو، کئی دن ں بھاگ دوڑ اور کھوج کے بعد میں نے پتہ چلایا۔ کہ دیاونتی ناصرالدین کے نائب سپہ الار کو پسند کرتی ہے۔ اور اس سے شادی کے پھیرے کرنے کے درپے ہے۔ میں جھتا ہوں کہ اس محبت میں اس کا ماموں ہیرا لال بھی شامل ہے۔ اسی نے شاید ان نوں کا تعارف کرایا۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہیرا لال نے ہی آپ کی بیٹی دیاونتی کو اس سالار کی طرف مائل کیا مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ دیاونتی آپ کی راجکماری ہے۔ اس بنا پر میں سیدھا آپ کے پاس چلا آیا۔ اب میں دیاونتی کا رشتہ تو حاصل یں کر سکتا۔ اس لئے کہ میں اس قابل نہیں کہ دیاونتی کو حاصل کر سکوں۔ تاہم ں کی عزت اس کی عفت بچانے کے لئے میں آپ کی طرف آیا ہوں۔ اگر آپ نے یاونتی کو دہلی میں مزید قیام کرنے کی اجازت دی۔ تو یاد رکھیئے گا۔ دیاونتی پھر واپس نوج نہیں آئے گی۔ اس کا ماموں ہیرا لال اس کا بیاہ ناصرالدین کے نائب سالار سے کر دے گا۔ جب ایسا ہو گا۔ تو راجہ آپ کے پاس پچھتانے کے سوا کچھ نہیں رہے گا۔ بس میں آپ سے یہی کہنے آیا تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔

نرمل داس کے اس انکشاف پر راجہ ملکی رام تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے نرمل داس کی طرف دیکھا۔

جو کچھ تم نے کہا ہے۔ اگر جھوٹ ہوا۔ تب میں تیری کھال اتروا دونگا۔ نرل داس پھر جھٹ سے بول پڑا قسم بھگوان کی! ایشور کی سوگند جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ پر مبنی ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ تو پھر آپ مجھے یہاں اپنے محل میں یا قنوج شہر میں کسی جگہ بند کر دیں۔ اس وقت تک نظر بند رکھیں۔ جب تک آپ سارے حالات کی اصلیت نہیں جان جاتے۔

راجہ ملکی رام کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا۔

تمہارا کہنا درست ہے۔ جب تک میری بیٹی یہاں نہیں آتی تمہیں یہیں رکنا پڑے گا۔ اور تم قنوج شہر چھوڑ نہ سکو گے رکو میں اپنے سالار سے بات کرتا ہوں۔

راجہ ملکی رام پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے دستوں کے سالار کے ساتھ راز دارانہ سی گفتگو کرتا رہا۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ نرل داس کے دیکھتے ہی دیکھتے راجہ ملکی رام محل سے نکل گیا تھا۔ تاہم اس کا سالار اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ اس کے قریب آیا۔ اور دو مسلح جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرل داس کو اس نے مخاطب کیا۔

یہ دو مسلح جوان تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے تم اس وقت تک یہاں قیام کرو گے۔ جب تک حالات کی اصلیت معلوم نہیں ہو جاتی اب تم ان دونوں جوانوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ نرل داس چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا تھا جب کہ باقی محافظوں کو لے کر راجہ ملکی رام کا وہ سالار بھی محل سے نکل گیا تھا۔

ایک روز شام سے کچھ دیر قبل دیاونتی کا ماموں ہیرا لال ممانی کملا دیوی اور ماموں زاد بہن کانتا سب دیوان خانے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی۔ ہیرا لال اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں دیکھتا ہوں۔ کون آیا ہے اس کے ساتھ وہ دیوان خانے سے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہیرا لال پریشان سا واپس آیا۔ اور دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دیاونتی میری بیٹی ایک شخص نے حویلی کے دروازے پر دستک دی ہے۔ میں اسے جانتا نہیں ہو سکتا ہے۔ تم اسے جانتی ہو۔ اس لئے کہ اس کا کہنا ہے کہ تم اس کی

ںورت سے شناسا ہو۔ تمہارے پتا کے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ ہے۔ میں نے ے پوچھا نہیں کہ وہ کس غرض سے آیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کچھ مسلح جوان ں۔ یوں کہہ لو کہ اس کے ساتھ مسلح جوانوں کا ایک پورا دستہ ہے۔ میری بیٹی ے ساتھ آؤ۔ دیکھو کیا وہ واقعی تمہارا جاننے والا ہے۔

ہیرا لال کی اس گفتگو سے اس کی پتنی کملا دیوی اور بیٹی کانتا ہی نہیں بلکہ دیاونتی یشان و فکر مند ہو گئی تھیں اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ چپ چاپ وہ اپنے ہیرا لال کے ساتھ ہو لی تھی۔

دیاونتی اپنے ماموں کے ساتھ جب حویلی کے صدر دروازے پر آئی۔ تو صدر ے پر اس کے پتا راجہ ملکی رام کے محافظ دستوں کا سالار کھڑا تھا۔ اور اس کے لح جوان اپنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد دیاونتی نے اموں ہیرا لال کو مخاطب کیا۔

اموں! یہ واقعی میرے جاننے والا ہے۔ میرے پتا جی کے محافظ دستوں کا سپہ ہے۔ پھر اس سالار کو دیاونتی نے مخاطب کیا۔

تمہارے اس اچانک آنے نے مجھے فکر مندی اور پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ ے ساتھ یہ محافظ دستہ بھی ہے۔ کہو تم خیریت سے تو آئے ہو۔

اس سالار نے پیچھے مڑ کر ایک نگاہ مسلح جوانوں پر ڈالی پھر دیاونتی کو مخاطب کرتے دھیمی سی آواز میں کہنے لگا۔

راجکماری میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں آپ کی ماتا گزشتہ کئی دنوں ت بیمار ہے' اس وقت وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ اپنی زندگی سے وہ ہو چکی ہے۔ اس بنا پر اس نے ہمیں آپ کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کو آپکی ماتا کی آخری خواہش ہے۔ ادھر روانگی سے قبل اس نے ہمیں تاکیداً" یہ ت بھی کی تھی۔ کہ تمہارے ماموں ہیرا لال اور اس کے اہل خانہ کو بھی اپنے ے کر آئیں۔

معاملہ ایسا نازک ہے کہ ہم یہاں قیام نہیں کریں گے اس لئے میں آپ کے ہیرا لال کے کہنے کے باوجود اندر نہیں آیا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر ہی کھڑا

ہوں میں ایک گزارش کرونگا کہ آپ سارے فی الفور تیار ہوں۔ اور ہمارے ہوں لیں۔ ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کریں گے میں اپنے ساتھیوں ساتھ یہیں باہر کھڑا ہوں۔ آپ جلدی جلدی تیار ہو کر باہر آئیں۔ آپ کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ وہ جیتے جی آپ کو دیکھ لے۔ لہٰذا دیر نہ کریں سالار کی اس گفتگو سے دیاونتی ہی نہیں ہیرا لال بھی پریشان ہو گیا تھا۔ پھر وہ چلے گئے تھے۔ کچھ دیر سب نے مل کر تیاری کی۔ پھر دیاونتی ہی نہیں اسکا ماموں اور ماموں زاد بہن کانتا بھی اپنی حویلی کو مقفل کرنے کے بعد ان کے ساتھ تھے۔

دیاونتی، ہیرا لال، کملا دیوی اور کانتا نہیں جانتے تھے۔ کہ ان کے ساتھ اور فریب کیا جا رہا ہے کہ سارا معاملہ دیاونتی کے پتا اور قنوج کے راجہ ملکی۔ سالار کو سمجھا کر بھیجا تھا۔ راجہ ملکی رام نے اپنے سالار کو صاف صاف یہ بتا دیا دہلی شہر میں داخل ہونے کے بعد پہلے یہ پتہ کر لے کہ اس کی بیٹی کیا واقعی ناصرالدین کے نائب سالار الغ خان سے محبت کرتی ہے۔ اور اس کا ماموں ہی اس کے ساتھ بیاہنے کے لئے تیار ہے۔ اگر اس بات کی تصدیق ہو جائے دیاونتی کے ساتھ ہیرا لال اور اس کے اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے کر راستہ میں ہیرا لال اور اس کے اہل خانہ کا خاتمہ کر دے۔ دیاونتی کو قنوج لے یہ سارا معاملہ تھا۔ جو راجہ ملکی رام نے اپنی سالار سے کہا تھا۔

ادھر سالار دہلی میں داخل ہونے کے بعد اپنے جاننے والے چند ہندو خا سے ملا۔ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ انہی کے ہاں رات بسر کی اور اپنے جانے سے کہا۔ کہ وہ اصل معاملے کی چھان بین کر کے اس کو حقیقت سے آگاہ کریں اس پر یہ انکشاف کیا گیا۔ کہ دیاونتی واقعی سلطان ناصرالدین کے سالار الغ خان کرتی ہے۔ اور ہیرا لال اسے اس کے ساتھ بیاہنے کے لئے تیار ہے۔ اس تصدیق کے بعد وہ سالار اپنے محافظ دستے کے ساتھ ہیرا لال کی حویلی آیا۔ اور ہی نہیں ہیرا لال کے اہل خانہ کو بھی لے کر قنوج کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس سالار نے راستے میں پہلے ہی اپنے چند مسلح جوانوں کو بٹھا دیا تھا۔ آ

مرتے ہوئے وہ حملہ آور ہوں۔ اور ہیرا لال اور اس کی بیوی اور بیٹی کا خاتمہ کر یوں قنوج کی طرف سفر جاری ہوا۔

اس جگہ آکر جہاں اس سالار نے اپنے مسلح جوانوں کو گھات میں بٹھایا تھا۔ چند ں کو اس سالار نے کچھ سمجھایا۔ جو اپنے گھوڑوں کو دیاونتی کے قریب لے گئے پھر ڑا سا آگے گئے ہوں گے۔ کہ کچھ مسلح جوان نکلے۔ اور حملہ آور ہو گئے۔ سالار ر اپنے جوانوں کو کہنے لگا کہ وہ راجکماری کو لے کر بھاگ جائیں۔

سالار کا ایسا کہنا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے جس مسلح جوانوں سے اس نے بات کی وہ راج کماری دیاونتی کو لے کر بھاگ گئے۔ رات کی گہری تاریکی میں دیاونتی نا کچھ دیر تک تلواریں اور ڈھالیں آپس میں ٹکراتی رہیں پر خاموشی طاری ہو

جو جوان دیاونتی کو لے کر آگے بھاگے تھے۔ وہ تھوڑا سا آگے جا کر ایک جگہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سالار بھی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں پہنچا چاندنی میں دیاونتی نے دیکھا۔ اس سالار کے ساتھ اس کا ماموں، ممانی اور ماموں زاد نہیں تھے۔ وہ سالار دیاونتی کے قریب آیا۔ اور اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے کہنے

راج کماری میں انتہائی شرمندہ ہوں۔ کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ میں آپ کے ممانی اور ماموں زاد بہن کی حفاظت نہ کر سکا۔ یہ حملہ آور ہونے والے قزاق لوٹ مار کرنے والے تھے جو اچانک حملہ آور ہوئے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے نے نشانہ آپ کے ماموں، ممانی اور ماموں زاد بہن کو بنایا جب تک ہم اپنی بے نیام کر کے اپنے دفاع کو مضبوط بناتے اس وقت تک ان تینوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ بہرحال ہم نے ان پر جوابی کاروائی کی۔ اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ ہمیں ہے کہ مرنے والے تینوں کے لئے ہم کسی چتا کا اہتمام نہیں کر سکتے۔ ایک میں ہم نے ان تینوں کو دفن کر دیا ہے۔ میرے خیال میں اب ہمیں وقت کرنے کے بجائے آگے بڑھ جانا چاہئے۔ مجھے خدشہ ہے کہ ان بھٹ ماروں کے ساتھی بھی ادھر ادھر نہ بھٹک رہے ہوں۔ اور اگر وہ بھی ہم پر حملہ آور ہو

گئے۔ تو ہمیں وہ نا قابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

یہ خبر سن کر راجکماری دیاونتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ اس کی سم
کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ اس موقع پر اسے کیا کرنا چاہئے۔ سالار کے کہنے پر گھوڑ
ایڑ لگاتے ہوئے اس کے جوانوں نے کوچ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ چپ چاپ ا
ساتھ ہو لی تھی۔ اس محافظ دستے کے ساتھ راجکماری دیاونتی قنوج شہر میں جب
راج محل کے قریب پہنچی تب اس نے دیکھا۔ اس کے پتا اور قنوج کا راجہ مل
اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ راج محل کے صدر دروازے پر کھڑا تھا۔ اپنے پتا ک
ہوئے۔ قریب جا کر دیاونتی اپنے گھوڑے سے اتری پھر بھاگ کر وہ ملکی رام
اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ اس کے ساتھ آنے والے محافظ بھی
گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ملکی رام کچھ دیر تک دیاونتی کو پیار کر
پھر اس کے سر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بچی! دراصل بات یہ ہے کہ میں تم سے اداس ہو گیا تھا۔ تمہاری ما
ٹھیک ہے۔ بیمار بالکل نہیں ہے۔ میں نے یہ بہانہ تمہیں صرف منگوانے کے
تھا۔ میں جانتا تھا۔ میں اگر تمہیں یہ نہیں کہوں گا تو تم جلدی دہلی سے قنوج کی
نہیں آؤ گی۔ میری بیٹی اپنی ماتا سے اس بات کا ذکر مت کرنا کہ میں نے اس کی
کا بہانہ کر کے تمہیں دہلی سے یہاں قنوج بلایا ہے۔ دراصل میں تیری جد
برداشت نہ کر سکا تھا۔

میری پتری میری بچی تیری آمد سے پہلے میرے مخبر مجھے یہ بھی اطلاع د
ہیں کہ راستے میں کچھ بھٹ ماروں نے حملہ آور ہو کر تمہارے ماموں ممانی اور
بیٹی کو ہلاک کر دیا ہے۔ میری بچی یہ صدمہ یقیناً" ہمارے لئے نا قابل برداشت
میں تم سے یہ بھی کہوں گا۔ کہ اس حادثے اس واقعہ کا ذکر قطعاً" اپنی ماتا
کرنا۔ وہ اپنے بھائی اور اس کے لواحقین کی موت کو برداشت نہ کر سکے گی
خدشہ ہے کہ اس صدمے سے وہ کہیں ہلاک ہی نہیں ہو جائے۔

بچی اب تو راج محل کے اندر جا تیری ماتا اس وقت اپنی خواب گاہ میں بیٹھ
ہے۔ اسے تمہاری آمد یا تمہارے آنے کی کوئی خبر نہیں۔ میں ان محافظوں

جا تو راج محل کے اندر جا۔ دیاونتی علیحدہ ہوئی اور محل کے اندر داخل ہو
تیز تیز چلتی ہوئی۔ جب وہ اپنی ماتا کی خواب گاہ میں داخل ہوئی۔ تو اس
ی ماتا اندو بائی اپنی خوابگاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اچانک اپنے کمرے میں
یکھتے ہوئے اندو بائی چونک سی پڑی۔ بھاگ کر آگے بڑھی اس نے دیاونتی کو
ے لپٹا لیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ دیاونتی کو پیار کرتی رہی۔ پھر ایک تجسس
میں اس نے دیاونتی کو مخاطب کیا۔ دیاونتی خیریت تو ہے۔ تو اچانک کیسے آ
تو تیرے آنے کی خبر تک نہ تھی۔
تی علیحدہ ہوئی اپنے چہرے پر اس نے مصنوعی مسکراہٹ بکھیرلی۔ پھر اپنی ماتا
ے مخاطب کیا۔

دراصل پتا جی نے مجھے اچانک بلا لیا۔ اپنے محافظ دستوں کے سالار کو چند
کے ساتھ انہوں نے میری طرف روانہ کیا اور مجھے یہ اطلاع دی گئی۔ کہ
بیمار ہیں۔ لہٰذا مجھے فوراً" قنوج پہنچنا چاہئے یہاں آکر پتا جی نے مجھے بتایا۔
ل آپ بیمار نہیں تھیں بلکہ وہ میری جدائی کو برداشت نہ کر سکے۔ اور آپ
کا بہانہ کر کے مجھے بلایا۔

اندو بائی نے اک قہقہہ لگایا۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے دیاونتی کو اپنے
لیا۔ اور پیار کرنے لگی۔ پھر اسے لپٹائے ہی لپٹائے ایک نشست پر بٹھایا اور
دیاونتی میری بچی میری بیٹی تم آ گئی۔ تمہارے بنا میرا بھی اس راج محل میں
رہا تھا۔ پر سن میری بچی جس کام جس مقصد کے لئے تو گئی تھی۔ اس کا کیا
کچھ سوچتی رہی۔ پھر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ ماتا جس کام کے لئے میں گئی
ماجانو اس میں میں کامیاب رہی۔ الغ خان سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے
ر بیٹھا تھا۔ چونکہ میں اسے چاہنے اسے پریم کرنے لگی تھی۔ جب میں نے ان
ئے اپنی پریت کا اظہار کیا تھا۔ تو انہوں نے بھی مجھ سے اپنی پسندیدگی اپنی محبت
ر کیا۔ ماتا اب الغ خان میری منزل اور میں الغ خان کی زندگی کا ایک حصہ

ارتی اپنے ماموں ممانی اور انکی بیٹی کی موت کے حادثے کو اپنی ماتا سے چھپا گئی

تھی۔ دیاونتی کی اس گفتگو سے اندو بائی کچھ دیر تک مسکراتی رہی۔ خوشی کا اظ
رہی۔ اس کے بعد وہ پھر بول پڑی۔

بیٹی جس وقت تو دہلی سے قنوج کی طرف روانہ ہوئی کیا الغ خان سے تو
اس نے تمہیں الوداع کہا۔ کیا وہ محافظ جو تمہیں لینے گئے تھے۔ انہیں خبر ہو
گئی۔ کہ تم الغ خان کو چاہتی ہو میری بیٹی اگر ایسا ہو گیا۔ تو یاد رکھنا ایک طو
ہو جائیگا۔

ماتا ایسا نہیں ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ دہلی سے قنوج کی طرف آتے ہو
الغ خان سے مل نہیں سکی۔ اس لئے کہ میری روانگی کے وقت الغ خان ہی نہ
اعظم بلبن اور سلطان ناصرالدین تینوں ہی دہلی میں نہیں تھے۔ راجہ جاہر دیو
کے لئے دہلی سے باہر تھے۔ کاش ادھر روانگی سے قبل میں ان سے مل سکتی۔
الوداعی گفتگو کر سکتی۔ یہ الفاظ کہتے کہتے دیاونتی اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔
کی گردن جھک گئی تھی۔

دیاونتی کی حالت دیکھتے ہوئے اندو بائی نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ ا
دیتے ہوئے بول پڑی۔ میری بچی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔
خان نے تم سے اپنی محبت اور پسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے تو یوں جانو تو نے
مقصود پا لیا ہے۔ میری پتری میری بچی اس میں شک نہیں کہ تمہارے پتا جی۔
بلا لیا ہے۔ لیکن جس کام کے لئے تو گئی تھی۔ اس کی تو تکمیل ہو چکی ا
تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری راز دار ہوں۔ یہاں کے حالات دیکھتے ہوئے
چاہوں گی میں تمہیں الغ خان کی طرف روانہ کر دونگی۔ اس کے لئے ہم دونوں
مخبر تلسی رام بہترین کردار ادا کر سکتا ہے۔ بچی اب تو فکر مند مت ہونا تو
ہوئے تھکی ہی ہو گی۔ اٹھ میرے ساتھ چل کے پہلے بھوجن کھا اس کے بع
کر۔

دیاونتی نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر وہ اپ
ساتھ راج محل کے دوسرے حصے کی طرف ہو لی تھی۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ جب میوات اور
ں کے راجہ رندھیر کی سرحدوں کے قریب پہنچے۔ تو ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اس
کہ راجہ رندھیر کے مخبر اسے خان اعظم اور الغ خان کی پیش قدمی کی اطلاع پہلے
ر چکے تھے۔ اسی بنا پر راجہ رندھیر ان دونوں کی راہ روک کھڑا ہوا پھر راجہ رندھیر
اور الغ خان پر ہوس کی بارش کرم کے چھینٹوں۔ ہر جاندار کو ویران راہوں میں
کر دینے والی سنسناہٹوں اور روز شب میں منافرت بھر دینے والی یورش کی طرح
آور ہو گیا تھا۔

دوسری جانب خان اعظم بلبن اور الغ خان نے بھی راجہ رندھیر کا ساہی رنگ
شروع کیا۔ ان دونوں نے بھی دست عذاب کے سایوں' سوال بن کر گونج اٹھی
وں اور زیست کی خوفناک اذیتوں کی طرح راجہ رندھیر پر حملہ کر دیا تھا۔
ویرانوں اور سنسانوں کے اندر دونوں لشکر ہولناک انداز میں ایک دوسرے سے
ئے تھے۔ میدان جنگ میں زبان کا تعلق ختم ہونے لگا تھا۔ گونگے الفاظ کے معانی
مطالب کی فرہنگ تبدیل ہونے لگی تھی۔ بے ثمر دعائیں بے اثر ہونے لگی تھی۔
ں کی بو باس اور سحابوں کی بستی کی سی فضائیں خون رنگ اور سنسان ہونے لگی
۔ میدان جنگ کچھ ایسا سماں پیش کرنے لگا تھا۔ جیسے قلزم حالات کے اندر خاموشی
ردائیں اوڑھے آتش فشاں اچانک پھوٹ پڑے ہوں۔ راجہ رندھیر کو ایک
کا اطمینان تھا کہ مقابلے پر صرف خان اعظم بلبن اور الغ خان ہی اپنے حصے کے
کر لے کے آئے ہیں۔ جب کہ سلطان ناصرالدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دہلی
طرف کوچ کر چکا ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق اس کے
وں اسے برابر خبریں دے رہے تھے۔ لہذا وہ مطمئن تھا کہ خان اعظم اور الغ خان

کو وہ میدان جنگ سے جلد مار بھگائے گا۔

لیکن جنگ طول پکڑنے لگی تھی۔ الغ خان اور خان اعظم بلبن نے دشمن کی
صفوں کو ہلا ڈالنے کا عمل شروع کر دیا تھا۔ راجہ رندھیر جو اپنی فتح اپنی کامیابی کی
امیدیں لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے سارے خواب و خیال کرچی کرچی ہو گئے تھے اس
کے بعد جو کچھ ہوا۔ وہ یکسر ہی راجہ رندھیر کی امیدوں کے خلاف تھا۔ اس لئے کہ زور
دار آواز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنے حملے
میں تیزی پیدا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے راجہ رندھیر کی اگلی صفوں کو کچل ڈالا
مسل کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ راجہ کے لشکر کے وسطی حصے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان کی اس دلیری اور جرات مندی کے باعث راجہ
رندھیر کے لشکر میں ایک افرا تفری اور بھگدڑ کا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ اگلی صفوں
صفائی نے دوسرے سپاہیوں کی دل شکنی کر کے رکھ دی تھی۔ اور وہ آگے بڑھنے
بجائے پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے کو ترجیح دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ
بعد سوالک اور میوات کے راجہ رندھیر کو بد ترین شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ
بھاگ کھڑا ہوا۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد سوالک ا
میوات کے راجہ رندھیر نے اپنے کوہستانی سلسلوں کے اندر گوریلا جنگ کی ابتدا کر
تھی۔ اس طرح اس نے لگا تار تین ماہ تک خان اعظم بلبن اور الغ خان کو ا
ساتھ الجھائے رکھا۔ تین ماہ کی اس مدت کے درمیان خان اعظم بلبن اور الغ
نے ایک طرح سے راجہ رندھیر کی طاقت اور قوت کی کمر توڑ کے رکھ دی تھی۔
جس وقت خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں راجہ رندھیر پر آخری اور فیصلہ
ضربیں لگانے کی تیاری کر رہے تھے۔ دہلی سے سلطان ناصرالدین محمود کی طرف
ایسے احکامات جاری ہوئے۔ جنہوں نے یکسر ہی تاریخ کا رخ تبدیل کر کے رکھ دیا۔

جن دنوں خان اعظم بلبن اور الغ خان راجہ رندھیر پر فیصلہ کن ضرب لگانے
تیاریاں کر رہے تھے۔ اور ایک کوہستانی سلسلے کے اندر انہوں نے پڑاؤ کر رکھا
شام کے قریب الغ خان بلبن کے خیمے میں داخل ہوا۔ بلبن اس وقت خیمے میں ا

ہوا تھا۔ بلبن کے سامنے آتے ہوئے الغ خان نے پوچھ لیا۔ خان اعظم کیا آپ
مجھے بلایا ہے۔
بلبن نے ہاتھ کے اشارے سے سامنے والی نشست پر اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔
الغ خان بیٹھ گیا۔ تب بلبن کی آواز خیمے میں گونجی۔
الغ خان میرے بیٹے! میں نے چند بری خبریں سنانے کے لئے تمہیں اپنے خیمے
بلایا ہے۔
الغ خان نے چونک کر بلبن کی طرف دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا۔ بلبن کا چہرہ
ہوا تھا۔ وہ مایوسی اور ویرانی کا شکار تھا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی۔
ے بعد بلبن کی آواز الغ خان کو پھر سنائی دی۔
الغ خان یوں جانو سلطان ناصرالدین کے ارد گرد وہ قوتیں جو میرے اور تیرے
ن تھیں۔ وہ اپنا کام کرنے اور اپنا رنگ دکھانے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ میں نے
ل جاہ و حشمت اور حکمرانی کی تمنا اور لالچ نہیں کی۔ اس بنا پر میں نے کبھی
الدین ریحانی کو اہمیت نہیں دی۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ در پردہ وہ میرا بدترین
ن ہے۔ اور ہر وہ کام کر گزرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ جس میں میرا نقصان ہو۔ اگر
ے دل میں چور ہوتا۔ یا میں کسی لالچ میں پڑا ہوتا۔ تو میں ہرگز عمادالدین ریحانی کو
طان ناصرالدین کے ساتھ نہ رہنے دیتا۔ پر میں نے ایسا نہیں کیا۔ دیکھ میرے ایسا نہ
نے کے کچھ غیر متوقع نتائج بھی سامنے آئے ہیں۔ جن کا اب تمہیں اور مجھے سامنا
نا پڑے گا۔ جو بری خبریں میں تمہیں سنانا چاہتا ہوں۔ ان میں سے پہلی بری خبر یہ
ہے کہ مجھے سلطان ناصرالدین نے لشکریوں کے سپہ سالار کی حیثیت سے معزول کرتے
ئے مجھے اپنی ذاتی جاگیر ہانسی میں قیام کرنے کے احکام صادر کر دیئے ہیں۔
بلبن یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے الغ خان بول پڑا۔
خان اعظم جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں۔ کیا اس کے لئے آپ کو سلطان کی طرف
ے احکامات مل چکے ہیں۔
الغ خان میرے بیٹے یہ احکامات ابھی تک مجھے ملے تو نہیں ہیں۔ لیکن یاد رکھو
ملانے بھی اپنے جاسوسوں کا ایک سلسلہ پھیلا رکھا ہے۔ اور میرے ان مخبروں نے

ہی مجھے قبل از وقت ان سارے احکامات سے آگاہ کر دیا ہے۔ ابھی تو میں نے
ایک بری خبر سنائی ہے ابھی میرے پاس ایسی خبریں بھی ہیں۔ جو تمہاری ذا
متعلق ہیں اور خاص کر دو بری خبروں کا تو تعلق خود تمہاری اپنی ذات سے ہے
سنتے جاؤ۔ میں کیا کہنے والا ہوں۔

مجھے لشکریوں کی سپہ سالاری سے معزول کرانے کے بعد عمادالدین ری
کشلی خان کو کڑامانک پور کا ولی مقرر کرا دیا ہے۔ اور عین الملک جنیدی کو
عرصے سے دہلی میں قیام پذیر تھا۔ وزیر مملکت مقرر کر دیا ہے۔ شیر خان چونکہ
زاد بھائی ہے۔ لہٰذا اسے بھی اس کی مراعات سے محروم کیا گیا ہے۔ پہلے وہ
اور نواحی علاقوں کا مالک تھا اسے محروم کر کے اب تمہارے دوست اور دست
ارسلان خان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔ بلبن جب خاموش ہوا تو ایک بار
خان بول پڑا۔

خان اعظم! سلطان محترم نے عمادالدین ریحانی کے کہنے پر آخر ان
احکامات کیوں جاری کئے ہیں۔ کیا ایسے احکامات جاری کرنے سے پہلے ہم پر کو
بھی لگایا گیا ہے۔

الغ خان میرے بیٹے جس الزام کے تحت یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ مج
نہیں تم پر بھی لگایا جا رہا ہے۔ اور الزام یہ ہے کہ میں اور تم دونوں مل کر
ناصرالدین کو حکمرانی سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ عمادالدین ریحانی نے سلطان نا
کے ذہن میں یہ بات ڈال دی ہے کہ میں بلبن تمہارے ساتھ مل کر دہلی کے
تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر عمادالدین ریحانی کی باتوں میں آ کر
ناصرالدین نے تمہارے اور میرے خلاف احکامات جاری کر دیئے ہیں۔

بلبن کے ان الفاظ پر الغ خان تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا
کے بعد دوبارہ اس نے بلبن کی طرف دیکھا۔

جو کچھ عمادالدین ریحانی کے کہنے پر سلطان ناصرالدین محمود نے کیا ہے۔
خیال میں یہ ہماری نہیں سلطنت دہلی کی بد قسمتی ہے۔ خان اعظم ہم نے تو
ذہن میں سوچا تک نہیں کہ ہم سلطان کو دہلی کے تخت و تاج سے محروم کر د

اگر سلطان نے ایسی ٹھان ہی لی ہے تو ہم ان کے سامنے بے بس اور مجبور ہیں۔
میرے متعلق بھی دو بری خبریں کہنا چاہتے تھے۔ پہلے یہ بتائیں کہ وہ خبریں کیا
آپ میرے

بلبن نے گلا صاف کیا۔ پھر کہہ اٹھا۔

سن میرے بیٹے تمہارے متعلق پہلی خبر یہ ہے کہ سلطان ناصرالدین نے تمہاری
رفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں میرے مخبروں کا کہنا ہے کہ عمادالدین ریحانی
تمہاری گرفتاری کے لئے کچھ مسلح جوان دہلی سے روانہ کر دیئے ہیں۔

میرے مخبروں نے تمہارے متعلق جو دوسری بری خبر دی ہے۔ وہ پہلی خبر سے
یادہ ہولناک اور تکلیف دہ ہے۔ وہ خبر یہ ہے کہ قنوج کے راجہ کو خبر ہو گئی تھی کہ
اس کی بیٹی دیاونتی تم سے محبت کرتی ہے۔ لہٰذا اس نے کچھ مسلح جوانوں کو قنوج سے
لی روانہ کیا۔ وہ دیاونتی ہی نہیں اس کے ماموں اس کی بیوی اور بیٹی کو بھی اپنے
اتھ لے گئے۔ دیاونتی کے ماموں اس کی بیوی اور بیٹی کو تو راستے میں انہوں نے قتل
ر دیا۔ دیاونتی کو وہ قنوج لے گئے۔ بعد میں ان مسلمانوں مخبروں نے ان تینوں کی
شوں کو دیکھا اور انہیں اٹھا کر دہلی لے گئے۔ یہ ساری خبریں میرے مخبروں نے مجھے
یا کی ہیں۔ سن الغ خان میں جانتا ہوں۔ دیاونتی تو پہلے ہی تمہیں چاہتی تھی تم سے
بت کرتی تھی۔ لیکن تم بھی اسی سے محبت کرنے لگے تھے۔ اور تم نے دیاونتی کو اپنا
یون ساتھی اور اپنی زندگی کا ہمسفر بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ پر برا ہو وقت اور حالات کا
کہ انہوں نے تمہاری الفت تمہاری محبت پر شب خون مارا۔ میرے بیٹے دیاونتی کے
ساتھ زیادتی اور جبر ہوا ہے۔ دیاونتی اس وقت دہلی میں نہیں وہ قنوج میں اپنے باپ
اپنے چچا اور قنوج کے راجہ ملکی رام کے پاس ہے۔

بلبن خاموش ہو گیا۔ اور اس کے سامنے بیٹھا الغ خان سر جھکائے گہری سوچوں
میں کھویا ہوا تھا۔ بلبن تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اسے مخاطب
کرنا ہی چاہتا تھا۔ کہ الغ خان نے گردن سیدھی کی۔ پھر بول پڑا۔

خان اعظم آپ اس سلسلے میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ کیا مجھے اپنی گرفتاری پیش کر
دینا چاہئے۔

الغ خان شاید مزید کچھ کہتا کہ بلبن فوراً بول پڑا۔
الغ خان ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اگر تم نے گرفتاری دے دی تو یاد رکھنا۔ علاو
ریحانی تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے اس بات کا بڑا قلق ہے کہ تم نے
کے اندر ترقی کے ایسے تیز مدارج طے کیے جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہو
میرے خلاف وہ بڑی کاروائی اس لئے نہیں کر سکتا کہ بہت سے لشکری میرے
ہیں۔ اور اس حقیقت کا علم سلطان ناصرالدین کو بھی ہے۔ اس لئے میرے
احکامات جاری کیے جا رہے ہیں کہ میں اپنی ذاتی جاگیر ہانسی کی طرف چلا جاؤں۔
بچے! ایسے بدکردار لوگوں کے سامنے میں تمہیں تنہا اور اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔
الغ خان میں اپنے لشکر کے ساتھ اس وقت تک یہیں قیام کروں گا۔ جب
سلطان ناصرالدین کی طرف سے میرے اور تمہارے لئے احکامات لانے والے یہ
پہنچ جائیں۔ اس دوران تک میں دشمن سے نہ الجھوں گا۔ نہ اس پر حملہ آور
بس دہلی سے احکامات لانے والوں کا انتظار کرونگا۔ لیکن اس وقت تک میں
اپنے پاس نہیں روکوں گا۔ سن الغ خان تو مجھے بیٹوں کی طرح عزیز ہے۔ تیری
تیری ذات کی حفاظت کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ جب تک حالات درست نہیں ہو
تمہیں روپوشی کی زندگی بسر کرنا ہو گی۔ تمہاری روپوشی کے سارے انتظامات بھی
خود کرونگا۔

اس کے ساتھ ہی بلبن نے اپنے قریب ہی رکھی ہوئی ایک نقدی کی تھیلی
خان کی گود میں رکھی۔ اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بول پڑا۔
الغ خان نقدی کی یہ تھیلی اپنے پاس محفوظ کر لو۔ اور روپوشی کی زندگی میں
تمہارے کام آئے گی۔ دہلی کی سلطنت اور راجہ ملکی رام کی سرحدوں کے قریب
اچھوتوں اور شودروں کی ایک بستی ہے۔ اس بستی کا سردار میرا جاننے والا ہے۔
نے اپنی زندگی میں اس پر کچھ احسان کیے تھے۔ جن کی بنا پر وہ میرا ممنون ہے۔
تمہیں اس کی طرف روانہ کر دونگا۔ اس کا پتہ میں نے پہلے ہی لکھ کے رکھا ہے۔
وہ اس نقدی کی تھیلی میں ہے۔ جو میں نے تمہیں دی ہے۔ تمہاری ادھر روانگی
قبل میں اپنے دو مخبر بھی اس شودر اور اچھوت سردار کی طرف روانہ کر دونگا۔

تمہاری آمد سے متعلق اطلاع کر دیں گے۔ اور سارے حالات سے بھی اسے
آگاہ کر دیں گے۔ یہ مخبر میرے جانثار اور میرے اپنے آدمی ہونگے۔ جب تک دہلی
کے حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے تم اس شودر سردار کے ہاں قیام کرنا۔ اس کا نام اور
پتہ تمہاری تھیلی کے اندر موجود ہے۔
بچے! تیرے اور میرے لئے یوں جانو ایک مشکل ترین وقت ہے۔ میں چاہوں گا
کہ تم آج رات ہی یہاں سے اس بستی کی طرف کوچ کر دو۔ جس کا میں نے ذکر کیا
ہے۔ تم رات کے پچھلے حصے میں سفر کرنا۔ جب کہ میرے مخبر تھوڑی دیر تک یہاں
سے روانہ ہو جائیں گے تاکہ تم جب اس بستی میں پہنچو۔ تو بستی کا سردار بہترین
انداز میں تمہارا استقبال کرے۔
الغ خان مجھے اس بات کا بھی بڑا قلق اور صدمہ ہے کہ دیاونتی کو تم سے جدا کر
دیا گیا ہے۔ جو مخبر میں شودروں کے سردار کی طرف روانہ کرونگا۔ ان کے ذریعے میں
اسے تمہاری زندگی کے سارے حالات سے آگاہ کرونگا۔ اور وہ سردار اس بات کا بھی
اہتمام کرے گا۔ کہ تمہیں دیاونتی سے بھی متعلق خبریں فراہم کرتا رہے۔ مجھے امید
ہے کہ وہ شودر سردار تمہاری خاطر دیاونتی کو قنوج سے نکال کر تمہارے پاس پہنچانے
کا اہتمام کرے گا۔ بچے اب تم اپنے خیمے میں جا کے آرام کرو۔ رات کے پچھلے حصے
میں یہاں سے کوچ کر جانا۔
بلبن کے کہنے پر الغ خان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ خیمے سے نکل گیا
اسی رات فجر کی اذان سے پہلے ہی الغ خان اپنے لشکر گاہ سے اپنی منزل کی طرف
کوچ کر گیا تھا۔

قنوج کی رانی اندو بائی اپنے راج محل کے ایک کمرے میں اکیلی بیٹھی تھی کہ کمرے میں اس کی بیٹی اور راجکماری دیاونتی داخل ہوئی دیاونتی کو دیکھتے ہوئے اندو بائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے دیاونتی کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دیاونتی اس نشست پر بیٹھ گئی۔ اپنی ما طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ماتا کیا تلسی رام یہاں نہیں آیا۔

دیاونتی کے اس استفسار پر اندو بائی نے چونکتے ہوئے دیاونتی کی طرف دیکھا۔ اس کی پریشان اور فکر مندسی آواز سنائی دی۔

کیوں کیا بات ہے۔ کیا تلسی رام کو یہاں آنا چاہئے۔

ماتا میں نے اسے بلایا ہے۔ میں اس سے ایک کام لینا چاہتی ہوں۔ تیز نگا سے دیاونتی نے اپنی ماتا اندو بائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اندو بائی جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس لمحہ اس کمرے کے درواز کسی نے دستک دی۔ دستک کے جواب میں دیاونتی فوراً اپنی جگہ پر اٹھی بھاگ دروازے کی طرف گئی۔ اس نے دیکھا دروازے پر تلسی رام کھڑا تھا۔ ہاتھ اشارے سے دیاونتی نے اسے اندر آنے کو کہا۔ تلسی رام کمرے میں داخل دیاونتی نے دروازہ بند کر دیا اور خود تلسی رام کو اس نے سامنے والی نشست پر کے لئے کہا۔

تلسی رام جب وہاں بیٹھ گیا۔ تب دیاونتی نے اپنی ماتا اندوبائی کی طرف د ہوئے کہنا شروع کیا۔

ماتا میں نے تلسی رام کو بلایا ہے کہ میں اسے میوات اور سوالک کے

لیلے کی طرف روانہ کرنا چاہتی ہوں۔ جہاں ان دنوں الغ خان راجہ رندھیر خلاف برسرپیکار ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ تلسی رام الغ خان سے ملے۔ میرے دے اسے آگاہ کرے۔ ایک تو مجھے اس کی خیریت سے آگاہی دے۔ اسے یہ کہ وہ کسی نہ کسی طرح مجھے یہاں سے نکالنے کی کوشش کرے۔

دیاونتی جب خاموش ہوئی۔ تب اندوبائی بول پڑی۔ دیاونتی میری بچی مجھے ے اس فیصلے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تم تلسی کو الغ خان کی طرف بھیجو۔ ں اس کی خیریت سے آگاہ کرے۔ اور جو حالات پیش آئے ہیں۔ وہ بھی الغ خان ئے۔ ایسا نہ ہو الغ خان تمہیں دہلی میں تلاش کرتا رہے۔ اور تم یہاں قنوج میں اس کی منتظر رہو۔ تلسی رام کو چاہئے کہ الغ خان کو پورے حالات سے آگاہ ے۔ اندو بائی جب خاموش ہوئی تو تلسی رام خود بول پڑا۔

رانی میں آپ دونوں ماں بیٹی کے لئے ایک بری خبر بھی لے کر آیا ہوں۔ راجہ جو راجکماری دیاونتی کو دہلی سے قنوج بلایا ہے۔ تو اس نے صرف دیاونتی کو پیار محبت میں آپ کی بیماری کا بہانہ کر کے نہیں بلایا۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک بہت چال ہے۔ کچھ عرصہ پہلے نرمل داس نام کا ایک ہندو جوان دہلی سے قنوج میں ا ہوا تھا۔ اور اس نے راجہ کے سامنے یہ انکشاف کیا کہ تمہاری دیاونتی سلطان الدین کے سالار الغ خان سے محبت کرتی ہے۔ اس سے بیاہ رچانا چاہتی ہے۔ یہ خبر سن کر راجہ سیخ پا ہو گیا تھا۔ نرمل داس کو اس نے یہیں پر نظر بند کر دیا۔ محافظ دستوں کے سالار کو کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ کیا۔ نے پہلے تو پتہ لگایا کہ جو خبر نرمل داس نے دی ہے۔ کیا وہ سچائی پر مبنی ہے۔ ن کرنے کے بعد اسے پتہ چلا کہ راجکماری دیاونتی واقعی الغ خان سے محبت کرتی لہٰذا راجہ کی ہدایت کے مطابق اس نے ملکہ کی بیماری کا بہانہ کیا اور دیاونتی کو دہلی قنوج لے آیا۔

ندر داس رکا۔ دم لیا۔ اس کے بعد راجکماری اندو بائی کی طرف دیکھتے ہوئے تاسف اور افسوس سے کہنا شروع کیا۔

رانی! راجہ کے سالار نے ایک اور پاپ دیاونتی کو دہلی سے قنوج کی طرف لاتے

ہوئے۔ یہ کیا کہ وہ اپنے ساتھ آپ کے بھائی ان کی بیوی اور بیٹی کو بھی لے کر آ اور راستے میں اس نے ان تینوں کو قتل کر دیا۔ دیاوتی کو یہاں لے آیا۔

اس خبر پر رانی اندو بائی چونک سی پڑی تھی۔ اس کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں لا سرخ ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنی بیٹی دیاوتی کی طرف دیکھا۔

دیاوتی کیا یہ سچ ہے۔ دیاوتی نے اپنی گردن جھکائی۔ اور بھاری آواز میں کہ لگی۔

ماتا یہ سچ ہے۔ میں آپ پر اس حقیقت کا انکشاف کر کے آپ کو دکھ اور غم دینا چاہتی تھی۔ اب جب کہ تلسی رام نے آپ کو بتا ہی دیا ہے۔ تو میں آپ سے کہوں گی کہ آپ بالکل چپ رہیں۔ اپنے غصے کا اظہار پتا جی پر نہ کریں۔ ورنہ آ کے تعلقات ان سے ایسے ہو جائیں گے کہ آپ کا اس راج محل میں رہنا مشکل جائے گا۔ ماتا یہ میری اور آپ کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اب میں سمجھی ہو کہ پتا جی نے مجھے کیوں آپ کی بیماری کا بہانہ کر کے یہاں بلوایا تھا۔

ماتا! میں آپ کی بنتی کرتی ہوں کہ ہرگز ہرگز اپنے بھائی ان کی بیوی اور ان بیٹی اور میری بہن کانتا کی موت کا ذکر نہ کرنا ورنہ جو کچھ میں کرنا چاہتی ہوں۔ کر پاؤں گی۔

تلسی رام نے جس نرمل داس نام کے جوان کا ذکر کیا ہے۔ اب میں پور حالات کو سمجھ گئی ہوں۔ اس وقت میں نے اپنے ماموں کے ہاں قیام کیا ہوا تھا۔ نر داس اپنی ماں اور باپ کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔ میرے ماموں سے میرا رشتہ ما تھا۔ پر میرے ماموں نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ میں پہلے ہی کسی نوجوان سے منسو ہو چکی ہوں۔ میرے خیال میں وہ نرمل داس میری ٹوہ میں لگ گیا۔ اس نے ٹوہ لگا شروع کر دی کہ میں کہاں سے آئی ہوں میرے خیال میں وہ میرے حالات جاننے م کامیاب ہو گیا اور پورے حالات سے پتا جی کو آگاہ کر دیا۔ جس کے بعد پتا جی نے قدم اٹھایا بہر حال نرمل داس کو اپنے اس پاپ کا بھگتان بھگتنا پڑے گا ذرا میرا ال خان سے رابطہ ہو جائے مجھے امید ہے میں اس راج محل سے نجات حاصل کرنے ک بعد نرمل داس سے بھی خوب نپٹوں گی۔

راج کماری دیاوتی تھوڑی دیر کے لئے رکی کچھ سوچا۔ اس کے بعد اس نے تلسی رام کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تلسی رام تم آج ہی یہاں سے میوات اور سوالک کے کوہستانی سلسلے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جہاں الغ خان راجہ رندھیر کے خلاف برسرپیکار ہے۔ الغ خان سے ملو اسے میرے حالات سے آگاہ کرو کہ میں دہلی سے کس طرح قنوج پہنچ چکی ہوں۔ پھر میرے متعلق وہ کیا فیصلہ کرتا ہے۔ اس سے آ کے مجھے آگاہ کرنا۔ اور الغ خان سے یہ بھی کہنا کہ وہ کسی نہ کسی طرح مجھے قنوج سے نکالنے کا جتن کرے۔ میرے خیال میں اب تم جاؤ۔ اور فوراً یہاں سے الغ خان کی طرف کوچ کر جاؤ۔

تلسی رام اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ کچھ سوچا۔ اس کے بعد بول پڑا۔

راجکماری آپ کے کہنے کے مطابق میں آج ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ پر میں کوچ کرنے سے پہلے آپ دونوں کو ایک اور بری خبر سنانا چاہتا ہوں۔ اور وہ خبر یہ ہے کہ آپ کے پتا نے پھر آپ کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے آپ کا سوئمبر رچانے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ یہ سوئمبر کب رچایا جائے گا۔ اس کا تو ابھی تک مجھے علم نہیں ہے۔ کل رات میں نے آپ کے سوئمبر رچائے جانے کی باتیں خود سنی ہیں۔ اس لئے آپ محتاط رہیے گا۔ بہر حال آپ مطمئن رہیں۔ میں آج ہی یہاں سے الغ خان کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ الغ خان آپ کو یہاں سے نکالنے کے لئے کوئی نہ کوئی جتن ضرور کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی تلسی رام اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور راج محل کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکیاں اپنا کھیل شروع کر چکی تھیں۔ الغ خان اپنے گھوڑے کو درمیانہ روی سے ہانکتا ہوا۔ ہریجنوں کی ایک سرحدی بستی میں داخل ہوا تھا۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد جس پہلے شخص پر اس کی نگاہ پڑی۔ اس کے قریب اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس شخص کو رکنے کے لئے کہا۔ پھر اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

میرے عزیز! میں اس بستی کے سردار لکھدیر کی حویلی میں جانا چاہتا ہوں۔ میری راہنمائی کرو۔

اس شخص نے ایک شفقت بھری نگاہ الغ خان پر ڈالی۔ پھر اس نے مخاطب کیا۔

جس گلی میں داخل ہوئے ہو۔ اس کے تھوڑا آگے جانے کے بعد دائیں جانب گھوم جانا تھوڑی سا آگے جاکر لکڑی کی بنی ہوئی ایک حویلی آئے گی۔ وہی سردار لکھدیر کی رہائش گاہ ہے۔

الغ خان نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے اس نے ہانک دیا تھا۔

الغ خان نے دیکھا اس بستی کے سارے مکان یا تو کچی مٹی کے بنے ہوئے تھے یہاں گھاس پھونس کے جھونپڑا نما تھے۔ بستی کے مکانوں کا جائزہ لیتے ہوئے وہ آگے بڑھا پھر دائیں گھوما۔ گھومنے کے بعد مزید آگے جانے کے بعد وہ لکڑی کی بنی ہوئی ایک حویلی کے سامنے رک گیا۔ اپنے گھوڑے سے اترا اور دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ڈھلی ہوئی عمر کے ایک شخص نے دروازہ کھولا۔ اس شخص نے ایک گہری نگاہ الغ خان پر ڈالی۔ الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا۔ کہ الغ خان نے بولنے میں پہل کر دی۔

میرے محترم! مجھے اسے بستی کے سردار لکھدیر سے ملنا ہے۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ ہی لکھدیر ہیں۔

اس بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور اور انہماک کے ساتھ الغ خان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بڑی دھیمی اور رازدارانہ سی آواز میں اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز! تمہارا اندازہ درست ہے میں ہی لکھدیر ہوں۔ اب میرا بھی انداز سنو۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم الغ خان ہو۔

میرے عزیز میرے بزرگ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں ہی الغ خان ہوں۔ خان اعظم بلبن نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میری آمد سے پہلے کچھ لوگ آپ کو میرے متعلق مطلع کر چکے ہونگے۔ لکھدیر ہی کی طرح بڑی رازداری اور دھیمی آواز میں الغ خان نے کہا تھا۔

لکھدیر نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر پہلے کی نسبت زیادہ دھیمی آواز میں بولا۔

الغ خان میرے عزیز اندر آجاؤ۔ باقی گفتگو آرام سے بیٹھ کے کرتے ہیں۔ اس ساتھ ہی لکھدیر نے اپنی حویلی کا دروازہ کھول دیا تھا۔

الغ خان اپنے گھوڑے کی باگ تھامے حویلی میں داخل ہوا۔ صحن میں دو عورتیں تھیں۔ ایک ڈھلی ہوئی عمر کی تھی۔ دوسری ابھی نو عمر اور نوجوان تھی۔ ان کے آکر لکھدیر رکا اس کے پیچھے پیچھے الغ خان بھی رک گیا۔ پھر لکھدیر نے الغ ی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے محترم یہ سامنے میری بیوی کھڑی ہے اس کا نام سورتھ ہے۔ ساتھ میری ہے۔ اس کا نام سورائی ہے۔ میں ان دونوں کو تمہاری آمد سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ۔ اور جس وقت دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ میں نے اندازا" انہیں بتا دیا تھا ارا معزز مہمان الغ خان شاید آگیا ہے۔ اس بنا پر یہ ماں بیٹی صحن میں کھڑی منتظر ہیں۔ اس کے بعد لکھدیر اپنی بیوی سورتھ اور اپنی بیٹی سورائی کی طرف ہوئے کہنے لگا۔

یہ خان اعظم بلبن کا ساتھی اور سلطان ناصرالدین کے لشکریوں کا نائب سپہ سالار ان ہے۔ جن حالات کی بنا پر خان اعظم نے اسے اس طرف بھیجا ہے۔ وہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔

دونوں ماں بیٹی نے لکھدیر کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر سورائی آگے ۔ الغ خان سے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہنے لگی۔ میں آپ کے ے کو اصطبل میں باندھتی ہوں۔

الغ خان نے اسے گھوڑے کی باگ نہیں دی۔ بلکہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے شفقت میں کہنا شروع کیا۔

گھوڑے کو اصطبل میں باندھنا بہن تیرا کام نہیں ہے۔ دیکھ بہن تو اس جگہ تک راہنمائی کر جہاں گھوڑے کو باندھنا ہے۔ یہ کام میں خود انجام دونگا۔

الغ خان کے ان الفاظ سے لکھدیر سورتھ اور سورائی دونوں دنگ اور پریشان دکے رہ گئے تھے۔ پھر لکھدیر بول پڑا۔

الغ خان وہ دائیں طرف دیکھو۔ چھوٹا سے ایک اصطبل ہے جہاں ہمارے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ گھوڑے کو تم وہاں باندھو۔ اس پر الغ خان اس طرف گیا۔ گھوڑے کو ایک کھونٹے کے ساتھ اس نے باندھا۔ گھوڑے کی زین سے اس کی خرجین لٹک رہی تھی وہ اس نے اپنے کندھے پر ڈال لی۔ زین اتار کر ایک طرف رکھ دی۔ گھوڑے کے منہ سے دہانہ نکالا پہلے اسے پانی پلایا۔ پھر اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا۔اس کے بعد وہ دوبارہ صحن میں آیا۔ جہاں لکھدیر سورتھ اور سورائی کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر لکھدیر بول پڑا۔

الغ خان آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔ پھر گفتگو کرتے ہیں۔ الغ خان چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ چاروں جا کے دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔اس بار گفتگو کا آغاز لکھدیر کی خوبصورت اور نوجوان بیٹی سورائی نے کیا تھا۔

ہمارے معزز مہمان جس وقت میں نے آپ سے آپ کے گھوڑے کی باگ لینا چاہی۔ آپ نے مجھے بہن کہہ کر پکارا۔ آپ جانتے ہیں۔ آپ کا مجھے بہن کہہ کے پکارنا کس اہمیت کا حامل ہے۔ سورائی یہی تک کہنے پائی تھی۔ الغ خان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

سورائی! میری بہن کیا تمہیں میرا بہن کہنا اچھا نہیں لگا۔ یہ تو ہمارے ہاں ایک بڑا مقدس اور بڑا عزت والا رشتہ ہے۔

سورائی نہ ایک بار پھر بڑی عقیدت سے الغ خان کی طرف دیکھا۔ اور بول پڑی۔ نہیں۔ واقعی یہ بڑا صاحب عزت اور مقدس رشتہ ہے۔ پر لگتا ہے۔ آپ ہماری حیثیت سے واقف نہیں۔ جس بستی میں آپ داخل ہوئے ہیں۔ یہ ہریجنوں' اچھوتوں اور شودروں کی بستی ہے۔ شودر ان سرزمینوں میں معاشرے کا ایک حصہ خیال نہیں کئے جاتے۔ ہندوازم میں شودر انتہائی کمتر اور انتہائی ذلت آمیز تخلیق خیال کیئے جاتے ہیں۔ لہٰذا کوئی عام آدمی شودر لڑکی کو بہن کہہ کے نہیں پکارتا۔

سورائی کی گفتگو جہاں لکھدیر اور سورتھ دونوں بڑے غور سے سن رہے تھے۔ وہاں الغ خان بھی گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے سورائی کو مخاطب کیا۔ سورائی میں پھر تمہیں بہن ہی کہہ کر مخاطب کروں گا۔ کیا شودر انسان نہیں ہیں

ر انہیں معاشرے کا ایک حصہ قرار نہیں دیا جاتا۔

الغ خان کے اس سوال پر تھوڑی دیر کے لئے لکھدیر سورائی اور سورتھ تینوں کی لرذیں جھک گئی تھیں۔ اس کے بعد سورائی نے ہی جواب دینا شروع کیا۔

ہمارے محترم مہمان ہندوؤں میں انسانیت سوز ذات پات کا امتیاز ہے۔ پر جس ندو نے بھی اس امتیاز کو مٹانے کی کوشش کی۔ وہ بے نام اور نا مراد ہوا۔ کیونکہ ذات پات کا امتیاز ہندوؤں کی گھٹی میں رچا ہوا ہے۔ اس انسانیت سوز تعلیم کا سرچشمہ ندوؤں کی مذہبی کتب ہیں۔

ہمارے محترم مہمان وید میں لکھا ہے۔ براہمن پرماتما کے منہ سے کھشتری بازو ے ویش رانوں سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوا۔ ہندو کی مذہبی کتابیں رگ وید' جروید' اتھروید ایسی ہی تعلیم دیتی ہیں۔ ذات پات کا یہ قانون کوشل خاندان سے تعلق کھنے والے ایک بادشاہ نے بنایا تھا۔ جس کا نام منو ہے۔ اس نے ہندو ازم کے لئے ٹھ سو اسی 880 ق۔م میں یہ قانون وضع کیا تھااور اس قانون کو منو سمرتی کا نام دیا لیا تھا۔

منو کے اس قانون کے مطابق ہندوؤں کو چار ذاتوں میں تقسیم کیا گیا۔ سب سے لی ذات برہمنوں کی ہے۔ منو کے قانون کے مطابق برہمنوں کے لئے وید کی تعلیم خود ینے لئے اور دوسرے کے لئے دیوتاؤں کو چڑھاوے دینا۔ اور پرشاد لینے کا حق دار رار دیا ہے۔

برہمنوں کے بعد کھشتری آتے ہیں۔ منو کے قانون کے مطابق انہیں حکم دیا گیا ہ خلقت کی حفاظت کریں۔ بتوں پر چڑھاوے چڑھائیں۔ وید پڑھیں' شہوات انسانی لا نہ پڑیں۔

تیسرے درجے پر ویش آتے ہیں۔ ان کے ذمہ کھیتی باڑی کرنا' سود لینا' چارپاؤں ا اور زش کرنا۔ اور اس قسم کے سارے کام ویش کے ذمے لگائے گئے ہیں۔

چوتھی اور نیچ قوم میں شودر' ہریجن اور اچھوت آتے ہیں۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا کہنا ہے کہ برہما نے شودر کو براہمنوں کی خدمت کے واسطے بنایا۔ اس لئے ذا شودر ہو یا غلام ہو اس سے کام برابر [illegible] چاہئے میرے معزز مہمان شودر نچلی قوم

تصور کئے جاتے ہیں۔ اور نچلی قوم کی عورت اوپر کی قوم کے مرد سے شادی نہیں کر سکتی اور نہ نچلی قوم کا مرد اوپر کی قوم کی عورت سے' براہمنوں کا قانون جسے سمرتی کر کر پکارا جاتا ہے وہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ شودر جس جسمانی عضو سے براہمن کی ہتک کرے وہی عضو اس کا کاٹ دیا جائے۔ اگر شودر براہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کرپر داغ لگا کر اسے ملک سے باہر نکال دینا چاہئے۔ معزز مہمان یہ ہے ہماری معاشرے میں عزت اور وقعت۔ کیا یہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی آپ مجھے اس معاشرے میں بہن کہہ کے پکاریں گے۔

سورائی کی اس ساری گفتگو سے الغ خان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اور پہلے سے بھی زیادہ اس نے بھرپور اور شفقت میں کہنا شروع کیا۔

سورائی میری بہن تیری ان باتوں کا مجھ پر کچھ اثر ہونے والا نہیں میں مسلمان ہوں۔ ہمارا عقیدہ ہی اس سے بالکل مختلف ہے۔ ہمارے ہاں ذات پات کی تقسیم نہیں ہے۔ ہندو دھرم اگر انسانیت کو چار ذاتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ تو اسلام میں ایسا نہیں ہے وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ایک اور جگہ ہماری مقدس کتاب کہتی ہے کہ تم لوگوں سے نفرت کر کے اپنا رخ مت پھیرو اور ایک اور جگہ ہماری مقدس کتاب قرآن میں آتا ہے۔ کہ اے ایمان والو ایک قوم دوسری قوم کو حقیر نہ جانے اور حدف تحقیر نہ بنائے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔ اس کے علاوہ ہمارے محترم پیغمبر کا قول ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اور اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔

سورائی میری بہن! یہ میرے اللہ میرے قابل عزت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس فرمان ہیں۔ اور ہم انہی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ میری بہن اب بھی اگر تمہیں کوئی شک و شبہ ہو تو میں اپنے دین کی مزید وضاحت تمہارے سامنے کر سکتا ہوں۔ میری بہن ہم ذات پات کے قائل نہیں۔ میرا دین انسانیت کی قدر سکھانے والا ہے۔ لہٰذا انسانیت کی ہم قدر کرتے ہیں۔ انسانیت کے ناطے سے میری بہن ہو۔

الغ خان کی اس گفتگو سے سورائی ہی نہیں لکھدیر اور سورتھ کے چہروں پر بھی

خوشی اور اطمینان کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ اس کے بعد سورائی الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے پھر بول پڑی۔

الغ خان اب میں آپ کو اپنا بھائی کہہ کر پکاروں گی۔ آپ جیسے بھائی پر میں فخر کرتی رہوں گی۔ اپنے مذہب کی جو وضاحت آپ نے پیش کی ہے۔ وہ میرے دل کو لگی ہے۔ کاش میں نے بھی آپ کے معاشرے میں جنم لیا ہوتا۔ میرے عزیز بھائی میں ایک بار پھر کہتی ہوں کہ جو خیالات تم نے ظاہر کئے ہیں۔ ان کے مطابق میں تم جیسے بھائی پر ہمیشہ فخر کروں گی۔ شاید اب میرا باپ آپ سے کچھ کہنا چاہے گا۔

سورائی خاموش ہو گئی۔ جب تک وہ الغ خان سے گفتگو کرتی رہی۔ اس کا باپ لکھدیر مسکراتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تو اس کے باپ لکھدیر نے الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان اب جب کہ سورائی تمہیں بھائی تم سورائی کو بہن کہہ چکے ہو۔ تو میں تمہیں بیٹا کہہ کے پکاروں گا۔ وہ ہم شودروں ہریجنوں اور اچھوتوں میں یہ ایک عجیب بات ہو گی۔ اس لئے کہ ان کی ذات کے لوگ ہمیں کبھی بھی بیٹا کہہ کے پکارنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن تم چونکہ مسلمان ہو۔ اس معاشرے سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا جو رشتہ ہمارے ساتھ گانٹھ رہے ہو۔ قسم بھگوان کی ہم تینوں زندگی بھر اس پر فخر کرتے رہیں گے سن بچے سن بالک اب میں تیری آمد اور تیری رہائش کے متعلق گفتگو کرتا ہوں۔

تمہاری آمد سے پہلے خان اعظم کے کچھ آدمی آئے تھے۔ انہوں نے ساری صورت حال سے مجھے آگاہ کر دیا تھا۔ لہٰذا تمہاری آمد کی اطلاع بھی مجھے کر دی گئی تھی۔ لہٰذا میں نے تمہاری رہائش کا معقول بندوبست کر دیا ہے۔ اور اب یہ بندوبست مستحکم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ سورائی کو تم اپنی بہن کہہ چکے ہو اس ناطے سے میرے اور سورتھ کے بیٹے کی جگہ ہو۔ دیکھ بچے حویلی کے دائیں طرف کا کمرہ تمہاری رہائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ ہم گھر کے تین ہی افراد ہیں۔ تمہاری آمد سے پہلے ہم نے یہ خیال کیا تھا کہ اس گھر میں تمہاری حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہو گی لیکن تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمہاری

حیثیت اب اس گھر میں ایک ہر دلعزیز بیٹے کی سی ہو گئی ہے۔ بچے اب تو ہماری حو
میں رہے گا۔ کوشش یہ کرنا۔ کہ دن کے وقت کم باہر نکلنا۔ رات کے وقت تم جہا
جانا چاہو جا سکتے ہو۔ گو اس بستی کے سارے لوگ میرے جانثار ہیں پھر بھی اس دو
میں شریر لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ لہٰذا میں کہوں گا۔ جب تک تم نے یہاں ر
ہے۔ اپنے آپ کو بچا کے رکھنا۔ تاکہ تم محفوظ رہو۔

اور ہاں خان اعظم کی طرف سے میرے ذمہ ایک یہ کام بھی لگایا گیا تھا کہ م
قنوج کی راجکماری دیاونتی کے متعلق بھی کھوج لگاتا رہوں کہ وہ کس حال میں ہے اس
لئے کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ قنوج کی راجکماری دیاونتی تمہیں چاہتی ہے۔ ایک بار
نے اس کا سوئمبر جیتا تھا۔ بالک بالکل خاموش اور مطمئن رہنا۔ میں آج نہیں تو ک
اپنے کچھ خاص آدمی مقرر کرونگا۔ جو نہ صرف دیاونتی کے متعلق خبریں فراہم کری
گے۔ بلکہ یہ بھی کوشش کریں گے کہ دیاونتی سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں
اب یہ بتاؤ کہ کیا تم ہمارے ہاں کھانا کھا لیا کرو گے۔ گو تم سورائی کو بہن کہہ چکے
اور۔

الغ خان نے فوراً" لکھدیر کی بات کاٹ دی اور کہنے لگا۔

لکھدیر میرے محترم! آئندہ اس موضوع پر گفتگو نہ کرنا۔ جب آپ مجھے بیٹا ک
چکے ہیں اور سورائی مجھے بھائی کہہ چکی ہے۔ تو اس گھر میں جو آپ کھائیں گے۔ و
میں بھی کھاؤں گا۔ پھر الغ خان نے شانے سے لٹکتی اپنی فرجین اتاری اس میں س
ایک تھیلی کے اندر سے نقدی نکالی۔ اور وہ نقدی اس نے آگے بڑھ کر لکھدیر کی گ
میں رکھتے ہوئے کہا۔ یہ رکھ لیجئے آپ کے کام آئیگی۔ اگر آپ نے لینے سے انکار ک
دیا۔ تو یاد رکھیئے گا۔ میری دل شکنی ہو گی۔

جواب میں لکھدیر نے تیز نگاہوں اور احتجاجی انداز میں الغ خان کی طرف دیکھا
الغ خان نے ہاتھ کے اشارے سے جب مطمئن رہنے کو کہا۔ تو لکھدیر بیچارا مسکرا د
تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ الغ خان میرے بیٹے اٹھو میں تمہیں
تمہارے کمرے میں لے کے جاتا ہوں تھوڑی دیر آرام کر لو۔ اتنی دیر تک سو
اور سورائی دونوں ماں بیٹی کھانا تیار کرتی ہیں۔ کل سب اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ الغ

پ چاپ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا لکھدیر اسے اس کمرے کی طرف لے جا رہا
اس کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔

○

خان اعظم بلبن ابھی تک کوہستان سوالک کے اندر ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑ
کئے ہوئے تھا۔ وہ بڑی بے چینی سے ان قاصدوں کا منتظر تھا۔ جنہوں نے سلطا
ناصرالدین کا پیغام لے کر ان کے پاس پہنچنا تھا۔

ایک روز جب کہ وہ سورج غروب ہونے کے بعد اپنے لشکریوں کے کھانے
انتظام کی نگرانی کر رہا تھا۔ کچھ مسلح جوان پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ وہ سیدھے خان ا
بلبن کے پاس آئے اس کے قریب آکر اپنے گھوڑوں سے اترے۔ بلبن کو تعظ
دی۔ پھر ان میں سے ایک قریب ہوا اور بلبن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خان اعظم ہمارے پاس سلطان کی طرف سے آپ کے لئے ایک پیغام ہے۔ ا
کے ساتھ ہی اس قاصد نے بانس کا ایک خول بلبن کی طرف بڑھا دیا۔ بلبن نے ا
کھولا اس کے اندر سے کاغذ نکالا۔ اسے پڑھا۔ وقتی طور پر اس کے چہرے پر
پسندیدگی اور فکر مندی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ کچھ دیر تک وہ گہری سوچوں م
ڈوبا رہا کاغذ دوبارہ لپیٹ کے اس نے خول میں ڈال دیا۔ اور خول قاصد کو لوٹا
ہوئے کہنے لگا۔

جو احکامات تم لے کے آئے ہو۔ ان میں سب سے پہلا حکم تو لشکریوں کے
سالار کی حیثیت سے میری معزولی ہے اور سلطان نے مجھے اپنی ذاتی جاگیر ہانسی ک
طرف جانے کا حکم دے دیا ہے۔ آنے والے صاحبو سلطان کے حکم کا اتباع کر
ہوئے میں آج ہی لشکر کو دہلی کی طرف روانہ کر دونگا۔ چھوٹے سالار کو لشکر کا نگرا
مقرر کرونگا۔ خود ہانسی کی طرف روانہ ہو جاؤنگا۔

اس حکم نامے میں سلطان نے جو دوسرا حکم جاری کیا ہے۔ وہ الغ خان ک
گرفتاری ہے۔ اور اس کو پابہ زنجیر کر کے دہلی میں سلطان کے سامنے پیش کئے جا

م دیا گیا ہے۔ لگتا ہے لشکر کے اندر الغ خان کے کچھ جاسوس اور مخبر کام کر رہے
وہ گزشتہ کئی دنوں سے لشکر سے غائب ہے۔ کہیں بھاگ چکا ہے۔ شاید اس کے
ں میں یہ بھنک پڑ گئی ہو گی کہ دہلی میں اس کی گرفتاری کے احکامات جاری کئے جا
ہیں۔

بلبن جب خاموش ہوا۔ تب وہی قاصد بول پڑا۔ خان اعظم سلطان کی طرف سے
م نامہ ملنے کے بعد ہماری روانگی اور کوچ کا انتظام عمادالدین ریحانی نے کیا تھا۔
ہوتے وقت اس نے سختی کے ساتھ ہمیں حکم دیا تھا کہ ہر صورت میں الغ خان
رفتار کرنے کے بعد اسے دہلی میں لایا جائے۔ اب جب کہ الغ خان لشکر سے
چکا ہے۔ آپ ہماری راہنمائی کریں کہ ہم کیا قدم اٹھائیں۔

جواب میں بلبن نے کچھ سوچا۔ چند لمحوں تک گہری نگاہوں سے ان قاصدوں کا
ہ کیا۔ پھر وہ بول پڑا۔ تم لوگوں کو کسی رد عمل کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں
جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں آج ہانسی کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اور
دہلی کی طرف کوچ کر جائے گا۔ تم بھی اس لشکر کے ساتھ دہلی چلے جانا اگر میرے
سلطان پوچھے۔ تو کہہ دینا کہ میں لشکر کو دہلی کی طرف روانہ کرنے کے بعد اپنی
جاگیر ہانسی کی طرف کوچ کر چکا ہوں۔ اور جب الغ خان کے متعلق تم سے سوال
ائے۔ تو بتا دینا الغ خان تمہاری آمد سے چند دن پہلے ہی لشکر سے بھاگ چکا ہے۔
اں گیا ہے میں نہیں جانتا۔ گزشتہ کئی دنوں سے اسے میں نے بہت تلاش کیا۔
ود اس کے متعلق فکر مند تھا۔ کیونکہ میں اسے صرف اپنا نائب سالار ہی خیال
کرتا تھا۔ میں اسے بیٹے کی طرح چاہنے لگا تھا۔ اب جب کہ تم یہاں پہنچے ہو۔
نا کا حکم نامہ لے کے آئے ہو تو میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ الغ خان لشکر
یوں بھاگ گیا ہے۔ میرے خیال میں اسے اپنی گرفتاری کی خبر ہو گئی تھی۔
اگر تم لوگ تھکے ہارے نہیں ہو۔ تو میں لشکر کو آج ہی دہلی کی طرف روانہ کرتا
ونگا۔ کیونکہ میں میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے خلاف اس مہم کو
چھوڑتا ہوں۔ کاش مجھے موقع ملتا کہ میں رندھیر کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب
بہر حال اس مہم کو ادھورا چھوڑنے کے انتہائی بھیانک نتائج نکلیں گے۔ اور

راجہ رندھیر پھر طاقت پکڑے گا۔ اور انتقام لینے کی خاطر ہمارے علاقوں میں یلغار
گا۔ بہر حال اب جب کہ میں معزول کیا جا چکا ہوں۔ تو ایسے سارے معاملات سے
خود سلطان ناصرالدین اور عمادالدین ریحانی کا کام ہے۔

خان اعظم آپ کا کہنا درست ہے۔ ہم تھکے ہوئے نہیں ہیں۔ اور آپ کے
کے مطابق لشکر کے ساتھ آج ہی کوچ کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن عمادالدین ری
نے ہمیں سختی سے حکم دیا ہے کہ ہر صورت میں الغ خان کو گرفتار کر کے لایا جا
اگر آپ ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں۔ تو ہم لشکر کے ساتھ دہلی کی طرف کوچ نہ
کریں گے۔ بلکہ الغ خان کی تلاش میں نکل کھڑیں ہوں گے۔ عمادالدین کا حکم ہے
اسے ہر صورت میں گرفتار کیا جائے۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ تو عمادالدین ری
ہمارے خلاف ضرور انتقامی کاروائی کرے گا۔ لہٰذا دہلی واپس جانے کے بجائے ہم
خان کو تلاش کرنے کے کام کو ترجیح دیں گے۔ قاصد نے بڑی انکساری اور لجاجت
بلبن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

بلبن کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ اس نے قاصدوں کی طرف دیکھا۔

تم میری پسند ناپسند کا خیال مت کرو بہر حال تم لشکر کے ساتھ دہلی جانا چاہو
چاہو۔ یہ تمہارا اپنا اور ذاتی معاملہ ہے۔ میں لشکر کو تھوڑی دیر تک دہلی کی طرف
کرا رہا ہوں۔ اور خود میں ہانسی کی طرف روانہ ہو جاؤنگا۔ اگر تم دہلی جانے کی بجا
الغ خان کو تلاش کرنا چاہتے ہو۔ تو تمہاری مرضی اس میں مجھے کوئی اعتراض نہ
ہے۔ اس کے ساتھ ہی بلبن پیچھے ہٹ گیا۔ اور لشکر کو اس نے پڑاؤ اٹھا کر کوچ کر
کی تیاری کا حکم دے دیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے خیمہ گاہ اکھاڑ لی گئی۔ ہر چیز کو سمیٹ لیا گیا۔ لشکریوں نے
کھانا کھایا۔ اس کے بعد لشکر ایک چھوٹے سالار کی سرکردگی میں دہلی کی طرف کوچ
گیا۔ خان اعظم بلبن ہانسی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور جو مسلح جوان دہلی کی طرف
آئے تھے۔ وہ الغ خان کی تلاش میں نکل گئے تھے۔

قنوج کا راجہ ملکی رام ایک روز اپنے محل کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس
محافظ دستوں کا سالار اندر آیا۔ راجہ کو اس نے تعظیم دی۔ پھر راجہ کو مخاطب کر

نے لگا۔

مالک! مالوہ کے راجہ جاہر دیو کی طرف سے دو قاصد آئے ہیں۔ وہ آپ کی
مت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں اور مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا کوئی اہم پیغام آپ تک
نچانا چاہتے ہیں۔

اپنے محافظ دستوں کے سپہ سالار کا یہ پیغام سن کر ملکی رام کچھ دیر تک سوچتا
پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے قاصدوں کو میرے سامنے پیش کرنے سے پہلے راج
ے سیناپتی اور دیگر سرکردہ لوگوں کو راج محل میں جمع کرو۔ اس کے بعد قاصدوں کو
رے پاس لے کے آنا۔

اس کے ساتھ ہی محافظ دستوں کا سردار نکل گیا تھا۔ راجہ جاہر دیو بھی اس کمرے
ں نکلا پھر وہ راج محل کے اس کمرے میں جا بیٹھا تھا۔ جس میں مملکت کے اجلاس
ب کئے جاتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں راج کے سرکردہ لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔
ڑے بڑے سپہ سالار بھی اس کمرے میں آن بیٹھے تھے۔ جب سب لوگ وہاں آ
ئے۔ تب راجہ ملکی رام نے اپنے داروغہ کو مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے قاصدوں کو
ں کرنے کا حکم دیا تھوڑی دیر بعد داروغہ اندر آیا۔ اس کے ساتھ مالوہ کے راجہ جاہر
و کے دو قاصد تھے۔ اسنے انہیں راجہ ملکی کے سامنے کھڑا کیا۔ ملکی رام تھوڑی دیر
ک انہیں بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر قدرے شفقت بھرے انداز میں ان دونوں کو
اطب کر کے کہنے لگا۔

میرے محافظ دستوں کے سپہ سالار نے پہلے سے مجھے بتا دیا ہے کہ تم مالوہ کے
اجہ جاہر دیو کے قاصد ہو۔ اور کسی پیغام کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔ اب
ب کہ راج کے سرکردہ لوگ ہی نہیں میرے لشکریوں کا سیناپتی اور دیگر سالار بھی
ہاں موجود ہیں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

دونوں قاصدوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر شاید انہوں نے فیصلہ
یا کر ان میں سے کس کو راجہ ملکی رام کے سوال کا جواب دینا چاہئے۔ پھر ان میں

سے ایک بول پڑا۔

راجہ ہمیں مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ آپ ک
خبر ہو گی کہ اس سے پہلے ہمارا اور دہلی کے سلطان ناصرالدین کے لشکروں کا ٹکراؤ ہ
چکا ہے۔ اور اس ٹکراؤ میں میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر نے بھی اپنے لشکر ک
ایک حصے کے ساتھ ہماری مدد کی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری جنگ میں ہمیں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ لیکن پہل
جنگ میں سب سے پہلے ہمارے لشکریوں نے دہلی کے سلطان ناصرالدین محمود ک
سرحدی علاقے کو ادھیڑ کے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک نائب س
سالار کو ہم سے ٹکرانے کے لئے بھیجا۔ اسے بھی بدترین شکست ہوئی لیکن برا
حالات کا۔ سلطان ناصرالدین کا وہ نائب سالار بڑا عیار نکلا۔ کہیں ویرانوں میں چ
رہا۔ پھر موقع جان کر اس نے شب خون مارا۔ اور اپنی شکست کو اس نے فتح م
تبدیل کیا۔

اس کے بعد ناصرالدین اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے علاقوں کی طر
بڑھا۔ ہمارا اس کا ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ میں میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر۔
بھی ہماری مدد کی۔ ہماری بد قسمتی کہ اس جنگ میں ہمیں شکست ہوئی۔ اور ہمی
شکست دینے کے دو افراد ذمہ دار تھے۔ ایک سلطان ناصرالدین کا سپہ سالار اعلیٰ ج
خان اعظم بلبن کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اور دوسرا اس کا نائب سالار جو بہترین جنگی تج
رکھتا ہے۔ ان دونوں کی بنا پر ہمیں گذشتہ جنگ میں شکست ہوئی۔

پر راجہ! ہم خاموش اور چپ نہیں بیٹھے سلطان کے ہاتھوں شکست اٹھانے ک
بعد ہمارے راجہ جاہر دیو نے اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اب حالا
ہمارے حق میں پلٹا کھا گئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دہلی کا سلطان ناصرالدین اپنے
سالار اعلیٰ بلبن کی طرف سے بدظن ہو چکا ہے۔ اس نے بلبن کو سپہ سالاری
عہدے سے معطل کر دیا ہے۔ اور اسے اس کی ذاتی جائیداد ہانسی کی طرف روانہ کر
ہے۔ جب کہ نائب سپہ سالار کو جو ایک نڈر اور بہادر تیغ زن ہے۔ اس کی گرفتار
کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اور وہ کہیں روپوش ہو چکا ہے۔ اب دہلی

سلطان ناصرالدین کے پاس کوئی ایسا قابل ذکر سالار نہیں ہے۔ جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔

راجہ ہمارے آقا راجہ جاہر کا آپ کے نام یہ بھی پیغام ہے کہ ہم اکیلے اکیلے دہلی
کے سلطان کے ساتھ تو ٹکراتے رہے۔ تو ایک ایک کر کے وہ ہم سب کو شکست دے
گا۔ اور ہمارے علاقوں ہمارے راج پر قبضہ کرتا چلا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا۔ تو یہ
ہماری انتہا درجہ کی بد قسمتی ہو گی۔

راجہ اس سے پہلے ہمارے آقا راجہ جاہر دیو نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں
کی طرف بھی ایسے ہی پیغامات بھجوائے ہیں۔ میوات اور سوالک کے راجہ کی طرف
پیغام بھجوائے گئے۔ اس نے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے شانہ بشانہ
مسلمانوں سے ٹکرانے کا عہد کیا ہے۔ جس طرح ہم دونوں قاصد آپ کی طرف آئے
ہیں۔ ایسے ہی قاصد جیت پور کے راجہ دیبال کی طرف بھی روانہ کئے ہیں۔ اور راجہ
دیبال نے بھی دہلی کے سلطان ناصرالدین کے خلاف ہمارے راجہ جاہر دیو کی مدد کرنے
کا عہد کیا ہے۔ اب ہمارے راجہ نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ اور آپ
سے ہماری یہ گذارش ہے کہ آپ بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمارے ٹکراؤ میں
مسلمانوں کے خلاف ہماری مدد کریں۔ اگر ہندوستان کے یہ چاروں راجہ یعنی آپ
ہمارا آقا جاہر دیو میوات اور سوالک کا راجہ رندھیر اور جیت پور کا راجہ دیبال چاروں
مل کر مسلمانوں کے سلطان سے ٹکرائیں تو ہماری فتح یقینی ہے۔

راجہ اگر اس موقع پر ہند کے ان چار بڑے راجاؤں نے دہلی کے سلطان
ناصرالدین کے خلاف اتحاد نہ کیا تو یاد رکھئے گا۔ آنے والے دور میں دہلی کا سلطان
ایک کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے راجا کی سلطنت پر حملہ آور ہو گا۔ اور ہر ایک کو
زیر کرتا چلا جائے گا۔ اس وقت سلطان ناصرالدین سے ٹکرانے کا بہترین موقع ہے۔
ماضی میں ہمارے راجا کو بلبن اور اس کے نائب کی وجہ سے شکستیں ہوئیں۔ اب یہ
دونوں سلطان ناصرالدین کے لشکر میں موجود نہیں۔ اس موقع پر اگر ہم پیش قدمی
کریں تو دور تک دہلی کی سلطنت میں ہم یلغار کر سکتے ہیں۔ ہمارے راجہ کو امید ہے
کہ اس کام میں آپ ضرور ہمارا ساتھ دیں گے۔

راجہ جاہر کے دونوں قاصد جب اپنا پیغام کہہ چکے تب کچھ دیر تک راجہ ملکی

رام خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے ان دونوں قاصدوں کو نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا راجہ ملکی رام کا اشارہ پا کر مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے دونوں قاصد نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

اس کے بعد راجہ ملکی رام کچھ دیر تک مزید گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے اپنے سینا پتی کے علاوہ دیگر سالاروں اور اپنے راج کے دیگر سر کردہ لوگوں سے مشورہ کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ جب راجہ ملکی رام اس کام سے فارغ ہوا۔ تو اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ پھر اپنے سامنے بیٹھے مالوہ کے راجہ جاہر کے دونوں قاصدوں کو مقاصد بیان کرتے ہوئے قنوج کے راجہ ملکی رام نے کہنا شروع کیا۔

مالوہ کے آنے والے عزیز ساتھیوں میں نے اپنے سینا پتی اور دیگر سالاروں کے علاوہ اپنے سر کردہ لوگوں سے بھی صلاح مشورہ کیا ہے۔ یہ اس حق میں کہ ہمیں تمہارے راجہ کی اس تجویز سے اتفاق کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے یہ ایک بہترین موقع ہے اور ایسا موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ تم آج ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ اور اپنے راجہ کو جا کے یہ پیغام دینا کہ ہم ہر معاملہ میں اس سے تعاون اور اتفاق کریں گے۔ جب بھی وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آ[illegible] چاہے ہمارے ساتھ لائحہ عمل طے کر لے۔ اس کے مطابق اوروں کے شانہ بشانہ ہ[illegible] بھی مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے۔ اور اگر اس موقع پر ہم مسلمانوں کی سرحدوں [illegible] حملہ آور ہوں۔ تو ان کے پاس ایسا کوئی نامور جرنیل نہیں جو ہمارے حملوں کو روک سکے۔ اور اس کمی سے مسلمانوں کو دو نقصان اور ہمیں دو فائدے ہوں گے۔

وہ کچھ اس طرح کہ ہمارا فائدہ یہ ہو گا کہ ہم سارے راجہ مل کر مسلمانوں کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کی سلطنت میں اضافہ ہو گا۔ دوسرا بڑا فائدہ جو مستقبل میں ہمارے کام آئے گا۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کی اصل طاقت کمزور ہو جائے گی۔ اور آنے والے دور میں دہلی کا سلطان کبھی بھی ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت نہیں کرے گا۔

قنوج کے راجہ ملکی رام کا یہ پیغام لے کر راجہ جاہر دیو کے وہ قاصد واپس چلے

[illegible]غم یہ جواب سن کر راجہ جاہر دیو کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ لہٰذا تیز رفتار [illegible]ؤں کے ذریعے مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر، [illegible]پور کے راجہ دیپال اور قنوج کے راجہ ملکی رام کے ساتھ مل کر لائحہ عمل طے [illegible]پھر ایک مقررہ وقت پر یہ چاروں راجہ اپنے لشکر لے کر نکلے اور مسلمانوں کی [illegible]ؤں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

مسلمانوں کی بستیوں میں انہوں نے خوب یلغار کی۔ دور دور تک قتل و غارت [illegible]کی۔ قنوج کے راجہ ملکی رام نے مسلمانوں کے کچھ علاقوں کو اپنی سلطنت میں [illegible]کر لیا۔ اس طرح مالوہ کا راجہ جاہر دیو بھی کچھ حصوں پر قابض ہو گیا۔ میوات [illegible]سوالک کے راجہ رندھیر اور جیت پور کے راجہ دیپال نے بھی اس جنگ میں بہت فوائد حاصل کئے۔

ادھر دہلی میں سلطان ناصرالدین کو جب خبر ہوئی کہ ہندوستان کے چاروں بڑے [illegible]ؤں نے اس کی سلطنت پر دھاوا بول دیا ہے۔ اور سرحدی علاقوں میں انہوں نے [illegible]و غارت گری کا کھیل گرم کر دیا ہے۔ تب اس نے عمادالدین ریحانی کی سرکردگی [illegible]ایک لشکر ان راجاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار تو [illegible]لدین ریحانی تھا۔ جب کہ اس کے ماتحت نائب کی حیثیت سے قتلغ خان اور کشلی [illegible]کام کر رہے تھے۔ یوں یہ تینوں جرنیل لشکر کے دشمن کی راہ روکنے اور انہیں [illegible]علاقوں سے باہر کرنے کے لئے دہلی سے کوچ کر گئے تھے۔

ایک روز سورج طلوع ہونے کے تھوڑی دیر بعد راج کماری دیاونتی اور اندو بائی [illegible]ج محل کے ایک باغیچہ میں چہل قدمی کر رہی تھیں کہ باغیچے کے ایک دروازے پر [illegible]رام نمودار ہوا۔ تلسی رام کو دیکھتے ہی دیاونتی نے اسے اپنی طرف بلایا۔ لہٰذا تیز چلتا ہوا تلسی رام ان کی طرف بڑھا۔ دونوں ماں بیٹی ایک جگہ کھڑی ہو گئی تھیں۔ [illegible]رام ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ قبل اس کے کہ تلسی رام کچھ بولتا دیاونتی نے [illegible]بے چینی اور بے تابی سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

تلسی رام تم کب لوٹے ہو۔ کیا تم الغ خان کے متعلق کوئی خبر لے کے آئے [illegible]تلسی رام اداس اور فکر مند تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے دیاونتی ہی نہیں

اس کی ماتا اندو بائی بھی پریشان ہو گئی تھی۔ تلسی رام کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

راجکماری دیاونتی میں آپ کے لئے ایک بری خبر لے کے آیا ہوں۔ میں میوات اور سوالک کی زمینوں کی طرف گیا تھا۔ جہاں خان اعظم اور الغ خان دونوں راجہ رندھیر کے خلاف برسرپیکار تھے۔ وہاں سے جو مجھے خبریں ملیں وہ انتہا کی حوصلہ شکن ہیں۔ جس وقت میں بلبن کے لشکر میں داخل ہوا۔ بلبن کا لشکر اس وقت دہلی کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ الغ خان لشکر میں شامل نہیں تھا۔

یہاں تک تلسی رام جب کہہ چکا۔ تب روتی ہوئی آواز میں دیاونتی نے پوچھ لیا۔

الغ خان اگر لشکر میں نہیں تھا تو کدھر گیا۔

راجکماری جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ غور سے سنتی جاؤ۔ دوبارہ فکر مند اور غمگین سی آواز میں تلسی رام نے پھر کہنا شروع کیا۔

دراصل کچھ یوں ہے کہ جس وقت میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر کے خلاف خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنی مہم کی ابتدا کر رکھی تھی۔ ان کے خلاف مسلمانوں کے ایک اور جرنیل عمادالدین ریحانی نے سازش کر دی۔ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں چونکہ دہلی سے دور تھے اور دہلی میں عمادالدین ریحانی تھا۔ عمادالدین ریحانی بڑا سازشی انسان ہے۔ وہ لگاتار ناصرالدین کو خان اعظم بلبن اور الغ خان کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ آخر ناصرالدین کو یہ یقین دہانی کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں اس کے خلاف بغاوت کر کے سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

عمادالدین ریحانی کے کہنے پر سلطان ناصرالدین کو جب یقین آ گیا۔ تب اس نے کچھ احکامات جاری کئے اور یہ احکامات سلطان ناصرالدین نے قاصدوں کے ذریعے میوات اور سوالک کے علاقوں کی طرف بھجوائے۔ یہ احکامات کچھ یوں تھے کہ خان اعظم بلبن کو لشکریوں کی سپہ سالاری سے معزول کر دیا گیا ہے۔ ہانسی میں خان اعظم بلبن کی ذاتی جاگیر ہے۔ اور سلطان نے حکم دیا کہ وہ لشکر کو دہلی کی طرف روانہ کر

خود ہانسی میں جا کر مقیم ہو جائے۔ یہ تو خان اعظم بلبن کے متعلق احکامات تھے۔
عمادالدین ریحانی شروع ہی سے الغ خان سے جلتا تھا۔ اور اس کی ترقی کرنا پسند
کرتا تھا۔ لہٰذا سلطان کو اس نے الغ خان کے خلاف بھڑکا رکھا تھا۔ جس کے نتیجے
لطان ناصرالدین نے الغ خان کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔ اور
سلح جوان میوات اور سوالک کی طرف روانہ کئے گئے تھے۔ تاکہ الغ خان کو
ار کر کے دہلی میں سلطان کے سامنے پیش کیا جائے۔

لشکر میں جو افواہیں پھیلی ہوئی ہیں ان کے مطابق الغ خان کو اپنی گرفتاری کی خبر
ہی مخبروں کے ذریعے ہو چکی تھی۔ لہٰذا وہ بلبن کے لشکر سے بھاگ کر کہیں
ش ہو گیا ہے۔ لیکن میرا اطمینان نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا میں خود خان اعظم بلبن کی
ت میں حاضر ہوا۔

اس ملاقات میں راجکماری دیاونتی میں نے تمہارا حوالہ دیا۔ اس حوالے سے
اعظم بلبن نے میری بہترین ضیافت کی اور اصل راز مجھ پر واضح کر دیئے۔ بلبن
خود الغ خان کو بھاگنے کا موقع فراہم کیا۔

دراصل جس وقت خان اعظم بلبن اور الغ خان کے خلاف دہلی میں یہ احکامات
ی ہوئے تھے۔ خان اعظم بلبن کے کچھ مخبروں نے یہ سارے حالات قاصدوں
پہنچنے سے پہلے بتا دیئے تھے۔ لہٰذا الغ خان کو پہلے ہی بلبن نے لشکر سے بھگا دیا۔
مجھے خان اعظم بلبن نے اس بستی کی بھی نشاندہی کر دی۔ جہاں الغ خان نے قیام
ہوا ہے۔

تلسی رام مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دیاونتی فوراً بیچ میں بول پڑی تلسی رام
ارے کہنے کا مقصد ہے کہ الغ خان گرفتار نہیں ہوا۔

راجکماری آپ کا اندازہ درست ہے۔ الغ خان گرفتار نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ایک
م جگہ ہے۔ اور یوں جانو گوشہ نشینی اور روپوشی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ دیاونتی
روتی اور بین کرتی ہوئی آواز میں پھر پوچھ لیا۔

کیا تم بتاؤ گے کہ وہ کہاں ہے۔ کس جگہ اس نے قیام کیا ہوا ہے۔ کیا تم اسے
لاکر کے آئے ہو

تلسی رام پھر بول پڑا۔

راجکماری دیاونتی الغ خان نے دہلی کی سرحدوں پر ایک بستی میں قیام کر رکھا ہے۔ یہ بستی اچھوتوں اور ہریجنوں کی ہے۔ اس بستی کا ایک سردار ہے۔ نام اس کا لکھدیر ہے۔ وہ گھر کے تین افراد ہیں۔ ایک خود لکھدیر۔ ایک اس کی بیوی سورتھ اور ایک بیٹی سورائی۔ انہی کے ہاں الغ خان نے قیام کر رکھا ہے۔ لکھدیر اور سورتھ اس الغ خان کی حفاظت اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ جس طرح ماں باپ بیٹے سے کرتے ہیں۔ جہاں تک تعلق سورائی کا ہے۔ تو وہ بھائیوں سے بڑھ کر الغ خان سے پیار کرتی ہے۔ بڑی اچھی خوبصورت لڑکی ہے۔ اور جب سے بھائی کی صورت میں اسے الغ خان ملا ہے۔ اس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں۔ میں ان کے ہاں ایک رات قیام کر کے ہی یہاں آ رہا ہوں۔ وہاں میں الغ خان سے بھی ملا ہوں۔ اسے میں نے آپ کی خیریت کی بھی اطلاع دی تھی۔

تلسی رام کیا الغ خان نے میرے متعلق بھی کچھ کہا تھا۔ دیاونتی نے بڑی بے چینی اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

راجکماری دیاونتی آپ کے نام الغ خان کا پیغام یہ ہے کہ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ عنقریب وقت آئے گا کہ الغ خان آپ کو قنوج کی اس سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔

تلسی رام تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ اس کے بعد باری باری اس نے اندو اور دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

میرے ساتھ اس بستی کے دو جوان بھی آئے ہیں۔ جنہیں میں نے اس باغ کے پار کھڑا کر رکھا ہے۔ وہ لکھدیر کے آدمی ہیں۔ لکھدیر سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد الغ خان نے انہیں میرے ساتھ روانہ کیا ہے۔ دراصل الغ خان چاہتا تھا وہ آپ کو دیکھ لے۔ تاکہ آنے والے دنوں میں ان کے ذریعے آپ اور الغ خان کے درمیان رابطہ رہے۔

تلسی رام کے اس انکشاف پر دیاونتی نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پر وہ ماتا کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر اندو بائی بول پڑی۔

لکھدیر کی بستی کے جو دو جوان تمہارے ساتھ آئے ہیں انہیں بھی اندر لے کے آؤ تاکہ میں اور دیاونتی دونوں ان سے متعارف ہو جائیں آنے والے دنوں میں وہ الغ خان کی طرف سے ہمارا کوئی پیغام لے کے آئیں۔ تو ہم انہیں پہچان سکیں۔

اس کے ساتھ ہی تلسی رام پیچھے ہٹا اور اس باغیچے سے باہر نکل گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کو اپنے ساتھ لایا۔ تو ان دونوں کو اندو بائی اور دیاونتی کے سامنے لا کھڑا کیا۔ پھر تلسی رام نے کہنا شروع کیا۔

مہارانی اندو بائی یہ دو جوان ہیں' جو آپ اور الغ خان کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیں گے۔ آپ نے جو پیغام دینا ہو۔ میں وہ پیغام ان دونوں کے ہاتھوں میں دوں گا۔ اور آپ کا پیغام الغ خان تک پہنچائیں گے۔ اسی طرح کا یہ پیغام لے کر آپ کے پاس آیا کریں گے۔ یہ لکھدیر کے خاص آدمی ہیں۔ اور ان پر برے سے بھی برے وقت میں بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

اندوبائی نے کچھ سوچا پھر اس نے دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی تم یہیں رکو میں ابھی آتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اندو بائی پیچھے ہٹی پھر راج محل کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔ اس کے بعد دیاونتی نے تلسی رام کو مخاطب کیا۔

تلسی رام تم تو ایک رات الغ خان کے پاس رہ کے آئے ہو کیا ان کی صحت ٹھیک ہے۔ عمادالدین ریحانی نے جو انکی گرفتاری کے لئے مسلح جوان مقرر کئے ہیں۔ ان کی طرف سے انہیں خطرات تو نہیں وہ گرفتار تو نہ کر لئے جائیں گے۔

راجکماری دیاونتی آپ کو ایسی باتیں نہیں سوچنی چاہئیں لکھدیر کی بستی بڑی محفوظ ہے۔ لکھدیر بڑا قابل اعتماد شخص ہے۔ اس لئے کہ ماضی میں خان اعظم بلبن نے اس پر احسانات کئے ہوئے ہیں۔ اور خان اعظم بلبن نے ہی الغ خان کو لکھدیر کی بستی میں قیام کرنے کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ لہٰذا اس بستی میں الغ خان محفوظ ہے۔ آپ کوئی فکر اور چنتا نہ کریں۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد دیاونتی نے بات کا رخ بدلا۔

تلسی رام یہ جو مالوہ کا راجہ جاہر دیو' سوالک کا راجہ رندھیر' جیت پور کا
دیپال اور ہمارے پتا کا لشکر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آیا تھا۔ اس کا کیا بنا۔
تلسی رام نے جواب میں کچھ سوچا۔ اس کے بعد کہنا شروع کیا۔
راجکماری ان چاروں راجاؤں کے متحدہ لشکر نے مسلمانوں کے علاقوں میں
کی۔ دور دور تک مسلمانوں کی بستیوں میں قتل و غارت گری کا سامان کیا گیا۔ جو
مسلمان سامنے آیا۔ اسے قتل کیا۔ بستیوں کو لوٹا۔ گاؤں کے گاؤں اور قصبوں
قصبوں کو آگ لگا دی گئی۔ اس طرح مسلمانوں کے علاقوں میں یوں جانو موت
آگ کا وہ کھیل کھیلا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہ کھیلا ہو گا۔
تلسی رام کی اس بات کا جواب دیاونتی دینا ہی چاہتی تھی کہ اندو بائی لوٹ
اس کے ہاتھ میں نقدی کی تین تھیلیاں تھیں۔ ایک تھیلی اس نے تلسی رام کو
باقی دو تھیلیاں لکھدیر کے آدمیوں کو دیتے ہوئے کہنے لگی۔ اب تم تینوں جا
ہمارے ساتھ رابطہ قائم رکھنا۔ تلسی رام میں تمہاری بڑی ممنون اور شکرگزار
کہ تو نے ہمیں الغ خان کی خیریت سے متعلق اطلاع دی۔ اس کے بعد تلسی را
دونوں جوانوں کو لے کے وہاں سے چلا گیا تھا۔ جب کہ اندو بائی اور دیاونتی بھی
محل کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

○

ادھر عمادالدین ریحانی اپنے نائب کشلی خان اور قتلغ خان کے ساتھ دشمن کے
بلے میں صف آرا ہوا۔ ایک طرف میوات اور سوالک کے راجہ رندھیر۔ مالوہ کے
ہ جاہر دیو۔ قنوج کے راجہ ملکی رام اور جیت پور کے راجہ دیپال کا متحدہ لشکر تھا۔
ب کہ دوسری جانب سلطان ناصرالدین کا لشکر تھا۔ جس کی کمانداری عمادالدین ریحانی
ر رہا تھا۔ اور نائب کے طور پر قتلغ خان اور کشلی خان دونوں اس کے ہمراہ تھے۔
ی ابتدا متحدہ راجاؤں کے لشکر کی طرف سے ہوئی۔ جنگ کے طبل بڑی تیزی
ے وہ بجاتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور عمادالدین ریحانی کے لشکر پر حملہ آور ہوئے
ن ویرانوں کے اندر دونوں لشکر ہوس کی منڈی میں بکتے اجاڑ لمحوں کے جھکڑوں
رئیں میٹھی سنسان ہواؤں اور دھیرے دھیرے پھیلتی پتھریلی دھڑکنوں کی طرح ایک
رے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ رن بری طرح بول اٹھا تھا۔ ایک شور ایک شرابا ایک
لہ تھا۔ جو چاروں طرف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
جنگ کی المناکیاں اور ہولناکیاں پھیلنے لگی تھیں۔ دکھ لبوں سے ہنسی چھیننے لگے
ے۔ سچ کے حروف ننگے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ آنکھوں میں بیٹھے سپنے آتش سلوں پر
کنے لگے تھے۔ رنگ و جذبوں کے آئینے اور خواہشوں کے حصار بڑی تیزی کے ساتھ
ھریلی آہوں میں جلنا شروع ہو گئے تھے۔
عمادالدین ریحانی کشلی خان اور قتلغ خان تینوں نے اپنی طرف سے پوری
شش کی کہ جس طرح ماضی میں خان اعظم بلبن اور الغ خان دشمن کو پسپا کرتے
ہے ہیں۔ اس طرح وہ بھی دشمن کو شکست دیں۔ لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ جنگ
ل پکڑتی گئی۔ پھر آہستہ آہستہ عمادالدین ریحانی کے لشکر میں پسپائی اور کم ہمتی کے
ار نمودار ہونا شروع ہوئے جس کے نتیجے میں تھوڑی ہی دیر بعد عمادالدین

ریحانی، کشلی خان اور قتلغ خان کو متحدہ راجاؤں کے لشکروں کے مقابلے میں بدتر
شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

راجاؤں کے متحدہ لشکر نے کچھ دیر تک عماد الدین ریحان کے لشکر کا تعاق
کرتے ہوئے اسے مزید نقصان پہنچایا پھر واپس لوٹے اور عماد الدین ریحان کے پڑاؤ
انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح اس جنگ میں عمادالدین ریحانی کی وجہ
سلطان ناصرالدین محمود کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔

عمادالدین ریحانی متحدہ راجاؤں کے لشکر سے شکست اٹھانے کے بعد واپس
نہیں گیا، بلکہ دہلی کی طرف جانے والے راستوں پر اس نے اپنے جاسوس پھیلا د
اور انہیں سختی کے ساتھ یہ حکم جاری کر دیئے تھے کہ کوئی بھی ایسا شخص دہلی کی ط
نہ جانے پائے۔ جو دہلی کے لوگوں میں سلطان کو جا کر اس کی اس شکست کی خبر د
پھر اس نے ایک طرح سے گھات پکڑ لی۔ اور راجاؤں کے متحدہ لشکروں کے ساتھ
نے شب خون مارنے کا کھیل شروع کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جس طرح پہلی جنگ
الغ خان کو راجہ جاہر دیو کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی اس کے بعد گھات میں ر
ہوئے اس نے شکست کو اپنی فتح میں تبدیل کر دیا تھا۔ ایسے ہی وہ بھی کرے۔
خون کا سلسلہ دشمن کے ساتھ جاری رکھے۔ یہاں تک کہ اپنی شکست کو فتح میں تب
کرنے کے بعد اپنا سر اونچا رکھتے ہوئے ایک فاتح کی حیثیت سے دہلی کا رخ کرے۔

اس طرح شب خون اور چھاپہ مار جنگ کا یہ سلسلہ طول پکڑتا گیا۔ اور ہف
سے مہینوں پر پھیلتا چلا گیا تھا۔

عمادالدین ریحانی نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح د
کے متحدہ لشکر کو صرف ایک بار ہی شکست دینے میں کامیاب ہو جائے۔ تاکہ وہ
کی طرف رخ کرنے کے قابل ہو سکے۔ عمادالدین ریحانی کی بد قسمتی کہ شب خو
طویل سلسلہ جاری رکھنے کے باوجود دور دور تک کہیں بھی اسے اپنی کامیابی دکھائی
دی۔

ادھر عمادالدین ریحانی کے شب خونوں کے کھیل کی وجہ سے چاروں راجاؤں
اسی جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ جہاں پہلی جنگ ہوئی تھی۔ وہ اس وقت تک اپنے ا

ہی کی طرف نہ جانا چاہتے تھے۔ جب تک عمادالدین ریحانی کا خطرہ ٹل نہیں جاتا

ایک روز قنوج کا راجہ ملکی رام اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے کے
ازے پر مالوہ کا راجہ جاہر دیو نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ سوالک کا راجہ رندھیر اور
پور کا راجہ دیپال بھی تھے۔

تینوں راجاؤں کو اپنے خیمے کے دروازے پر دیکھتے ہوئے راجہ ملکی رام اپنی جگہ پر
کھڑا ہوا اور ان کے استقبال اور سواگت کے لئے دروازے پر آیا۔ پھر تینوں کی
دیکھتے ہوئے ملکی رام بول اٹھا۔

میں سمجھتا ہوں۔ میرے لئے بڑی شبھ گھڑی ہے کہ ہند کی سرزمینوں کے تین
راجہ مجھ سے ملنے کے لئے میرے خیمے میں آئے ہیں۔ اندر آیئے اور
ارئے۔

راجا رندھیر، جاہر دیو اور دیپال تینوں راجے خیمے میں داخل ہوئے۔ نشستوں
بیٹھ گئے۔ ملکی رام بھی آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ جہاں سے وہ اٹھا
خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد راجہ جاہر دیو نے ملکی رام کو
ب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ملکی رام میرے ویر، ہم تینوں اس وقت ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں تیرے
آئے ہیں۔ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں۔ وہ ہے تو میرا ذاتی کام مگر اس کام
راندھیر اور دیپال میرے ساتھ اتفاق کر رہے ہیں۔ میں تم سے وہ بات کہتا ہوں
کے لئے ہم تینوں تمہارے پاس آئے ہیں۔

ملکی رام تم جانتے ہو۔ تم نے اپنی بیٹی دیاونتی کا سوئمبر رچایا تھا۔ کسی نے وہ
بر جیتا نہ تھا۔ بلکہ اس سوئمبر میں میرے بیٹے سے ایک غلطی ہوئی کہ وہ تمہاری
بیٹی دیاونتی کے حسن و خوبصورتی سے پہلے ہی متاثر تھا۔ ہر صورت میں اسے
کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے ساتھ ایک ایسے شخص کو لیا۔ جس کا نشانہ بلا
ای نے اس کے لئے سوئمبر جیتا تھا۔ میرے بیٹے کی بد قسمتی کہ اس کا یہ راز
گیا۔ اور آپ کو بھی اس دھوکہ دہی کا علم ہو گیا۔

ملکی رام میں جانتا ہوں۔ یہ میرے بیٹے سندر داس کی غلطی تھی اسے کسی کی مدد
اور سہارے کے بغیر ہی اس سوئمبر میں حصہ لینا چاہئے تھا۔ بہر حال میں کھلے دل سے
اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ سندر داس سے یہ غلطی سرزد ہوئی تھی۔ اور اسے
ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ملکی رام راج کماری دیاونتی کے حسن اور اس کی خوبصورتی
کے چرچے میری راج دھانی میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور میرا بیٹا سندر داس
اسے اپنے دل کی گہرائیوں سے پسند کرتا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے کچھ دیر پہلے
رندھیر اور دیپال سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ اور میں نے ان سے یہ التجا کی
تھی کہ میں چاہتا ہوں کہ قنوج کی راج کماری دیاونتی کو میرے بیٹے سندر داس کے
ساتھ بیاہ دیا جائے۔ بس یہی گذارش اور پرارتھنا ہم تینوں تمہارے پاس لے کے
آئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم ہماری اس گذارش پر ہمدردی سے غور کرو گے۔

ملکی رام اگر تمہاری راجکماری دیاونتی کی شادی میرے راجکمار سندر داس سے
ہو جاتی ہے۔ تو اس کے بڑے فوائد بھی حاصل ہونگے۔ میرے اور تمہارے درمیان
ایک رشتہ قائم ہو جائے گا۔ ایک بات یاد رکھنا۔ ملکی رام جب تک ہم چاروں راجہ
متحد ہیں۔ دہلی کا سلطان ناصرالدین محمود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر ہم تنہا اور اکیلے
رہتے ہوئے اس کا سامنا کرتے ہیں تو باری باری وہ ہم کو ملیا میٹ کرتا چلا جائے گا۔
اگر میرے اور تمہارے درمیان یہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ تو پھر دونوں ریاستوں کے
درمیان ایک نئی سنگت او بندھن جنم لے گا۔ جس کی وجہ سے ہمیں آنے والے دنوں
میں بڑے فوائد حاصل ہونگے۔ ملکی رام میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ تمہاری راج
کماری دیاونتی نہ صرف ہمارے دلوں بلکہ ہماری ریاست میں بھی راج کرے گی۔ مجھے
امید ہے کہ تم اس پیشکش کو ٹھکراؤ گے نہیں۔

جاہر دیو میں تمہارا شکر گذار ہوں۔ اس پیش کش پر تمہارا ممنون ہوں۔ جاہر دیو
کی طرف دیکھتے ہوئے ملکی رام نے کہنا شروع کیا تھا۔ جاہر دیو اس ملاپ اس سنجوگ
اس سمبندھ اور اس سنگت کا فیصلہ میں اکیلا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ تم جانتے ہو
ایک بار پہلے بھی سوئمبر رچایا گیا تھا۔ اور اس سوئمبر کے نتیجے میں مجھے ہی نہیں میری
راجکماری دیاونتی اور میری پتنی اندو بائی کے ذہن میں بھی یہ بات پیوستہ ہے کہ سندر

ـنے دھوکہ دہی سے کام لیا تھا۔

اس وقت تو میں تمہاری اس پیش کش کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ بہر حال اس
ـے فارغ ہونے کے بعد میں واپس جاؤں گا اس سلسلے میں میں اپنی پتنی اندو بائی
راجکماری دیاونتی سے تفصیل کے ساتھ بات کروں گا۔ اور ان دونوں کو اس بات
آمادہ کرنے کی کوشش بھی کرونگا کہ یہ بیاہ ہو جائے۔ کیونکہ اس جوگ اور اس لگن
ہندوستان میں ہماری طاقت مستحکم ہو گی۔ جاہر دیو میں اپنی طرف سے پوری
شش کرونگا کہ اپنی راجکماری دیاونتی کو تمہارے بیٹے سندر داس کے ساتھ بیاہ
نے پر رضا مند کر لوں۔ ہاں اس سلسلے میں اب کوئی سوئمبر نہیں رچایا جائے گا۔
جب میں اپنی راجکماری دیاونتی اور اپنی پتنی اندو بائی کو اس ملاپ پر راضی کرونگا۔
تمہاری طرف قاصد بھجواؤنگا۔ اس کے بعد اس شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

ملکی رام کا یہ جواب سن کر جاہر دیو ہی نہیں رندھیر اور دیپال تینوں خوش ہو گئے
۔ پھر جاہر دیو نے ملکی رام کو مخاطب کیا۔

ملکی رام بھگوان کی سوگند مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی امید تھی میں یہ بھی
غ رکھتا ہوں کہ تم اس رشتہ پر راجکماری دیاونتی اور رانی اندو بائی کو رضا مند بھی کر
گے۔ اسی خوشی میں اب بھوجن منگاؤ اور یہیں اکٹھے بیٹھ کر چاروں بھوجن کھاتے
ـ۔

جاہر دیو کی گفتگو سے ملکی رام بھی خوش ہو گیا تھا۔ آواز دے کر اس نے اپنے
ظ کو اندر بلایا۔ اس بلاوے پر ایک مسلح جوان بڑی تیزی سے اندر آیا۔ راجہ ملکی
ام نے اس کی طرف دیکھا اور کھانا بڑی تیزی سے اندر آیا۔ راجہ ملکی رام نے اس
طرف دیکھا۔ اور کھانا لانے کا حکم دیا۔ جس پر وہ مسلح جوان مڑا اور خیمے میں سے
ہر نکل گیا تھا۔

خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت رہا۔ اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ
اری رکھتے ہوئے مالوہ کا راجہ جاہر دیو پھر بول پڑا تھا۔

رندھیر اور دیپال جس موضوع پر ہم تینوں گفتگو کرنے کے لئے ملکی کے پاس
ئے تھے۔ اس گفتگو میں تو ہم کامیاب رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملکی رام کی

بڑی مہربانی ہے کہ اس نے ہماری پیش کش کو ٹھکرایا نہیں بلکہ ہماری پیش کش کی تکمیل کرنے کا عہد کیا ہے۔ اب میں تم تینوں کے ساتھ ایک اور اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت چونکہ ہم ہندوستان کے چاروں راجہ اکٹھے بیٹھے ہیں۔ اور میں اس صحبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہم امور پر بھی فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔

میرے عزیزو یہ جو ہم نے عمادالدین ریحانی کے لشکر کو شکست دی ہے۔ تو اس کا کوئی نہ کوئی ردعمل ضرور ہو گا۔ اس شکست پر دہلی میں خاموشی طاری نہیں رہے گی۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ناصرالدین اپنی اس شکست کا انتقام لینے کے لئے ضرور اٹھے گا۔ گو اس وقت خان اعظم بلبن اور نائب سپہ سالار الغ خان دونوں ہی ناصرالدین سے علیحدہ اور جدا ہیں۔ پھر بھی ناصرالیدن چپ چاپ اور خاموش نہیں بیٹھے گا۔ ہمارے خلاف کاروائی ضرور کرے گا۔

میرے عزیزو آنے والے دور کی شکست سے بچنے کے لئے دہلی کے سلطان ناصرالدین کے ہاتھوں اپنی راج دھانیوں کی حفاظت کے لئے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ وہ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں تم تینوں مجھ سے اتفاق کرو گے۔ اگر اس ترکیب پر عمل کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے۔ تو یاد رکھنا دہلی کا سلطان کتنا بڑا لشکر بھی ہمارے خلاف لے آئے۔ وہ ہمارے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔

عزیزو! اس وقت دہلی کی سلطنت میں ایک کشمکش اور ایک نفرت کی دبا چلی ہوئی ہے۔ دہلی کی سلطنت میں اس وقت عمادالدین ریحانی کا دور دورہ ہے۔ اور سلطان ناصرالدین عمادالدین ریحانی پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کئے ہوئے ہے۔ عمادالدین ریحانی خان اعظم بلبن اور الغ خان کا بد ترین دشمن ہے۔ اس وقت تین ایسے بڑے ہیں۔ جن سے رابطہ کر کے ہم اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

جن تینوں بڑوں کا میں ذکر کرنے لگا ہوں۔ ان کے ساتھ تھوڑے بہت تعلقات پہلے سے میرے موجود ہیں۔ قاصدوں کے ذریعے کئی بار ان سے میری پیغام رسانی ہو چکی ہے۔ اور میں ان کے لئے تحائف بھی بھیج چکا ہوں۔ ان میں سب سے پہلے قتلغ خان ہے۔ جس نے ناصرالدین کی بیوہ ماں سے شادی کر رکھی ہے۔ دوسرا خود

عمادالدین ریحانی ہے۔ تیسرے نمبر پر سلطان ناصرالدین محمود کا ایک سالار کشلی خان ہے۔ اگر ہم ان تینوں کو لوبھ اور لالچ دیں۔ تو میرے خیال میں ان کے ذریعے ہم اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ فوائد کس قسم کے ہونگے ان کی تفصیل بھی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔

عزیزو! یہ بات صاف اور عیاں ہے۔ کہ سلطان ناصرالدین اپنی شکست کا انتقام ضرور لے گا۔ یہ بات بھی میرے ذہن میں پختہ ہے کہ جب تک دہلی میں عمادالدین ریحانی ہے۔ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں اپنے پہلے منصب کو حاصل نہیں کر سکتے ان حالات میں چند یوم تک اپنے کچھ قاصد میں دہلی کی طرف روانہ کرونگا۔ جو عمادالدین ریحانی ہی نہیں قتلغ خان اور کشلی خان سے ملاقات کریں گے۔ اور میری طرف سے ان کی خدمت میں بیش بہا تحائف اور نقدی کی تھیلیاں پیش کریں گے۔ فی الحال انہیں تحائف ہی بھیجیں جائیں گے۔ کام کی کوئی بھی نوعیت اس پر ظاہر نہیں کی جائے گی۔ جب موقع آئے گا تو پھر ان سے یہ کام لیا جائے گا کہ ان کے لئے مزید تحائف بھیجتے ہوئے انہیں یہ کہا جائے گا کہ وہ سلطان ناصرالدین کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ بھاری رقوم اور تحائف انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ میں ان تینوں کی خصلت اور سرشت سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ تینوں ہی لالچی انسان ہیں۔

آنے والے دور میں اگر سلطان ناصرالدین ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کرتا ہے۔ تو ہم فوراً" تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے عمادالدین ریحانی' قتلغ خان اور کشلی خان سے رابطہ قائم کریں گے۔ اور ان سے کہیں گے کہ وہ سلطان ناصرالدین کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ سلطان ناصرالدین جس وقت ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہو گا۔ اس کے پیچھے عمادالدین ریحانی' قتلغ خان اور کشلی خان بغاوت کھڑی کر دیتے ہیں۔ تو مجھے یقین اور بھروسہ ہے کہ ناصرالدین ہمارے خلاف کوئی بھی کاروائی کرنے کے قابل نہ رہے گا۔ ناکام و نامراد دہلی کی طرف لوٹ جائے گا اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو میرے عزیزو! یاد رکھنا دہلی کے سلطان کے خلاف یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔

ملکی رام، رندھیر اور دیپال تینوں راجاؤں نے جاہر دیو کی اس ترکیب کو بڑا سراہا۔ اور اس کی بڑی تعریف کی تھوڑی دیر تک وہ اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ خیمے میں کھانا رکھ دیا گیا۔ پھر وہ خاموشی سے کھانا کھانے لگے تھے۔ چند روز تک چاروں راجاؤں نے اپنے لشکر کے ساتھ جنگ میں قیام کئے رکھا۔ اس کے بعد چاروں اپنی اپنی راج دھانیوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

عمادالدین ریحانی کی خوش قسمتی کہ ہندوستان کے چار راجاؤں کے متحدہ لشکر سے شکست کھانے کے بعد جب وہ دہلی شہر میں داخل ہوا تو اس وقت سلطان ناصرالدین دہلی شہر میں موجود نہ تھا۔

دراصل سلطان ناصرالدین نے ان دنوں دریائے بیاس کے کنارے چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا وہاں چند چھوٹی چھوٹی بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ جنہیں بڑی آسانی کے ساتھ ناصرالدین نے فرو کر دیا تھا۔ عمادالدین ریحانی فکر مند تھا۔ کہ شکست کھانے کے بعد جب وہ دہلی شہر میں داخل ہو گا۔ تو سلطان ناصرالدین محمود اس سے باز پرس کرے گا۔ لیکن جب اسے خبر ہوئی کہ سلطان ناصرالدین دہلی میں موجود نہیں ہے۔ تو وہ بڑا خوش اور مطمئن ہوا۔ دہلی میں قیام کرتے ہوئے اس نے اپنے مخالفین کے ساتھ تو سازشوں کا ایک جال پھیلا دیا تھا۔

عمادالدین ریحانی نے سلطان ناصرالدین کو اپنی شکست کی خبر نہ ہونے دی تھی۔ اس نے اپنے ہی نہیں سلطان کے مخبروں کو بھی یہ خبر پہنچانے سے روک دیا تھا۔ لہٰذا سلطان ناصرالدین ابھی تک عمادالدین ریحانی کی شکست سے بے خبر تھا۔ اس بنا پر دریائے بیاس کے کنارے اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد سلطان اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ بدایوں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان کی بدایوں کی طرف روانگی سے عمادالدین ریحانی اور خوش اور مطمئن ہوا۔ اور دہلی کے اندر اس کے جس قدر مخالف تھے۔ ان پر اس نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔ عماد الدین ریحانی کے ظلم و ستم کی خبریں جب دوسرے صوبوں میں پہنچیں تو ایک کہرام کھڑا ہو گیا۔ لہٰذا لاہور، کڑا۔ کہرام۔ سرہند۔ سنام۔ ناگوڑ اور بدایوں کے والیوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنے قاصد سلطان کی

میں روانہ کئے اور صورت حال سے نہ صرف ناصرالدین کا آگاہ کیا۔ بلکہ ان کے راجاؤں کے ہاتھوں عمادالدین ریحانی کو جو شکست ہوئی تھی۔ اس کی بھی ناصرالدین کو کر دی گئی تھی۔ جواب میں ناصرالدین نے پہلے مختلف صوبوں نے والے قاصدوں کے ساتھ طویل صلاح مشورہ کیا اس کے بعد اپنے لشکر کو بدایوں سے دہلی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ان سارے صوبوں کے حاکموں نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ ہانسی میں خان اعظم کی طرف اپنے تیز رفتار قاصد بھجوائے۔ عمادالدین ریحانی کے ظلم و ستم سے آگاہ کیا۔ اور یہ گذارش کی کہ اپنے ذاتی لشکر کے ساتھ وہ دہلی کا رخ کرے تا وں کو عمادالدین ریحانی کے ظلم و ستم سے نجات ملے۔ مختلف صوبوں کے سے یہ پیغام ملنے کے بعد خان اعظم بلبن نے اپنے ذاتی لشکر کے ساتھ دہلی کی جانے کا عزم کر لیا تھا۔

دہلی پہنچ کر سلطان ناصرالدین نے عمادالدین ریحانی سے کوئی باز پرس نہ کی۔ نہ مظالم اور جور و ستم کا ذکر کیا۔ جو اس نے اپنے مخالفین پر روا رکھے ہوئے سلطان ناصرالدین کی اس چپ اور خاموشی سے عمادالدین ریحانی کے حوصلے اور اور اس نے اپنے مخالفین کو بری طرح کچلنا شروع کر دیا تھا۔ اسی دوران دہلی خبریں پھیل گئیں کہ خان بلبن اپنے ذاتی لشکر کے ساتھ ہانسی سے دہلی کی طرف کر چکا ہے۔ جب یہ خبریں شہر میں پہنچیں تو شہر کے لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ تے تھے کہ عمادالدین ریحانی سے نجات ملے اور خان اعظم بلبن دہلی میں آ کر طرح اپنا منصب سنبھالے۔

ان حالات میں عمادالدین ریحانی سلطان ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات پر رضا مند کیا کہ ہمیں اپنے لشکر کے ساتھ دہلی سے نکل کر خان اعظم کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور اس کی بغاوت کو فرو کرتے ہوئے۔ خان اعظم کا خاتمہ نا چاہئے۔ تاکہ آنے والے دور میں خان اعظم اور اس کے رفقاء سے کسی قسم کا خطرہ نہ رہے۔

ناصرالدین نے عمادالدین ریحانی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چند روز تک

تیاریاں ہوتی رہیں اس کے بعد سلطان ناصرالدین اور عمادالدین ریحانی اپنے لشکر
ساتھ دہلی سے کوچ کر گئے تھے۔

ادھر ایک اور حادثہ نمودار ہوا اور وہ الغ خان سے متعلق تھا۔ عمادالدین
ہر صورت میں الغ خان کو گرفتار کر کے سلطان ناصرالدین کے سامنے پیش کر
تھا۔ اس لئے خان اعظم بلبن کے بعد الغ خان کی طرف سے وہ اپنے لئے سب
بڑا خطرہ محسوس کرتا تھا۔ اس کے علاوہ عمادالدین ریحانی الغ خان کو اعلیٰ مناصب
کرنے کے لئے اپنے راستے کا سب سے بڑا پتھر اور روڑہ خیال کرتا تھا۔ لہٰذا
صورت میں الغ خان کو گرفتار کر کے سلطان ناصرالدین کے سامنے پیش کرتے
اسے سزا دلانا چاہتا تھا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عمادالدین ریحانی نے اپنے مخبر اپنے
جگہ جگہ پھیلا دیئے تھے۔ اور انہیں بڑی سختی کے ساتھ حکم دے رکھا تھا۔ ک
صورت میں الغ خان کو گرفتار کر کے اس کے سامنے زندہ پیش کیا جائے۔
عمادالدین ریحانی کے ان مخبروں کی کوششیں رنگ لائیں اور جس سرحدی گاؤں
شودروں کے سردار کے ہاں الغ خان نے پناہ لے رکھی تھی۔ عمادالدین ریحانی
آدمی بو سونگھتے ہوئے وہاں بھی پہنچ گئے۔ اور ایک رات جب کہ الغ خان مغرب
عشاء کی نماز کے بعد بستی سے باہر چہل قدمی کے لئے نکلا۔ عمادالدین ریحانی
جاسوسوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی مشکیں باندھ کر وہ عمادالدین ریحانی
طرف روانہ ہو گئے تھے۔

ادھر قنوج میں بھی ایک انقلاب رونما ہوا۔ قنوج کے راجہ ملکی رام نے مید
جنگ کے اندر مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے سامنے اس کے بیٹے سندر داس کے لئے
بیٹی کا رشتہ دینے پر مکمل طور پہ ہاں نہیں کی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر وہ اپنی
دیاونتی کا کہیں نہ کہیں رشتہ کر کے اسے فارغ کر دینا چاہتا تھا۔
اس لئے کہ ملکی رام کو یہ تو خبر ہو چکی تھی۔ کہ اس کی بیٹی دل و جان سے ا
خان کو پسند کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ پھیرے کرانا چاہتی ہے۔ لہٰذا ملکی رام
اندیشہ تھا کہ کہیں اس کی بیٹی قنوج سے بھاگ کر دہلی نہ چلی جائے۔ اور اگر ایسا

ا۔ تو اس کی بڑی رسوائی ہو گی۔
دوسرے یہ کہ ملکی رام جانتا تھا۔ کہ جلد یا بدیر اس کی رانی اندو بائی اور اس کی
ٹی دیاونتی کو خبر ہو جائے گی۔ کہ اندو بائی کے بھائی اور دیاونتی کے ماموں ہیرا لال اور
ن کے اہل خانہ کو بھی اس نے قتل کرایا ہے۔ اور جب ایسا سماں آیا۔ تو دونوں ماں
اس کے خلاف اعلانیہ اور کھل کر بغاوت بھی کر سکتی ہیں۔ ان حالات میں قنوج
راجہ ملکی رام کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا کہ بس اپنی بیٹی کے پھیرے کرا کر اسے
رغ کر دے۔

لہٰذا میدان جنگ سے قنوج پہنچنے کے بعد چند روز بعد اس نے تیز رفتار قاصد
ہ کے راجہ جاہر دیو کی طرف روانہ کئے اور اسے پیغام بھجوا دیا کہ وہ اپنی بیٹی دیاونتی
ے پھیرے اس کے بیٹے سندر داس کے ساتھ کرانا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی ملکی رام نے
بھی پیغام دیا کہ اس بیاہ' ان پھیروں کے لئے کوئی زیادہ انتظام نہ کیا جائے۔ سندر
س اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ مالوہ سے قنوج پہنچے اور دیاونتی کے ساتھ پھیرے
انے کے بعد دیاونتی کو اپنے ساتھ مالوہ لے جائے۔ دراصل ملکی رام فی الفور اپنی
کے بیاہ سے فارغ ہونا چاہتا تھا۔ بس اس پیغام کا ملنا تھا کہ مالوہ کے راجہ جاہر دیو
بیٹے سندر داس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جس روز یہ پیغام ملا۔ اس کے
رے روز ہی اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ راجہ جاہر دیو کا راج کمار سندر داس
نتی کو بیاہ لینے کے لئے مالوہ سے قنوج کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ایک روز اندو بائی اور دیاونتی دونوں ماں بیٹی راج محل کے اپنے ذاتی کمرے میں
ی ہوئی تھیں۔ کہ ان کا مخبر تلسی رام کھنکارتا ہوا اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔
ے دیکھتے ہوئے اندو بائی اور دیاونتی دونوں چونکی تھیں۔ کہ تلسی رام کا چہرہ اترا ہوا
۔ دونوں نے اندازہ لگا لیا۔ کہ تلسی رام کوئی اچھی خبر نہیں لے کر آیا۔ اندو بائی
ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے سامنے والی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ مردہ سی
ل چلتا ہوا تلسی رام آگے بڑھا اور جس نشست کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ وہاں وہ
گیا۔ بیٹھنے کے بعد اس کی گردن جھک گئی اور وہ بڑا پریشان اور فکر مند دکھائی دے
تھا۔ اندو بائی نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

تلسی رام کیا بات ہے۔ تم پریشان اور فکر مند لگتے ہو کیا۔ تمہارے پاس کوئی بری خبر پہنچی ہے۔

تلسی رام نے اپنی گردن سیدھی کی۔ حسرت بھری ایک نگاہ اس نے راجکماری دیاونتی پر ڈالی۔ پھر اندو بائی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ مردہ سی آواز میں بول پڑا۔

مالکن! آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں ایک نہیں دو انتہا درجہ کی بری خبر لے کے آیا ہوں۔

تلسی رام دیر مت لگاؤ میں اب بری خبریں سننے کی عادی ہو چکی ہوں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ راجکماری دیاونتی نے بڑے غور اور انہماک سے تلسی رام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ جواب میں تلسی رام پھر بول پڑا۔

راجکماری میں دو بری خبریں لے کے آیا ہوں ایک خبر آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ دوسری الغ خان سے متعلق ہے۔ تلسی رام یہیں تک کہنے پایا تھا کہ دیاونتی بے چاری پھٹ پڑی۔

تلسی رام میری ذات کو فراموش کر دو۔ مجھ پر جو بیتے گی برداشت کر لوں گی پہلے وہ خبر کہو جو تم الغ خان سے متعلق رکھتے ہو پر جلدی کرو۔ مجھے انتظار کی چتا اور کرب میں مبتلا نہ کرو۔ تلسی رام میں اپنی ذات کا ہر غم ہر دکھ بھول سکتی ہوں۔ الغ خان سے متعلق کوئی بری خبر نہیں سن سکتی۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ایک بار پھر حسرت بھری سی نگاہ تلسی رام نے دیاونتی پر ڈالی۔ پھر اس کمرے میں اس کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

راجکماری دیاونتی الغ خان سے متعلق یہ خبر ہے کہ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں نے پہلے بھی ایک بار آپ کو اطلاع دی تھی کہ عمادالدین ریحانی خان اعظم بلبن اور الغ خان کو اپنا بدترین دشمن تصور کرتا ہے۔ اور اسے یقین ہے کہ جب تک یہ دونوں زندہ ہیں۔ وہ اعلیٰ منصب حاصل نہیں کر سکتا ان دونوں کو وہ اپنے راستے کا روڑہ خیال کرتا ہے۔ الغ خان کو گرفتار کرنے کے لئے اس نے اپنے مخبر جگہ جگہ پھیلا دیئے تھے۔ ان مخبروں میں سے کچھ ان شودروں کی بستی میں جا پہنچے جہاں الغ خان نے پناہ لے رکھی تھی۔ الغ خان مغرب کی نماز کے بعد جب بستی سے باہر چہل قدمی کرنے کے لئے گیا۔ تو وہاں عمادالدین ریحانی کے مسلح جوانوں نے اسے گرفتار کر

تار کرنے کے بعد وہ مسلح جوان عمادالدین ریحانی کی طرف کوچ کر گئے۔

جکماری دیاونتی یہ تو الغ خان سے متعلق خبر ہے اس خبر سے بھی بری خبر آپ ق ہے۔ میرے خیال میں جو خبر آپ سے متعلق ہے۔ اسے آپ کے پتا جی تک آپ سے راز ہی رکھا ہو گا۔ وہ خبر یہ ہے کہ آپ کے پتا نے آپ کا بیاہ راجہ جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کے ساتھ رچانے کا عزم کر لیا ہے۔ سندر محافظ دستوں کے ساتھ قنوج پہنچ چکا ہے۔ جب کہ آپ کے پتا جی اپنے سینا دیگر سرکردہ لوگوں کے ساتھ اس کا سواگت اور استقبال کرنے کے لئے گئے ج محل کے اندر لگن منڈل سجا دیا گیا ہے۔ جہاں آپ کے پھیرے سندر داس ہونگے۔ پھیروں کے بعد فوراً" سندر داس قنوج سے آپ کو لے کر مالوہ کی چ کر جائے گا۔

کے ساتھ تلسی رام اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اور اندیشوں بھری آواز میں

اب جاتا ہوں۔ آپ دونوں ماں بیٹی ان دونوں خبروں کے لئے اپنے آپ کو ں۔ میں زیادہ دیر یہاں رک نہیں سکتا۔ اس لئے کہ راجہ ملکی رام تھوڑی یہاں آئے گا۔ اور آپ دونوں سے سندر داس کے ساتھ بیاہ کی گفتگو کرے میرا جانا ہی یہاں سے بہتر ہے۔

ی رام جب نکلنے لگا۔ تب دیاونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تلسی رام کو تے ہوئے اس نے سرگوشی کی۔

ی رام کیا اس راج محل سے اس وقت بھاگنا ممکن ہے۔

ی رام کے چہرے پر اس سے ایک زہریلی اور مایوسی بھری سی مسکراہٹ ی پھر اس کی آواز راج محل کے کمرے میں سرگوشی کے انداز میں گونج گئی۔

ا راجکماری! ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب سے آپ کے پتا نے راجہ جاہر دیو کی طرف آپ کے پھیرے کرانے کا پیغام بھجوایا تھا۔ تب سے کے اردگرد پہرہ سخت کر دیا گیا ہے۔ ویسے تو پہلے بھی راج محل کے اردگرد ں کا پہرہ تھا اور انہیں سختی کے ساتھ یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ راجکماری اور اس

کی ماں راج محل سے باہر نہ نکلیں۔ لیکن جب سے بیاہ کا سندیسہ بھجوایا گیا ہے تب سے مسلح جوانوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا دیاونتی اس وقت یہاں سے بھاگنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ میں اب جاتا ہوں۔ آپ دونوں حالات کا سامنا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ اس کے ساتھ ہی تلسی رام راج محل کے اس کمرے میں سے نکل گیا تھا۔

تلسی رام کے جانے کے تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں کھا جانے والی خاموشی اور ڈس لینے والا سکوت طاری رہا۔ دونوں ماں بیٹی سر جھکائے گہری سوچوں میں تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ دیاونتی نے اپنی گردن سیدھی کی۔ اور اپنی ماتا اندو بائی مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

ماتا لگتا ہے۔ میرے بھاگ میرے کرم لیکھ میں دکھوں کے گھاؤ کے سوا کچھ نہ لکھا ہوا۔ میں نے من میں ٹھان رکھی تھی کہ اپنے شریر اپنے جتنے اپنے پنڈے ا اپنے انگ انگ کو الغ خان کے سوا کسی کو چھونے نہیں دونگی پر لگتا ہے۔ میرے پا میرے ساتھ مرگ کا کھیل کھیلنے کے لئے تیار ہیں۔ ایسا کرنے سے تو بہتر تھا یہ ا ہاتھوں سے مجھے نرگ اور دوزخ میں دھکیل دیتے۔ ماتا لگتا ہے میرے پتا جی کے فیصلے کی وجہ سے میرے جیون کی رن بھومی میں کوئی روشنی، پرکاش اور اجالا نہ ر گا۔ اس سے بہتر تھا کہ مجھے اکانت اور اکیلے پن کی زندگی بسر کرنے کی اجازت د دیتے یا میرے پتا جی مجھ سے اتنے ہی تنگ تھے۔ تو مجھے سنکھیا او مرگ موش کھلا میرا خاتمہ کرا دیتے۔

دیاونتی تھوڑی دیر کے لئے رکی۔ کچھ سوچا اس کے بعد اس نے اپنا سلسلہ پھر جاری رکھا۔

ماتا! میرے پتا جی میرے ساتھ چت سے اتری بھولی بسری یاد جیسا سلوک رہے ہیں۔ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ وہ قنوج کے راجہ ہیں۔ ایک عام بنجارے او پاری کی طرف وہ میرا پلو میرا پاند میرا آنچل میرا پلہ میرا کنارہ ایک ایسے شخص ساتھ باندھنا چاہتے ہیں۔ جس سے میں نفرت کرتی ہوں۔ ماتا آخر کس بنا پر میرے جی میرے کو کوڑا کرکٹ، آڑ کباڑ اور نکھد جان کر کسی گندے پوکھر تال آبیر اور

ڈال دینا چاہتے ہیں۔ راجہ کی ہاں جنم لینے سے بہتر تھا میں کسی بھانڈ، کسی بھک بھکاری کے ہاں پیدا ہوتی۔ بھات کھا کے گذارا کر لیتی۔ بھکتا یا بھیک مانگ کر گذر لیتی اس سے تو بہتر تھا۔ میں ودھوا، رانڈ، نخصمی اور بدھوا ہی ہوتی اور کسی آشرم میں پڑ کر اپنے جنم کے باقی دن گذار دیتی میرے پتا جی نجانے کس سوچ چنتا کس وچار کس ادھیڑ بن کی وجہ سے مجھے مالوہ کے راجہ کے بیٹے سندر داس بیاہ دینا چاہتے ہیں۔ جس سے بیاہ کرنے پر میں پہلے ہی انکار کر چکی ہوں۔ کیوں پتا جی کی رت سفید ہو گئی ہے۔ کیوں وہ اپنے اس فیصلے سے اپنے گھر میں پھوٹ کھچاوٹ کرودھ اور ناراضگی کی فضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ماتا آخر میں اتنی ہی گار اور دوشی ہوں کہ وہ مجھے مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے بیٹے سندر داس کے کرنے پر رضا مند ہو گئے ہیں آپ جانتی ہیں کہ ایک بار میں سندر داس سے نے پر انکار کر چکی ہوں۔ اور میرے اس فیصلے کا علم سندر داس ہی نہیں، مالوہ اجہ جاہر دیو کو بھی ہے۔ اب اگر مجھے اسی سندر داس کے ساتھ بیاہ دیا جاتا ہے تو تو سوچو سندر داس کی پتنی کی حیثیت سے مالوہ کے راج محل میں میری کیا حیثیت وہ مجھے در در، پھٹ پھٹ، تھو تھو، دھتکار اور لعنت ہی بھیجتے رہیں گے۔ ماتا آپ ہیں کہ میں اپنا جیون اپنا شریر الغ خان پر نچھاور کرنے کا ارادہ کر چکی ہوں۔ ماتا یہ ممکن نہیں۔ سندر داس کے ساتھ پھیروں سے قبل ہی آپ مجھے راج محل نکا دینے کا کوئی بندوبست کریں۔

دیاونتی کی اس ساری گفتگو کے جواب میں اس کی ماتا اندو بائی کچھ کہنا ہی چاہتی ہیں اسی لمحہ راجہ ملکی رام راج محل کے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس ار بدلے ہوئے تھے۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے اندو بائی اور دیاونتی دونوں اپنی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ آہستہ آہستہ ملکی رام ان دونوں کے قریب آیا۔ پھر ان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

مجھے افسوس ہے ایک اہم خبر اس سے پہلے میں تم دونوں سے نہ کہہ سکا۔ لا میں نے چند دن پہلے مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے راجکمار سندر داس کے ساتھ کا رشتہ طے کر دیا تھا۔ اب سندر داس اپنے محافظ دستوں کے ساتھ راج محل

میں پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا تم دونوں ماں بیٹی باہر آؤ۔ تاکہ دیاونتی کے پھیرے سندر دا
کے ساتھ کرائے جا سکیں۔

اس موقع پر دیاونتی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کی حالت میں ملکی رام نے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ ساتھ ہی اس نے اپنی پشت طرف اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ عورتیں کمرے میں داخل ہوئیں پھر بائی اور دیاونتی دونوں کو اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد راج محل کے راجکماری دیاونتی کے پھیرے سندر داس سے کرا دیئے گئے۔ اور پھیروں کے ت ہی دیر بعد سندر داس اپنے محافظ دستوں کے ہمراہ دیاونتی کو لے کر قنوج سے ا طرف کوچ کر گیا تھا۔ دیاونتی کے ساتھ قنوج کے راجہ ملکی رام نے راج محل کی لونڈی کو کر دیا تھا۔ تاکہ وہ راستے میں اور مالوہ کے اندر دیاونتی کی دیکھ بھال ا کی خدمت اور سیوا کر سکے۔

مالوہ کا راجکمار سندر داس بے حد خوش تھا۔ دیاونتی اس کی منزل تھی۔ گو میں یہ منزل اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دی گئی تھی۔ لیکن اس اچانک انقلا اس کے دامن اس کی جھولی کو خوشیوں سے بھر دیا تھا۔ سوئمبر کے حادثے کی د وہ دیاونتی کی طرف سے بالکل مایوس تھا۔ اسے امید تک نہ تھی کہ دیاونتی ا سکتی ہے۔ لیکن اب دیاونتی کو حاصل کرنے کے بعد وہ بڑی تیزی سے قنوج سے مرکزی شہر مالوہ کی طرف رواں دواں تھا۔ وہ اپنے محافظ دستوں کے آگے آگ محافظ دستوں کے بیچ میں دو گھوڑوں کی ایک بگھی تھی۔ جس کی شکل پالکی نما تھ اس کے اندر دلہن کا لبادہ اوڑھے دیاونتی اپنی لونڈی کے ساتھ اداس اور افسر گہری سوچوں میں غرق تھی۔ جہاں سندر داس یہ تک نہیں سوچ سکتا تھا کہ اسے اس قدر آسانی سے مل جائے گی۔ وہاں دیاونتی بھی یہ نہ سوچ سکتی تھی کہ پتا جی اس قدر تیزی اور جلد بازی میں اسے ایک ایسے شخص کے حوالے گے۔ جسے وہ دل کی تہوں سے ناپسند کرتی تھی۔ بہرحال یہ سفر جاری تھا۔ سند کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ دیاونتی کو لے کر بہت جلد اپنے مرکزی شہر چاہتا تھا۔ اس بنا پر وہ تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ جس وقت سندر دا

رواں ویرانوں کے اندر سفر کر رہا تھا۔ تو سورج غروب ہوا۔ سورج غروب ہوتے ہی ں لگا۔ جیسے وقت کی کتاب کے سبھی اوراق سیاہ کر دیئے گئے ہوں۔ چاروں طرف نہ ئی نور کی نظر تھی نہ کوئی خیر کی خبر ہر شے کی ذات غار حرا میں خاموشیوں اور ہونٹوں کھی آیات ویرانوں کی مسجدوں اور آنکھوں کی عبادت گاہوں کی سی چپ اور وشی تھی۔ لگتا تھا روشنی اور اندھیرا آپس میں نفی اور اثبات کی طرح گھل مل گئے ے۔

ایسے میں عذابوں کے تیکھے دندانوں اور قہر آلود بچھو کے ڈنگ کی چبھن جیسا ب انقلاب نمودار ہوا۔ اچانک دائیں طرف سے کچھ مسلح گھڑسوار نمودار ہوئے۔ وہ نے گھوڑوں کو رات کی تاریکی میں مارتے پیٹتے بھگاتے چلے آ رہے تھے۔ ان گھڑ اوں کو دیکھتے ہوئے سندر داس اور اس کے ساتھی سنبھلے۔ لیکن اتنی دیر تک آنے لے وہ سوار انا کی جڑیں اکھاڑے طوفانوں قہر گماں کو ہلا دینے والی آندھیوں اور نوں میں سیل و پیچ و تاب کھڑی کر دینے والی خواہشوں اور خود فریبوں کی طرح حملہ ر ہو گئے تھے۔

اس حملے سے ویرانوں کے اندر آگ انگاروں' دھوئیں اور زہر کا کھیل شروع ہو یا تھا۔ دلوں کے شیشے کرچی کرچی ہونے لگے تھے۔ خواہشوں کی دھول اڑاتی آگ کی ایاں ہر سو ناچ اٹھیں تھیں سینوں میں بھٹکتے خیالات ہر سمت بربادی کا شور مچانے لے تھے۔ ہر پناہ گاہ ہر فصیل ہر حصار پرانی کتھاؤں کی طرح ٹوٹنے لگی تھی۔

یہ حملہ ہوتے ہی بگھی کے ساربان نے بگھی کے گھوڑوں کو روک دیا تھا۔ جب اریں اور ڈھالیں آپس میں ٹکرائیں تو بگھی میں بیٹھی دیاونتی چونکی اور بگھی کا پردہ کر اس نے دیکھا۔ چاروں طرف تاریکی میں شور اور غل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تلواریں الیں آپس میں ٹکراتے ہوئے کانوں کی سماعت کو چھلنی کرنے لگی تھیں۔ ایسے میں نتی کے چہرے پر تھوڑی دیر کے لئے صبر و سکون کی لہریں نمودار ہوئیں۔ پھر اس اپنے قریب بیٹھی اپنی اس لونڈی کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے۔ کوئی انجانے لوگ ہمارے کاروان پر حملہ آور ہو چکے ہیں' تو جانتی ہے الوے کے راجہ جابر دیو کے راجکمار سندر داس کے ساتھ میرا بیاہ میری شادی زبردستی

ہوئی میں اس سے نفرت کرتی ہوں۔ میں اس کے ساتھ اس کی پتنی کی حیثیت سے ہر
گز مالوہ نہیں جانا چاہتی۔ شاید اس معاملے میں قدرت میری راہنمائی کر رہی ہے۔ یہ
جو حملہ آور ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے میں سندر داس سے چھٹکارا حاصل کر سکتی
ہوں۔ آؤ بگھی سے نیچے اتریں اور کسی محفوظ جگہ بھاگ چلیں مجھے امید ہے تم میرا
ساتھ دو گی۔

وہ لونڈی جو ابھی نو عمر تھی۔ گہری سوچوں میں ڈوب گئی تھی۔ دیاونتی نے پھر
اسے مخاطب کیا۔

سن! مجھے غور سے سن اگر تو میرا ساتھ نہیں دینا چاہتی تو اس بگھی میں بیٹھی رہ
میں جاتی ہوں۔ اس لئے کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔ اگر میں نے
اسے موقع سے فائدہ نہ اٹھایا' تو یہ میری بد قسمتی مجھے گھسیٹتی ہوئی مالوہ لے جائے گی۔
اور میں ایسا نہیں چاہتی۔

جونہی دیاونتی بگھی سے اترنے لگی اس لونڈی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ پھر وہ بول
اٹھی۔

راجکماری ایسی کوئی بات نہیں۔ میں ہر مصیبت ہر دکھ کی گھڑی میں آپ کا ساتھ
دونگی چلئے بگھی سے نیچے اتریں اور آپ کی خواہش کے مطابق کسی محفوظ مقام کی
طرف بھاگ چلیں۔

لونڈی کے اس جواب سے دیاونتی کے چہرے پر گہری مسکراہٹ کھل گئی تھی۔
فوراً" بگھی سے اتریں۔ انہوں نے دیکھا مرنے والے کے گھوڑے ادھر ادھر بھاگتے پھر
رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایک بار پھر دیاونتی کے چہرے پر مسکراہٹ
پھیل گئی تھی۔ ہمت کر کے وہ آگے بڑھی۔ اور ایک گھوڑے کو اس نے پکڑ لیا۔ پھر
اس نے اپنے قریب آکر کھڑی ہونے والی لونڈی سے کہا۔

بگھی کے اندر جس قدر میرے زیورات اور دوسرا سامان ہے لے آ۔ میں نے
گھوڑے کو پکڑ لیا ہے۔ اور آؤ بھاگ چلیں۔

وہ ایک بار پھر بھاگتی ہوئی بگھی کی طرف گئی اور پھر جو زیورات اور دوسرا قیمتی
سامان تھا۔ وہ سارا گٹھڑی کی صورت میں باندھ لائی۔ جب وہ لوٹی تو دیاونتی گھوڑے

بگھی تھی۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر دیاونتی نے اسے اپنے پیچھے بٹھایا پھر دیاونتی نے اپنے
ے کو ایڑھ لگائی۔ اور ایک سمت اسے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔
بگھی کے گھوڑوں کا سائیس بھی یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ
آور بڑی تیزی کے ساتھ چھانے لگے ہیں تو وہ بھی بگھی سے اترا دیاونتی کی ہی
آوارہ بھاگتے ہوئے ایک گھوڑے کو پکڑا اور اس پر سوار ہوا اور اسے قنوج کے
پر اس نے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں مالوہ کے راجکمار سندر داس نے اپنے محافظوں مسلح
ں کے ساتھ بڑی کوشش کی کہ حملہ آوروں کو مار بھگائے لیکن حملہ آور ایسے تیز
وار اور عمدہ قسم کے تیغ زن تھے کہ بڑی تیزی کے ساتھ انہوں نے سندر داس
محافظوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ایسا موقع بھی آیا کہ وہ سندر
کے محافظوں کے وسطی حصے تک پہنچ گئے۔ جہاں خود سندر داس موجود تھا۔ وہ
سندر داس پر حملہ آور ہوئے اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

رات کی گہری تاریکی میں جب سندر داس کے محافظ دستوں کو خبر ہوئی کہ سندر
مارا جا چکا ہے۔ تو وہ بھاگنے لگے۔ حملہ آوروں پیچھا نے کیا ان میں سے اکثر کو
نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم یا اکے دکے کسی سوار کو مالوہ کی طرف
نے کا موقع ملا تھا۔

حملہ آوروں نے جب سندر داس اور اس کے محافظ دستوں کا خاتمہ کر دیا۔ تو دو
ر جو شاید ان کے سرکردہ تھے اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے بگھی کے قریب
ے۔ ایک گھوڑے پر ہی بیٹھا رہا۔ دوسرا اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور بگھی کا پردہ
ا پھر وہ اپنے ساتھی کی طرف مڑا پریشان اور حیرت انگیز سی آواز میں اسے مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

بگھی تو خالی ہے۔ اس کے اندر تو راجکماری دیاونتی ہے ہی نہیں۔

کیا ایسا تو نہیں کہ جس وقت ہم سندر داس کے محافظوں پر حملہ آور ہوئے تو
رانی اپنی جان بچانے کی خاطر کہیں اور بھاگ گئی ہو۔ وہ تو خود سندر داس سے
کارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ میرے خیال میں وہ کہیں ادھر ادھر بھاگ گئی ہو گی۔ آؤ

اپنے ساتھیوں کو ادھر ادھر پھیلائیں اور دیاونتی کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

دوسرے سوار نے اپنے ساتھی کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ دونوں پیچھے ہٹے پھر وہ جس جگہ جنگ ہوئی تھی۔ اس کی اطراف میں اپنے محافظوں کے ساتھ دیاونتی کو تلاش کرنے لگے تھے۔

خان اعظم بلبن اپنے لشکر کے ساتھ ہانسی سے دہلی کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ ن اعظم بلبن کو خبر ہو چکی تھی کہ عمادالدین ریحانی کے مسلح جوانوں نے الغ خان کو تار کر لیا ہے۔ اور گرفتار کرنے کے بعد اسے عمادالدین ریحانی کی طرف لے گئے ۔ ادھر سلطان ناصرالدین محمود اور عمادالدین ریحانی بھی اپنے لشکر کے ساتھ دہلی ہانسی کے رخ پر کوچ کر چکے تھے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ خان اعظم بلبن ہانسی دہلی کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ جب کہ عمادالدین ریحانی اور سلطان ناصرالدین محمود نے لشکر کے ساتھ دہلی سے ہانسی کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ایک منزل پر جب خان اعظم بلبن نے قیام کیا تو اس کا ایک محافظ خیمے میں ل ہوا اور بلبن کو تعظیم دیتے ہوئے وہ بول پڑا۔

خان اعظم جن مسلح جوانوں کو آپ نے راجکماری دیاونتی کی حفاظت کے لئے بھیجا ۔ ان دستوں کا سالار آپ کی خدمت میں پیش ہونا چاہتا ہے۔

اس خبر پر خان اعظم بلبن چونکا۔ اپنے اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بول

اسے فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔ تاکہ میں جانوں وہ اپنے اس مقصد اور مہم کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ محافظ باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک مسلح جوان اندر لے کر آیا۔ اسے دیکھتے ہی خان اعظم بلبن نے پوچھ لیا۔

جس مہم پر میں نے تمہیں روانہ کیا تھا۔ اس کا کیا ہوا۔ آنے والا سوار تھوڑی تک خاموش رہا۔ پھر خان اعظم بلبن کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

خان اعظم اس مہم کو تو ہم نے بڑی کامیابی کے ساتھ سر کر لیا تھا۔ رات کی ری تاریکی میں ہم سندر داس کے محافظوں پر حملہ آور ہوئے۔ سندر داس سمیت

ہم نے سب کا قتل عام کر دیا۔ سندر داس کی لاش کو ہم نے ویرانوں کے اندر پڑا رہنے دیا۔ اکا دکا کسی کو مانوہ یا قنوج کی طرف بھاگنے کا موقع ملا ہو گا۔

خان اعظم سندر داس اور اس کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم اس بگھی کی طرف گئے جس میں قنوج کی راجکماری دیاونتی سفر کر رہی تھی۔ جب ہم اس بگھی کے پاس گئے۔ جب پردہ اٹھایا تو ہم دنگ رہ گئے۔ بگھی خالی تھی۔ دیاونتی اس کے اندر موجود نہ تھی۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ کے چاروں طرف پھیل گیا۔ دیاونتی کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن دیاونتی کہیں نہ ملی۔

خان اعظم! جیسا کہ یہ بات عیاں ہے کہ یہ بیاہ راجکماری دیاونتی کی خواہش کے خلاف ہو رہا تھا۔ میرے خیال میں جس وقت ہم حملہ آور ہوئے اسی وقت ہی دیاونتی کسی گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ گئی ہے۔ وہ کس طرف گئی ہے اس کا تو میں کچھ اندازہ نہیں لگا سکتا۔ پر میرا دل کہتا ہے کہ وہ مالوہ کا رخ تو نہیں کر سکتی۔ قنوج کی طرف وہ نہیں گئی ہو گی۔ اس لئے کہ ہم نے دائیں بائیں دور دور تک اسے تلاش کیا۔ پر ہمیں وہ کہیں ملی نہیں ناکام ہم آپ کے پاس لوٹ آئے ہیں۔

آنے والے اس محافظ کے اس انکشاف پر خان اعظم بلبن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پھر وہ سنجیدہ ہو گیا تھا اس کے بعد آنے والے اس محافظ کو اس نے مخاطب کیا۔

میں خوش ہوں کہ تم نے سندر داس اور اس کے محافظوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ دیاونتی اکیلی کہاں چلی گئی۔ مالوہ تو وہ جا ہی نہیں سکتی۔ میرے خیال میں وہ قنوج کا رخ نہیں کر سکتی کہ اس کا باپ اس پر سختی کرے گا لگتا ہے۔ وہ کسی محفوظ مقام کی طرف چلی گئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ اکیلی دہلی کے رخ پر نہ بھاگ گئی ہو۔ اگر وہ دہلی پہنچتی ہے۔ تو تب بھی اسے وہاں کوئی خطرہ نہیں اس لئے کہ حالات بڑی تیزی کے ساتھ ہمارے حق میں پلٹا کھا چکے ہیں۔ بہر حال تم جاؤ میں کچھ لوگوں کو دیاونتی کی تلاش میں روانہ کرونگا۔ اب تم جاؤ جا کے آرام کرو اس کے ساتھ ہی وہ شخص خان اعظم بلبن کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

دونوں لشکر پیش قدمی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک روز آدھی رات کے

قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب آئے اور آمنے سامنے خیمہ زن ہو گئے اسی رات جس وقت عماد الدین ریحانی اپنے خیمے کے نصب ہونے کے بعد اس میں آرام کرنا چاہتا تھا کہ اس کا ایک محافظ اندر آیا۔ اسے دیکھتے ہوئے عماد الدین ریحانی جو سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ سنبھل گیا اور کسی قدر وہ استفہامیہ انداز میں اسے مخاطب کر کے اس نے پوچھ لیا۔

رات کے اس وقت کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ جو تم میرے خیمے کو دوڑ پڑے ہو۔ اس پر وہ آنے والا مسلح جوان بول اٹھا۔

آقا! میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں ہمارے جو مخبر الغ خان کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے الغ خان کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور وہ الغ خان کو لے کر آپ کے خیمے کے باہر کھڑے ہیں۔

اس انکشاف پر عماد الدین ریحانی خوشی اور مسرت میں اپنی جگہ پر اچھل پڑا تھا۔ پھر وہ بول پڑا۔

انہیں کہو الغ خان کو میرے خیمے کے اندر لے کر آئیں۔ وہ مسلح جوان باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ جوان خیمے میں داخل ہوئے ان کے بیچ میں الغ خان تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے اس کے ماتھے پر خون کے دھبے تھے۔ لباس بھی خون آلود تھا۔ لگتا تھا۔ جن لوگوں نے اسے گرفتار کیا تھا ان سے وہ الجھا تھا۔

عماد الدین ریحانی خیمے کے اندر جلتی ہوئی چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں الغ خان کے قریب ہوا۔ اس سے الغ خان سرد موسموں کی بے لباسی اور بیچ صحرا میں تشنہ لب کسی مسافر کی طرح کھڑا تھا عماد الدین ریحانی تھوڑی دیر تک اس کی حالت غور سے دیکھتا رہا اور مسکراتا رہا پھر طنزیہ انداز میں اس نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

جلائر خان کے بیٹے! تیرے متعلق تو دہلی کے گلی کوچوں میں مشہور تھا۔ کہ تیرے ہاتھوں میں شیشہ گری کا ہنر ہے۔ تو اپنی جرات سے پتھر کو آئینہ بنا دیتا ہے۔ دیکھ اب تیری ان ساری ہنر مندی کا خاتمہ ہوا۔ تو گمبھیر راستوں کے ایک مسافر کی طرح انتہائی بے بسی میں رات کے اس وقت میرے خیمے میں کھڑا ہے۔ الغ خان تو اپنی

تصویر گنوا چکا ہے۔ اور اپنی توقیر کھو چکا ہے۔ جس آنے والی صبح کو تجھے سلطان ناصرالدین محمود کے سامنے پیش کرونگا۔ اور مجھے امید ہے کہ صبح تیری زندگی کی آخری صبح ثابت ہو گی۔

عمادالدین ریحانی کی اس گفتگو کے جواب میں الغ خان نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی۔ کھا جانے والے انداز میں اس نے عمادالدین ریحانی کی طرف دیکھا۔ پھر کھولتے لہجے میں بول پڑا۔

عمادالدین میں جانتا ہوں۔ خدا والے عنقا اور تیرے جیسے ذلیل زاد بہت ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو اپنے اس عہد کا بدترین سازشی اور بدگمان انسانیت شخص ہے۔ پر سن تو نے میرے اور خان اعظم کے خلاف جو سازش کی ہے۔ اس کا اگر ہمیں نقصان ہو گا۔ تو تمہیں بھی کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچے گا۔ جس منصب کو حاصل کرنے کے لئے تو میرے اور خان اعظم کے خلاف سازش کر رہا ہے۔ اگر میرے خداوند نے چاہا۔ تو وہ منصب تیرے مقدر میں نہیں ہو گا۔

عمادالدین! غور سے سن میں تو پہلے ہی عمروں کی کڑی دھوپ کی طرح زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ اور ایک خانہ بدوش کی طرح اپنی زندگی کے دن میں نے نیلام ہوتے بکتے دیکھے ہیں۔ میرے ماضی میں کوئی ایسی سنہری گود بھی نہیں جس پر میں فخر کر سکوں میں تو سورج کی طرح آگ میں تپتا رہا ہوں۔ جو منصب سلطان ناصرالدین نے مجھے عطا کیا تھا۔ وہ اگر مجھ سے واپس بھی لیا جائے گا تو مجھے اس کا کوئی افسوس اور صدمہ نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ میں ایک بنجارہ تھا۔ ایک خانہ بدوش تھا۔ اگر پھر میں اپنی پہلی حالت پر آجاؤں گا۔ تو مجھے کوئی افسوس اور صدمہ نہ ہو گا۔

پر سن عمادالدین! جو منصب حاصل کرنے کے لئے تم نے ٹھان رکھی ہے۔ اگر تجھے وہ منصب نہ ملا تو یاد رکھنا تیری مایوسی ہماری پریشانی سے کہیں زیادہ ہو گی۔ عمادالدین میں جانتا ہوں۔ تیری خواہش منصب کی حد اڑان سے بھی کہیں بالا ہے۔ پر یہ یاد رکھنا۔ میرے اور خان اعظم کے خلاف جو تو حرکت میں آیا ہوا ہے۔ تو اس کا کوئی ردعمل بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ساگر میں جیون کی نیا صدا نہیں رہتی۔ اور یہ بھی سن رکھ ساگر سنسان بھی بن جاتے ہیں۔ کبھی کبھی امرت بھری راگنی جو کبھی کسی

ہنک کے جی کو لبھاتی ہے۔ جان ادھیڑ تا زہر بھی بن جاتی ہے۔ عمادالدین! سن تو عمومیت کے ساتھ مسلمانوں پر عمومیت کے ساتھ انسانوں پر ایک داغ بد انجام اور ایک تہمت بے نام ہے۔ اور ریاکاری کا بدترین جبر ہے۔ میں تیرے سامنے جھکوں گا نہیں۔

الغ خان یہی تک کہنے پایا تھا کہ عمادالدین ریحانی آگے بڑھا۔ اور کئی زور دار لانچے اس نے الغ خان کے چہرے کے دائیں بائیں دے مارے تھے۔ اور پھر وہ دھاڑ اٹھا۔

اس مہاشے اور مجرم کو لے جاؤ اور کسی خیمے میں ڈال کر اس پر کڑا پہرہ رکھو۔ صبح سویرے اسے میں سلطان کے سامنے پیش کروں گا۔ عمادالدین ریحانی کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے وہ محافظ الغ خان کو اس خیمے سے لے گئے تھے۔

اگلے روز جب سورج طلوع ہوتے ہوئے کافی بلند ہو گیا۔ اور سلطان ناصرالدین محمود خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان کا چوبدار اندر آیا اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑا۔

سلطان محترم! عمادالدین ریحانی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

چوبدار یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے سلطان ناصرالدین نے اجازت دی۔ اشارہ پا کر چوبدار باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد سلطان کے خیمے میں عمادالدین ریحانی داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے الغ خان بھی تھا۔ اس حالت میں کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت سے بندھے ہوئے تھے۔ کپڑے خون آلود تھے لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ چہرے پر خون جم گیا ہوا تھا بائیں بازو پر قمیض بری طرح پھٹی ہوئی تھی۔ الغ خان کو لے کر عمادالدین ریحانی جب سلطان ناصرالدین کے سامنے آیا۔ تو لمحہ بھر کے لئے سلطان کی حالت سطروں میں لہو رنگ تحریر جذبوں کے نخلستان میں آوارہ سرگرداں بگولوں اور بھنور کی ناف میں اٹھتے رگ کے بست و کشا لمحوں جیسی ہو کے رہ گئی تھی۔ سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر تک بڑے غور سے الغ خان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر نہ غصہ تھا' نہ کینہ' نہ غضب نہ انتقام آنکھوں میں زندگی کا شوق تھا۔ نہ موت کا خوف اتنے میں سلطان

ناصرالدین کی آواز گونج گئی تھی اس نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کیا تھا۔

عمادالدین ریحانی! الغ خان کو کس نے زخمی کیا؟

عمادالدین ریحانی نے چھاتی تانتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم! میرے مخبروں میرے خاص آدمیوں نے اسے شودروں کی ایک بستی سے گرفتار کیا۔ اس نے وہاں پناہ لے رکھی تھی۔ جب یہ میرے آدمیوں سے الجھا تو انہوں نے اسے خوب مارا جس کی وجہ سے آپ اس کا لباس خون آلود دیکھتے ہیں۔ اور اس کا لباس پھٹا ہوا بھی ہے۔ اسے رات کے وقت جب میرے سامنے پیش کیا گیا۔ تو میرے ساتھ بھی یہ گستاخی سے پیش آیا تھا۔ میں نے اس پر زیادہ ہاتھ نہیں بس چند طمانچے ضرور اس کے منہ پر مارے تھے۔

یہاں تک کہتے کہتے عمادالدین ریحانی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عین اس لمحہ اس خیمے کے پشتی دروازے پر خان اعظم بلبن داخل ہوا تھا۔ خان اعظم کو وہاں دیکھتے ہوئے عمادالدین دنگ رہ گیا تھا۔ الغ خان نے ابھی خان اعظم کو نہ دیکھا تھا۔ اس لئے کہ اس ک گردن جھکی ہوئی تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے خان اعظم بلبن نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کرتے ہوئے کھولتے لہجے میں کہا تھا۔

تو تمہارے آدمیوں نے اسپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے زخمی کیا۔ اور آج رات کے وقت جب اسے تمہارے سامنے پیش کیا گیا تو تم نے اس کے منہ پر طمانچے بھی مارے۔

خان اعظم کی آواز سنتے ہوئے الغ خان چونکا تھا۔ اپنی گردن سیدھی کرتے ہوئے اس نے خان اعظم کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اتنی دیر تک خان اعظم مزید قریب آیا۔ عمادالدین ریحانی نے دیکھا اس لمحے خان اعظم کے چہرے پر خاموشی کی تلخی میں ابھرتے ان گنت جنگجو طوفان تھے۔ اس کی آنکھوں میں بیابانوں کے گوشوں کے بے لباس کر دینے والے خونی لمحوں کا ایک رقص تھا۔ خان اعظم بلبن کو وہاں دیکھتے ہوئے اور پھر وہاں اس کی گفتگو سے عمادالدین ریحانی کا دل سوگوار لمحوں کے ہجوم اور دل غم و الم سے بھر گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ سوالیہ سے انداز میں سلطان ناصرالدین محمود کی طرف دیکھتا رہا۔ جب سلطان نے کچھ

ہا اور اس کے چہرے پر صرف مسکراہٹ رہی تب عمادالدین ریحانی خان بلبن کو ب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ اس سے پہلے ہی بلبن بول پڑا۔

عمادالدین ریحانی تم جیسا منتقم مزاج اور غیرذمہ دار شخص آج تک نہ دیکھا ہو جس شخص کے ہاتھ تم نے پشت پر باندھے ہوئے ہیں۔ اور جسے تم نے آج رات نچے مارے۔ سنو یہ نوجوان جس کا نام الغ خان ہے۔ فتح مندی کے قافلوں کا بانگ دیل ہے۔ یہ ایسا نوجوان ہے کہ میدان جنگ میں نگاہ اٹھائے تو دشمن کی رزم گاہ کو زاروں میں تبدیل کر دے۔ یہ جرات مندی کا ایسا راز ہے۔ جو کسی حرف جنوں نہ کھلے۔ شجاعت کا ایسا بھید ہے۔ جو کسی اور کی نعمتوں کا ثمر اور ممنون نہیں ہے۔

عمادالدین ریحانی نے محسوس کیا کہ خان اعظم بلبن غصے میں لہراتے ہوئے سمندر طرح بول رہا تھا۔ خان بلبن کے اس لہجے نے عمادالدین ریحانی کی رگ رگ میں راتے لہو کے نغمے بکھیر کے رکھ دیئے تھے۔ خان اعظم کی آواز پھر کمرے میں گونجی تی۔

عمادالدین ریحانی ماضی کے احوال کو کاٹ پھینکو۔ جو کچھ تم نے الغ خان کے کیا ہے۔ اس کا فیصلہ الغ خان ہی کرے گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ الغ خان اتھ جو پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ وہ تم خود کھولو۔ اس کے بعد اس خیمے کے الغ خان منصف ہو گا۔ اور تم اس کے سامنے مجرم کی طرح کھڑے ہو گے۔ جو الغ خان تمہارے سامنے کرے گا۔ وہ مجھے اور سلطان محترم کو قبول و منظور ہو اب آگے بڑھو اور اس کے پشت پر باندھے ہوئے ہاتھ کھولو۔ جس وقت خان بلبن یہ الفاظ ادا کر رہا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں فطرت کا انتقام جوش رہا تھا۔ اس موقع پر عمادالدین ریحانی نے عجیب سی بے بسی کے عالم میں سلطان الدین کی طرف دیکھا۔ سلطان ناصرالدین کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہ اس مسکراہٹ میں سلطان نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کیا۔

خان اعظم بلبن کے حکم کا اتباع کرو۔ آگے بڑھو اور الغ خان کے پشت پر بندھے ے ہاتھ کھول دو۔

سلطان کا یہ حکم ملتے ہی عمادالدین ریحانی آگے بڑھا اور انتہائی لاچارگی میں اس نے الغ خان کے ہاتھ کھول دیئے۔ الغ خان تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ اور اپنے ہاتھوں کو سہلاتا رہا۔ اتنی دیر تک خیمے میں خان اعظم بلبن کی آواز پھر گونج گئی تھی۔

الغ خان یہاں میرے قریب آنکے کھڑے ہو۔ الغ خان آگے بڑھا۔ جب وہ خان اعظم بلبن کے قریب گیا۔ تو خان اعظم بلبن نے دونوں بازو پھیلاتے ہوئے الغ خان کو گلے لگا لیا تھا۔ اس کی پیشانی چومی۔ پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

اب میرے پہلو میں ایک منصف کی طرح کھڑے ہو جاؤ اور عمادالدین ریحانی مجرم کی طرح تمہارے سامنے کھڑا ہو گا۔ اور جو سلوک اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ اس کی سزا تم ہی تجویز کرو گے۔

الغ خان کے بعد بلبن نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمادالدین ایک مجرم کی طرح الغ خان کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اب یہ تمہاری قسمت کا فیصلہ کرے گا۔ عمادالدین نے ایک بار پھر بڑی بے بسی سے سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان نے جب اثبات میں گردن ہلا دی تو اپنے سر کو خم کرتے ہوئے عمادالدین الغ خان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس بار خیمے میں سلطان کی آواز گونجی۔

الغ خان جو سلوک عمادالدین ریحانی نے تمہارے اور خان اعظم کے ساتھ کیا ہے۔ اس کی سزا تم خود ہی اس کے لئے تجویز کرو۔

الغ خان کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے عمادالدین کو مخاطب کیا۔ عمادالدین جس وقت تمہارے آدمی مجھے پکڑ کر خیمے میں لائے تھے۔ اس وقت بھی میں نے تمہیں محتاط رہنے کی تنبیہہ کی تھی۔ لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ میرے راز دار چمکتے اڑتے بادلوں کی طرح میرے حق میں نمودار ہو چکے ہیں۔ عمادالدین ریحانی میں جانتا ہوں۔ ہمہ وقت تیرے لاشعور میں گناہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ تو اوروں کی لاشوں پر پاؤں رکھ کر اپنے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ منصب حاصل کرنے کی تگ و دو میں رہتا ہے۔ پر دیکھ گذشتہ شب میں تیرے سامنے ایک مجرم کی طرح کھڑا تھا۔ فطرت کے انتقام پر بھی نگاہ رکھ۔ اب اسی حالت میں میرے سامنے تو بے بس اور لاچار کھڑا ہے۔

عمادالدین ریحانی کی حالت الغ خان کے ان الفاظ پر عجیب سی ہو رہی تھی وہ ی ویرانیوں۔ ہجر کی ماری فاختاؤں جیسا ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر زہر میں بوندوں کی سی کیفیت تھی۔ اور پت جھڑ کے موسموں کا سا وہ چپ چپ خاموش اس کے ہونٹوں پر ژولیدہ ہواؤں کے طمانچوں کی سی کیفیت تھی۔ لگتا تھا اس کے اپنے لئے نہ کوئی دفاع کا رنگ ہے نہ نطق کا آہنگ اور ڈھنگ ہے۔

عمادالدین! میں جانتا ہوں تو ایک بدترین انسان ہے۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ خان بلبن کیسے اس وقت سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے اور میری چارہ گری کی۔ ال میں سلطان کے سامنے تمہیں کہتا ہوں کہ جو الزام تم نے مجھ پر اور خان اعظم ن پر لگائے۔ وہ ایک بے بنیاد جھوٹ کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عمادالدین ریحانی میں گذشتہ شب تمہارے خیمے میں بھی کہا تھا کہ میں نے اپنی زندگی کے دن خانہ بدوش حیثیت سے گذارے ہیں۔ مجھے کبھی بھی کسی موقع پر بھی منصب اور اعلیٰ درجات چاہ اور خواہش نہیں رہی۔ تم نے ناحق سلطان کے کان بھرے اور مجھ پر اور خان م پر الزام لگایا کہ ہم سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت جب کہ سلطان خیمے کے اندر موجود ہیں۔ میں ان کی موجودگی میں تمہیں کہتا ہوں کہ الغ خان ان محترم کا ایک ادنیٰ خادم اور غلام ہے۔ اور جب تک الغ خان کے جسم میں خون آخری قطرہ ہے۔ وہ اس آخری قطرہ سے بھی سلطان اور اپنی اس اسلامی مملکت کی ت کرتا رہے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خان رکا کچھ سوچا۔ اس کے بعد دوبارہ اس نے الدین ریحانی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

عمادالدین ریحانی! گو تو نے خان اعظم اور میرے خلاف بدترین اور تعصب اور لی گھناؤنی سازشوں کا ارتکاب کیا۔ لیکن میں تجھ سے کسی قسم کا انتقام نہیں لونگا۔ تمہیں اصلاح کا موقع دیتا ہوں۔ اور اس وقت جب کہ خیمے میں سلطان اور خان م موجود ہیں۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

الغ خان کے اس فیصلے سے سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن دونوں کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس موقع پر سلطان ناصرالدین نے

عمادالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمادالدین جس طرح تو نے الغ خان اور خان اعظم کے خلاف گھناؤنی سازشوں کا ارتکاب کیا۔ تمہاری ان سازشوں کے ارتکاب میں اس خیمے کے اندر الغ خان تمہارے لئے موت کا اعلان بھی کر سکتا تھا۔ قسم خدائے مہربان کی! اگر اس وقت الغ خان تمہاری گردن کاٹنے کا حکم جاری کر دیتا۔ تو ابھی تک خیمے سے باہر تمہاری گردن کٹ چکی ہوتی۔ میں الغ خان کی فراخدلی اس کی حب الوطنی کو سلام کرتا ہوں۔

عمادالدین ریحانی! تو ایسا بدترین انسان ہے۔ تیرے بالوں میں سفیدی کے زخم آ گئے۔ سر کی سفیدی تیرے دماغ کو چھونے لگی۔ پر" تو ابھی تک ایک اچھا انسان نہیں بن سکا۔ تیرے شعور کی بلند دیواروں پر سازشوں کی خمریات کے تلخ ذائقے رقص کرتے رہتے ہیں تیری بد خواہشیں اب بھی تاروں کی مانند اکڑی رہتی ہیں۔ تو کب تک اوروں کے سامنے مزاحمتوں کے کھرنڈ کھڑے کرتا رہے گا۔ دیکھ تو نے خان اعظم اور الغ خا کے خلاف سازشوں کے بدترین افسانے کھڑے کئے۔ لیکن یہ سازشیں آخر نا کام ہوئیں سنو! خان اعظم اور الغ خان دونوں میرے لئے لمحوں کے شور میں سکون کے نمائندے اور قافلہ خیر کے پیش رو ہیں۔ عمادالدین تم اوروں کے سامنے صداقت کے کوہستان کھڑے کرنے اور ہذیان کی آشفتگی پیدا کرنے پر خوشی محسوس کرتے ہو۔ یہ تمہارے لئے آخری موقع ہے۔ اس کے بعد اگر تم نے ایسا کوئی رویہ روا رکھا تو یاد رکھنا تیری گردن کاٹنے میں ایک دقیقہ کی بھی دیر نہیں لگے گی۔

عمادالدین ریحانی تو نے میری سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے خان اعظم اور الغ خان کے خلاف بھڑکایا اور وقتی طور پر میں ان کے خلاف فیصلہ صادر کرنے مجبور ہوا۔ لیکن بعد میں جب دوسرے شہروں کے والیوں اور حاکموں نے مجھے خط لکھ شروع کئے اور میرے پاس انہوں نے آنا شروع کیا۔ تو انہوں نے تمہاری اصل حقیقت مکمل طور پر میرے سامنے واضح کی۔ یہ سارے لوگ مجھے پہلے کڑا میں پھر بداؤں میں بھی ملے۔ بداؤں میں ہی قیام کے دوران میں نے خان اعظم بلبن کو پیغام بھجوا دیا تھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرے۔ جب کہ میں تمہاری طرف دہلی آ اگر میں دہلی ہی میں تمہاری باز پرس کرتا۔ تو میں جانتا ہوں تم سازشوں کے جال

ے اور میرے خلاف بغاوتیں کھڑی کر دیتے۔ جو یقیناً" سلطنت کے لئے نقصان دہ ہوتیں۔

یں چونکہ پہلے ہی خان اعظم کو بلا چکا تھا۔ اور ایک خط میں جو میں نے قاصد یے اس تک بھجوایا تھا۔ اپنے رویے کی معذرت بھی کر چکا تھا' میں چاہتا تھا کہ ے تمہیں اپنے ساتھ لاؤں اور تمہاری سازشوں کا فیصلہ خان اعظم اور الغ خان ودگی میں ہو۔ گو تم نے الغ خان کو گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن تمہارے جن آدمیوں غ خان کو گرفتار کر لیا تھا۔ انہیں بڑی سختی کے ساتھ میری طرف سے حکم تھا کہ ن کی حفاظت کریں اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔

عمادالدین ریحانی میں جانتا ہوں۔ جس وقت تم الغ خان کو گرفتار کر کے میرے لے کر آئے۔ تو تم بڑے خوش تھے۔ تمہیں امید تھی کہ الغ خان کی گرفتاری پر ہیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دوں گا مگر میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر خاصی مایوسی ہوئی میں تمہارے چہرے کا بغور جائزہ لے رہا تھا عین اس وقت گفتگو جاری تھی۔ خان اعظم پشتی دروازے سے اندر آئے خان اعظم کو دیکھتے تمہاری رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔ یہ سب کچھ پہلے سے طے کردہ عمل کے مطابق ہوا۔ مجھے میرے مخبروں نے اطلاع کر دی ہے کہ الغ خان رے آدمی گرفتار کر چکے ہیں لیکن میرے مخبر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے بتا چکے تھے کہ آج صبح تم الغ خان کو میرے سامنے پیش کرو گے۔ لہٰذا خان ے میں نے کہہ دیا تھا کہ جس وقت تم الغ خان کو لے کر میرے خیمے میں آؤ یہ پشتی دروازے سے خیمے میں داخل ہو۔ دیکھو عمادالدین اب میں جان چکا ہوں سازشی انسان ہے۔ لیکن خدا وند قدوس کا شکر ہے کہ تیری ہر سازش نا کام یہ الغ خان کا احسان سمجھو کہ اس نے تمہارے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی۔ اس وقت تمہارے لئے سزا تجویز کرتا۔ تو جو بھی سزا یہ تمہیں دینا چاہتا ابھی اور ت اس پر عمل کر دیا جاتا۔ اب الغ خان تمہیں معاف کر چکا ہے۔ لیکن میں ارے لئے ایک فیصلہ کیا ہے۔

عمادالدین ریحانی میں جانتا ہوں۔ جو سازش تم نے خان اعظم اور الغ خان کے

خلاف تیار کی تھی۔ تمہاری اس سازش میں قتلغ اور کشلی خان برابر کے شریک ہیں۔ اگر الغ خان تمہارے لئے موت کی سزا تجویز کرتا تو تمہارے ساتھ میں قتلغ خان اور کشلی خان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ لیکن اب الغ خان تمہارے لئے معافی کا اعلان کر چکا ہے۔ تو میں نے تم تینوں کے متعلق ایک فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ میں نے پہلے سے خان اعظم کے ساتھ صلاح مشورے کے بعد کیا ہے۔

عمادالدین ریحانی تم اس قابل نہیں ہو کہ مرکز میں رہو۔ میں تمہیں بدایوں کا حاکم مقرر کرتا ہوں جہاں تک تمہارے دست راست قتلغ خان کا تعلق ہے۔ تو اسے میں بہرائچ کا والی مقرر کرتا ہوں۔ تمہاری سازشوں میں چونکہ کشلی خان بھی برابر شریک ہے لہٰذا میں اسے سندھ کا والی مقرر کرتا ہوں۔ اور ان تقرریوں کے احکامات آج ہی جاری کر دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ احکامات تیار ہیں۔ اور خان اعظم ان پر میری مہر بھی لگوا چکے ہیں۔ اب تم خان اعظم سے ملو یہ ابھی اور اسی وقت تمہارے کوچ کی تیاریاں کروا دیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔

اس موقع پر خان اعظم بلبن نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کیا۔

عمادالدین! تم اپنے خیمے میں جاؤ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں تمہارے کوچ کی تیاریاں کرواتا ہوں۔ عمادالدین ریحانی خیمے سے نکل گیا تھا۔ اس موقع پر سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر تک الغ خان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر الغ خان کو اس نے مخاطب کیا۔

جلائر خان کے بیٹے میرے قریب آؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ الغ خان فوراً آگے بڑھا۔ اور سلطان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ سلطان نے ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیٹھنے کے لئے کہا۔ الغ خان بیٹھ گیا۔ اس کے قریب ہی خان اعظم بھی بیٹھ چکے تھے۔ پھر خیمے میں سلطان ناصرالدین کی آواز گونجی سلطان نے الغ خان مخاطب کیا تھا۔

الغ خان! عمادالدین ریحانی نے جو کچھ کیا۔ اس موضوع پر میں اس سے پ تفصیل کے ساتھ خان اعظم سے گفتگو کر چکا ہوں اور ہم تینوں کے دل میں جو میل تھا۔ خان اعظم کے ساتھ اسے میں رفع کر چکا ہوں۔ میرے بیٹے میں تیری فراخدلی

شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر تو عمادالدین کے لئے موت کی سزا تجویز کر دیتا۔ تو میں اسی اپنے خیمے کے باہر اس کی گردن کاٹنے کا حکم دے دیتا۔

دراصل جو کچھ ہوا۔ یوں جانو اس میں میری خطا تھی۔ تم دونوں اس معاملے میں بے خطا نکلے۔ میں نہیں سمجھ پایا تھا۔ کہ عمادالدین ریحانی ان لوگوں میں سے جو امن کے زمانے میں ہی نہیں۔ جنگ کے عہد میں بھی اندھے آئینوں کی سی یں کرتے رہتے ہیں۔ پر خدا جانتا ہے۔ ایسے لوگوں کی سازشیں حق پر کام کرنے کے خلاف بنجر اور آبلہ یا صحرا اور درد و درماں کی کشمکش ہی ثابت ہوتی ہیں۔ ین ریحانی یقیناً" ان لوگوں میں سے ہے۔ جو اپنی خواہش کے ادھورے گیتوں کی ر اپنی بے ثبات خواہشوں کی خاطر نظروں کی آخری حد تک بھی لوگوں کے خلاف کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

ایسے بد بخت لوگ یہ نہیں سوچتے اول کیا ہے۔ بعد کیا ہے۔ یہ راتیں کیا ہیں۔ ہیں۔ زمین کیا ہے۔ آسمان کیا ہے۔ ہم کیا ہیں۔ فنا اور بقا کیا ہے۔ ستارے کیا آفاق کیا ہے۔ دراصل ہر چیز عارضی ہے۔ خود انسان بھی جسم و جان میں بھٹکتی صداؤں کی طرح بے ثبات ہے۔ یہ انسان بے چارا تو ارتقا کے دائروں سے ہوتا بڑی تیزی سے ابد کے دریچوں کے قریب تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اپنے انداز کے بے چینیوں اور مجبوریوں سے بھرپور خون سے لکھی جانے والی ایک داستان یادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

الغ خان! میرے بیٹے جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا۔ اسے فراموش کر دو اس سے خان اعظم سے بھی معذرت کر چکا ہوں۔ اس موقع پر میں تم سے بھی معذرت ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ خان اعظم اور تم دونوں میرے لئے روشنی اور فاصلوں ملاؤں میں وفا کی نشاندہی کرنے والے تقدیر کے ستاروں کی مانند ہو۔ تم دونوں میرے لئے نئے انداز کے تاسیس گر اور طلائی رحل پر رکھے ہوئے امن کے ا کی طرح ہو۔ الغ خان میرے بیٹے میرے بچے تم اور خان اعظم دونوں ہی لئے جاگتے اور استعاروں اور بیدار علامتوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہو۔ ر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ ماں کی کوکھ سے لے قعرلحد تک زندگی

کے ہر لمحے پر دکھ اور غم کی قدغن لگی رہتی ہے۔ نجانے انسان یہاں سے کب او
کس وقت کوچ کر جائے۔ اس کے باوجود میرے بیٹے خان اعظم ہی کی طرح میرے
بیٹے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں آنے والے دور میں یا آئندہ کبھی ایسا کو
سانحہ رونما نہ ہو گا۔ اب تم خان اعظم کے ساتھ جاؤ۔ خان اعظم کے ساتھ تمہار
خیمے کو پہلے ہی نصب کیا جا چکا ہے۔ اس دوران تمہیں خان اعظم کے ساتھ مل ک
ابھی اور اسی وقت عمادالدین ریحانی کے کوچ کا انتظام کرنا ہے۔

سلطان ناصرالدین کی اس گفتگو کے بعد خان اعظم بلبن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہ
تھا۔ الغ خان بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ او
سلطان ناصرالدین کے خیمے سے دونوں نکل گئے تھے۔

راج کماری دیاونتی اور اس کی ماتا اندو بائی کا ذاتی مخبر تلسی رام ایک روز راج
ے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں اس وقت راج کماری دیاونتی کی ماتا
ئی اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس وقت تلسی رام کھنکارتے ہوئے اس کمرے میں
ہوا۔ تو اندو بائی چونکی۔ اپنی جگہ پر بھی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر تلسی رام کی
دیکھتے ہوئے اس نے بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے پوچھ لیا۔

تلسی رام کیا تو میرے لئے کوئی اچھی خبر لے کے آیا ہے۔ جب سے میری بیٹی
ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔ میری زندگی میرا جیون بالکل منجمد ہو کے رہ گیا ہے۔ رانی
ائی کے اس سوال پر تلسی رام تھوڑی دیر تک خاموش ہی رہا۔ پھر چند قدم مزید
بڑھا۔ اپنے ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری اور اندو بائی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ
پڑا۔

مالکن! میں چند ملی جلی خبریں رکھتا ہوں۔ میں نہیں جانتا ان میں سے آپ کے
اچھی خبر کون سی ہے۔ اور بری خبر کون سی ہے۔ بہر حال جو حالات میں جان کے
دل۔ وہ آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔

پہلی خبر جو اچھی ہے۔ وہ یہ کہ دہلی کے سلطان ناصرالدین محمود کے لشکر میں الغ
کی حیثیت پھر بحال ہو گئی ہے۔ گو سلطان ناصرالدین محمود کے مشیر عمادالدین
نی نے خان اعظم بلبن اور الغ خان کے خلاف سازش کی تھی۔ لیکن دوسرے
لا کے والیوں نے بیچ میں پڑ کر اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ جس کے نتیجے میں
لدین سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے بدایوں کا حاکم مقرر کر
ہے۔ پہلے کی طرح بلبن اور الغ خان کی حیثیت لشکر میں بحال کر دی گئی ہے۔

اس خبر پر رانی اندو بائی کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس

نے تلسی رام کو مخاطب کیا۔

تلسی رام یہ خبر میرے لئے اس وقت اچھی اور خوشگوار ہوتی۔ اگر میری بیٹی دیاونتی اس وقت یہاں ہوتی اور وہ اس خبر کو سن کر بے حد خوش ہوتی۔ اب جب کہ دیاونتی کے پھیرے راکھشش سندر داس سے کرائے جا چکے ہیں۔ تو یہ خبر میرے لئے اب کیا اہمیت رکھتی ہے۔ میری بیٹی مالوہ میں نجانے کس حال میں ہو گی اس نے اس سے پہلے چونکہ سندر داس سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے۔ سندر داس میری بیٹی سے اس نفرت کا انتقام لے لے گا۔

تلسی رام تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد پھر بول پڑا۔

رانی! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ پہلے سن لیں اس کے بعد تخمینہ لگائیے کہ حالات کس سمت کا رخ کرتے ہیں۔ ابھی میں نے آپ کے سامنے صرف ایک ہی خبر کہی ہے۔ پورے حالات جاننے کے بعد آپ اندازہ لگا سکیں گی۔ کہ جو خبریں میں نے آپ سے کہی ہے۔ یہ آپ کے لئے اچھی ہیں۔ یا بری دوسری خبر جو میں آپ سے کہنے والا ہوں۔ وہ ہے کہ جس وقت مالوہ کا راجکمار سندر داس راجکماری دیاونتی کو یہاں سے لے کر کوچ کر گیا۔ تو رات کے وقت جس وقت وہ سفر کر رہے تھے۔ کچھ انجانے لوگ سندر داس اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہوئے محافظ دستوں کا کام تمام کر دیا۔ اس حملے میں خود سندر داس بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

تلسی رام کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں رانی اندو بائی بول پڑی تھی۔

تلسی رام اگر سندر داس کے محافظ دستوں پر کوئی حملہ آور ہوا اور ان کا کام تمام کر دیا۔ اور سندر داس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو پھر یہ کہو کہ میری بیٹی دیاونتی اس وقت کہاں ہے۔ اگر سندر داس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور میری بیٹی دیاونتی زندہ ہے تو الغ خان سے متعلق جو پہلی خبر تم نے کہی ہے۔ اس سے اچھی خبر کوئی ہو نہیں سکتی۔

رانی اندو بائی کے ان تاثرات سے لمحہ بھر کے لئے رانی اندو بائی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس کے بعد تلسی رام نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے

ے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

رانی ابھی میں نے اپنی گفتگو ختم نہیں کی۔ سندر داس پر حملہ آور اس کے قتل کا د چند روز پہلے رونما ہوا تھا۔ راج کماری دیاونتی بچ نکلی تھی۔ اور اپنی لونڈی کے ہ دہلی کی طرف بھاگی تھی۔ لیکن برا ہو حالات اور وقت کا جس بگھی میں راج ری دیاونتی اپنی لونڈی کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس بگھی کا سائیس بچ نکلا۔ ڑے پر سوار ہوا اور قنوج کی طرف بھاگا۔ یہ واقعہ بھی چند روز پہلے کا ہے۔ وہ یں راجہ ملکی رام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے تمام حالات کہہ سنائے۔ راجہ ے ان واقعات کو راز ہی رکھا۔ کسی کا ان کے سامنے ذکر ہی نہیں کیا۔ نہ آپ کے نے ان حالات کا انکشاف کیا۔ اسی وقت راجہ ملکی رام نے کچھ مسلح جوان ائے۔ جنہوں نے راج کماری دیاونتی کو دہلی کی طرف بھاگتے ہوئے پکڑ لیا۔ اب وہ ار راج کماری اور لونڈی کو لے کر راج محل میں داخل ہو چکے ہیں راجکماری ونتی اس وقت اپنے پتا جی کے پاس ہے تھوڑی دیر بعد وہ آپ کے کمرے میں گی۔

تلسی رام تھوڑی دیر کے لئے پھر رکا۔ کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ اس نے بولنا روع کیا۔

رانی کاش راجکماری دیاونتی آپ کے راجہ کی طرف سے بھیجے جانے والے مسلح انوں کے ہاتھ نہ چڑھتی۔ کاش وہ اس لونڈی کے ساتھ دہلی پہنچ جاتی تو محفوظ ہو تی۔ اب جب کہ مسلح جوان اسے راج محل میں لا چکے ہیں۔ تو نجانے اس کے ستقبل کے متعلق راجہ اب کیا لائحہ عمل اختیار کرتے ہیں بہر حال جو حالات پیش ئے وہ میں نے آپ سے کہہ دیئے۔ میں اب جاتا ہوں۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر ک شاید راجہ ملکی رام خود راج کماری دیاونتی کو لے کے آپ کے پاس آئے۔ اس وقع پر میرا یہاں ہونا مناسب نہیں ہے۔ بہر حال میں سارے حالات پر نگاہ رکھے ئے ہوں۔ میرے جو قابل اعتماد ساتھی ہیں۔ وہ بھی ادھر ادھر پھیلے ہوئے ہیں اور ونی حالات میں تبدیلی ہوتی ہے۔ میں آپ کو ان سے آگاہ کروں گا۔ اس کے ساتھ ی تلسی رام اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

رانی! اندو بائی اکیلی اس کمرے میں خیالوں میں کھو گئی تھی تھوڑی دیر بعد اس کمرے میں راجہ ملکی رام اور اس کے ساتھ راج کماری دیاونتی دونوں داخل ہوئے۔ دونوں کو دیکھتے ہوئے رانی اندو بائی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس نے اپنی جگہ پر دونوں بازوں پھیلا دیئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے راجکماری دیاونتی بھاگی۔ اور پوری طاقت کے ساتھ اپنی ماتا سے لپٹ گئی تھی۔ اس کی پیشانی اس کا منہ چومتے ہوئے اندو بائی نے اس سے پوچھ لیا۔

میرے بچی میری بیٹی میری پتری خیریت تو ہے۔ تو مالوہ سے اس قدر جلد لوٹ آئی۔ وہاں تیرے ساتھ اچھا سلوک تو ہوا؟

دیاونتی اپنی ماتا سے علیحدہ ہوئی۔ اس موقع پر رانی اندو بائی سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ وہ یہی خیال کر رہی تھی کہ اس کی ماتا کو اس کے حالات کے متعلق کوئی خبر نہیں۔ رانی اندو بائی سب کچھ جانتی تھی۔ لیکن وہ صرف راجہ ملکی رام کے سامنے اپنی بے خبری کا اظہار کر رہی تھی۔ دیاونتی کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی راجہ ملکی رام بول پڑا۔ اس نے اپنی رانی کو مخاطب کیا تھا۔

اندو بائی! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیاونتی مالوہ پہنچی ہی نہیں جو حالات پیش آئے۔ یہ تمہیں خود تفصیل کے ساتھ بتا دے گی۔ اس کے ساتھ ہی ملکی رام اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

ملکی رام کے جانے کے بعد اندو بائی اور دیاونتی دونوں ماں بیٹی آمنے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ پھر اندو بائی نے اپنی بیٹی راج کماری دیاونتی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

دیاونتی میری بچی تیری اس کمرے میں آمد سے تھوڑی دیر پہلے تلسی رام مجھے تیرے متعلق بڑی تفصیل سے بتا کے گیا ہے۔ مجھے ان سارے حالات سے بھی باخبر کر گیا ہے کہ جو قنوج سے مالوہ کی طرف جاتے ہوئے تمہارے ساتھ پیش آئے۔ تاہم جو کچھ مجھے تلسی رام نے بتایا ہے۔ میری بچی میری پتری اس میں تمہارے لئے ایک خوش خبری بھی ہے۔ وہ یہ کہ الغ خان کے برے دنوں کا خاتمہ ہوا۔ جہاں اس سے پہلے دہلی کا سلطان ناصرالدین الغ خان سے خفا اور ناراض تھا۔ اور اس کی گرفتاری

ے احکامات جاری تھے۔ وہ جگہ جگہ بھٹکتا پھرتا تھا۔ وہاں اب لشکر میں ان کی پہلے سی
ت بحال کر دی گئی ہے۔

تلسی رام مجھے بتا رہا تھا کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں کو پہلے منصب
لا کئے جا چکے ہیں۔ جب کہ ان کے خلاف سازش کرنے والا عمادالدین ریحانی سلطان
صرالدین کے زیر عتاب آ گیا ہے۔ میری بچی میری پتری مجھے تلسی رام نے یہ نہیں
یا کہ وہ لوگ کون تھے۔ جو رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوئے جنہوں نے سندر
ں اور اس کے محافظ دستوں کا خاتمہ کر دیا۔ میری بچی کیا تو بتائے گی۔ وہ لوگ کون
ے کدھر گئے۔ اور کیا انہوں نے تم سے کوئی تعرض تو نہیں کیا۔

اپنی ماں کے اس استفسار پر دیاونتی تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی۔ پھر
ں کمرے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

ماتا! میں خود نہیں جانتی حملہ آور کون تھے۔ کس کے اوپر وہ رات کی تاریکی میں
لہ آور ہوئے اور سندر داس اور اس کے محافظ دستوں کا انہوں نے خاتمہ کر دیا۔ بہر
ال میرے لئے وہ سب فرشتہ صفت ثابت ہوئے۔ وہ اگر ایسا نہ کرتے تو اب تک
ں مالوہ پہنچ چکی ہوتی۔ اور صحیح معنوں میں سندر داس کے ہاتھوں اس کی پتنی نہیں
ہ اپنی پت گنوانے والی بن چکی ہوتی۔ ماتا! بہر حال میں تلسی رام کے ذریعے یہ
رور جاننے کی کوشش کروں گی کہ حملہ آور کون تھے۔ میرا دل یہ کہتا ہے کہ اگر الغ
ن کا منصب بحال ہو چکا ہے۔ تو یہ حملہ آور ضرور الغ خان یا خان اعظم بلبن کی
رف سے ہونگے۔ اس لئے کہ ماتا ان کے علاوہ کون میری سہائتا کو، میری مدد کو پہنچ
کتا ہے۔

اندو بائی بڑے غور سے اپنی بیٹی راجکماری دیاونتی کی باتیں سنتی رہی۔ جب
اونتی خاموش ہوئی تب اندو بائی نے دوبارہ پوچھ لیا۔

میری بچی جب حملہ آور سندر داس پر اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور
ئے تب تو نے کیا کیا۔

ماتا میں نے کیا کرنا تھا۔ جوں ہی تلواریں اور ڈھالیں ٹکرائیں گھوڑے ہنہنانے
لگے۔ میں نے پالکی کا پردہ ہٹا کے دیکھا۔ بے سوار گھوڑے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔

میں سمجھی کوئی حملہ ہو گیا ہے۔ اپنی لونڈی کے ساتھ میں پالکی نما بگھی سے باہر نکلی اور جو گھوڑے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو پکڑ کر لونڈی کو اپنے ساتھ بٹھایا اور بھاگ کھڑی ہوئی۔ ماتا میرا رخ دہلی کی طرف تھا۔ میں چاہتی تھی۔ بھاگ کر دہلی پہنچ جاؤں اور الغ خان کی حویلی میں یا اپنے ماموں کے مکان میں رہائش اختیار کر لوں۔ مجھے امید تھی کہ الغ خان ایک نہ ایک دن ضرور بے گناہ ثابت ہوں گے۔ اور انہیں ان کے پہلے منصب پر بحال کر دیا جائے گا۔ بہر حال ماتا یہ میری خوش قسمتی ہے کہ الغ خان اپنے منصب پر بحال ہو چکے ہیں۔ پر ہائے میری بد قسمتی کہ میں بھاگ کر دہلی نہ پہنچ سکی۔

اندو بائی تھوڑی دیر تک تفکرات بھری آنکھوں سے دیاونتی کی طرف دیکھتی رہی۔اس کے بعد اس کی فکر مند سی آواز سنائی دی۔

دیاونتی میری بچی میری پتری تیرے پتا جی کے جن مسلح جوانوں نے تمہارا تعاقب کیا۔ اور تمہیں یہاں لے کے آئے۔ انہوں نے یقیناً" تمہارے پتا جی کو بتا دیا ہو گا کہ تو اپنی لونڈی کے ساتھ دہلی کی طرف بھاگ رہی تھی۔ اگر ایسا ہوا ہے۔ تو میری بچی دیکھنا تیرے پتا جی اس راج محل میں تیرے اوپر پہرہ پہلے کی نسبت سخت کر دیں گے۔ تاکہ تو کہیں دہلی کی طرف بھاگ نہ جائے۔

اپنی ماتا اندو بائی کے ان خدشات کے جواب میں دیاونتی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بول اٹھی ماتا ایسا نہیں ہے۔ جن خدشات کا اظہار آپ نے کیا ہے۔ ان کا اندازہ مجھے پہلے ہی تھا۔ جو مسلح جوان میرے پیچھے گئے تھے۔ انہوں نے مجھے بڑی عزت بڑی توقیر دی۔ جب وہ مجھے ادھر لا رہے تھے۔ تو میں نے انہیں راستے میں سمجھا دیا تھا کہ میں دراصل مالوہ کی طرف بھاگ رہی تھی۔ کیونکہ مالوہ کے راجکمار کے ساتھ میرے پھیرے ہوئے تھے۔ لہٰذا میرا جینا مرنا اب مالوہ ہی میں ہے میں نے انہیں یہ بھی تاثر دیا کہ رات کی تاریکی میں یہ اندازہ نہ لگا سکی کہ میں کس سمت جا رہی ہوں۔ بہر حال میں مالوہ ہی جانا چاہتی تھی۔ میں نے باتوں باتوں میں انہیں یہ بھی سمجھا دیا کہ میرے پتا جی سے جا کر یہ کہیں کہ میرا رخ مالوہ کی طرف تھا۔ اور میں اپنی زندگی کے باقی دن ایک و[illegible] حیثیت سے مالوہ ہی میں گزارنا

[illegible]اہتی تھی۔

یہاں آکر میرے پتا جی نے علیحدگی میں ان مسلح جوانوں سے گفتگو کی پر میں اوٹ [illegible] رہتے ہوئے یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ میرے پتا جی نے جب ان سے تفصیل [illegible]چھی تو انہوں نے میرے کہنے کے مطابق پتا جی پر انکشاف کیا کہ میں اپنی لونڈی کے [illegible]اتھ مالوہ کی طرف بھاگ رہی تھی۔ انہوں نے پتا جی کو یہ بھی بتایا کہ میں نے ان [illegible] ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور اس بات پر اصرار کر رہی تھی کہ مجھے قنوج نہیں [illegible]ہ جانا ہے۔ باقی زندگی کے دن ایک ودھوا کی حیثیت سے مالوہ میں گزارنا چاہتی [illegible]ں۔ انہوں نے میرے پتا پر یہ بھی انکشاف کیا کہ راج کماری دیاونتی نے یہ بھی کہا [illegible]ا کہ میرے پتا جی نے جس شخص کے ساتھ میرے پھیرے کرائے ہیں۔ باقی جیون [illegible] اس کی سر زمین میں بتا دینا چاہتی ہوں۔ اس طرح میرے پتا جی کے ذہن میں یہ [illegible]ت نہیں بیٹھی کہ میں دہلی کی طرف بھاگنا چاہ رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ پتا جی مجھ پر [illegible]ں محل کے اندر سخت پہرہ نہیں لگائیں گے۔

راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو سے اس کی ماتا اندو بائی خوش اور مطمئن ہو گئی [illegible]ں۔ پھر اندو بائی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اور پھر دیاونتی کو اس نے [illegible]طب کیا۔ دیاونتی اٹھ میری بیٹی تو تھکی ہاری ہو گی۔ تھکاوٹ محسوس کر رہی ہو گی [illegible]ا میں پہلے تیرے بھوجن کا اہتمام کرتی ہوں۔ اس کے بعد تو آرام کر۔

دیاونتی نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اپنا ہاتھ اپنی ماتا کے ہاتھ میں دیا۔ اندو بائی [illegible]ے اسے اٹھایا۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ راج محل کے دوسرے حصے کی طرف لے جا [illegible]ی تھی۔

مالوہ کا راجہ جاہر اور اس کا سینہ پتی کانتی لال دونوں راج محل کے ایک کمرے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ راجہ جاہر کا چوبدار اندر آیا۔ جھک کر اس نے راجہ جاہر دیو کو تعظیم دی۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اور راجہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

مالک! اپنے کچھ مخبر آئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں پیش ہو کر کچھ اہم خبریں کہنا چاہتے ہیں۔ اس انکشاف پر راجہ جاہر دیو نے ایک بار چونک کر اپنے چوبدار اور سینہ پتی کانتی لال کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی نگاہیں اپنے چوبدار پر جم گئیں۔ ساتھ ہی راج محل کے اس کمرے میں راجہ جاہر کی آواز گونج گئی تھی۔

جو مخبر آئے ہیں۔ انہیں فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔ تا کہ میں جانوں وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد راجہ جاہر دیو کے کچھ مخبر اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر داخل ہوتے ہی راجہ کو تعظیم دینے کے بعد وہ اس کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے تھے۔ مخاطب کرنے میں راجہ نے پہل کی۔

داروغہ مجھے بتا رہا تھا کہ تم کچھ اہم خبریں لے کر آئے ہو کہو۔ تمہارے پاس کیا ہے۔

اس پر ان مخبروں نے باہم مشورہ کیا۔ پھر ایک مخبر راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔ مالک ہمارے پاس ایک نہیں کئی خبریں ہیں۔ ساری کی ساری بری خبریں ہیں۔ ان میں سے اچھی کوئی نہیں۔ جو ہمارے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔ پہلی خبر جو ہم آپ سے کہنا چاہتے ہیں۔ وہ معصومیت کے ساتھ آپ کی ذات کے لئے انتہا درجہ کی بری اور افسوس ناک ہے۔ مالک پہلی خبر یہ ہے کہ آپ کے بیٹے سندر داس کو قتل کر

دیا گیا ہے۔

اس انکشاف پر راجہ جاہر دیو ہی نہیں اس کا سپہ سالار کانتی بھی اپنی نشست پر اچھل سا پڑا تھا۔ راجہ جاہر دیو کے چہرے پر جہاں دکھ کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ وہاں دور دور تک اس کی آنکھوں میں ویرانیاں ہی ویرانیاں رقص کرنے لگیں تھیں دیکھتے ہی دیکھتے اس کمرے میں کاٹ کھانے والی خاموشی اور ڈس لینے والا سکوت طاری ہو گیا۔ اس کے بعد کمرے میں راجہ جاہر دیو کی دکھ اور درد بھری آواز سنائی دی تھی۔

کھل کر کہو میرے بیٹے کو کیسے موت اور مرگ نے آ دبوچا۔ وہ تو راجہ ملکی رام کی راجکماری دیاونتی کو بیاہنے گیا تھا۔ کیا ملکی رام نے بد دیانتی کی اور میرے بیٹے کو وہاں بلا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

جاہر دیو یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسی مخبر نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

مالک! راجہ ملکی رام نے کوئی بد دیانتی نہیں کی۔ بلکہ اس نے بخوشی اپنی راجکماری کے پھیرے راجکمار سندر داس کے ساتھ کرا دیئے۔ پر برا ہو وقت کا جب سندر داس راجکماری دیاونتی کو بیاہ کر لا رہا تھا۔ تو راستے میں کچھ مسلح جوان حملہ آور ہوئے جنہوں نے راج کمار کے ساتھ اس کے محافظ دستوں میں سے اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس انکشاف پر راجہ جاہر دیو کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی۔ اس کے بعد وہ بول اٹھا۔

کیا میرے بیٹے سندر داس کے محافظوں میں سے کوئی بھی نہیں بچا۔

مالک ان میں سے جو لوگ بچے تھے۔ وہ اپنی جانیں بچا کے بھاگ نکلے تھے۔ وہ آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر نہیں ہوئے۔ کہ ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ یہ بری خبر آپ کو سنائیں۔ انہیں یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں آپ ان کی گردن کاٹنے کا حکم نہ دے دیں کہ وہ راج کمار کی حفاظت نہ کر سکے۔ لہٰذا وہ اپنی جان بچانے کی خاطر جانے کس سمت بھاگ گئے ہیں۔

اور راجکماری دیاونتی کا کیا ہوا۔ جاہر دیو نے بڑے دکھ اور تاسف میں پوچھا تھا۔

مالک! راج کماری دیاونتی حملہ آوروں سے بچ نکلی جس وقت جنگ جاری تھی۔

اور ہمارے راجکمار کے آدمی اپنا دفاع کر رہے تھے۔ مرنے والوں کے کچھ گھوڑے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ راج کماری دیاونتی ایک گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ نکلی جر بگھی میں دیاونتی سوار تھی۔ اس بگھی کا سائیس بھی قنوج بھاگ گیا اس نے جا کر راجہ کو اطلاع دی۔ اور راجہ کے محافظ دیاونتی کو واپس قنوج لے گئے۔

مخبر خاموش ہو گیا۔ راجہ جاہر دیو ہی نہیں کانتی لال کی گردن بھی جھکی ہوئی تھی ان کے چہروں پر غم اور دکھ برس رہا تھا۔ ایک بار پھر راجہ جاہر دیو نے اپنی گردن سیدھی کی۔ اپنے مخبروں کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

ایک بری خبر تم کہہ چکے ہو۔ اور اس خبر نے میرے پاؤں تلے سے زمین کھینچ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ جب میں اس خبر کی اطلاع اپنے بیٹے کی ماتا اور اپنی رانی دونگا۔ تو راج محل میں ایک کہرام اٹھ کھڑا ہو گا۔ یہ خبر میری بیٹی اور سندر داس بہن سنے گی۔ تو میں نہیں جانتا اس پر کیا بیتے گی۔ وہ زندہ بھی رہ سکے گی یا نہیں۔ حال دوسری خبر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

مخبر نے کچھ سوچا پھر وہ بول پڑا۔

دوسری بری خبر یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں اس سے پہلے سلطان ناصرالدین بلبن اور الغ خان کے درمیان چپقلش پیدا ہو گئی تھی۔ عمادالدین ریحانی اس لڑائی ا چپقلش کا ذمہ دار تھا۔ لیکن سلطان ناصرالدین کو عمادالدین ریحانی کی بد دیانتی کی خبر گئی۔ مختلف صوبوں کے والی بھی ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عمادالد ریحانی کی عیاریوں اور بد دیانتیوں سے اسے آگاہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ د کے سلطان نے بلبن اور الغ خان سے معذرت کر لی ہے۔ ان دونوں کو ان کے منصب پر بحال کر دیا گیا ہے۔ عمادالدین ریحانی کو مشیر کے عہدے سے برخاس کرتے ہوئے بدایوں کا حاکم مقرر کر دیا گیا ہے۔ گو ناصرالدین نے الغ خان کو اجاز دی تھی کہ وہ عمادالدین کو جو سزا دے اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن الغ خان اسے معاف کر دیا۔ جس کے جواب میں عمادالدین کو بدایوں کا حاکم مقرر کر دیا ہے۔

تیسری بری خبر یہ ہے کہ عنقریب دہلی کا سلطان اپنے دونوں جرنیلوں بلبن اور

ان کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر ہم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ لئے کوچ کرے گا۔ نہیں جانتا کہ وہ قنوج کے راجہ کو بھی اپنا ہدف بنائیں گے۔ یہ بات طے شدہ ہے وہ ہم پر اور سوالک اور میوات کے راجہ رندھیر پر ضرور حملہ آور ہونگے۔ ہمارا یہ اندازہ ہے کہ وہ قنوج کے راجہ ملکی رام اور جیت پور کے راجہ دیپال کو بھی نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں راجاؤں نے گزشتہ جنگ میں آپ کی کی تھی۔ لہٰذا ہمیں دہلی کے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ بس یہی وہ تین خبریں ہیں۔ جو ہم آپ سے کہنے کے لئے آئے تھے۔

مالوہ کے راجہ جاہر دیو کی گردن ایک بار پھر جھک گئی تھی وہ گہری سوچوں میں کھو یا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ تفکرات میں ڈوبا رہا۔ اس کے بعد اس نے ایک پریشان سی نگاہ اپنے قریب بیٹھے اپنے سیناپتی کانتی لال پر ڈالی۔ پھر سامنے کھڑے مخبروں اس نے مخاطب کیا۔

کیا تم بتا سکتے ہو میرے بیٹے اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہونے والے ن تھے۔ ظاہر ہے۔ یہ کام قنوج کا راجہ ملکی رام تو نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اس پر کوئی دباؤ نہ تھا۔ کہ وہ اپنی راجکماری کے پھیرے میرے بیٹے سندر داس کے ساتھ ائے۔ اس نے اپنی بیٹی کا بیاہ اپنی مرضی اپنی خوشی سے میرے بیٹے راج کمار سندر ں سے کرانے کا عہد کیا تھا۔ لہٰذا قنوج کا راجہ ملکی رام تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ میرا کہتا ہے کہ یہ کام مسلمانوں کے کسی ایسے صوبے کے والی کا ہے۔ جو الغ خان اور ن کا حامی ہے۔ ظاہر ہے۔ یہ کام دہلی کا سلطان ناصرالدین بھی نہیں کر سکتا۔ اس کہ میرا اندازہ ہے کہ جس وقت یہ حادثہ پیش آیا۔ اس وقت دہلی کا سلطان الغ ن اور بلبن سے خفا اور ناراض تھا۔

اپنی بات کہتے کہتے راجہ جاہر دیو کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ جس مخبر نے ے پہلے مخاطب کیا تھا۔ وہ پھر بول پڑا۔

مالک ہم اس جگہ کا جائزہ لے کے آ رہے ہیں۔ جہاں یہ حادثہ پیش آیا۔ ہم نے رد نواح کو بھی خوب گھوم پھر کے دیکھا جو لوگ حملہ آور ہوئے۔ ان کے گھوڑوں گھوں کے نشان بھی دیکھے اور کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔ ہم نے یہ اندازہ

لگایا کہ وہ سوار ہانسی کی طرف کے تھے۔ ہم سب کا اندازہ یہ ہے کہ یہ کام بلبن کا
بلبن ہی ان دنوں ہانسی میں قیام کئے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ ہانسی اس کی جاگیر ہے
بلبن، الغ خان کو اپنے بیٹے کی مانند سمجھتا ہے اس لئے اس کو بلبن کی ہر طرح
طرفداری حاصل ہے۔ میں یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ یہ الغ خان وہی ہے۔ جس
ہمارے ہاں گاؤ ہتیا کا جرم عائد کیا گیا تھا۔ اور جس نے راج کماری دیاونتی کا سو
ہمارے راج کمار سندر داس کے لئے جیتا تھا۔ لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ
کی راجکماری دیاونتی ہمارے راجکمار سندر داس کے ساتھ بیاہ رچانے پر رضامند
تھی۔ اندر ہی اندر وہ الغ خان کو پسند کرتی تھی۔ اس لئے کہ اسے خبر ہو گئی تھی
اس کا سوئمبر الغ خان نے جیتا تھا۔ الغ خان کو حاصل کرنے اور اس پر اپنی چاہ
اظہار کرنے کے لئے کہنے والوں کا کہنا ہے کہ دیاونتی دہلی بھی گئی تھی۔ دیاونتی
خان سے محبت کرتی ہے۔ ہم پر یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ الغ خان بھی اسے چاہتا
لہٰذا انداہ یہ ہے کہ اس وقت الغ خان عمادالدین ریحانی کے سامنے روپوشی کی ز
بسر کر رہا تھا۔ تو ہانسی سے بلبن نے اپنے مخبر پھیلا رکھے ہونگے۔ جو دیاونتی کے
اسے اطلاعات فراہم کرتے ہونگے۔ جب اسے خبر ہوئی کہ دیاونتی کے پھیرے ہا
راجکمار کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ تو اس نے اپنے کچھ مسلح جوانوں کو بھیجا ہو گا
راج کمار پر حملہ آور ہوئے اور اس کا اور اس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا۔
یہ ہمارا اندازہ ہے۔ یہ بات ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال جو گھڑ سوار حملہ
ہوئے تھے۔ ان کے گھوڑوں کے سموں کے نشان یقیناً" ہانسی کی طرف گئے تھے۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ کام بلبن کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ جا
نے اپنے مخبر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر تک مزید خاموشی رہی۔ اس
بعد جاہر دیو پھر بول پڑا۔ تم سب تھوڑی دیر تک یہیں رکو۔ تم میں سے دو
انتخاب کروں گا۔ اور ان سے میں بہت بڑا کام لونگا۔ اس کے ساتھ ہی راجہ جا
اپنی نشست سے اٹھا اور اس کمرے کی پشت پر جو دروازہ تھا۔ اس سے ہو
راج محل کے دوسرے حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر ہی بعد راجہ جاہر دیو لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں بانس کا ایک خول

ہی نشست پر آ کے بیٹھ گیا۔ مخبروں میں سے جو اس کے ساتھ مخاطب ہوا تھا۔
ر اس کے ساتھ جو جوان کھڑا تھا۔ ان دونوں کو اس نے ہاتھ کے اشارے سے
ب بلایا۔ وہ دونوں جب اس کے قریب ہوئے تب راجہ جاہر نے ان دونوں کو
رتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آج ابھی اور اسی وقت بدایوں کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ بانس کا یہ خول
اس کے اندر میں نے عمادالدین ریحانی کے نام خط لکھ کے ڈال دیا ہے۔

مخبر راجہ جاہر دیو سے مخاطب رہا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے بانس میں بند
ہر دیو کا خط لے لیا تھا۔ پھر جاہر دیو نے ان دونوں کو مزید قریب ہونے کو کہا۔
مزید قریب ہوئے۔ تو راجہ جاہر دیو ان کے ساتھ سرگوشی کرتا رہا۔ اس کے
نوں اس کمرے سے نکل کر بدایوں کی طرف چلے گئے تھے۔

دونوں مخبروں کے جانے کے بعد راجہ جاہر دیو نے اپنے سیناپتی کانتی لال کی
تے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ی لال یہ جو مخبر ابھی تک راج محل کے اس کمرے میں کھڑے ہیں۔ ان میں
د قنوج کی طرف روانہ کرو۔ ہماری طرف سے قنوج کے راجہ ملکی رام کی
پیغام پہنچواؤ۔۔ پہلا یہ کہ اسے کہو کہ اپنے لشکر کے ساتھ بالکل تیار رہے۔
کہ کسی بھی وقت دہلی کا سلطان ناصرالدین اپنے لشکر کے ساتھ ہماری طرف
ی کر سکتا ہے۔ ملکی رام کو یہ بھی پیغام بھجواؤ کہ میں ایک ہفتہ کے بعد اپنے
ساتھ مالوہ سے نکلوں گا۔ لہٰذا وہ بھی ایک ہفتہ کے بعد اپنے لشکر کو لے کر
ے۔ اور بالکل اسی جگہ آ کر پڑاؤ کرے جہاں اس سے پہلے ہم نے مل کر
ریحانی کو شکست دی تھی۔

رام کے نام میرا دوسرا پیغام یہ بھجواؤ کہ وہ راج کماری دیاونتی کو قنوج سے
رکزی شہر مالوہ روانہ کر دے شوہر کے مرنے کے بعد ست ونتی ناریاں اپنے
تا میں جلتے ہوئے ستی ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہاں معاملہ دوسرا ہے۔ میرے بیٹے
چتا نہیں جلائی گئی۔ لہٰذا دیاونتی کو چتا میں جل مرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب
میرا بیٹا مارا جا چکا ہے۔ تو میرے بیٹے کی نشانی کے طور پر دیاونتی قنوج کی

بجائے مالوہ کے راج محل میں رہے گی۔ میں یہ بات بھی پسند اور برداشت نہیں کرتا کہ میرے بیٹے سندر داس کی بیوہ اور ودھوا کسی اور کے ساتھ بیاہ رچالے۔ لہٰذا تم رام سے کہنا کہ وہ دیاونتی کو بحفاظت مالوہ پہنچانے کا اہتمام کرے۔ اور اگر وہ فی الفو اس کو روانہ نہیں کر سکتا تو دہلی کے راجہ ناصرالدین محمود سے متوقع جنگ سے فار ہونے کے بعد وہ اس کی تکمیل کر سکتا ہے۔

کانتی لال! میرے پاس سے اٹھ کر جانے کے بعد کچھ مخبر سوالک کے راجہ رندو اور جیت پور کے راجہ دیپال کی طرف روانہ کرو۔ اور انہیں بھی یہ پیغام دو عنقریب دہلی کا سلطان ناصرالدین ہم پر حملہ آور ہونے کو ہے۔ لہٰذا پہلے کی طرح اپنے لشکریوں کو لے کر بالکل اسی جگہ جمع ہو جائیں۔ جہاں اس سے پہلے عمادالد کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اب اٹھو دیر نہ کرو۔ جو کام میں نے تمہیں سونپا ہ اس کی تکمیل کرو۔ اس کے ساتھ ہی راجہ جاہر دیو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ کانتی لال بھی ہو گیا۔ اور جو مخبر اس وقت کمرے میں کھڑے تھے۔ انہیں ساتھ لے کر وہ راج کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

قنوج کے راج محل میں ایک روز رانی اندو بائی اور راج کماری دیاونتی دو ماں بیٹی اپنے کمرہ خاص میں بیٹھی تھیں کہ کمرے کا دروازے پر ہلکی سی دستک ہو دونوں ماں بیٹی منہ سے تو کچھ نہ بولیں۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں نے اشارہ پھر دیاونتی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ جس دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس قریب آئی۔ اور بڑے راز دارانہ سے انداز میں اس نے پوچھا۔

کون ہے! باہر سے آواز آئی۔ میں تلسی رام ہوں۔

دیاونتی نے فوراً" دروازہ کھول دیا۔ مسکراتے ہوئے اس نے تلسی رام کا سوا کیا۔ اور بول پڑی۔

اندر آؤ۔ لگتا ہے تم کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو۔ تمہیں کسی نے ہمارے کی طرف آتے تو نہیں دیکھا۔ جواب میں تلسی رام نے مسکراتے ہوئے نفی میں دیا تھا۔ دیاونتی نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ تلسی رام کو لے کر وہ آگے بڑ ایک خالی نشست کی طرف جب اس نے اشارہ کیا تو تلسی رام وہاں بیٹھ گیا۔

تی نے اسے مخاطب کیا۔

تلسی رام! لگتا ہے۔ تم کوئی مزید تازہ خبر لے کر آئے ہو۔ کیا یہ خبرالغ خان سے ق ہے۔

تلسی رام منہ سے نہ بولا۔ نفی میں اس نے سر ہلا دیا تھا۔

اس کے ایسا کرنے پر دیاونتی کو کس قدر مایوسی ہوئی تھی پھر اس کی آواز سنائی

تلسی رام! اگر ایسا نہیں ہے۔ تم پھر کیا کہنے آئے ہو۔ تلسی رام سنجیدہ ہو گیا۔ نا شروع کیا۔

میں آپ پر دو انکشاف کرنے آیا ہوں۔ اور یہ دونوں انکشاف بڑی اہمیت کے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر پہلے راجہ جاہر کے کچھ قاصد یہاں ۔ اور راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ہمارے راجہ کو دو پیغام دیئے راجکماری دیاونتی پہلا پیغام آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ مالوہ کے راجہ جاہر دیو طالبہ کیا ہے۔ کہ راجکماری دیاونتی اب میرے بیٹے سندر داس کی بیوہ اور ودھوا اس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ست کی باندی ناریاں اپنے شوہر کے مرنے کے ا کی چتا میں جلتے ہوئے ستی ہو جاتی ہیں سندر داس کو چونکہ قتل کر دیا گیا تھا۔ ا کی چتا نہیں جلائی گئی تھی لہٰذا جاہر دیو کا کہنا ہے کہ راج کماری دیاونتی کو اپنے سندر داس کی چتا میں جل مرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بنا پر جاہر دیو نے مطالبہ ہ کہ دیاونتی کو قنوج سے مالوہ بھجوا دیا جائے۔ مالوہ کے راج محل میں وہ اس کے ندر داس کی بیوہ اور اس کی نشانی کے طور پر رہے گی۔ راجہ نے یہ بھی پیغام ہ کہ وہ کسی بھی صورت پسند نہیں کرے گا کہ اس کے بیٹے کی بیوہ ودھوا کسی یوی بنے۔

راجکماری یہ تو آپ کی ذات سے متعلق پیغام ہے۔ ایک اور بھی بہت اہم پیغام ور اس پیغام سے آپ فائدہ بھی اٹھا سکتی ہیں دوسرا پیغام جو مالوہ کے راجہ جاہر طرف سے آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نے آپ کے پتا جی کی طرف پیغام بھجوایا دہ ایک ہفتے تک اپنے لشکر کو لے کر اسی جگہ پہنچ جائیں۔ جہاں اس سے پہلے

آپ کے پتا جی راجہ ملکی رام' مالوہ کے راجہ جاہر دیو' جیت پور کے راجہ دیپال اور سوالک کے راجہ رندھیر نے مل کر دہلی کے سلطان ناصرالدین کے مشیر عمادالدین ریحانی کو شکست دی تھی۔ اس لئے کہ عمادالدین ریحانی کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے سلطان ناصرالدین محمود ایک لشکر جمع کر چکا ہے۔ الغ خان اور خان اعظم بلبن دونوں اس کے ساتھ ہیں۔ اور وہ کسی بھی وقت حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر سکتے ہیں۔ اس وقت وہ اس جگہ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ جہاں سلطان ناصرالدین کی خدمت میں الغ خان کو پیش کیا گیا تھا۔

راجکماری دیاونتی اگر آپ میری تجویز سے اتفاق کریں تو آپ اس سلسلے میں اپنے پتا جی سے بات کریں۔ ان سے کہیں پتا جی میں آپ کی بیٹی نہیں بیٹا بھی ہوں اس لئے کہ آپ نے میری پرورش بیٹوں کی طرح کی ہے۔ اب جب کہ آپ جنگ روانہ ہو رہے ہیں۔ تو میں بھی چاہوں گی۔ کہ آپ کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لوں۔ آپ کے بیٹے کی حیثیت سے دشمن کے خلاف برسرپیکار ہوں۔

راجکماری دیاونتی اگر آپ کے پتا جی آپ کو ساتھ لیجانے پر رضامند ہو گئے میں سمجھتا ہوں۔ آپ کے سارے دکھ آپ کی ساری مصیبتیں رفع ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ جب آپ اپنے پتا جی کے ساتھ لشکر کے اندر میدان جنگ میں پڑاؤ کریں گی تو موقع پا کر آپ اپنے لشکر سے نکل کر الغ خان کے پاس جا سکتی ہیں۔ اس طرح آ اپنے آپ کو محفوظ کر سکتی ہیں۔ اور اگر آپ کے پتا جی آپ کو اپنے ساتھ لیجانے پسند نہ کریں۔ تو جب وہ یہاں سے روانہ ہو جائیں تو ان کی غیر موجودگی میں بھی نہ کسی طرح تمہیں یہاں سے بھاگ کر دہلی کی طرف یا الغ خان کے لشکر کی طرف جانا چاہئے۔ مجھے ڈر اور اندیشہ ہے کہ آپ کے پتا جی آپ کو مالوہ کے راجہ جاہر کے مطالبے پر قنوج سے مالوہ روانہ کر دیں گے۔

تلسی رام کی ان باتوں سے دیاونتی کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس دیاونتی پر یہ انکشاف کیا کہ مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے اس کا مطالبہ کیا ہے۔ تو کے چہرے اور آنکھوں میں دور دور تک ویرانیاں اور پریشانیاں رقص کرنے تھیں۔ اور جب تلسی رام نے یہ بتایا کہ سلطان ناصرالدین خان اعظم بلبن اور ا

راجاؤں کے ساتھ برسرپیکار ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس لشکر میں داخل ہونا ہے۔ تب اس کی آنکھوں میں ایک چمک پیدا ہوئی۔ کچھ دیر تک وہ سوچتی رہی پھر پنی جگہ پر کھڑی ہوئی۔ اور تلسی رام کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ اٹھی۔

تلسی رام میں اپنے پتا جی کی طرف جاتی ہوں۔ اور جو بات تم نے کہی ہے۔ وہ ے ان سے کہتی ہوں۔ تم ایسا کرو۔ تم اس دروازے کے کمرے کے پشتی زے سے نکل جاؤ۔ میں اب اپنے کام کی ابتدا کرتی ہوں۔

تلسی رام فوراً اٹھا اور اس کمرے کے پشتی دروازے سے چلا گیا تھا۔ سامنے لے دروازے سے دیاونتی نکلی۔ راج محل کے مختلف حصوں سے گذرتی ہوئی۔ آخر پنے پتا راجہ ملکی رام کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ وہ راج محل کے بیرونی میں اپنے لشکر کے کچھ سالاروں کے ساتھ مشورہ کر رہا تھا۔ دیاونتی ذرا فاصلے پر جا ایک درخت کے قریب کھڑی ہو گئی تھی۔ راجہ ملکی رام کی نگاہ جب اپنی بیٹی تی پر پڑی۔ تو اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ پیچھے ر اس درخت کے قریب آن کھڑا ہوا جہاں دیاونتی کھڑی تھی۔ پھر بڑے پیار ، شفقت اور محبت سے اس نے اپنی بیٹی دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی! میری بیٹی میری بچی میری پتری کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

دیاونتی نے فوراً بات بتائی۔

پتا جی وہ میں راج محل کے سامنے والے حصے میں کچھ دیر سے کھڑی آپ کو دیکھ تھی۔ آپ اپنے سیناؤں کے سرکردہ لوگوں سے محو گفتگو تھے۔ اس لئے میں فکر ہوئی۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ خیریت تو ہے نا۔

ملکی رام کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے اپنی بیٹی دیاونتی کو ب کیا۔

دیاونتی میری بچی میری پتری بس یوں جانو خیریت ہی ہے۔ اس لئے کہ عنقریب سلطان ناصرالدین ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کرنے والا ہے۔ لہٰذا یک ہفتے تک یہاں سے کوچ کروں گا اور اسی سمت رخ کروں گا۔ جہاں اس سے پہلے ین ریحانی کے ساتھ میری جنگ ہوئی تھی۔ اسی سلسلے میں اپنے سیناؤں کے سر

کردہ لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔

ملکی رام جب خاموش ہوا۔ تو دیاونتی جھٹ سے بول پڑی۔

پتا جی آپ نے میری پرورش اور میری تربیت صرف بیٹی نہیں بلکہ بیٹے کی حیثیت سے بھی کی ہے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو اس معاملے میں میں آپ سے التماس کرونگی کہ اس جنگ میں آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اپنی کارکردگی سے اس جنگ کے دوران میں آپ کو مایوس نہ کرونگی۔

راجکماری دیاونتی کی اس گفتگو پر راجہ ملکی رام کہیں کھو سا گیا تھا۔ اس کی گر جھک گئی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر بیٹی کا دل رکھنے کی خاطر اس نے ا چہرے پر مصنوعی سی مسکراہٹ بکھیر لی۔ اس کے بعد راجکماری دیاونتی کو مخاطب کر ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

بچی! اس میں کوئی شک نہیں تو میری بیٹی بھی ہے۔ بیٹا بھی اور میں نے تیر پرورش بھی یقیناً" بیٹوں جیسی ہی کی ہے۔ پر سن بچی! چند دن پہلے تیرا بیاہ ہوا اور تیرے پتی کو قتل کر دیا گیا ہے اس بنا پر اب تو ایک ودھوا ہے۔ اور پھر دو بات یہ کہ آج ہی میرے پاس مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے کچھ قاصد آئے ہیں۔ ان نے مجھے دو پیغام دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ دہلی کا سلطان ناصرالدین ہمارے خلاف حر میں آنا چاہتا ہے۔ اور میں اپنے لشکر کو لے کر اس جگہ پہنچوں جہاں اس سے ناصرالدین کے مشیر عمادالدین سے ہمارا ٹکراؤ ہوا تھا۔ دوسری بات جو اس نے کہی وہ یہ کہ اس نے تمہارا مطالبہ کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ دیاونتی کے پھیرے میر بیٹے سندر داس کے ساتھ ہوئے تھے۔ اب جب کہ سندر داس کو موت کے گھا اتار دیا گیا ہے۔ تو دیاونتی کو قنوج میں نہیں مالوہ میں ہونا چاہئے تھا۔ اس کا یہ مطالبہ تھا کہ اگر میرا بیٹا مرتا اور اس کی چتا جلائی جاتی۔ تو دیاونتی پر یہ لازم ہوتا کہ اپنے شوہر کی چتا میں جل مرتی اور ستی ہو جاتی۔ لیکن ایسا چونکہ نہیں ہوا۔ لہٰذا جا دیو نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ دیاونتی چونکہ اس کے بیٹے کی ودھوا ہے۔ لہٰذا اسے ا بھیجا جائے جہاں وہ راج محل میں اس کے بیٹے کی نشانی کے طور پر رہے گی۔

بالک! میں ایسا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ اب جب کہ تو ودھوا ہو چکی ہے۔ میں تا ہوں کہ تو قنوج کے راج محل میں ہی رہے میں جاہر دیو کو کسی نہ کسی طرح ٹال نگا۔ کہ دیاونتی مالوہ نہیں قنوج میں رہے گی۔ بچے جہاں تک تمہارا لشکر میں داخل نے کا تعلق ہے۔ تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں دو تین روز تک لشکر کو لے یہاں سے کوچ کر جاؤنگا۔ تو میرے بعد راج پاٹ کا خیال رکھنا۔ میں تجھے اپنے نہیں لے کے جاؤنگا۔ بلکہ اپنے نائب کی حیثیت سے قنوج میں چھوڑ کے جاؤں میری بچی اب تو راج محل کے اندر جا میں اپنے سیناؤں کے سرکردہ لوگوں سے جو و کر رہا تھا۔ اسے انجام دے لوں۔

راجہ ملکی رام کی اس گفتگو سے دیاونتی کو مایوسی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک سر ائے وہ کھڑی رہی۔ پھر افسردہ افسردہ سی مڑی اور راج محل کی طرف ہو لی تھی۔ کہ راجہ ملکی رام پھر اپنے سیناؤں کے سالاروں کی طرف چلا گیا تھا۔

سر جھکائے دیاونتی راج محل کے اسی کمرے میں داخل ہوئی جس کمرے سے اٹھ گئی تھی۔ اس نے دیکھا وہاں اس کی ماتا اندو بائی کے ساتھ دونوں ماں بیٹی کا مخبر رام بھی بیٹھا ہوا تھا۔ دیاونتی کو دیکھتے ہوئے تلسی رام نے پریشانی کا اظہار کرتے ے کہنا شروع کیا۔

راج کماری اگر میں غلطی پر نہیں تو راجہ نے تمہیں اپنے ساتھ یدھ اور جنگ لیجانے سے انکار کر دیا ہے۔

دیاونتی منہ سے کچھ نہ بولی۔ تاہم اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ افسردہ بکھری بکھری سی چال چلتی ہوئی اپنی ماتا اندو بائی کے پاس جا بیٹھی تھی۔

قبل اس کے کہ راجکماری دیاونتی یا اندوبائی میں سے کوئی گفتگو کا آغاز کرتا۔ تلسی بول پڑا۔

دیاونتی میری بیٹی میری بچی میں جانتا تھا۔ راجہ تمہیں اپنے ساتھ کسی بھی صورت لے جائے گا۔ تمہاری آمد سے پہلے میں تمہاری ماتا سے اس موضوع پر گفتگو کر تھا۔ اور میں نے تمہاری ماتا کو پہلے بتا دیا تھا کہ راجہ تمہیں اپنے سنگ نہیں رکھے ب تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ اگر وہ فیصلہ تمہیں

منظور ہو۔ اور اگر اس میں ہم کامیاب ہو گئے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ قنوج کے اس
راج محل سے جو اس وقت تم ماں بیٹی کے لئے قید خانے اور زندان سے زیادہ اہمیت
نہیں رکھتا۔ تم دونوں کی جان چھوٹ جائے گی۔

تلسی رام کی اس گفتگو سے دیاونتی نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ اور
اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی آ گئی تھی۔ قبل اس کے کہ وہ تلسی رام کو مخاطب
کرتے ہوئے کچھ پوچھتی تلسی رام خود ہی بول پڑا۔

راجکماری! ان دنوں قنوج شہر میں کچھ نٹ اور بازی گر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ و
روز شہر کے لوگوں کو اپنے فن سے محظوظ کرتے ہیں۔ جب آپ کے پتا اپنے لشکر کے
ساتھ قنوج سے کوچ کر جائیں گے۔ تب میں ان سے رابطہ قائم کرونگا۔ اور ان سے
کہوں گا کہ ایک بھاری رقم کے عوض تم دونوں ماں بیٹی کو قنوج شہر سے نکال لے
جائیں۔ قنوج سے نکل کر تم دونوں ماں بیٹی دہلی کا رخ کرنا۔ وہاں الغ خان کی حویلی میں
قیام کر لینا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو کسی طرح دونوں میدان جنگ کی طرف چلے جانا او
الغ خان سے جا ملنا۔

قبل اس کے کہ دیاونتی تلسی رام کی اس تجویز کا جواب دیتی۔ رانی اندو بائی اس
سے پہلے ہی بول پڑی۔

تلسی رام یہ تجویز تمہاری بہت اچھی اور قابل عمل ہے۔ پر ایک بات یاد رکھ
میں نہیں بھاگوں گی۔ میں اپنا جیون مرن قنوج شہر کے حوالے کر چکی ہوں۔ تم جانتے
ہو کہ میری بچی الغ خان کو پسند کرتی ہے۔ اور میرے جیون کی سب سے بڑی خواہش
سب سے بڑی اکشا اور آشا یہی ہے کہ میری بیٹی اپنے پریتم کے ساتھ پرسکون او
خوش خوش زندگی بسر کرے۔ لہٰذا میں قنوج میں ہی رہوں گی۔ یہاں سے بھاگنے
انتظام صرف میری بیٹی راجکماری دیاونتی کے لئے کرنا۔

یہاں تک کہتے ہوئے رانی اندو بائی تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر کچھ سوچا۔ اس
کے بعد دوبارہ اس نے تلسی رام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

تلسی رام تمہارے ہم دونوں ماں بیٹی پر بڑے احسان ہیں۔ پر دیکھ میں اور میری
بچی دونوں اس وقت ایک الجھن ایک دقت میں پڑی ہوئی ہیں۔ میں اپنا جیون گزا

ہوں۔ جیون کے باقی دن یہی قنوج میں گذار دونگی۔ اس لئے کہ میرا جیون مرن
قنوج میں ہی ہے۔ تلسی رام تم ایک کام کرنا۔ جن بازی گروں اور نٹوں نے ان
قنوج شہر میں قیام کیا ہوا ہے۔ تم ان سے بات کرنا۔ انہیں ایک بھاری رقم کا
دینا اور انہیں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنا کہ وہ اس سمت سے ہو کے
ریں۔ جہاں ہندوستان کے راجاؤں کی دہلی کے سلطان ناصرالدین کے ساتھ جنگ
نے والی ہے۔ کوشش یہ کریں کہ دہلی کے سلطان ناصرالدین کے لشکر کی پشت کی
سے گذریں۔ اور فاصلہ رکھیں۔ لیکن راجاؤں کے لشکر کی طرف مت جائیں۔

جب وہ دیکھیں کہ سلطان ناصرالدین کا لشکر اب ان سے قریب ہے۔ تو وہاں
بیٹی دیاونتی کو چھوڑ دیں۔ اور خود جس سمت نکلنا چاہیں نکل جائیں۔ دیاونتی وہاں
خود ہی سلطان کے لشکر میں داخل ہو کر الغ خان کے پاس چلی جائے گی۔

تلسی رام دیاونتی کا دہلی جانا خطرے سے خالی نہیں ہے تم جانتے ہو کہ دہلی سے
ایک نوجوان آیا تھا۔ جس نے ملکی رام پر انکشاف کیا تھا کہ دیاونتی الغ خان کو پسند
ی ہے۔ اگر دیاونتی پھر دہلی پہنچ گئی اور اس جوان کی نگاہ اس پر پڑھ گئی۔ تو یاد رکھنا
نتی کے خلاف دوبارہ ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔ پہلے تو ملکی رام نے اسے معاف
دیا تھا۔ اب اگر دوبارہ اسے دہلی سے یہاں لایا گیا۔ تو یاد رکھنا۔ ملکی رام اس بات
پرواہ نہیں کرے گا کہ دیاونتی اس کی اکلوتی بیٹی اس کی راجکماری ہے۔ فوراً" اس
گردن کاٹنے کا حکم دے دے گا۔ لہٰذا اسے ان بازی گروں سے کہنا کہ ضرور
ان ناصرالدین محمود کے لشکر کے قریب سے گذریں اور وہاں دیاونتی کو چھوڑتے
ے جس سمت وہ جانا چاہیں چلے جائیں تلسی رام یہ بڑا اہم کام ہے۔

جیسا کہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ مالوہ کے راجہ جاہر دیو نے ملکی رام کے نام پیغام
یا ہے کہ دیاونتی اس کے مرنے والے بیٹے کی ودھوا ہے۔ لہٰذا اسے قنوج سے
بھجوایا جائے۔ میرا دل میرا من کہتا ہے کہ ملکی رام انکار نہیں کرے گا۔ اس
تو وہ میدان جنگ کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔ واپسی پر یاد رکھنا۔ اگر مالوہ کے
جاہر دیو نے اصرار کیا۔ تو وہ ضرور دیاونتی کو قنوج سے مالوہ روانہ کر دے گا۔ اور
مکی ایک ودھوا کی حیثیت سے میری بیٹی جو زندگی اور جیون کے دن گذارے گی۔

وہ اس کے لئے انتہائی کٹھن اور ناقابل برداشت ہونگے۔

اندو بائی کہتے کہتے رکی۔ دم لیا۔ اس کے بعد تلسی رام کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔ تلسی رام اب تم جاؤ۔ میرے خیال میں دیاونتی کے پاس اس موضوع پر اور یہاں سے کوچ کرنے کے لئے ہم سے بات کرنے کے لئے ضرور ادھر آئیں گے۔

تلسی رام نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ چپ چاپ وہ اس کمرے سے چلا گیا تھا۔

ادھر عمادالدین ریحانی نے بدایوں پہنچ کر صوبے کے سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ خوب لوٹ کھسوٹ کرتے ہوئے اس نے اپنے لئے دولت جمع کرنا شروع کر دی تھی۔ وہ ایک طرح سے خوش تھا کہ اس کو دہلی کی بجائے بدایوں روانہ کر دیا گیا ہے۔ اور وہ بدایوں میں اپنی من مانی کر سکتا ہے۔ دہلی میں رہتے ہوئے اسے ہر وقت خان اعظم اور الغ خان سے خدشہ اور ڈر رہتا تھا۔ لیکن بدایوں میں وہ ایک طرح سے مطلق العنان تھا۔ ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے خام خیال کے مطابق دہلی کا سلطان ناصرالدین دور بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر وہ بہت کچھ کر سکتا تھا۔ عمادالدین ریحانی چونکہ سازشی ذہن رکھتا تھا۔ لہٰذا اس کا دماغ ہر وقت ٹیڑھے ہی راستوں پر چلنے کا عادی ہو چکا تھا۔

ایک روز عمادالدین ریحانی اپنی رہائش گاہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ایک محافظ اندر آیا۔ اور اسے اطلاع دی کہ دو قاصد فی الفور اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ اور وہ دونوں قاصد مالوہ کے راجہ جاہر دیو کی طرف سے آئے ہیں۔

مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا سن کر عمادالدین ریحانی چونکا تھا۔ اس نے اپنے محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو قاصد جاہر دیو کی طرف سے آئے ہیں۔ انہیں فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔

تھوڑی دیر بعد وہ محافظ راجہ جاہر دیو کے دونوں قاصدوں کو لے کر آیا۔ عمادالدین ریحانی نے انہیں عزت و احترام دیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سے پرجوش مصافحہ کیا۔ خالی نشستوں پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے۔ تو عمادالدین ریحانی نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! کہو مالوہ کے راجہ نے تمہیں کس مقصد کے تحت بدایوں کی طرف روانہ کیا ہے۔

دونوں قاصد پہلے آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے۔ پھر انہوں نے احتجاجی سی نگاہ عمادالدین ریحانی کے قریب کھڑے اس کے محافظ پر ڈال دی تھی۔ جس پر عمادالدین ریحانی فوراً" اپنے اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تم جاؤ۔ جس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہوئی تمہیں بلا لونگا وہ محافظ وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے دونوں کو پھر مخاطب کیا۔

اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

جواب میں ان دونوں محافظوں میں سے ایک نے اپنے لباس کے اندر سے بانس کا خول نکالا اور عمادالدین ریحانی کی طرف اسے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس خول کے اندر مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا خط ہے جو آپ کے نام ہے۔

بانس کا خول عمادالدین ریحانی نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے لے لیا۔ اس نے اس سے خط نکالا۔ پڑھنے لگا خط پڑھتے ہوئے اس کے چہرے پر دور دور تک مسکراہٹ کی لکیریں بکھر گئی تھیں خط پڑھنے کے بعد اس نے تہہ کرتے ہوئے بانس کے خول میں ڈالا۔ بانس کے خول کا منہ بند کر دیا۔ پھر اس بانس کو اس نے سنبھال کے رکھ لیا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد ان دو قاصدوں میں سے ایک بول پڑا۔

محترم عمادالدین ریحانی ہمارے راجہ نے آپ کے نام جو خط لکھا ہے وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ پورا خط پڑھنے کے بعد یقیناً" آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ راجہ جاہر دیو آپ سے کیا چاہتا ہے۔ پر راجہ نے ہمیں یہ بھی تاکید کی تھی۔ کہ ہم زبانی بھی آپ سے گفتگو اور کلام کریں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ دہلی کا سلطان ہندوستان کے راجاؤں کے خلاف حرکت کر رہا ہے۔ ہمارا راجہ جاہر دیو یہ چاہتا ہے کہ اس موقع پر اگر آپ دہلی کے سلطان ناصرالدین کے خلاف بغاوت کر دیں۔ تو یقیناً" دہلی کے سلطان ناصرالدین کی راجاؤں کے خلاف یہ مہم ناکام ہو جائے گی۔ اور اسے ناکام و نامراد دہلی کا رخ کرنا پڑے گا۔ جس وقت تک وہ دہلی کا رخ کرے گا۔ راجاؤں کا متحدہ لشکر اس پر حملہ آور ہو گا۔

اور اس کو بدترین شکست دے گا۔ راجہ جاہر دیو کا یہ ارادہ ہے کہ اگر جنگ میں دہلی کے سلطان کو شکست ہوتی ہے۔ تو سلطان کے ساتھ الغ خان اور خان اعظم تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ایسی صورت میں آپ کے نام راجہ جاہر دیو کا یہ بھی پیغام ہے کہ ناصرالدین کی جگہ دہلی کا سلطان آپ کو مقرر کیا جائے گا۔

یہاں آپ کے ذہن میں یہ خدشات بھی اٹھتے ہونگے کہ اگر راجاؤں کے متحد لشکر نے دہلی کے سلطان ناصرالدین کو شکست دی۔ ناصرالدین' خان اعظم اور الغ خان مارے گئے۔ تو پھر مالوہ یا کسی اور جگہ کا راجہ خود دہلی کا حکمران بن بیٹھے گا۔ پر ایسا نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ دہلی اور مسلم سلطنت کے لوگ کبھی بھی پسند نہیں کریں گے کہ کوئی راجہ ان پر حکمران ہو۔ لہٰذا دہلی کا سلطان ہر صورت میں آپ کو بنایا جائے گا۔ اس لئے کہ آپ کے علاوہ کوئی اور راجہ دہلی پر حکومت کرتا ہے۔ تو اس کے لئے مسائل ہی مسائل اٹھ کھڑے ہونگے۔ دہلی ہی میں نہیں بلکہ اس کی اپنی آبائی ریاست میں بھی اس کے لئے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات طے شدہ ہے کہ دہلی کا سلطان آپ کو ہی بنایا جائے گا۔

ساتھ ہی ہمارا راجہ جاہر دیو یہ بھی چاہتا ہے کہ آپ کے جو بہترین دست راست ہیں۔ وہ بھی آپ کے ساتھ بغاوت کریں۔ اگر آپ انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کریں۔ وہ یقیناً" آپ کی بات مانیں گے۔ ان میں سب سے پہلے یقیناً" قتلغ خان ہے۔ جو سلطان ناصرالدین کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے۔ اور اس وقت بہرائچ کا حاکم ہے۔ دوسرا سندھ کا والی کشلی خان ہے۔ ان دونوں کے ساتھ آپ کے بہترین تعلقات ہیں۔ راجہ جاہر دیو کا کہنا ہے کہ اگر آپ ان دونوں کی طرف تیز رفتار قاصد بھجوائیں خود بھی سلطان کے خلاف بغاوت کریں اور قتلغ خان اور کشلی خان دونوں بھی آمادہ کریں کہ وہ سلطان کے خلاف بغاوت کر دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں دہلی کا سلطان آنے والے دنوں میں ناصرالدین نہیں بلکہ آپ یعنی عمادالدین ریحانی ہو گا۔

عمادالدین ریحانی قاصد کی اس گفتگو سے گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اس کے لبوں پر ہلکا ہلکا سا تبسم بھی تھا۔ اس کے تفکرات سے فائدہ اٹھانے کی خاطر اس بار

دوسرا قاصد بول پڑا۔

"محترم عمادالدین ریحانی! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دہلی کی سلطنت حاصل کرنے کے لئے اور دہلی کا سلطان بننے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور اچھا موقع آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اگر آپ نے اس موقع کو گنوا دیا۔ تو یاد رکھنا ساری زندگی آپ کی جھولی اور آپ کے دامن میں پچھتاوے کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

دوسرے قاصد کی اس گفتگو سے عمادالدین ریحانی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس موقع کو ضائع نہیں کروں گا۔ اس موقع سے میں پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا تم دونوں آنے والی شب یہاں قیام کرو اور اگلے روز اپنے راجہ جاہر دیو کی طرف کوچ کر جانا میری طرف سے اسے یقین دلاؤ کہ جیسا وہ چاہتا ہے ویسا ہی ہو گا۔

اس کے ساتھ ہی عمادالدین ریحانی نے اپنے محافظ کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے جائے اور ان کے آرام اور قیام کا اہتمام کرے وہ ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اگلے روز راجہ جاہر دیو کے دونوں قاصد بدایوں سے مالوہ کی طرف کوچ کر گئے تھے اسی روز عمادالدین ریحانی نے ناصرالدین کے خلاف بغاوت اور اعلان جنگ شروع کر دیا تھا اور ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد بہرائچ کے والی قتلغ خان اور سندھ کے حاکم کشلی خان کی طرف بھجوائے اور انہیں بھی بغاوت کھڑی کرنے کا مشورہ دیا عمادالدین ریحانی کا پیغام ملتے ہی غیر ذمہ دار قتلغ خان نے بہرائچ اور کشلی خان نے سندھ میں سلطان ناصرالدین کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا تھا۔

چند روز کی لگاتار تیاریوں کے بعد قنوج کے راجہ ملکی رام نے اپنے سینکوں کے ساتھ قنوج سے کوچ کیا اور اس سمت کا رخ کیا جہاں سلطان ناصرالدین خیمہ زن تھا سلطان نے ابھی تک اسی جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا جہاں عمادالدین ریحانی کو اس نے بدایوں کا والی مقرر کیا تھا وہاں قیام کے دوران سلطان ناصرالدین نے اطراف میں اپنے مخبر پھیلا دیئے تھے جو دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے مخبروں نے انہیں یہ اطلاع دی تھی کہ ہندوستان کے چاروں بڑے راجہ سلطان ناصرالدین کے خلاف جنگ کے در پے ہیں اور اپنے اپنے مرکزی شہر سے نکل کھڑے ہوئے ہیں تب سلطان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا سلطان نے سیدھا ان میدانوں اور ویرانوں کا رخ کیا جہاں اس سے پہلے ہندوستان کے ان چاروں راجاؤں نے عمادالدین ریحانی کو شکست دی تھی۔

شاید سلطان ناصرالدین جان بوجھ کر ان علاقوں کو پھر میدان جنگ بنانا چاہتے تھے شاید وہ ہندوستان کے راجاؤں پر یہ ثابت کرنے کے در پے تھے کہ ان کے مقابلے میں دہلی سلطنت کمزور اور ناتواں نہیں ہے انہی میدانوں انہی ویرانوں کے اندر پڑاؤ کرتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے بڑی بے چینی سے ہندوستان کے چاروں راجاؤں کی آمد کا انتظار کرنا شروع کر دیا تھا ابھی تک سلطان کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ اس کے خلاف عمادالدین ریحانی کے علاوہ قتلغ خان اور سندھ کے حاکم کشلی خان نے بغاوت کر دی ہے۔

دوسری جانب ہندوستان کے راجاؤں کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان ناصرالدین نے اپنے بہترین سپاہ سالار بلبن اور الغ خان کے ساتھ ان ہی میدانوں میں پڑاؤ کیا ہے جہاں اس سے پہلے وہ عمادالدین ریحانی کو شکست دے چکے ہیں اس صورت حال

، چاروں راجاؤں نے اپنے مخبروں اور جاسوسوں کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ کھا اور پھر چاروں ایک ہی ساتھ اور ایک ہی دن سلطان ناصرالدین کے سامنے آ ودار ہوئے سلطان کے لشکر کے سامنے انہوں نے اپنے متحدہ لشکر کا پڑاؤ کروایا تھا۔

سلطان ناصرالدین خان اعظم اور بلبن تینوں نے جائزہ لیا کہ چاروں راجاؤں کے ر کی تعداد ان کے اپنے لشکر سے بہت زیادہ تھی اور پھر وہ جو لشکر چاروں راجہ لے آئے تھے اس لشکر کی تعداد اس لشکر سے بھی کہیں زیادہ تھی جس لشکر کے ساتھ لے انہیں چاروں راجاؤں نے ان ہی میدانوں کے اندر عمادالدین ریحانی کو شکست تھی۔

چند روز تک دونوں لشکریوں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رکھا اور کسی بھی جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش نہ کی اسی دوران قنوج میں ایک چھوٹا سا لاب رونما ہوا اور ہوا اس طرح کہ ایک روز جب کہ شام رات میں ڈھل رہی تلسی رام راج محل کے اس کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا جس کے رانی اندو بائی اور راج کماری دیاونتی تھیں۔

پہلی ہی دستک پر رازدارانہ سی آواز سنائی دی "کون ہے؟"

جواب میں تلسی رام نے بڑی دھیمی اور رازدارانہ سی آواز میں جواب دیتے ئے کہا "راج کماری میں تلسی رام ہوں"

آواز پھر سنائی دی "اندر آ جاؤ"۔

تلسی رام دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اندو بائی اور راج کماری دیاونتی ایک ت پر بیٹھی تھیں اور ان کے اشارے پر تلسی رام ان کے سامنے بیٹھ گیا پھر تلسی نے راج کماری دیاونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"راج کماری میں گزشتہ کئی روز سے بازی گروں کے سردار سے بات کرتا رہا آج وہ میرا کہا ماننے پر تیار ہو گیا ہے بازی گروں کا وہ قبیلہ شہر چھوڑ کر جا رہا ہے آپ کو بھی اپنے ساتھ لیتا جائے گا میں نے ان سے تفصیل کے ساتھ بات کی بازی گروں کا وہ قبیلہ سلطان ناصرالدین محمود کے لشکر کے پچھواڑے سے گزرے اور آپ کو وہاں چھوڑ دے گا اور آپ بلا دھڑک اور بلا جھجک سلطان ناصرالدین

کے لشکر میں شامل ہو کر الغ خان کے پاس جا سکتی ہیں اس کے لئے رانی اندو بائی نے
مجھے جو رقم دی تھی وہ رقم میں نے ان کے حوالے کر دی ہے اب آپ راج محل سے
نکل کر اس جگہ کا رخ کریں جہاں بازی گروں نے پڑاؤ کر رکھا ہے اس جگہ سے آپ
اچھی طرح واقف ہیں لہٰذا میرے یا کسی اور کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے اگر
کوئی آپ کے ساتھ گیا تو راز فاش ہو جائے گا اور آپ کے پکڑے جانے کا خدشہ اٹھ
کھڑا ہو گا۔

" تلسی رام میرے بزرگ میں تمہاری شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے
ہمارے لئے اس قدر اہتمام کیا لیکن ایک بات ہم سب کی توجہ کا مرکز نہیں ہے تلسی
رام اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر میں اس وقت بازی گروں کے قبیلے میں پہنچتی ہوں
اور وہ اسی وقت یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو میں ان کے ساتھ شہر سے نکلنے اور الغ
خان کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گی لیکن اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ میں راج محل
سے نکل کر بازی گروں کے قبیلوں تک کیسے پہنچوں گی اس لئے کہ تم جانتے ہو راج
محل کے چاروں طرف کڑا پہرہ ہے اب میرے پتا جی نے پہرے داروں کو سختی سے
حکم دے رکھا ہے کہ کسی بھی صورت میں راج محل سے جانے نہ پاؤں"۔

" راج کماری دیاونتی نے یہ الفاظ بڑے کرب اور اندوہ میں ادا کئے تھے۔

تلسی رام کے چہرے پر خوش کن سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کے بعد
اس نے راج کماری دیاونتی سے کہنا شروع کیا۔

راج کماری راج محل سے خانہ بدوشوں کے قبیلے تک آپ کو پہنچانا میرا کام ہے
اگر میں نے بازی گروں کے ساتھ آپ کے نکل جانے کا اہتمام کیا ہے تو بازی گرو
کے قبیلے تک پہنچنے کا بھی میں انتظام کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی تلسی رام نے
گٹھری جو اس نے اپنی بغل میں دبا رکھی تھی۔ دیاونتی کی گود میں رکھتے ہوئے
شروع کیا۔

راج کماری اس گٹھری کے اندر لونڈی اور ملازموں کے سے لباس ہیں یہ
لباس ہیں اور میرے خیال میں یہ سارے ہی آپ کے تن پر پورے ہوں گے آپ ا
میں سے ایک پہن لیں اور راج محل کی مختلف راہداریوں سے ہوتی ہوئی آپ را

محل سے باہر نکل سکتی ہیں لونڈیوں کے لباس میں کوئی آپ کو پوچھے گا بھی نہیں۔

تلسی رام کے اس انکشاف پر رانی اندو بائی اٹھ کھڑی ہوئی اور راج کماری
دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی تم ساتھ والے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کر لو تلسی رام ٹھیک کہتا ہے
اس سے بہتر موقع میری بچی میری پتری تمہیں یہاں سے بھاگنے کا نہیں ملے گا۔ میں
دوسرے کمرے میں جا کر تمہاری تیاری کرتی ہوں اور ضروریات کا سارا سامان ایک
گٹھری میں باندھ کر تمہارے حوالے کرتی ہوں۔

دیاونتی اٹھ کھڑی ہوئی تلسی رام بھی اٹھ کھڑا ہوا اور رانی کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔

مالکن میں اب جاتا ہوں لونڈی کے کپڑے پہنا کر آپ راج کماری کو اپنے
کمرے سے نکال دیجئے گا میرے خیال میں جس طرح میں نے کہا ہے اس طرح راج
کماری راج محل سے نکل کر خانہ بدوشوں کے قبیلے میں پہنچ جائے گی۔ ان کا سردار
اور اس کے چند مخصوص آدمی بڑی بے چینی سے راج کماری کا انتظار کر رہے ہیں۔
جوں ہی یہ ان کے قبیلے میں پہنچتی ہے۔ وہ راجکماری کو لے کر سردار کے پاس جائیں
اور قبیلہ اسی وقت وہاں سے کوچ کر جائے گا۔

رانی اندو بائی نے تلسی رام کو جانے کی اجازت دے دی اور پھر اندو بائی بھی
رے کمرے میں چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اندو بائی لوٹی اس کے ہاتھ میں گٹھری تھی جس میں اس نے
نتی کی ضرورت کا سامان باندھا ہوا تھا۔ اتنی دیر تک دیاونتی لباس تبدیل کر کے آ
پھر گٹھری اندو بائی نے دیاونتی کے حوالے کر کے کہنا شروع کیا۔

"دیاونتی میری بچی وقت ضائع نہ کرو فوراً" راج محل سے نکل کر بازی گروں کے
کی طرف چلی جاؤ اس کمرے سے نکلتے ہوئے دائیں بائیں خوب دیکھ بھال کر چلنا
تمہیں کوئی پہچان نہ لے لونڈیوں کی طرح اپنا چہرہ ڈھانپ کر رکھنا" اس کے ساتھ
اندو بائی نے آگے بڑھ کر دیاونتی کو گلے لگایا اسے جی بھر کے پیار کیا اس موقع پر
ماں بیٹی کی آنکھوں میں آنسو تھے دیاونتی نے بھی آگے بڑھ کر اپنی ماں کا چہرہ چوما

اپنا چہرہ ڈھانپا پھر وہ اس کمرے سے نکل گئی تھی۔

دیاونتی راج محل کی مختلف راہداریوں سے ہوتی ہوئی راج محل سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئی لونڈیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی لہٰذا کسی نے بھی اس سے اعتراض نہ کیا تھوڑی دیر بعد وہ بازی گروں کے قبیلے میں داخل ہو گئی تھی اس کا وہاں داخل ہو تھا کہ دو تین نوجوان اس کے اردگرد منڈلانے لگے تھے کچھ عورتیں اس کے قریب آئیں پھر ان میں سے ایک نے بڑی رازداری سے اسے مخاطب کیا۔

”راج کماری دیاونتی آپ جلدی کریں ہم آپ کو سردار کے پاس لے کر چلتے ہیں“ دیاونتی چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لی تھی۔

وہ عورتیں دیاونتی کو اپنے سردار کے پاس لے گئیں دیاونتی کا وہاں پہنچنا تھا کہ سردار نے اپنے قبیلے کو کوچ کا حکم دے دیا اس کے ساتھ ہی قبیلہ وہاں سے حرکت میں آیا اور قنوج کے شہرپناہ سے مغربی دروازے کی طرف ہو لیا تھا۔

بازی گروں کا وہ قبیلہ خیر و عافیت سے قنوج کے غربی دروازے سے نکل گیا تھا دیاونتی اور اس بازی گر قبیلہ کی بد قسمتی کہ ابھی انہوں نے زیادہ سے زیادہ دو میل سفر ہی طے کیا ہو گا کہ پیچھے مسلح جوان اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہنچ گئے ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز بازی گروں نے دور ہی سے سن لی تھی اور وہ چوکنے او محتاط ہو گئے تھے قریب آ کر تعاقب کرنے والوں نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

”قافلے والو ٹھہرو اگر تم نہ رکے یا مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو ہم تم پر حم آور ہوں گے تم پر تیروں کی بارش کریں گے اور تم کو چھلنی کر کے رکھ دیں گے“۔

یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی بازی گروں کا قبیلہ رک گیا اور اتنی دیر تک تعاق کرنے والے مسلح جوان بھی پہنچ گئے وہ کئی دستوں پر مشتمل تھے اور انہوں نے باز گروں کے چھوٹے سے قبیلے کا محاصرہ کر لیا تھا پھر انہوں نے تلاشی لینی شروع کی ا راج کماری دیاونتی کو وہاں سے پکڑ لیا۔

راج کماری دیاونتی کا وہاں سے ملنا تھا کہ مسلح جوان ان پر حملہ آور ہوئے ا بازی گروں کے سارے قبیلے کو موت کے گھاٹ اتار دیا راج کماری دیاونتی کو لے وہ قنوج کی طرف ہو لئے تھے۔

قنوج شہر میں راج کماری دیاونتی کو ان محافظوں نے رانی اندو بائی کے سامنے ش کیا رانی اندو بائی آگے بڑھی اس وقت وہ غیظ و غضب کی حالت میں تھی لگاتار دو انچے راج کماری دیاونتی کے چہرے پر دے مارے پھر اس نے راج کماری دیاونتی کو نتہائی غصے کی حالت میں مخاطب کیا۔

”حرام زادی‘ بے غیرت‘ بے حیا تمہیں شرم نہ آئی کہ غیروں کے ساتھ تم نے اگنے کی کوشش کی آخر تم کہاں جانا چاہتی تھیں یاد رکھنا اس راج محل کے اندر تم دوبارہ کوئی ایسی کوشش کی تو میں خود تیرے پتا جی سے اس خواہش کا اظہار کروں گی وہ تیری گردن کاٹ کر رکھ دیں اب تو دفع ہو اپنے کمرے کی طرف جا اور آئندہ ایسی حرکت تو نے کی تو یاد رکھنا تو جیون سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔

اس کے ساتھ ہی جو مسلح جوان دیاونتی کو لے کر آئے تھے انہیں اندو بائی نے نے کو کہا وہ فورا“ چلے گئے ان کے جانے کے بعد اندو بائی نے کمرے کا دروازہ بند آگے بڑھ کر دیاونتی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا حوصلہ دیا اور روتی ہوئی آواز میں کہنے ۔

”میری بچی میری پتری جو کچھ میں نے کیا اس میں تیرا میرا بچاؤ تھا دل پر سل رکھ میری بچی جس حالت میں میں نے تمہیں طمانچے مارے اس کی کیفیت میں ہی جانتی لیکن سن میری بچی اس طرح سے میں نے تیرا اور اپنا تحفظ کیا ہے بتانے والے رے پتا جی سے یہی کہیں گے کہ تم بھاگی تھیں لیکن اس میں میری رضا مندی امل نہ تھی لہٰذا میں تم سے ناراض ہوئی تم پر ہاتھ بھی اٹھایا اب جا اپنے کمرے میں ر آرام کر شاید بھگوان کو یہ منظور نہیں کہ تو اپنے پریتم الغ خان کے پاس پہنچے اسی ساتھ ہی رانی اندو بائی بیچاری دھاروں دھار رونے لگی تھی دیاونتی دوسرے کمرے نہیں گئی بلکہ اپنی ماتا اندو بائی کو سنبھالنے لگی تھی۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے چند روز تک قیام کئے رہے ستاتے رہے اور اپنی جنگی تیاریوں کو بام عروج پر پہنچاتے رہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے متحد راجاؤں کا لشکر حرکت میں آیا اور اس کے اندر جنگ کے طبل ڈھول اور نفیریاں بج اٹھی تھیں۔ ساتھ ہی چاروں راج مل کر اپنے لشکر کی ترتیب درست کرنے لگے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنی شروع کیں حسب معمول سلطان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ایک اپنے پاس رکھا۔

اور اپنے حصے کے ساتھ سلطان ناصرالدین وسط میں قلب کے طور پر رہا دوسرا حصہ خان اعظم بلبن کی کمانداری میں تھا وہ دائیں جانب اور تیسرے حصے کو لے کر الغ خان بائیں جانب تھا۔

ادھر چاروں راجاؤں نے اپنے لشکر کو چار حصوں ہی میں رہنے دیا۔ مالوہ کا راجا جاہر دیو اور قنوج کا راجا ملکی رام وسطی حصے میں رہے جب کہ دائیں بائیں سوالک کے راجا رندھیر اور جیت پور کے راجا دیپال کو رکھا گیا تھا۔ جس وقت راجاؤں کے متحدہ لشکر نے اپنی صفیں درست کرلیں تب ان کے لشکر سے ایک گھوڑ سوار نکلا وہ سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ اس کی تلوار اس کی کمر سے لٹک رہی تھی اس کی ڈھال اس کی پشت پر تھی۔ نیزہ اس کے سیاہ رنگ کے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا تھا۔ اپنے کندھے پر وہ ایک بھاری اور چمکتا ہوا گرز لئے ہوئے تھا۔

میدان کے وسطی حصے میں آکر وہ سوار رکا اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے سلطان ناصرالدین کے لشکر کی طرف منہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اور اس نے الغ خان کو بلند آواز میں مقابلے کے لئے للکارا۔

اس دعوت مبارزت آرائی پر سلطان ناصرالدین ہی نہیں بلبن بھی چونکا تھا۔ الغ خان بھی تجسس میں پڑ گیا تھا کہ مقابلے پر آنے والا اس کا نام کیسے جانتا ہے اور اس کا نام لے کر اسے مقابلے کی دعوت کیوں دے رہا ہے۔ اس وقت تینوں چونکہ ایک جگہ کھڑے تھے لہٰذا الغ خان نے اپنے سامنے کھڑے سلطان اور خان اعظم کو مخاطب کیا۔

آپ دیکھتے ہیں مقابلے پر آنے والے نے انفرادی مقابلے کے لئے مجھے نام لے کر پکارا ہے۔ لہٰذا میں میدان میں اترتا ہوں میرے خداوند میرے اللہ میرے مالک کو منظور ہوا تو یہ دیوانہ یہ باؤلا میرے سامنے چند لمحوں سے زیادہ نہ نکال سکے گا۔

الغ خان کی اس گفتگو سے سلطان ناصرالدین ہی نہیں خان اعظم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر سلطان ناصرالدین نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان میرے بیٹے میں اس مقابلے سے تجھے نہ منع کرتا ہوں نہ روکتا ہوں تجھے اس مقابلے پر جانا چاہئے۔ اور مجھے امید ہے کہ مقابلے پر آنے والے کو جب تم زیر کرو گے تو ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند اور دشمن کے حوصلے پشت ہو جائیں گے۔ ٹھہرو ابھی تم میدان میں مت اترنا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان ناصرالدین نے خان اعظم بلبن کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم تم دیکھتے ہو مقابلے پر آنے والا سورما اپنے کندھے پر بھاری بھرکم گرز لئے ہوئے ہے۔ کسی کو پڑاؤ میں بھیجو اور اسے حکم دو کہ ایک گرز لے کر آئے وہ گرز لے کر الغ خان مقابلے پر اترے گا۔

سلطان ناصرالدین جب خاموش ہوا تو الغ خان نے خان اعظم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم جس کو بھی آپ گرز لانے کے لئے بھیجیں اسے کہیں کہ پڑاؤ میں جو سب سے بھاری وزنی اور مضبوط گرز ہو وہ لے کے آئے۔

خان اعظم بلبن نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا پھر خان اعظم نے ایک چھوٹے سالار کو حکم دیا وہ بھاگا بھاگا گیا اور پڑاؤ کے اندر سے وہ ایک بھاری گرز اٹھا لایا تھا۔

وہ گرز الغ خان کو تھما دیا گیا الغ خان تھوڑی دیر تک اس گرز کو تولتا رہا پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم میں مقابلے پر اترتا ہوں امید ہے خدا وند نے چاہا تو میں آپ کو مایوس نہیں کرونگا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کی باگیں موڑتے ہوئے الغ خان میدان جنگ کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

وسطی حصے کی طرف جاتے ہوئے لمحے بھر کے لئے الغ خان نے آسمان کی طرف انتہائی عاجزی اور انکساری سے دیکھا پھر وہ اپنے خدا وند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اے سارے جہاں کے پالنے والے زندگی' موت صرف تیرے اشارے کی پابند ہے۔ تو چاہے تو خواہشوں کے حصار کو خوابوں کے ریشم میں بدل دے۔ تو چاہے تو سراب سوچوں کے دشت میں بھٹکتی پتھریلی دھڑکنوں کو جگ مگ کرتے روپ سروپ اور رنگ و نکہت کے آئینے کی تجسیم عطا کر دے۔ میرے اللہ تو ہی وہ ہستی ہے تو ہی وہ مالک و خالق ہے جو آتش فضاؤں پر بھاگتے لمحوں کو نوزائیدہ خوشبو کے جھونکوں کی صورت دے دیتا ہے۔ میرے اللہ میں تیرا ماننے والا بندہ ہوں اور ہمیشہ ضرورت کے وقت حمایت نصرت و مدد کے لئے تیری طرف ہی رجوع کیا تجھے ہی پکارا ہے۔ مقابلے کے اس میدان میں بھی میرے اللہ میں تجھے پکارتا ہوں تجھے آواز دیتا ہوں کیونکہ تو شہ رگ سے قریب ہے۔ اے اللہ تو مجھے نفرت کے ان بیوپاریوں ان ویرانیاں پالنے والوں کے سامنے ستاروں سے سجے سپنوں اور اناؤں میں لپٹی حقیقتوں جیسا کامیاب و کامران رکھنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد الغ خاموش ہو گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے اس نے تیزی سے بھگایا اور عین مقابلہ کرنے والے کے سامنے جا رکا تھا الغ خان کو دیکھتے ہوئے مقابلے پر آنے والا انتہائی نفرت و کرودھ میں بول اٹھا۔

تو ہے الغ خان' سن بنجارے سن خانہ بدوش جب سے اس سنسار کی رچنا رہی ہے میرے جیسے دھار مک اور بھگت لوگ آوش تیرے جیسے نر بھاگیوں اور اپرادھیوں پر قابو پاتے رہے ہیں۔ مجھے اس میدان میں بھیجا ہی اس لئے گیا ہے کہ میں تیری آتما

اور شریر کا سمبندھ توڑوں اور تیرے جیسے اپمان کرنے والے کی مرتک اور لاش اسی میدان جنگ میں شرارہ اور دفن کرتا جاؤں۔

سن الغ خان میری خوش قسمتی بلکہ یوں جانو کہ میرے لئے یہ شبھ گھڑی ہے کہ میرے مقابلے میں تو آیا ہے۔ یہ میدان میرے سامنے تیری آتما کی بربادی تیرے دھرم کی ناش کا کارن بنے گی۔ تو نے ایک راجکماری کو اپنی پتنی بنانے کا سپنا دیکھ کر ایسا پاپ کیا ہے۔ جسکی کوئی انتہا نہیں سن مہاشے میں تجھ پر پرواوروے' بگولے اور بھوںلے کی طرح وارد ہوں گا تو میرے سامنے لاکھ جتن اور کوشش کرے تو ایسا تھک ہارے گا کہ موت کی پرارتھنا اور التجا کرے گا۔ پر میں تجھے معاف نہیں کرونگا اس لئے کہ تو نے ایسے پاپ ایسے گناہ کئے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد مقابلے پر آنے والا جب تھوڑی دیر کے لئے رکا تو الغ خان نے اسے مخاطب کیا۔

باؤلے کتے کی طرح بھونکتے ہی جاؤ گے یا مجھے بھی کچھ بولنے کا موقع دو گے۔ پہلے اپنا نام کہو پھر میں تمہیں تمہاری اس لاف زنی کا جواب دیتا ہوں۔

مقابلے پر آنے والا پھر بول اٹھا۔

الغ خان یوں جانو میرا کوئی نام نہیں ہے یاد رکھنا اس میدان میں تیرے لئے پھر ہینڈوے اور اندرائین جیسا کڑوا اور اس ناگ جیسا زہریلا ثابت ہو گا۔ جس کے زہر کا کوئی تریاق نہ ہو۔ اس لئے میدان میں تیرے پران تیرے سانس کاٹ دونگا سن مہاشے تو نے جس کو اپنی مدد کے لئے پکارنا ہے پکار لے پر تو ایک بات یاد رکھنا اس میدان میں کوئی بھی تیرے سہائتا کو نہ آئے گا۔ اس لئے کہ تیرے جیون کے سے تمام ہوئے۔

مقابلے پر آنے والا جب خاموش ہوا تو انتہائی غضبناکی اور غصے میں الغ خان بول پڑا۔

سن جنم جنم کے کتے حالات اور وقت کی گردش میں میں نے جسے پکارنا تھا اسے پہلے ہی پکار چکا ہوں اور جس مالک جس آقا کو میں نے پکارا ہے یاد رکھنا وہ اپنے نیک بندوں کے لئے سایہ دامن جاں فزا اور سائبان کی طرح ہر دکھ ہر کٹھنائی سے نجات

ولا تا ہے۔ جس آقا کو میں نے پکارا ہے جب پکارنے والا نیک نیتی سے اسے پکارتا ہے تو یاد رکھنا وہ اس کے لئے اپنے کرم سے چھڑیوں کو تلواروں اور بازوؤں کو آہنی گرز میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تیرا جیون جو اس وقت طوفان کی طرح جوش مار رہا ہے یاد رکھنا اس پر میں ارتقاء کے ان گنت لمحوں کی طرح وارد ہونگا اور حراساں کرتی مرگ کی طرح تجھ پر چھاتے ہوئے تیرے جیون کو لمحہ بہ لمحہ بنتی بگڑتی بدترین تاریخ کا روپ دونگا۔

سن کرائے کے کتے میرا نام الغ خان ہے میں جب اپنے خداوند کو پکارتے ہوئے رقص کرتے ہوئے آتش فشاں اور اجل کی گروش کے شورو نمونما کی طرح تجھ پر وارد ہونگا تو تیرے تن کی شیرازہ بندی بکھیر دونگا تیرے رگ و پے کی ایسی چھانٹھ کرونگا کہ تیری آتما تیرے جیون یقین سے گمان اجالوں کے دھندلکوں میں تبدیل کرتا چلا جاؤنگا سن مہاشے آ مجھ سے ٹکرا پھر دیکھ میں کیسے تیری حالت ردو نفی کے تاریک چاہ جیسی کرتا ہوں اور کیسے میں تیرے آئندہ کے کل کو تیرے لئے حرام کرتا ہوں۔ آ مجھ سے ٹکرا۔

مہاشے میں جانتا ہوں تو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق ہے تو نے اپنے کندھوں پر مضبوط آہنی اور فولادی خول پہنے ہوئے ہیں۔ اپنے بازوؤں پر تو نے وزنی اور مضبوط جوشن پہن رکھے ہیں۔ تیرے کندھے پر بھاری بھرکم گرز ہے تیری تلوار تیری کمر سے بندھی ہے تیری ڈھال تیری پیٹھ پر ہے اور تیرا نیزہ بھی میں دیکھتا ہوں تیرے گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا ہے۔ پر جس وقت تو مجھ سے ٹکرائے گا تیرے یہ سارے ہتھیار تیرے ہاتھوں میں لرزنے کانپنے لگے گیں۔

یہ گرز جو تو نے اپنے کندھے پر جما رکھا ہے ذرا اسے حرکت میں لا اور مجھ پر برسا اس کے بعد میرے آہنی گرز کی جب برسات شروع ہو گی تو تیرے جیون کے سامنے تاریکیوں اور اندھیرے کے سوا کچھ نہ ہو گا۔ آ مجھ سے ٹکرا دیر نہ کر۔ تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ اس مقابلے کے نتیجے میں کون زیر کون زبر رکھتا ہے۔ مہاشے! وقت ضائع نہ کر آگے بڑھ میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں اس کے بعد شاید تیری آتما، تیرے بازو لرزنے کانپنے لگیں۔ الغ خان جب خاموش ہوا تو انتہائی درندگی

انتہائی غضب ناکی میں اس کا مد مقابل بول پڑا۔

سن بنجارے! مجھے ہر صورت میں تجھے زیر کرنا ہے۔ اور تیرا سر کاٹ کر اپنے لشکر میں لے کر جانا ہے۔ قنوج کے راجہ ملکی رام نے مجھے تیرے لئے منتخب کیا ہے۔ اور اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اگر میں تجھے زیر کروں اور تیرا سر کاٹ کر اس کے سامنے پیش کروں۔ تو وہ مجھے انعام میں ایک بھاری رقم دے گا۔ "سن! اس کی ریاست کے اندر میرے جیسا کوئی تلوار کا دھنی نہیں اس کی ریاست کے اندر میرے جیسا کوئی زور آور دلیر نہیں۔ اور اس کی راج دھانی کے اندر میرے جیسا کوئی گرز چلانے والا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اس بنا پر اس نے میرا انتخاب کیا ہے۔ تاکہ میں تیرا سر کاٹوں کیونکہ تو نے اس کی راج کماری ویاونتی سے پریت کر کے ایک ایسا پاپ کیا ہے۔ جس کی سزا تجھے ملنی چاہیے۔

سن بنجارے! تو ایک معمولی گوپ، گوالا، گوسی، گلہ بان، گڈریا اور ریوڑ چرانے والا ہے۔ تو نے یہ کیسے جرات کی کہ تو ہند کی ایک راجکماری سے پریت کرے تیرے جیسے گھٹیا انسان کو تو ہم اپنی چوکھٹ پر پاؤں رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

جواب میں الغ خان نے بھی بڑی کراہت کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

غلیظ انسان! ریوڑ چرانا پیغمبروں کی سرشت اور شیوہ رہا ہے اور میرے خداوند نے اپنے پیغمبروں، اپنے نبیوں، اپنے رسولوں کو گلہ بانی سے ہی جہاں فانی کی طرف لے جانا پسند کیا۔ دیکھ باتیں نہ بنا مقابلے کی ابتدا کر میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دے چکا ہوں۔

اب زیادہ بک بک اور بکواس نہ کرنا اگر تو نے پھر گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا تو میں اپنا گرز سنبھال لوں گا۔ تیرے شانوں اور تیرے سر کا نشانہ بناتا چلا جاؤں گا۔ یاد رکھنا تو نے یہ جو اپنے کندھوں پر خول چڑھا رکھے ہیں۔ یہ میں دیمک زدہ دروازوں کی طرح کھولتا چلا جاؤں گا اٹھا اپنا گرز اور برسا مجھ پر اس کے بعد دیکھ میں ایک گلہ بان، ایک گڈریا تیرا کیا انجام کرتا ہوں۔

غصے اور غضب ناکی میں مقابلے میں آنے والا تاؤ کھا گیا تھا۔ اپنے گرز پر اس نے اپنی گرفت مضبوط کی شانے سے ہٹا کر ہوا میں لہرایا پھر الغ خان کو مخاطب کر کے

کہنے لگا۔

سن گڈریے! دیکھ میں مقابلے کے لئے تیار ہوں میں اپنا گوپال' اپنا گرز تجھ پر برسانے لگا ہوں اور تجھے یقین دلاتا ہوں کہ میرے گرز کی اس مار سے تو ہارتے ہوئے جواری کی طرح چارو ناچار میرے سامنے اپنی شکست قبول کرنے پر رضا مند ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھا اپنا گرز ہوا میں بلند کیا اور ایک وحشی سا نعرہ مارتے ہوئے اپنا گرز اس نے الغ خان پر گرایا تھا۔

الغ خان نے فضا کے اندر ہی سے اس کے گرز کو اپنی ڈھال پر رکھا۔ ڈھال اور اس کے گرز کے ٹکرانے سے ایک شور سا اٹھا اس شور کے ساتھ ہی الغ خان نے پر جوش انداز میں اللہ اکبر کی تکبیر بلند کی۔ اپنا گرز فضا میں بلند کیا۔ اور اسے گھماتے ہوئے اس زور سے اپنے مدمقابل کے مارا کہ جب اس نے الغ خان کے گرز کو اپنی ڈھال پر روکا تو اس کی ڈھال بیچ میں سے پچک اور پھٹ گئی تھی۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے الغ خان کے چہرے پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی ساتھ ہی اس نے اسے مخاطب کیا۔

میرے مقابلے پر آنے والے ملکی رام کے گمنام سورما ذرا اپنی ڈھال کی طرف دیکھ۔ میری صرف ایک ہی ضرب نے تیری ڈھال کو پچکا کر رکھ دیا ہے۔ یاد رکھنا تو بھلے اپنے جسم پر آہنی خول کا ذرہ اور جوشن پہنے ہوئے ہے۔ پر جب میری مزید ضربیں تجھ پر پڑیں گی تو میری ضربوں کے سامنے تیرا شریر ہی نہیں تیری آتما بھی پچک کر رہ جائے گی۔

مقابلے پر آنے والا وہ نوجوان کسی قدر فکر مند ہو گیا تھا۔ لیکن اس فکر مندی نے شاید اسے ایک جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اسی جھنجلاہٹ میں وہ الغ خان پر ایک بار پھر حملہ آور ہوا اور لگاتار کئی ضربیں اس نے الغ خان کو لگانا چاہیں پر الغ خان نے اس کے گرز کی ہر ضرب کو اپنی ڈھال پر لیا تھا۔ کچھ دیر تک الغ خان لگاتار اس کے حملوں کو روکتا رہا۔ دفاع کا مظاہرہ کرتا رہا پھر الغ خان بربریت اور درندگی پر اتر آیا۔ دفاع سے نکل کر اس نے خونی اور مرگ میں لپٹی ہوئی جارحیت اختیار کر لی تھی لگاتار وہ بھی ہلا دینے والی ضربیں اپنے گرز سے لگانے لگا تھا۔

تین چار ضربیں کھانے کے بعد اس نوجوان کی ڈھال کافی حد تک ناقابل استعمال ہو گئی تھی۔ وہ فکر مندی سے اپنی ڈھال کی طرف دیکھنے لگا تھا لیکن اسی لمحے الغ خان نے اپنا گرز بلند کر کے گرایا اور الغ خان نے اس کے شانے پر جو آہنی خول چڑھے ہوئے تھے انہیں اپنا نشانہ بنایا۔ آہنی خول پر جب اس کے گرز کی ضرب پڑی تو آہنی خول اس کے جسم میں گھس گئے تھے۔

وہ اپنے گھوڑے پر لڑکھڑایا اپنا توازن کھوتا دکھائی دے رہا تھا الغ خان پھر حرکت میں آیا۔ دوسری ضرب اس نے اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کرتے ہوئے اس کی پیٹھ پر ماری وہ سورما گھوڑے سے گر گیا تھا۔

الغ خان بھی گھوڑے سے اتر گیا اس نے اپنے سر پر جو مضبوط آہنی خول پہن رکھا تھا وہ اس نے اتار پھینکا۔ اور جب اس نے ایک مزید ضرب اس کے سر پر لگائی وہ سورما دم توڑ گیا تھا۔

الغ خان نے اپنے گرز کو اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا مرنے والے کی لاش اس نے اٹھا کر اس کے گھوڑے پر رکھی اور گھوڑے کو اس نے راجوں کے متحدہ لشکر کی جانب ہانک دیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ وہاں کھڑا رہا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کی ڈھال بھی سنبھالی۔ بائیں ہاتھ میں ڈھال دائیں ہاتھ میں تلوار اس نے فضا میں بلند کی اور راجاؤں کے متحدہ لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں بول پڑا۔

قنوج کا راجہ ملکی رام آگاہ ہو کہ اپنی ریاست کے جس سورما کو اس نے بھاری معاوضے کے عوض میرے قتل کے لئے حاصل کیا تھا اسے میں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ قنوج کے راجہ ملکی رام کو خبر ہو کہ اگر اس کی میرے ساتھ کوئی دشمنی یا عداوت ہے تو خود میدان میں اترے۔ مجھ سے اپنی عداوت کا انتقام لے۔ قنوج کے راجہ ملکی رام کو یہ بھی خبر ہو کہ میں وہی الغ خان ہوں جس نے اس کی بیٹی راجکماری ارتی کا سوئمبر جیتا تھا۔ سوئمبر کے روز بڑی بڑی راج دھانیوں کے راجکماروں نے سوئمبر کی چرخی کو گھمانا چاہا مگر الغ خان کے علاوہ کوئی بھی اس چرخی کو گھما نہ سکا۔ راجہ یہ بات سن رکھ بلکہ اپنے دل کے صفحہ پر لکھ رکھ کہ تو الغ خان کے ساتھ دشمنی زیادہ

دیر تک نبھا نہ سکے گا۔ اس کے ساتھ ہی الغ خان نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

جب وہ لشکر گاہ کے سامنے آیا تو سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن نے اس کا بہترین استقبال کیا۔ اس موقع پر سلطان ناصرالدین الغ خان کو مخاطب کر کے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا اس لئے کہ راجاؤں کا متحدہ لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا۔ سلطان ناصرالدین' الغ خان اور خان اعظم تینوں چپ چاپ اپنے اپنے لشکر کے حصوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے۔

ہند کے راجاؤں کا متحدہ لشکر نفرت کے سنگ آہن میں لپٹے طوفانوں کی طرح آگے بڑھا پھر اس نے سلطان ناصرالدین کے لشکر پر در و بام کو اجاڑ دینے والے بگولوں' بے خوابی کے جنگل میں بھڑک اٹھنے والی آتش اور آگ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

سلطان ناصرالدین نے شاید خان اعظم اور الغ خان کے ساتھ دشمن پر ضرب لگانے کا لائحہ عمل پہلے ہی تیار کر لیا تھا۔ جونہی دشمن حملہ آور ہو چکا انہوں نے بھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے کام کی ابتدا کی اور تینوں تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے تھے سلطان ناصرالدین خان اعظم بلبن اور الغ خان کا یہ حملہ ایسا زور دار تھا کہ ہندوستان کے متحدہ لشکر کو یوں لگا جیسے ان پر جنون کو روگ' لمحوں کو سانحوں میں' صداؤں کو سسکیوں میں تبدیل کر دینے والے عذاب اور سوچوں کو پریشانیوں میں تبدیل کر دینے والی سسکارتی زہریلی عداوتوں نے نزول کرنا شروع کر دیا ہو۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے ویرانوں کے اندر یوں لگا جیسے زمین کا کمربند ہلنے لگا ہو۔ آنکھوں میں موت کی کرچیاں چبھنے لگی تھیں خونی ساعتیں زخمی ہونے لگی تھیں۔ وقت کے ماتھے پر خونخواری کے بل پڑنے لگے تھے چاروں طرف ہتھیاروں کے ٹکرانے کا ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا گرد و غبار کے بادل آسمان سے باتیں کرنے لگے تھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے کارکنان قضا و قدر ہر شے کے دکھوں کی کہانی کا تیل نکالنے لگے ہوں لوگوں کے اندر مرگ کی رسوائیوں کے تیر گھسنے لگے تھے جذبے اور احساس بھڑک اٹھے تھے۔ خواہشوں کی تکمیل کا لالچ ہر سمت ناچنے لگا تھا جب کہ بے قرار روحیں بڑی تیزی کے ساتھ جسم و جاں سے رابطہ منقطع کرنے لگی

نہیں۔

جنگ کا جنون بڑی تیزی سے بڑھتا رہا چاروں راجاؤں کو قوی امید تھی کہ ان کے مقابلے میں دہلی کا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اکیلا ہے کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں اس کے لشکر کی تعداد بھی ہم سے کم ہے لہٰذا کھلے میدانوں میں عمادالدین ریحانی کی طرح وہ اسے بھی شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے یہ بھی امید لگائے بیٹھے تھے کہ اگر دہلی کے سلطان کو انہوں نے شکست دی تو اسے اس بار معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ دہلی کے شہر تک اس کا تعاقب کیا جائے گا۔

لیکن یہاں معاملہ الٹا ہوتا دکھائی دے رہا تھا وہ اس لئے کہ لمحہ بہ لمحہ سلطان ناصرالدین خان اعظم بلبن اور الغ خان ان کے لشکر کے اندر اس طرح گھسنے لگے تھے جیسے پکے ہوئے تربوز کے اندر کوئی خنجر کی ضربیں لگاتا ہے۔

چاروں راجہ بہت جلد اس جنگ کو انجام دینے پر تلے ہوئے تھے لیکن ان کی توقعات کے خلاف جنگ طول پکڑنے لگی تھی کہ ان کی خواہشوں کے عین خلاف ان کے لشکر کی اگلی صفوں کو بڑی تیزی کے ساتھ سلطان ناصرالدین خان اعظم اور الغ خان نے روندنا شروع کر دیا تھا دشمنوں نے جب دیکھا کہ ان کی اگلی صفیں بڑی تیزی سے کٹنے لگی ہیں تو ان کی آگے بڑھنے کی رفتار مدھم اور دھیمی پڑھ گئی تھی۔

اس کیفیت کو سلطان ناصرالدین نے بھی بھانپ لیا تھا لہٰذا اس نے خان اعظم بلبن اور الغ خان کی طرف پیغام پہنچایا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑنے والے ہیں لہٰذا پوری طاقت اور قوت سے حملہ کیا جائے۔

خان اعظم اور الغ خان کو یہ پیغام پہنچنا تھا کہ چاروں طرف ایک بار پھر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں اور پھر اس تیزی اور ایسی خونخواری سے راجاؤں کے متحدہ لشکر پر حملہ کیا گیا کہ اگلی کئی صفوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیٹھ دکھاتی ہوئی پیچھے ہٹی تھیں سلطان ناصرالدین بلبن اور الغ خان نے ان کا تعاقب کیا اور ان کا اس قدر قتل عام کیا کہ یہ صورت حال چاروں راجاؤں کے لئے ناقابل برداشت تھی جو اپنے لشکر کے اندر اپنے لشکریوں اور سالاروں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔

اگلی صفیں جب درہم برہم ہو گئیں اور ان کا قتل عام شروع ہوا ان کی پسپائی کی

خبریں اڑنے لگی تھیں یوں راجاؤں کے لشکر کے اندر ایک افرا تفری برپا ہو گئی تھی اسی بھگدڑ کے عالم میں سلطان ناصرالدین کے لشکر نے بڑی تیزی سے ان کے اندر گھس کر ان کا قتل عام شروع کر دیا کافی دیر تک یہ کیفیت جاری رہی پھر چاروں راجا شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

میدان جنگ سے شکست کھانے کے بعد چاروں راجاؤں کا یہ لائحہ عمل تھا کہ اپنے اپنے لشکر کو لے کر اپنے اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے جائیں گے اس طرح دہلی کے سلطان کو بیک وقت چاروں کے خلاف حرکت میں آنے کی جرات نہیں ہو گی اور اگر سلطان ناصرالدین کسی ایک راجا کے خلاف حرکت میں آتا ہے اور اس کے شہر کا محاصرہ کرتا ہے تو باقی تینوں راجا اس کی طرف سے اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر دیں گے اس طرح سلطان ناصرالدین کسی بھی راجا کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

یہ لائحہ عمل طے کرنے کے بعد چاروں راجا اپنے اپنے مرکزی شہر کی طرف جا چاہتے تھے جس وقت وہ چاروں اکٹھے بھاگ رہے تھے تو راجا جاہر دیو کو اس کے جاسوسوں نے خبر دی کے اس کے کہنے پر بدایوں کے مسلمان حکمران عمادالدین ریحانی نے سلطان ناصرالدین کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور اس بغاوت میں بہرائچ کا والی قتلغ خان اور سندھ کا والی کشلی خان بھی شامل ہو گئے ہیں۔

یہ خبر چاروں [illegible] کے لئے یقیناً" خوش کن تھی۔ لہٰذا انہوں نے فوراً" لائحہ عمل تبدیل کر لیا اپنے اپنے مرکزی شہروں کی طرف جانے کے بجائے انہوں نے ذرا فاصلہ پر جا کر ایک جگہ پڑاؤ کر لیا یہ بات ان کے لئے حوصلہ افزا تھی کہ شکست دینے کے بعد سلطان ناصرالدین نے ان کا تعاقب نہیں کیا لہٰذا چاروں راجاؤں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا اب وہ تیزی سے حالات کے تبدیل ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

دوسری جانب خان اعظم بلبن اور الغ خان کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ چاروں راجاؤں کو شکست دینے کے بعد سلطان ناصرالدین نے ان کا تعاقب کیوں نہیں کیا وہ چاہتے تھے کہ دور تک شکست خوردہ راجاؤں کا تعاقب کیا جاتا اور ان کی

نوت کو پوری طرح کچل دیا جاتا۔

ب کہ سلطان ناصرالدین نے میدان جنگ میں اپنے پڑاؤ کو مضبوط اور مستحکم کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کا حکم دے دیا تھا خود سلطان ناصرالدین اپنے خیمے اخل ہوا اور اس نے بلبن اور الغ خان کو طلب کیا۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان جب دونوں سلطان ناصرالدین کے خیمے میں داخل سلطان نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا دونوں بیٹھ گئے تب سلطان نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع

یرے عزیزو! یقیناً" تمہیں اس بات پر اعتراض ہو گا کہ میں نے دشمن کو شکست کے بعد اس کا تعاقب کیوں نہیں کیا تمہیں اس بات کا دکھ اور قلق بھی ہو گا کہ طاقت کو کچل دینا چاہئے تھا لیکن دشمن کا تعاقب کرنے سے پہلے میں تمہارے یک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا کچھ دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں ے لئے نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہیں۔

رے عزیزو! جنگ سے تھوڑی دیر پہلے لشکر میں کچھ جاسوس داخل ہوئے تھے نے یہ اطلاع دی تھی کہ بدایوں کے حاکم عمادالدین ریحانی نے ہمارے خلاف ت بلند کر دیا ہے بغاوت میں اس نے بہرائچ کے والی قتلغ خان اور کشلی خان اپنے ساتھ ملا لیا ہے یوں ایک طرح سے تین صوبوں میں ہمارے خلاف ٹھ کھڑی ہوئی ہے دشمن کا تعاقب کرنے سے پہلے میں اس موضوع پر گفتگو تا ہوں یاد رکھو دشمن اپنے مرکزی شہروں کی طرف بھاگ کر نہیں گئے میرے یہ بھی خبر دے چکے ہیں کہ چاروں راجاؤں کو بھی خبر ہو گئی ہے کہ ہمارے نے ہمارے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا ہے لہٰذا اس میدان سے چند میل کے انہوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے شاید وہ اس بغاوت کے رونما ہونے والے حالات کا جائزہ لینے کا ارادہ کر چکے ہیں سلطان ناصرالدین انکشاف پر تھوڑی دیر کے لئے خان اعظم اور الغ خان پریشان سے ہو گئے ایک دوسرے کو عجیب سے انداز سے دیکھنے لگے تھے خیمے میں سلطان

ناصرالدین کی آواز پھر بلند ہوئی۔

عزیزو! میں جانتا ہوں ان تین بغاوتوں کی وجہ سے ہم سے شکست کھانے وا
راجاؤں کے حوصلے پھر بلند ہو جائیں گے اور وہ پھر ہم سے ٹکرانے کی کوشش
کریں گے اسی بنا پر چاروں راج اپنے مرکزی شہروں کی طرف نہیں گئے بلکہ ایک
پڑاؤ کر لیا ہے اب میں تم سے پوچھتا ہوں ان حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا چا
پہلے دونوں باہم مشورہ کرو پھر اس کے بعد اپنی تجویز سے مجھے آگاہ کرو۔

جواب میں بلبن اور الغ خان آپس میں باہم مشورہ کرتے رہے رازدارانہ
سے گفتگو کی گئی پھر خان اعظم بلبن نے سلطان ناصرالدین کو مخاطب کرتے ہو
شروع کیا۔

سلطان محترم! میں اور الغ خان ایک تجویز پر متفق ہوئے ہیں اس میں شک
عمادالدین ریحانی‘ قتلغ خان اور کشلی خان کی بغاوت ہمارے لئے خطرے اور نقص
باعث بن سکتی ہے ادھر چاروں راجاؤں کا متحدہ لشکر ہمارے در پے ہے وہ بھی
لئے خطرات کی گھنٹیاں بجا سکتا ہے لیکن ان دونوں عوامل سے ہمیں نمٹنا ہے اس
لئے ہم نے ایک تجویز طے کی ہے۔

میرا اور الغ خان کا یہ ارادہ ہے چند یوم تک لشکر کا پڑاؤ یہی رکھا جا
حالات کا جائزہ لیا جائے یہ دیکھا جائے کہ عمادالدین ریحانی‘ قتلغ خان اور کش
کی بغاوتیں کیا رنگ دکھاتی ہیں اور چاروں راجاؤں کا متحدہ لشکر کس رد عمل کا
کر سکتا ہے اس کے بعد ہمیں ایک کام کرنا ہو گا اور وہ یہ کہ کسی روز اچانک ر
کے متحدہ لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کو تتر بتر کرنا ہو گا اور ان کی عسکری قو
مفلوج کرنا ہو گا ایک بار دشمن کو بدترین شکست دینی ہو گی جب دشمن ہم سے
کھا کر بھاگے تو ہمیں فوراً“ اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنا ہو گا ہمار
چاروں حصے بھاگنے والے چاروں راجاؤں کا دور تک تعاقب کریں۔ اور ان
کی تعداد کو مزید کم کریں اس کے بعد ہمارا لشکر پھر اس جگہ جمع ہو جہاں جنگ ہو
ظاہر ہے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد چاروں راجہ فی الفور
خلاف نئی جنگ کی طرح نہیں ڈال سکیں گے اس موقعہ سے ہمیں فائدہ اٹھانا

اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ کر لیجئے گا جہاں ان کے ساتھ جنگ ہو گی
ر میں الغ خان اور تاج الدین تینوں عمادالدین ریحانی‘ قتلغ خان اور کشلی خان
ب کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوں گے۔

سلطان ناصرالدین نے بلبن کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر تینوں خیمے سے باہر
اپنے تیسرے سالار تاج الدین کو سلطان ناصرالدین نے اپنے ساتھ لیا جو اس
جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کر رہا تھا پھر وہ پڑاؤ کے اندر
ے ہوئے اپنے لشکریوں کی مزاج پرسی کرنے لگے تھے۔

چاروں راجاؤں کا متحدہ لشکر اس انتظار میں تھا کہ سلطان ناصرالدین کی طرف
ب کیا قدم اٹھایا جاتا ہے انہیں اس بات کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا کہ
ین ریحانی قتلغ خان اور کشلی خان سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کے
ں رد عمل کا اظہار کرتے ہیں سلطان کے خلاف وہ کہاں اور کس طرح کا محاذ
ے ہیں ابھی چاروں راجہ اسی کش مکش میں مبتلا تھے کہ ایک روز ملکی رام کے
شہر قنوج سے ایک مخبر آیا اور راجا کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب

ب ملکی رام کو اس آنے والے مخبر کی اطلاع دی گئی تو اس نے مخبر کو طلب کیا
مخبر چاروں راجاؤں کے سامنے گیا تو اس مخبر نے ملکی رام کو مخاطب کر کے کہنا
کیا۔

الک میں آپ سے ایک خبر علیحدگی میں کہنا چاہتا ہوں کیوں کہ اس خبر میں آپ
ت آپ کی لاج کا سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے۔

ان الفاظ پر ملکی رام کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اس نے مخبر کی طرف
رکھا یہ تینوں میرے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں جو کچھ کہنا ہے تم ان کے سامنے ہی

مخبر ذرا ہچکچایا پھر وہ دوبارہ بول پڑا مالک آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی بیٹی
ے قنوج سے بھاگ کر دہلی کی طرف جانے کی کوشش کی تھی وہ شہر سے نکل
تھی اس نے کچھ مسافت بھی طے کر لی تھی لیکن آپ کی رانی اندو بائی کو خبر ہو

گئی اور اس نے اس کے پیچھے مسلح جوانوں کو لگا دیا جو اس کو پکڑ کر قنوج لے آ
رانی اندو بائی نے دیاونتی کو خوب مارا پیٹا اب رانی نے اسے راج محل کے ایک کر
میں بند کر دیا ہے اور اس کی نگرانی سخت کر دی ہے۔

اس انکشاف پر قنوج کا راجہ ملکی رام ہی نہیں دیگر تینوں راجا بھی فکر مند ا
پریشان ہو گئے تھے پھر تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد ملکی رام
آنے والے مخبر کو مخاطب کیا۔

اب اور اسی وقت واپس قنوج جاؤ میری رانی اندو بائی کو میری طرف سے مبا
باد دینا جو اس نے دیاونتی کے ساتھ ایسا سلوک کیا دیاونتی پر جو محافظ مقرر کر رکھے
ان کے سالار سے کہنا کہ میرے قنوج آنے تک اس کی سخت نگرانی کی جائے اس
قنوج سے بھاگ کر دہلی جانے کی کوشش کی ہے یہ سب سے بڑا پاپ ہے اس کی
بہرحال اسے ضرور ملے گی اور یہ سزا اسے پھانسی کے گھاٹ کی طرف بھی لے جا
ہے اب تم جاؤ وقت ضائع نہ کرو اور فوراً" دہلی کا رخ کرو اس کے ساتھ ہی اس
نے چاروں راجاؤں کو تعظیم دی پھر وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔

راج محل کے ایک کمرے میں رانی اندو بائی اور راج کماری دیاونتی دونوں
بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں کہ اس کمرے کے دروازے پر کسی نے دستک دی تھی
رانی اندو بائی نے جب دستک دینے والے کو اندر آنے کے لئے کہا تب در
کھلا اور تلسی رام کمرے میں داخل ہوا تھا اسے دیکھتے ہوئے راج کماری دیاونتی
نہیں رانی اندو بائی کے چہرے پر مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی تلسی رام آگے بڑھا
دونوں ماں بیٹی کے قریب آیا اندو بائی نے ہاتھ کے اشارہ سے اسے ایک نشست
بیٹھنے کو کہا وہ نشست پر بیٹھ گیا اس کے بعد تلسی رام نے راجکماری دیاونتی کی ط
دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

راجکماری میں آپ کے لئے خبریں رکھتا ہوں پہلی خبر بری ہے اور وہ یہ ہے
قنوج کے مخبر نے آپ کے پتا جی راجا ملکی رام تک یہ خبر پہنچا دی ہے کہ آپ
قنوج سے دہلی بھاگنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہ محافظ آپ کو پکڑ کر لے آئے ہ
بھی راجا تک پہنچا دی گئی ہے کہ آپ کی ماتا نے آپ کو خوب مارا پیٹا اور راج

ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔

اس خبر کا ایک اچھا اثر بھی ہوا ہے وہ یہ کہ راجا ملکی رام کا من اندو بائی کی
ف سے صاف ہو گیا ہے جو مخبر یہ خبر لے گیا تھا اسے راجا نے حکم دیا کہ تم وہیں
اور راجکماری کی حفاظت پر جو دستے مقرر ہیں ان کے سالاروں سے کہو کہ
جکماری کی سخت نگرانی کی جائے یہ بھی راجا نے کہا ہے کہ راجکماری دیاونتی نے
ج سے دہلی بھاگنے کی جو کوشش کی ہے یہ بہت بڑا پاپ ہے اس پاپ کی سزا
کماری کو پھانسی کے گھاٹ کی طرف بھی لے جا سکتی ہے اس خبر کا اچھا پہلو یہ ہے کہ
جا کا من رانی اندو بائی کی طرف سے صاف ہو گیا ہے اور مخبر کے ہاتھ یہ بھی پیغام
ہے کہ رانی کو راجا کی طرف سے مبارک باد دی جائے کہ رانی نے راجکماری کو
پیٹا اور ایک کمرے میں بند کر دیا جو مخبر یہ خبر لے کر گیا تھا وہ واپس دہلی نہیں
ن کی آمد سے پہلے پہلے ہی میں چاہتا ہوں کہ آپ باحفاظت قنوج سے دہلی بھاگ
ں۔

مجھے ڈر اور خدشہ ہے راجا اگر یہاں پہنچ گیا تو وہ آپ کو موت کے گھاٹ اتار
گا۔

تلسی رام جب خاموش ہوا تو بڑی فکر مندی بڑی پریشانی میں رانی اندو بائی نے
کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھ لیا تلسی رام کس طرح کی گفتگو کر رہے ہو اس
پہلے دیاونتی نے جو یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تھی اس کا انجام بھی تم نے
لیا ہے اب پھر اسے تم بھاگنے کا مشورہ دے رہے ہو۔

اندو بائی پہلے کا معاملہ اور تھا اس بار میں سارا انتظام کر چکا ہوں اور میں آپ کو
دلاتا ہوں کہ اس بار راجکماری دیاونتی باحفاظت قنوج سے دہلی پہنچ جائے گی اس
لہ اس دفعہ راجکماری کو وہ لوگ اپنے ساتھ لے کر جائیں گے جن کو راجکماری
ضرورت ہے راجکماری کی حفاظت وہ لوگ کریں گے جو راجکماری کو اپنی جان سے
زیادہ عزیز اور قریب سمجھتے ہیں اس بار اگر راج محل کے محافظوں نے راجکماری
ا کی راہ روکنے کی کوشش کی تو یاد رکھیئے گا جو لوگ راجکماری کو لے کر جائیں
ہ طوفان کی طرح حرکت میں آئیں گے۔ اور اپنے سامنے آنے والی ہر رکاوٹ کو

خاشاک کی طرح اڑاتے چلے جائیں گے یہاں تک کہنے کے بعد تلسی رام تھوڑی دیر تک کا دم لیا اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھا۔

رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی آپ دونوں کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں جو دو تین دن تک غائب رہا تو میں بیکار نہ بیٹھا ہوا تھا میں نے قنوج سے راجکماری دیاونتی کے دہلی کی طرف بھاگنے کے سارے انتظام کر لئے ہیں میں الغ خان سے بھی مل کر آ رہا ہوں اور سارا معاملہ اس کے ساتھ طے کر کے آیا ہوں۔

الغ خان کا نام سن کر رانی اندو بائی راجکماری دیاونتی دونوں چونکی تھیں راجکماری دیاونتی نے فوراً" پوچھ لیا تلسی رام تم الغ خان سے کہاں اور کس جگہ اور کیسے ملے۔

جواب میں تلسی رام کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس نے کہنا شروع کیا۔

راجکماری دیاونتی قنوج سے نکل کر میں نے دہلی کے سلطان ناصرالدین کے لشکر کا رخ کیا وہاں میں الغ خان سے ملا آپ کا نام لے کر جب میں نے اپنا تعارف کرایا تو الغ خان نے میری آؤ بھگت کی آپ کو یہاں سے نکالنے کا سارا طریقہ کار میں نے الغ خان کے ساتھ مل کر ہی طے کیا ہے آپ کو یہاں سے کس طرح نکالا جائے گا اس کی تفصیل میں کہتا ہوں۔

تلسی رام کے بولنے سے پہلے ہی دیاونتی بول پڑی تلسی رام تفصیل بتانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ الغ خان کیسے ہیں اور کیا اپنے لشکر میں ان کی پہلی سی حیثیت بحال ہو چکی ہے اور پھر دہلی کے سلطان اور ہندوستان کے راجاؤں کے درمیان جو متوقع جنگ تھی اس کا کیا بنا۔

تلسی رام تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا پھر راجکماری دیاونتی کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہہ کر رہا تھا۔

راجکماری جہاں تک الغ خان کے منصب کی بحالی کا تعلق ہے تو الغ خان پہلے کی طرح دہلی کے سلطان ناصرالدین کے لشکروں کا سالار اعلیٰ ہے اور اس کا پہلے والا مرتبہ بحال ہو چکا ہے اس کے خلاف چونکہ عمادالدین ریحانی نے سازش کی تھی اس سازش سے سلطان کو بروقت آگاہ کر دیا گیا تو سلطان نے عمادالدین ریحانی کو بدایوں کا وال

قرر کر دیا جب کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں کو پہلے مرتبوں پر بحال کرتے ے ان سے معذرت بھی کی۔

علاوہ ازیں ان پر پہلے جیسا اعتماد کیا بلکہ اب وہ پہلے کی نسبت دونوں کی زیادہ زت کرنے لگا ہے اور وہ جو دہلی کے سلطان ناصرالدین اور راجاؤں کے درمیان متوقع نگ تھی وہ ہوئی اور ختم ہو چکی ہے اس جنگ میں چاروں راجاؤں کو بدترین شکست ئی اور راجاؤں کے متحدہ لشکر نے ایک محفوظ جگہ پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہ دہلی کے لطان ناصرالدین کے اگلے قدم کے منتظر ہیں کہ ان کو شکست دینے کے بعد اب وہ کیا ور کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں راجکماری یہ تو آپ کے سوالوں کا جواب ہے اب ں نے الغ خان کے ساتھ مل کر آپ کے دہلی کی طرف بھاگنے کے جو انتظامات کئے ں ان کی تفصیل کہتا ہوں۔

راجکماری دیاونتی آج سورج غروب ہونے کے بعد اس وقت جب چاروں طرف پ اندھیرا چھا جائے آپ اپنے پیٹ میں سخت درد اور تکلیف کا اظہار کرنا جب پ ایسا کریں گی تو رانی اندو بائی اگلا قدم اٹھائیں گی وہ یہ کہ جو لوگ آپ پر نگاہ کھنے کے لئے راج محل کے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں ان سالاروں کو بلائے گی اور یں حکم دے گی کہ راجکماری کے پیٹ میں سخت تکلف ہے اسے وید کے پاس لے ا جائے میں راج محل ہی میں ٹھہروں گا رانی کا حکم پا کر جب سالار آپ کو وید کے ں لے کر جائیں گے تو جس بگھی میں آپ کو لے جایا جائے گا رانی اندو بائی حکم ے گی کہ میں بھی اس بگھی کے ساتھ جاؤں رانی کا حکم ہو گا تو ظاہر ہے کسی کو کوئی تراض نہ ہو گا میں بگھی کے ساتھ ہو لوں گا اور آپ کو ایک خاص وید کے پاس لے جاؤں گا اس کے ساتھ میں نے پہلے ہی بات چیت کر رکھی ہے۔

راجکماری دیاونتی جس وقت آپ وید کے پاس جائیں گی اس کے تھوڑی دیر کے لغ خان بھی اس وید کے پاس آئے گا اور اپنی پیٹھ پر ایک بوڑھی عورت کو اٹھائے ئے ہو گا وہ کیسے اور کس طرح آئے گا اس کی تفصیل میں مت پڑنا۔

لسی رام کے اس انکشاف پر دیاونتی کچھ پریشان ہو گئی تھی پھر اس نے تفکرات کی آواز میں تلسی رام کو مخاطب کیا تلسی رام تم کیا کہہ رہے ہو الغ خان کا قنوج

میں داخل ہونا خطرے سے خالی نہیں ہے کسی کو پتہ چل گیا کہ وہ الغ خان ہے تو یاد رکھنا اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی اگر الغ خان کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا دیاونتی زندہ رہ کر کیا کرے گی۔

راجکماری دیاونتی میری بیٹی آپ کو اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ جو لائحہ عمل ہے سارا خود الغ خان کا طے کردہ ہے اس میں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا بہرحال جب آپ وید کے گھر میں جا کر بیٹھ جائیں گی تو اسی وقت الغ خان وہاں پہنچے گا وہ اپنی پیٹھ پر ایک بوڑھی عورت کو اٹھائے ہوئے ہو گا اس کو وہ اپنی ماں ظاہر کرے گا اور وید کے دروازے پر آکر شور کرے گا کہ پہلے اس کی ماں کو دیکھا جائے ظاہر ہے محافظ اسے روکیں گے ۔یہ سن کر آپ باہر آنا اور محافظوں سے کہنا ٹھیک ہے آنے والے غریب کی ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے لہٰذا میں اندر بیٹھتی ہوں یہ اپنی ماں کو دکھا کر چلا جائے تو میں بعد میں دکھاؤں گی۔ ظاہر ہے آپ کی یہ بات سن کر محافظ خاموش ہو جائیں گے۔

الغ خان بوڑھی عورت کو اٹھا کر اندر داخل ہو گا وہ بوڑھی عورت ہمارے ساتھ ملی ہوئی ہے اندر داخل ہونے کے بعد وہ ادھر ادھر رفو چکر ہو جائے گی وہ قنوج کی ہی رہنے والی ہے وہ کسی کو دکھائی نہیں دے گی جس وقت وہ الغ خان کی پیٹھ پر قنوج سے داخل ہو گی تو اس نے اپنے منہ پر ہلکی سی کالک مل رکھی ہو گی تاکہ بعد میں اس کو قنوج میں کوئی پہنچان نہ پائے اس عورت کے جانے کے بعد الغ خان بھی حرکت میں آئے گا وہ آپ کو لے کر اس وید کے مکان کے پشتی دروازے سے بھاگ جائے گا اس سے پہلے ۔یہ کام کیا جائے گا کہ اس بوڑھی عورت کے کپڑے آپ پہن لیں گی اور بوڑھی آپ کے کپڑے پہن کر چلی جائے گی آپ اپنے چہرے پر ہلکی سی کالک بھی مل لینا جس کا انتظام اس بوڑھی عورت کے پاس ہو گا پھر الغ خان آپ کو اس وید کے مکان کے پچھلے دروازے سے لے بھاگے گا۔

آپ دونوں کا رخ قنوج شہر کے مغربی دروازے کی طرف ہو گا دروازے کے قریب جا کر آپ کو الغ خان اپنی پیٹھ پر بٹھائے گا شہر میں داخل ہوتے وقت وہ شہر کے محافظوں پر ظاہر کر کے آئے گا کہ وہ ایک نواحی بستی کا رہنے والا ہے اس کی ماں کو

تکلیف ہے وہ اسے وید کو دکھانا چاہتا ہے لہٰذا وہ واپس جائے گا تو محافظ کوئی اعتراض نہیں کریں گے بحفاظت آپ کو لے کر الغ خان شہر سے نکل جائے گا شہر کے باہر نزدیک ہی ایک شخص جس کا نام نندلال ہے اور وہ ایک نواحی بستی کا رہنے والا ہے وہ دو گھوڑے لئے کھڑا ہو گا ایک گھوڑا الغ خان کا ہو گا دوسرے کا انتظام الغ خان ہی کرے گا اس طرح آپ ان دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر یہاں سے بھاگ نکلنے کے لئے کامیاب ہو جائیں گے راجکماری دیاونتی اس سارے سلسلہ میں آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بولیں۔

دیاونتی نے گردن جھکا رکھی تھی وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پھر اس نے تلسی رام کی طرف دیکھا۔

تلسی رام یہاں سے بھاگنے کی ترکیب جو تم نے الغ خان کے ساتھ مل کر تیار کی ہے وہ بہت اچھی ہے قابل عمل ہے اور اس سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے لیکن میرے ذہن میں جو خدشات سر اٹھا رہے ہیں اس میں پہلا خدشہ یہ ہے کہ جس وید کے پاس تم مجھے لے کر جاؤ گے جب الغ خان اس کے پشتی دروازے سے مجھے لے کر بھاگ جائیں گے میرے ساتھ جو محافظ جائیں گے وہ زیادہ دیر باہر کھڑے ہو کر انتظار تو نہیں کریں گے دیر ہو گئی تو ظاہر ہے وہ وید کے مکان میں داخل ہوں گے اور وید سے پوچھ گچھ کریں گے راجکماری کہاں گئی اگر وید نے سچ بتایا تو وید اور اس کے اہل خانہ کی تکہ بوٹی کر دیں گے اگر وید نے سچ بتا دیا تو مسلح جوان میرا اور الغ خان کا تعاقب کریں گے اور پھر سوچو ہمارے لئے خطرات نہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ مجھے کس وقت پیٹ میں شدید قسم کے درد کا اظہار کرنا چاہئے اور کس وقت ہمیں وید کی طرف جانا چاہئے پھر ہمارے اور الغ خان کے ساتھ کیسے وقت کا یقین ہو گا کہ عین اسی وقت بڑھیا کو لے کر وہ وید کے ہاں پہنچے کہ میں پہلے سے وہاں موجود ہوں۔

راجکماری دیاونتی جب خاموش ہوئی تو اپنے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے تلسی رام بول پڑھا۔

راجکماری آپ کا کہنا درست ہے میں آپ کے پہلے سوال کا جواب یوں دونگا کہ

جہاں تک آپ کے اس خدشے کا اظہار ہے کہ وید کے ہاں دیر ہو جائے گی تو مسلح جوان اندر داخل ہوں گے تو وہ وید کے ساتھ کیا سلوک کریں گے تو بیٹا یاد رکھنا جس وید کے ہاں تمہیں لے کر جایا جائے گا اس کے اہل خانہ پہلے قنوج کے باہر نواحی علاقے میں اپنے قریبی رشتے داروں کے ہاں ملنے کے لئے گئے ہیں وید ان دنوں اپنے گھر میں اکیلا ہی ہے وید کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اس لئے کہ الغ خان اس بوڑھی کو لے کر اندر داخل ہو گا وہ اپنے کام کی ابتدا کرے گا وید کے منہ پر کپڑا باندھ کر اس کے ہاتھ پشت پر کسنے کے بعد وہ آپ کو لے بھاگے گا اس طرح آپ کے بھاگنے کے بعد مسلح جوان اگر وید کے ہاں داخل ہوتے ہیں تو وہ یہ اندازہ لگائیں گے کہ وید کے منہ پر پٹی باندھی گئی ہے اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھے ہوئے ہیں تو وہ جان جائیں گے کہ آپ کے بھاگنے میں وید کا کوئی قصور نہیں ہے اس لئے وید سے کوئی باز پرس نہ کی جائے گی۔

آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہمارے اور الغ خان کے ساتھ وقت کا تعین کس طرح ہو گا کہ عین اسی وقت وہ وید کے ہاں پہنچے جس وقت آپ وہاں موجود ہوں گی اس وقت کے لئے میں آپ کی تسلی کے لئے یہ کہہ سکتا ہوں۔

کہ سورج غروب ہونے کے بعد میں راج محل کے بیرونی حصے میں ایک شخص کا انتظار کرونگا جو سب سے پہلے ہمیں اطلاع دے گا کہ الغ خان قنوج شہر میں داخل ہونے والا ہے لہٰذا ہمیں آپ کو لے کر وید کی طرف جانا چاہئے جو شخص یہ اطلاع دینے آئے گا یہ اس جوان کا پکا رشتے دار اور عزیز ہے جس کا نام میں آپ کو نند لال بتا چکا ہوں جو آپ اور الغ خان کے لئے رات کی تاریکی میں قنوج شہر سے باہر گھوڑے پکڑے کھڑا ہو گا اب آپ بتائیں کہ آپ مزید کیا جاننا چاہتی ہیں۔

جو شخص اطلاع دینے آئے گا اس کی اطلاع کے بعد میں آپ کو فوراً" مطلع کر دونگا آپ فوراً" شدید درد کا اظہار کرنا پھر آپ کو وید کے پاس لے جایا جائے گا اس کے بعد کیا ہو گا آپ جان چکی ہے۔

تلسی رام کی ان ساری باتوں سے راجکماری دیاونتی ہی نہیں رانی اندو بائی کی بھی تسلی اور تشفی ہو گئی تھی راجکماری دیاونتی مزید کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس سے

ہلے رانی اندو بائی بول پڑی۔

تلسی رام جو کچھ تم نے کہا ہے انتہائی مناسب اور پسندیدہ ہے اگر اس طریقہ کار پر ہم عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا الغ خان دیاونتی کو لے کر با حفاظت اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانے پر کامیاب ہو جائے گا میری بھگوان سے دعا ہے کہ الغ خان یاونتی کو اپنے ہاں لے جانے میں کامیاب ہو جائے۔

رانی اندو بائی مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ تلسی رام بول پڑا میں اب جاتا ہوں راج محل کے باہر رہتے ہوئے نگاہ رکھوں گا جب مقررہ آدمی مجھے یہ اطلاع دے گا تو ں راج محل میں واپس آ کر اپنے کام کی ابتدا کروں گا پھر تلسی رام راج محل کے ں کمرے سے نکل گیا تھا۔

سورج غروب ہو جانے کے بعد جب رات گہری ہونے لگی تو تلسی رام راج محل کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی بڑی بے ئی سے اس کی منتظر تھیں اس وقت تلسی رام کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ تھی ں نے اندر آتے ہی راز دارانہ انداز میں رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی کی رف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ دونوں اپنے کام کی ابتدا کر دیں میں اس کمرے کے پشتی دروازے سے نکل ر پہرے داروں کی طرف جاتا ہوں اس کمرے کی طرف آتے ہوئے مجھے کسی نے بھا نہیں چھپتے چھپاتے آیا ہوں اس کے بعد میں پہرے داروں کے ساتھ دوبارہ اس رے میں داخل ہوں گا تاکہ میں راجکماری دیاونتی کو ساتھ لے جا سکوں۔

دیاونتی اور اندو بائی کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی ان دونوں نے اب میں کچھ نہ کہا بس دیاونتی نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی اس ے جواب میں پشتی دروازے سے تلسی رام دوسری طرف سے نکل گیا تھا۔

تلسی رام کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد راجکماری دیاونتی بری طرح کمرے ے اندر واویلا کرنے لگی تھی روتے ہوئے اس طرح چیخنے چلانے لگی تھی اتنی دیر ں تلسی رام محافظوں کے پاس جا کھڑا ہوا تھا دیاونتی کی پکار سنتے ہوئے تلسی رام نے فظوں کے سالار سے کہنا شروع کر دیا۔

رام بھلی کرے ۔ یہ آواز راجکماری دیاونتی کی ہے آؤ دیکھیں کیا کوئی حادثہ تو نہیں پیش آگیا سالار نے تلسی رام کی اس بات پر اتفاق کیا لہٰذا وہ تلسی رام کے ساتھ اس کمرے کی طرف بھاگا جس میں رانی اندو بائی اور راجکماری دیاونتی تھی۔

دونوں بھاگتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوئے تو دنگ رہ گئے راجکماری دیاونتی فرش پر بچھی قالین پر پلٹیاں کھا رہی تھی انتہائی تکلیف میں دکھائی دے رہی تھی پیٹ پکڑے ہوئے تھی اور شدید درد کا اظہار کر رہی تھی۔

جونہی تلسی رام اور راج محل کے ارد گرد پہرہ دینے والوں کا سالار اندر داخل ہوئے رانی اندو بائی نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

آپ دونوں اچھے وقت پہ آئے ہو میں تمہاری طرف جانے والی تھی راجکماری دیاونتی پیٹ میں سخت اور شدید قسم کا درد محسوس کر رہی ہے تم دونوں چند محافظوں کے ساتھ وید کے پاس لے جاؤ اگر دیر کی گئی تو مجھے خدشہ ہے کہ کہیں میری بچی کا خاتمہ ہی نہ ہو جائے۔

اس موقعہ پر تلسی رام نے ساتھ آئے سالار کو مخاطب کیا۔

تم اپنے چند محافظوں سے کہو کہ بگھی تیار کریں میں اتنی دیر تک مالکن کے ساتھ مل کر راجکماری کو سنبھالا دیتا ہوں جب بگھی تیار ہو جائے تو مجھے اطلاع کرو راجکماری کو بگھی میں بٹھانے کا انتظام کرتے ہیں اور وید کے پاس لے کر چلتے ہیں۔

تلسی رام کے کہنے پر سالار بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد تلسی رام دیاونتی کے قریب ہوا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

راجکماری دیاونتی آپ نے اس مصنوعی درد کا اظہار کرنے میں کمال کر دیا ہے ابھی تک حالات بالکل ہمارے پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق حرکت میں آ رہے ہیں جوں ہی بگھی تیار ہونے کی اطلاع ملتی ہے میں آپ کو بگھی میں بٹھا کر وید کے پاس لے جاؤں گا مالکن یہیں رہے گی۔

پھر تلسی رام دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا میں سالار کا انتظار کرتا ہوں جوں ہی وہ بگھی تیار ہونے کی اطلاع کرتا ہے میں آپ کو بگھی میں لے جاؤں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سالار بھاگا بھاگا آیا اور بگھی تیار ہونے کی اطلاع دی اس

پر تلسی رام آگے بڑھا راجکماری دیاونتی کو بازو سے پکڑ کر اسے اٹھایا راج محل کی راہ داری سے ہوتا ہوا بگھی کی طرف چل دیا تھا۔

اس موقع پر سالار قریب آیا اور تلسی رام کو مخاطب کیا؟ کیا مجھے بھی ساتھ چلنا چاہئے؟ تلسی رام فوراً" بول پڑا۔

ہاں تمہیں ساتھ چلنا چاہئے اپنے تین چار مسلح جوانوں کو ساتھ لے لو اس لئے کہ راجکماری دیاونتی کی بہترین حفاظت کرنا ہو گی اور بحفاظت راجکماری کو واپس راج محل لانا ہو گا۔

سالار تلسی رام کے ساتھ ہو لیا تھا راجکماری دیاونتی اس طرح شدید تکلیف کا اظہار کر رہی تھی تلسی رام نے اسے سہارا دے کر بگھی میں بیٹھا دیا خود بھی بگھی میں ہو بیٹھا تھا سالار اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر بگھی کے گھوڑوں کو سائیس نے ہانک دیا تھا۔

تلسی رام کے کہنے پر بگھی کو اس وید کے گھر کے سامنے کھڑا کیا گیا جس کا چناؤ تلسی رام نے پہلے ہی کر رکھا تھا تلسی رام نے بگھی سے دیاونتی کو اتارا اور وید کے گھر میں داخل ہوا۔

راجکماری دیاونتی اسی طرح تکلیف کا اظہار کر رہی تھی سالار اور اس کے مسلح ساتھی باہر کھڑے ہو گئے تھے تلسی رام دیاونتی کو وید کے پاس لے کر گیا اور کہنے لگا۔

وید جی یہ راجکماری دیاونتی ہے پیٹ میں اس کے سخت اور شدید قسم کا درد ہے جلدی سے کوئی دوا دیجئے دوا دینے کے بعد تھوڑی دیر وہ یہیں بیٹھی رہے گی تاکہ اگر دوبارہ درد ہو تو دوبارہ دوائی دی جا سکے۔

راجکماری دیاونتی کو اپنے ہاں دیکھتے ہوئے وید کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے تھے جلدی جلدی اس نے دوا تیار کی اور پانی میں گھولی دیاونتی کو پلا دی تھی۔

تھوڑی دیر تک دیاونتی درد کا اظہار کرتی رہی ساتھ ہی ساتھ وہ بیرونی کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتی رہی جہاں اسے الغ خان کے آنے کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا پھر اس نے کسی قدر سکون کا اظہار کرتے ہوئے وید کو مخاطب کیا۔

میں درد میں کافی افاقہ محسوس کرتی ہوں میرے خیال میں مجھے کچھ دیر یہاں بیٹھنا

چاہئے تاکہ درد دوبارہ ہو تو دوا لے سکوں۔

وید نے اس سے اتفاق کیا دیاونتی پیچھے ہٹ کر ایک نشست پر بیٹھ گئی جب کہ تلسی رام باہر نکل کر سالار کے پاس جا کھڑا ہوا تھا اور سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

وید جی نے راجکماری کو دوا پلا دی ہے راجکماری کچھ افاقہ محسوس کر رہی ہے لیکن وید جی کا کہنا ہے کہ راجکماری تھوڑی دیر تک یہیں رہے اگر دوبارہ درد اٹھے تو وہ مناسب علاج کر سکے۔

مسلح جوانوں کا سالار تلسی رام کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گیا تھا تلسی رام کے ساتھ وہ بھی مکان کے باہر کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگا تھا۔

جب کہ وید کے مکان کے اندر راجکماری دیاونتی کو بڑی بے چینی سے الغ خان کے آنے کا انتظار تھا۔

ادھر الغ خان ایک انتہائی بوڑھی خاتون کو اپنے گھوڑے پر بٹھائے قنوج شہر کے مغربی دروازے سے داخل ہوا تھا اس حالت میں کہ اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں تھام رکھیں تھیں جب کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھی خاتون بری طرح شور اور واویلا کر رہی تھی۔

جب وہ شہر پناہ کے دروازے کے محافظوں کے قریب آیا تو محافظوں کا جرنیل الغ خان کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اجنبی یہ کیا معاملہ ہے تو نے اپنے گھوڑے پر جس خاتون کو بیٹھا رکھا ہے یہ کیوں شور شرابہ واویلا کر رہی ہے اس پر الغ خان نے بڑے دکھ اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز گھوڑے پر بیٹھی خاتون میری انتہائی قریبی عزیزہ ہے یہ سخت بیمار ہے میں ایک نواحی بستی کا رہنے والا ہوں شہر آیا ہوں تاکہ وید کو دکھاؤں اور اس کے لئے دوا دارو کا بندوبست کروں بھگوان اسے آرام دے اس کے ساتھ ہی گھوڑے کی باگ چھوڑتے ہوئے الغ خان اس خاتون کے پاس آیا جسے اس نے گھوڑے پر بیٹھا رکھا تھا اس کے چہرے سے نقاب ہٹایا اور شہر کے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری یہ عزیزہ انتہائی کرب اور تکلیف میں ہے دیکھو اس کے چہرہ کیسا سرخ ہو

ے میری تم سے گذارش ہے کہ اگر مجھے وید کے پاس سے دیر ہو جائے تو شہر پناہ روازہ تو بند نہیں کر دو گے مجھے واپس جانا ہے اس لئے کہ اس شہر میں میرا کوئی نہیں ہے غریب آدمی ہوں وید کو دکھانے کے بعد واپس بستی کی طرف جاؤں گا۔

محافظوں کے سالار نے تھوڑی دیر تک الغ خان کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب

کوئی فکر نہ کرو میں جانتا ہوں تم ایک پریشانی اور مصیبت کے عالم میں شہر میں ہوئے ہو وید کے پاس اگر تمہیں دیر ہو گی تو فکر مند مت نہ ہو جانا۔ کوئی چنتا نا تمہیں جانے کی اجازت ہو گی ہم تمہارے لئے شہر پناہ کا دروازہ کھولیں گے تم اس خاتون کی تکلیف اور مصیبت دیکھی نہیں جاتی دراصل خود الغ خان شہر کے کے ساتھ گفتگو کو لمبا کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اسے اچھی طرح جان پہچان لے کہ وہ مقصد کے لئے شہر میں داخل ہوا ہے تاکہ واپسی پر اس سے کوئی باز پرس نہ ے بہرحال الغ خان اس سالار کے کہنے پر گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے آگے بڑھ ھا۔

گھوڑے پر بیٹھی بوڑھی خاتون شہر کے اندر بالکل خاموش رہی الغ خان وید کے کا پوچھتا ہوا آگے بڑھتا رہا جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کا مکان قریب آگیا تو بوڑھی خاتون کو اشارہ کیا۔ اشارہ ملتے ہی وہ بوڑھی عورت درد کا شدت سے ر کرنے لگی اور شور واویلا کرنے لگی تھی یہاں تک کہ الغ خان اسے لے کر وید مکان کے سامنے آیا جب اس نے مکان کے اندر داخل ہونا چاہا تو راجکماری تی کے محافظوں کے سالار نے اسے رک جانے کا حکم دیا الغ خان کو وہاں دیکھتے ے تلسی رام خوش ہو گیا تھا گھوڑے پر بیٹھی بوڑھی خاتون بری طرح شور واویلا کر تھی اس موقع پر تلسی رام کسی ردعمل کا اظہار کرنا چاہتا تھا کہ عین وید کے مکان اندر سے دیاونتی نکلی اور اپنے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی یہ کیا شور شرابہ اس پر اس سالار نے الغ خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا یہ شخص ایک بوڑھی نا کو لایا ہے میں نے اسے اندر جانے سے روک دیا ہے پہلے وید آپ کا علاج ے پھر یہ اندر جائے گا۔

راجکماری دیاونتی نے ایک بھر پور نگاہ الغ خان پر ڈالی الغ خان کو وہاں دیکھتے ہوئے اس کی خوشی اور اس کے اطمینان اور مسرتوں کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی اپنے چہرے سے اس نے خوشیوں کا اظہار نہ ہونے دیا اور کہنے لگی مجھے کچھ دیر مزید وید کے ساتھ بیٹھنا ہو گا لگتا ہے کہ یہ بوڑھی خاتون جسے اس اجنبی نے اپنے گھوڑے پر بیٹھا رکھا ہے سخت تکلیف اور کرب میں مبتلا ہے جب تک میں وید کے کمرے میں بیٹھ کر انتظار کرتی ہوں اس وقت تک اسے اجازت ہے کہ یہ وید سے اس کا علاج کرائے ساتھ ہی راجکماری دیاونتی نے الغ خان کو مخاطب کیا۔

گھوڑے کو اس سمت نہیں مکان کے دوسری سمت باندھ دو پہلے اس عورت کو وید کے پاس لے چلو پہلے اس کو اندر اتارو پھر گھوڑے کو اس سمت باندھنا۔

الغ خان منہ سے کچھ نہ بولا جس خاتون کو اس نے گھوڑے پر بیٹھا رکھا تھا وہ اسے اٹھا کر پہلے اندر لے گیا اور وید کے سامنے جا بیٹھایا دوبارہ وہ باہر آیا اور گھوڑے کو مکان کے دوسری سمت لے جا کے دروازے پر باندھ آیا تھا اس کے بعد وہ تلسی رام اور محافظوں کے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں دیکھوں کے میری عزیزہ کی کیا حالت ہے پھر وہ ان کے جواب کا انتظار کئے بغیر مکان کے اندر داخل ہو گیا تھا۔

مکان میں داخل ہونے کے بعد الغ خان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک دم حرکت میں آیا اس کے کندھے پر جو خرجین لٹک رہی تھی اس کے اندر سے پہلے ایک کپڑا نکالا وہ وید کے منہ پر کس کے باندھ دیا پھر وید کے ہاتھ پشت پر باندھے دونوں پاؤں اس نے ایک چار پائی کے ساتھ کس کے باندھے یہ کاروائی کرنے کے بعد الغ خان اپنی جگہ سے اٹھا بوڑھی خاتون کو ایک مخصوص اشارہ کیا وہ اشارہ ملتے ہی فوراً حرکت میں آئی اپنی میلی کچیلی چادر اتار کر اس نے دیاونتی پر ڈالی دیاونتی کی چادر خود اوڑھ لی اور وہاں سے بھاگ گئی تھی پھر الغ خان نے دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی جلدی کرو وقت ضائع نہ کرو پہلے میرے اور تلسی رام کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں اس بوڑھی عورت کو اپنی پیٹھ پر لاد کر یہاں آؤں گا بعد میں میں نے اس میں تبدیلی کر دی اس لئے کہ مجھے خدشہ تھا شہر کے اندر میں تمہیں اپنی پیٹھ پر لاد کر شہر پناہ کی طرف جاؤں گا تو تعاقب کرنے والے پکڑ سکتے ہیں اس بنا پر میں اس

ھی خاتون کو گھوڑے پر بیٹھا کر لایا ہوں پہلے ہمارا یہ بھی ارادہ تھا تمہارا لباس اس تبدیل کیا جائے گا لیکن وقت ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس نے جو چادر دی ہے یہ ھی عورت کی طرح اپنے اوپر اوڑھ لو اور گھوڑے پر سر جھکا کر بیٹھ جانا میں شہر محافظوں سے کہہ آیا ہوں کہ بوڑھی خاتون میری عزیزہ ہے اسے وید کے پاس لے آیا ہوں اب آؤ وقت ضائع نہ کرو۔

اب راجکماری دیاونتی پر اس وقت خوشیوں اور مسرتوں کا ایک نشہ سا طاری تھا ب میں کچھ نہ کہا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور الغ خان کے ساتھ ہو لی تھی دروازے سے دونوں باہر نکلے۔

الغ خان پہلے گھوڑے پر بیٹھا پھر ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے راجکماری دیاونتی کو یا اور اپنی پشت پر بیٹھا لیا تھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی تھی ادھر ادھر گلیوں سے وہ گھوڑے کو بھگاتا ہوا شہر پناہ کے مغربی دروازے کی طرف جا رہا تھا سلسلے میں دیاونتی اس کی راہنمائی کر رہی تھی۔

شہر پناہ کے مغربی دروازے کے قریب جا کر الغ خان نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر ر گیا گھوڑے کی اس نے باگ پکڑی اس کے سمجھنے اور کہنے پر دیاونتی اسی بوڑھی نا کی چادر اوڑھے بالکل اسی کے انداز میں گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی الغ خان مغربی زے کی طرف چل دیا جب مغربی دروازے کے پاس گیا تو اس کی مڈ بھیڑ پھر وں کے سالار سے ہوئی جو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا لگتا ہے وید نے اس کو دوائی دی ہے جس کی بنا پر تمہاری عزیزہ کو آرام ہے اسی وجہ سے یہ چپ اور ش ہے۔

الغ خان نے منہ سے کچھ نہ کہا بس مسکراتے ہوئے اس کے اثبات میں سر ہلا دیا بغیر کے وہ شہر کے دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔

سورج غروب ہو چکا تھا باہر تاریکیوں نے ہر شے کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا تھا زے سے تھوڑی دور جانے کے بعد الغ خان نے گھوڑے کو روکا راجکماری ی بھی سمجھ گئی تھی الغ خان گھوڑے پر بیٹھنا چاہتا ہے وہ تھوڑا سا پیچھے ہو گئی تھی خان رکاب میں پاؤں جماتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھا پھر اس نے ایڑھ لگاتے ہوئے

دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی خدا کا شکر ہے کہ ہم قنوج شہر سے تو باہر نکل آئے ہیں میں گھوڑے کو ایڑھ لگانے لگا ہوں ہم دو میل تک سیدھا آگے جائیں گے وہاں ایک شخص نام جس کا نند لال ہے وہاں کھڑا ہو گا اس کے پاس ایک گھوڑا ہو گا اس گھوڑے پر تم بیٹھ جانا ہم دونوں اپنے لشکر کا رخ کریں گے نند لال ایک نواحی بستی کا رہنے والا ہے وہ وہاں چلا جائے گا اب میں گھوڑے کو ایڑھ لگانے لگا ہوں لہٰذا تم سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔

راجکماری دیاونتی نے اپنے دونوں ہاتھ الغ خان کے شانوں پر جما دیئے تھے الغ خان نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی تھوڑی دیر کے بعد گھوڑا ان دونوں کو لے کر سرپٹ دوڑ پڑھا تھا۔

تلسی رام اور راجکماری دیاونتی کے محافظوں کا سالار کچھ دیر تک وید کے مکان کے باہر کھڑے رہے پھر اس سالار نے کچھ سوچا اور تلسی رام کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے خیال میں ہمیں باہر کھڑے ضرورت سے زیادہ ہی دیر ہو گئی ہے جا کے راجکماری کا پتہ تو کرنا چاہیئے۔

تلسی رام الغ خان اور دیاونتی کو وہاں سے بھاگنے کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرنا چاہتا تھا وہ اس بار بھی متمنی تھا کہ راجکماری دیاونتی اور الغ خان قنوج سے نکل کر زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر جائیں تاکہ اگر ان کا تعاقب کیا جائے تو وہ کسی کے ہاتھ نہ لگیں اسی بنا پر اس نے سالار کو مخاطب کیا۔

میرے خیال میں ہمیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہیئے وہ خاتون ابھی اندر گئی ہے وید اس کا علاج کر رہا ہے فارغ ہو کر نکلتی ہے تو میرے خیال میں پھر ہم وید سے بات کرتے ہیں کہ راجکماری دیاونتی کو مزید یہاں کتنی دیر بیٹھنا پڑھے گا۔

وہ سالار تلسی رام کی اس تجویز سے متفق ہو گیا تھا پہلے کی طرح خاموش رہ کر انتظار کرنے لگا تھا جب کافی دیر گزر گئی تو سالار ایک بار پھر تلسی رام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اندر سے کوئی آواز بھی نہیں آ رہی ہر چیز خاموش ہے میرے خیال میں ہمیں

ر داخل ہو کر وید کا جائزہ لینا چاہیئے۔ تلسی رام بھی اب مطمئن تھا کہ الغ خاں اور ونتی بہت دور جا چکے ہوں گے لہٰذا اس نے سالار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے اس بوڑھی خاتون پر اتنی دیر تو نہیں لگنی چاہیئے آؤ اندر لے ہیں دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے اس پر دونوں اندر داخل ہوئے اور دنگ رہ گئے اس ہ کہ ایک کمرے میں وید کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے منہ پر کپڑا بندھا تھا اور یہ کہ اس کے پاؤں ایک کھاٹ کے ساتھ باندھ دیئے گئے تھے تاکہ وہ حرکت نہ سکے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے تلسی رام اندر سے بڑا مطمئن اور خوش تھا بھرم نے کے لئے اس نے انتہائی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے سالار کو مخاطب کیا۔

عزیز یہ کیا معاملہ ہے نہ یہاں راجکماری ہے اور نہ وہ شخص جو بوڑھی خاتون کو کر اندر داخل ہوا وید کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور ہاتھ پاؤں اس کے ھے ہوئے ہیں پہلے اسے کھولتے ہیں پھر صورت حال جانتے ہیں۔

سالار جلدی جلدی آگے بڑھا وید کے اس نے پاؤں ہاتھ آزاد کئے پھر آنکھوں کپڑا علیحدہ کیا اس کے بعد اسے مخاطب کیا۔

وید جی یہ کیا معاملہ ہے ہم تو باہر راجکماری دیاونتی کا انتظار کر رہے تھے یہ آپ ں نے کھاٹ سے باندھا آپ کے منہ پر پٹی باندھی گئی تھی دونوں ہاتھ پشت پر ے تھے یہاں کوئی بھی نہیں ہے راجکماری دیاونتی کہاں گئی اور وہ شخص جو بڑھیا کو کے لئے لے کر آیا تھا اس کا کیا ہوا۔

تلسی رام بھی آگے بڑھا بڑا فکر مند پریشان تھا وہ سالار کے پہلو میں آن ہوا تھا وید اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے

اگر تم لوگ میرے گھر کے باہر کھڑے ہوئے تھے تو کیا کر رہے تھے جو شخص علاج لئے بوڑھی خاتون کو لے کر آیا وہ بڑا دھوکا باز' بڑا فریبی اور اپرادھی لگتا تھا اس راجکماری دیاونتی کے ساتھ گفتگو کی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ راجکماری کا ا جاننے والا تھا بوڑھی عورت کون تھی میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا وہ بھی ان

کے ساتھ ہی بھاگ گئی پر ایک بات یاد رکھنا وہ جو شخص آیا تھا وہ بلا کا تیز زور دار اور طاقت ور تھا لمحوں کے اندر اس نے مجھے جکڑ کر رکھ دیا آواز تک نہیں اس نے نکالنے دی میری خیال میں اس کا راجکماری دیاونتی کے ساتھ پہلے سے کوئی معاملہ طے تھا مجھے جکڑنے کے بعد وہ راجکماری دیاونتی کو یہاں سے لے بھاگا یا اس بات کو تم یوں کہہ سکتے ہو راجکماری دیاونتی خود اس کے ساتھ بھاگ گئی۔

وید اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ اس سالار نے مڑتے ہوئے تلسی رام کی طرف دیکھا اور فکر مند لہجہ میں اس کو مخاطب کیا۔

تلسی رام یہ کیا معاملہ ہوگیا تلسی رام تھوڑی دیر گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے سالار کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے یہ سارا چکر راجکماری دیاونتی کا طے شدہ تھا میں نہ جانوں وہ کون لوگ ہیں جن کے ذریعے یہ سارا معاملہ طے ہوا میرا دل کہتا ہے راجکماری دیاونتی کو یہاں سے بھگانے والا دہلی کے الغ خان کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اسی سے بچانے کے لئے مہاراج ملکی رام نے آپ لوگوں کو دیاونتی کی حفاظت کے لئے چھوڑا تھا اگر میں یہ جانتا ہوتا کہ وید جی کے پاس لانے کے بعد یہ حادثہ پیش آ جائے گا تو میں کبھی بھی آپ لوگوں کے ساتھ نہ آتا بہرحال جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب میرے خیال میں ان کا تعاقب کرنا چاہئے اور کسی بھی صورت انہیں یہاں سے بھاگنے کا موقع فراہم نہیں کرنا چاہئے۔

سالار نے تلسی رام کی اس تجویز سے اتفاق کیا بھاگتا ہوا وہ باہر آیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اس نے تلسی رام کو مخاطب کیا۔

تلسی رام تم بگھی لے کر راج محل کی طرف چلے جاؤ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا تعاقب کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ سالار اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تلسی رام خوش خوش اور مطمئن سا بگھی میں بیٹھا اور سائیس کے ساتھ بگھی راج محل کی طرف لے جا رہا تھا۔

دوسری جانب الغ خان اور راجکماری دیاونتی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے

ئے قنوج شہر کے مشرق میں لگ بھگ دو تین میل کا فاصلہ طے کرنے پائے تھے کہ شاہراہ جس پر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑا رہے تھے اس کے کنارے ایک درخت تلے جوان گھوڑا پکڑے کھڑا تھا وہاں آکر الغ خان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا نیچے ا اسے دیکھتے ہوئے راجکماری دیاونتی بھی اتر گئی تھی۔

الغ خان آگے بڑھا اس جوان سے گھوڑا لے لیا اور اسے مخاطب کیا نند لال بڑی مہربانی تیرا بڑا شکریہ اب تو وقت ضائع کئے بغیر بستی کی طرف جا میں یہاں کا نہیں اگر میں یہاں رک کر وقت ضائع کروں تو یاد رکھنا لمحہ بہ لمحہ ہمارے لئے ات بڑھتے رہے گیں اس لئے کوئی نہ کوئی ضرور ہمارے پیچھے لگے گا اب تم وقت ع نہ کرو اور اپنی بستی کی طرف جاؤ۔

نند لال نے فوراً" الغ خان سے مصافحہ کیا پھر وہاں سے ہٹ گیا تھا الغ خان نے راجکماری دیاونتی کو اس گھوڑے پر سوار کرایا جسے نند لال لئے کھڑا تھا پھر وہ اپنے ڑے پر بیٹھا اس کے بعد دونوں تھوڑی دیر تک سرگوشی کے انداز میں ایک رے سے صلاح مشورہ کرتے رہے پھر ایڑھ لگاتے ہوئے مغرب کی طرف جانے شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو رات کی گہری تاریکی میں سرپٹ دوڑاتے ہوئے جا رہے
۔

اگلے روز سورج کافی چڑھ آیا تھا الغ خان دیاونتی کو لے کر لشکر گاہ میں داخل ہوا بڑے خیمہ کے سامنے وہ رکا اور گھوڑے سے نیچے اترا اسے دیکھتے ہوئے اری دیاونتی بھی اتر گئی تھی الغ خان نے خیمہ کے کھونٹے کے ساتھ اپنے اور ی کے گھوڑے کو بھی باندھ دیا دیاونتی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا دیاونتی چپ اس کے ساتھ ہو لی الغ خان خیمہ میں داخل ہوا وہ خیمہ خان اعظم بلبن کا تھا قت خان اعظم بلبن اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا جوں ہی الغ خان دیاونتی کے اس خیمے میں داخل ہوا خان اعظم بلبن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس کے پر مسکراہٹ تھی آنکھوں میں خوشی کی ایک چمک تھی۔

الغ خان نے آگے بڑھ کر پرجوش انداز میں خان اعظم سے مصافحہ کیا خان اعظم بڑا شفقت آمیز ہاتھ اس نے دیاونتی کے سر پر پھیرا دونوں کو سامنے نشستوں پر

بیٹھنے کے لئے کہا جب دونوں بیٹھ گئے تب بلبن نے بیٹھتے ہوئے دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی میری بچی میری بیٹی تمہیں خبر ہو گی کہ اس سے پہلے ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کا ہمارے درمیان ٹکراؤ ہو چکا ہے اس ٹکراؤ میں ہم نے ہندوستان کے متحدہ راجاؤں کو بدترین شکست دی ہے اب راجاؤں کا لشکر یہاں سے چند میل دور پڑاؤ کئے ہوئے ہے اصل میں مالوہ کے راجہ جاہر دیو کے کہنے پر ہمارے کچھ والیوں نے بغاوت کر دی ہے وہ یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ جب ہم بغاوت کو فرو کرنے کے لئے جائیں تو وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے لیکن ہم انہیں ایسا کرنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔

میری بیٹی میری بچی مجھے تیرا اور الغ خان کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ الغ خان تمہیں قنوج سے نکال لانے میں کامیاب ہو گیا ہے اس سلسلہ میں تمہارے راج محل کے ملازم تلسی رام کا جس قدر شکریہ ادا کیا جائے کم ہے وہ اس لئے کہ وہ تمہارے متعلق مکمل اطلاعات فراہم کرتا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی مل کر یہ سارا لائحہ عمل طے پایا ہے میرے خیال میں اسی کے تعاون سے ہم تمہیں قنوج شہر سے نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

سن بچی الغ خان تمہیں لے کر ابھی لشکر گاہ میں داخل نہیں ہوا تھا کہ ہمارے مخبروں نے مجھے اور سلطان کو تمہاری اور الغ خان کی آمد سے مطلع کر دیا تھا سلطان بے حد خوش ہیں کہ تمہیں قنوج سے نکال لیا گیا ہے بچی اب تو ہمارے پاس الغ خان کی مہمان کے طور پر چند ہفتے یا چند ماہ رہے گی تمہاری آمد سے پہلے سلطان کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے سلطان چاہتے ہیں کہ دہلی جا کر پورے شاہانہ انداز میں تمہاری اور الغ خان کی شادی کا اہتمام کیا جائے بچی یہاں جو ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے یہ پڑاؤ عارضی ہے اور یہاں سے ہم کوچ کرنے والے ہیں اور ہمیں صرف الغ خان کی واپسی کا انتظار تھا۔

شاید تمہیں خبر ہو گی کہ ہندوستان کے راجاؤں کا متحدہ لشکر یہاں سے چند میل دور پڑاؤ کئے ہوئے ہے دراصل وہ اس انتظار میں ہیں کہ ہم کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں اس لئے کہ ہمارے خلاف تین بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں انہیں امید ہے

کہ ان کو فراموش کرتے ہوئے ہم بغاوتوں کو ختم کرنے میں لگ جائیں گے اور یوں وہ ہمارے علاقوں پہ چڑھ دوڑیں گے اور دور دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلیں گے لیکن ہم انہیں یہ جرم کرنے کا موقع ہی فراہم نہیں کریں گے۔

دیاونتی میری بیٹی شاید تمہیں معلوم ہو گا کہ ہمارے خلاف عمادالدین ریحانی اور کلنغ خان اور والی سندھ نے بغاوت کر رکھی ہے انہوں نے بڑے بڑے لشکر تیار کر لئے ہیں اور اعلانیہ انہوں نے سلطان کے خلاف بغاوت کر دی ہے اپنی آزادی اور ایک آزاد ریاست کا اعلان کر چکے ہیں آنے والی صبح کو لشکر یہاں سے کوچ کرے گا پہلے ہندوستان کے متحدہ راجاؤں سے نمٹا جائے گا اس کے بعد ہم دوسرے کام کی ابتد کریں گے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو اس قدر کمزور کر دیا جائے گا کہ وہ کچھ عرصہ تک سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں ایسا ہونے کے بعد سلطان ناصرالدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان ہی علاقوں میں رہیں گے جب کہ میں اور الغ خان چند سالاروں کے ساتھ بغاوتوں کو فرو کرنے میں لگ جائیں گے بیٹی! لشکر کا وہ حصہ جو سلطان کے ساتھ رہتا ہے اس لشکر میں عورتیں ہیں انہی میں تمہیں رکھا جائے گا اور تمہاری حفاظت کا ترین انتظام کیا جائے گا تمہیں الغ خان کی غیر حاضری سے فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اب تم اپنوں کے اندر ہو ہم اپنوں کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔

میرے خیال میں تم تھکی ہاری ہو الغ خان تمہیں لشکر کے اس حصے کی طرف لے جاتا ہے جہاں عورتوں کا قیام ہے وہاں تم کھانا کھانے کے بعد آرام کرنا کیونکہ لشکر صبح یہاں سے کوچ کرے گا پھر خان اعظم نے الغ خان کی طرف دیکھا۔

الغ خان میرے بیٹے اب تم دیاونتی کو سلطان کے لشکر کے اس حصے کی طرف لے جاؤ جہاں لشکر میں شامل خواتین نے قیام کر رکھا ہے۔

الغ خان راجکماری دیاونتی کے ساتھ خان اعظم بلبن کے خیمہ سے نکل گیا تھا لشکر کے اس حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں عورتوں کا قیام تھا راستے میں دیاونتی نے بے پیار اور بڑی محبت میں الغ خان سے وہ سارے حالات کہہ دیئے تھے جن کے تحت اسے دہلی سے قنوج لے جایا گیا نرمل داس نے جو اس کے باپ راجا ملکی رام

کے پاس آکر شکایت کی تھی وہ بھی اس نے تفصیل کے ساتھ سنا ڈالی تھی یوں راجکماری دیاونتی نے عورتوں کے حصے میں قیام کر لیا تھا جب کہ اگلے روز لشکر نے پڑاؤ اٹھایا اور وہاں سے اس سمت کوچ کر لیا جہاں راجاؤں کا متحدہ لشکر پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

مالوہ کا راجا جاہرویو اور قنوج کا راجہ ملکی رام میوات اور سوالک کا راجا رندھیر اور جیت پور کا راجہ دیپال یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ سلطان ناصرالدین جس جگہ پڑاؤ کیے ہوئے ہے وہیں پڑاؤ رکھے گا اپنے لشکر کے مختلف حصے کر کے ان سمتوں میں روانہ کرے گا جہاں جہاں اس کے خلاف بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں ہیں۔

ان کا یہ ارادہ تھا کہ جونہی سلطان اپنے لشکر کو مختلف بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے روانہ کرے گا وہ متحدہ ہو کر سلطان پر ٹوٹ پڑیں گے سلطان کو بدترین شکست دیں گے اور سلطان کو شکست دینے میں کامیاب نہ ہوئے تب بھی وہ دہلی کے سلطان کی سلطنت کے اندر دور تک لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار شروع کر دیں گے اس طرح اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان ناصرالدین کا لشکر اپنا پڑاؤ ختم کر کے ان کے سامنے خیمہ زن ہوا ہے تو سلطان کے اس ردعمل نے انہیں کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

چاروں راجا سمجھ گئے تھے کہ سلطان اور اس کے سپہ سالار جنگ کیے بغیر نہیں ٹلیں گے جس وقت سلطان ان کے سامنے پڑاؤ کر رہا تھا وہ چاروں راجا ایک خیمے میں جمع ہوئے ابھی گفتگو کا آغاز ہونے والا تھا کہ قنوج کے راجا ملکی رام کا ایک محافظ اندر آیا اور اسے جھک کر تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا مالک میں آپ کے لئے ایک انتہائی اہم بلکہ یوں کہئے ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں یہ خبر ایسی ہے کہ میں اس کو الگ میں ہی کہنا چاہتا ہوں۔

ملکی رام نے کچھ سوچا فیصلہ کیا آنے والے مسلح جوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ خبر جو تم لائے ہو یہ کتنی اہم کیوں نہ ہو یہیں سب کے سامنے کہو میرا ان ساتھیوں سے کوئی پردہ نہیں ہے اس پر آنے والے نے پھر تعظیم دی اس کے بعد وہ بول پڑا۔

مالک میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ راجکماری دیاونتی قنوج سے بھاگ گئی ہے کدھر گئی ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں اس کے بعد اس مسلح جوان نے راجا ملکی رام کو یاونتی کے بھاگنے کی تفصیل کہہ سنائی تھی۔

جب تفصیل کہہ چکا تو ملکی رام نے ہاتھ کے اشارہ سے اسے جانے کو کہا اس ے جانے کے بعد کافی دیر تک ملکی رام کی گردن جھکی رہی باقی تین راجا بھی خاموش ھے پھر اس خاموشی کو مالوہ کے راجا جاہردیو نے توڑا۔

ملکی رام راجکماری دیاونتی کا قنوج سے بھاگ جانا ہمارے لئے ایک انتہائی بری خبر ا نہیں بلکہ یہ بڑی بے عزتی اور شرم کا مقام ہے ظاہر ہے دیاونتی قنوج سے بھاگ ر دہلی کی طرف گئی ہو گی ملکی رام اب بھی ہم کوشش کریں تو دیاونتی کو واپس لا سکتے ، یہ بات ظاہر ہے کہ دیاونتی الغ خان پاس جائے گی۔

دیاونتی کو یہ خبر نہ ہو گی کہ الغ خان نے کہاں کہاں قیام کر رکھا ہے لہٰذا میرا دل نا ہے وہ سیدھی دہلی جائے گی اور اس کی حویلی میں جا کر قیام کرے گی اس کے ں ممانی وہاں تو نہیں سلطان کے علاوہ اس کے سارے سالار بھی یہاں ہیں دہلی کوئی ایسا نہیں جو اسے ڈھارس دے سکے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آپ تیز رفتار ظ دہلی کی طرف روانہ کرو جو بھیس بدل کر دہلی کا رخ کریں دیاونتی کو وہاں تلاش ں اور دیاونتی کو پکڑ کر قنوج کی طرف نہ لے جائیں بلکہ آپ کے لشکر میں لے کر ا اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ہمارے سامنے آپ اپنی بیٹی کو اس کی ان حرکات نا پر کیا سزا دیتے ہیں۔

ملکی رام اس موقعہ پر میں یہ کہنا بھی پسند کرونگا جو قوتیں راجکماری دیاونتی کو ے دہلی کی طرف لے گئیں ہیں ان ہی قوتوں نے حملہ آور ہو کر میری بیٹے کو ں کے ساتھیوں کا قتل عام کیا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو اب تک دیاونتی مالوہ میں ے دلوں پر راج کر رہی ہوتی بہر حال بھگوان کو یہ منظور تھا لہٰذا تیز رفتار محافظ دہلی رف روانہ کرو جو دیاونتی کو وہاں سے پکڑ کر لائیں۔

لکی رام کو شاید راجا جاہردیو کی یہ تجویز پسند آئی تھی تھوڑی دیر تک وہ گردن ہوئے کچھ سوچتا رہا پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا کچھ تیز رفتار محافظ دہلی کی

طرف روانہ کئے اس کے بعد دوبارہ خیمے میں آیا پھر وہ سلطان ناصرالدین کے ساتھ متوقع جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

دو روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے ہندوستان کے چاروں راجا جلد جنگ شروع کرنے کے حق میں نہیں تھے وہ چاہتے تھے یہ وقت ٹلتا رہے اور سلطان کے ساتھ ان کے ٹکراؤ میں تاخیر ہو ایسا وہ اس لئے چاہتے تھے کہ انہوں نے سلطان کے خلاف جن بغاوتوں کا اہتمام کیا تھا وہ بغاوتیں عروج پر آجائیں اور سلطان ناصرالدین ان سے توجہ ہٹا کر بغاوتوں کو فرو کرنے میں لگ جائے جب وہ ایسا کرے تو اس کی غیر موجودگی میں چاروں راجا مل کر دہلی کی سلطنت پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان جانتے تھے کہ ہندوستان کے راجاؤں کی کیا اہمیت و ذہنیت ہے جب دو روز تک ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے تب انہیں پختہ یقین ہو گیا کہ چاروں راجا جنگ کو موخر رکھنے کے حق میں ہیں اس بنا پر تیسرے روز سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجا دیئے تھے چاروں راجاؤں نے بھی جان لیا کہ سلطان جنگ کی ابتداء کرنے لگا ہے۔

انہوں نے جب دیکھا کہ سلطان نے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجا دیئے ہیں اور صفیں درست کرنی شروع کر دی ہیں تب چاروں راجاؤں نے بھی اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا انہوں نے لشکر کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی وسطی حصے میں مالوہ کا راجا جاہر دیو اور قنوج کا ملکی رام کے دائیں جانب اور سوالک کا راجا رندھیر کو بائیں جانب جیت پور کے راجا دیپال کو رکھا گیا تھا کچھ دیر تک دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرتے رہے سلطان نے حسب معمول اپنے لشکر کو تین حصوں میں ہی تقسیم رکھا وسطی حصے میں سلطان خود رہا دائیں طرف کے حصے کی کمان داری خان اعظم بلبن کے پاس تھی اور بائیں جانب کا حصہ الغ خان کی سرکردگی میں تھا۔

جس وقت دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب چاروں راجا ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ابتدا خود کریں تاکہ ان کے لشکریوں پر اچھا اور دشمن کے لشکر پر برا اثر پڑے اور دشمن یہ

چ کہ چاروں راجا سلطان کے مقابلے میں جنگ سے پہلو تہی کرنے والے نہیں اور وہ خود ان پر ضرب لگانے میں پہل کر رہے ہیں یہ فیصلہ ہونے کے بعد چاروں ا اپنے لشکر کے سامنے چلے گئے اس کے بعد چاروں کے درمیان ایک دص اشارہ ہوا یہ اشارہ ملتے ہی چاروں راجاؤں کا لشکر آگے بڑھنا شروع ہوا دیکھتے یکھتے ان کا لشکر سلطان ناصرالدین کے لشکر پر اولوں کی بوچھاڑ اور خون کی برسات طرح حملہ آور ہو گیا تھا حملہ آور ہوتے ہوئے چاروں راجاؤں کے لشکری کچھ اس ح نعرے بلند کر رہے تھے جیسے روشنیوں کے نگر میں چاروں طرف اندھیرے اور لیاں چیخ چلا اٹھے ہوں راجاؤں کے لشکری بڑھ چڑھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو ، تھے وہ یہ چاہ رہے تھے کہ اپنے پہلے ہی حملے میں دشمن کو دھکیل کر پیچھے لے ں۔ لیکن ایسا ممکن نہ تھا اس لئے کہ ان کے سامنے سلطان ناصرالدین خان اعظم ں اور الغ خان پتھریلی چٹان کی طرح جم گئے تھے جس کو وہ پسپا کرنے میں کامیاب نہ سکے۔

جب دشمن اپنا پورا زور لگا چکا تب سلطان ناصرالدین نے پر زور انداز میں ں بلند کرنا شروع کیں اس کی تکبیروں کے جواب میں خان اعظم بلبن اور الغ کی طرف بھی تکبیریں بلند ہوئیں تب جھکتے آسمان سرخ ہوتی زمین نے دیکھا ان ایسے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے جیسے وہ آسمان میں شگاف یں گے زمین کو اس کے کمربند سے اٹھا کر پٹخ دیں گے اس کے ساتھ ہی سلطان دین' خان اعظم بلبن اور الغ خان کی سرکردگی میں مسلمان لشکری چاروں ں کے لشکر پر جبر کی للکاریں تعصب اور کدورت کی دیواریں گراتے کھولتے ں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے دونوں لشکر ایک دوسرے پر بری طرح چڑھ ے تھے لشکری خون آلود ہونے لگے تھے تلواروں' ڈھالوں کے ٹکرانے کے شور در انسانی چیخیں دینے لگی تھیں ہر سو مرگ کی آندھیاں کھڑی ہو گئی تھیں اسرار بانوں میں انسانی نسلیں بکھرنے لگی تھیں فطرت کے آئینہ میں وقت کے الاؤ کے یں اور ساعتیں کرچی کرچی ہونا شروع ہو گئے تھے ویران سرزمینوں کی خاک سودگی' راحت' امن اور شانتی خونی بھنور اور اذیتناک دھوپ کی صورت اختیار

کرنے لگے تھے بیابانوں کے اندر لڑی جانے والی یہ جنگ ایسا سماں پیش کئے ہوئے تھی جیسے جنت کے مناظر کے اندر دوزخ کے گماشتے چار سو رقص کناں ہو گئے ہوں۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا آخر وقت کی آنکھ اور زمین کی نگاہ نے دیکھا سلطان ناصرالدین اور اس کے کمان دار اور سارے لشکری آہستہ آہستہ چاروں راجاؤں کے متحد لشکر پر غالب اور فتح مند ہوتے دکھائی دے رہے تھے اس لئے کہ دشمن کی اگلی صفوں کو بری طرح کچل اور مسل کر رکھ دیا گیا تھا پھر سلطان ناصرالدین کے لشکری اپنی تلواریں لہراتے ہوئے اپنی ڈھالوں کو سامنے رکھتے ہوئے اور زور دار انداز میں اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کے وسطی حصے میں گھسنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

یہ صورت حال راجاؤں کے لئے یقیناً" تشویش ناک تھی ایک بار پھر انہوں نے اپنے لشکریوں کو للکارا تاکہ اپنے سامنے دکھائی دیتی شکست کو اپنی فتح مندی میں تبدیل کر دیں لیکن ان کی یہ کوشش لیکن ان کا یہ جتن بھی ناکام رہا مسلمان لشکری ان کے اندر گھستے چلے جا رہے تھے جیسے کوئی شیر دل چوپان کوئی زندہ دل پاسبان کوئی نڈر چرواہا بے ضرر بھیڑوں کو اپنے سامنے اپنی لاٹھی سے ہانکتا چلا جاتا ہے کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد چاروں راجاؤں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان ناصرالدین نے خان اعظم بلبن اور الغ خان کو حکم دیا کہ دشمن کا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ تعاقب کیا جائے تاکہ کچھ عرصہ تک دشمن ان کے سامنے سر نہ اٹھا سکے۔ یہ حکم ملنا تھا کہ لشکر کے تینوں حصے دشمن کے پیچھے لگ گئے اور دور تک دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی عسکری طاقت کو بری طرح کچلا اور مسلا گیا جب چاروں راجا منتشر ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گئے تب سلطان ناصرالدین اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی اور جہاں ان کا پڑاؤ تھا۔

پڑاؤ میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر تک سلطان نے دشمن کے پڑاؤ کا جائزہ لیا۔ مال غنیمت کی صورت میں ان گنت اشیاء سلطان کے ہاتھ لگی تھیں۔ پھر سلطان

نے خان اعظم بلبن الغ خان اور تاج الدین کو اپنے خیمے میں طلب کیا تینوں سلطان کے خیمے میں آئے اور سلطان کے سامنے بیٹھ گئے تھے کچھ دیر تک سلطان ناصرالدین کے خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان نے ان تینوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

میرے عزیزو! یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے ہندوستان کے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو شکست دی اس میں شک نہیں کہ کچھ عرصہ تک وہ ہمارے سامنے نہ آ سکیں گے اور اپنی شکست کے زخم چاٹتے رہیں گے لیکن وہ اپنی قوت کو بحال کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائیں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے جو سازشیں کر کے ہمارے خلاف بغاوت کرائی ہے اس بغاوت کے ثمرات وہ اپنے حق میں دیکھنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ میں چاہتا ہوں میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ رکھوں۔ تاکہ میں دشمن پر نگاہ رکھ سکوں۔ سلطان جب خاموش ہوا تو بلبن بول پڑا۔

سلطان محترم آپ نے جو فیصلہ کیا ہے ہمارے لئے آخری ہے اس کے خلاف ہمیں نہ کچھ کہنا ہے نہ ہمیں کوئی اعتراض ہے میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ عمادالدین ریحانی کی طرف روانہ ہو جاؤں گا جب کہ الغ خان اور تاج الدین قتلغ خان کی سرکوبی کے لئے کوچ کر جائیں گے اب باقی تیسرا باغی جو بچتا ہے اس کے متعلق آپ نے کیا سوچا ہے۔

سلطان ناصرالدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ بول اٹھا خان اعظم آپ کا کہنا ٹھیک ہے میں چاہتا ہوں پہلے عمادالدین ریحانی اور قتلغ خان کی بغاوت کو رد کر دیا جائے پھر اس کے بعد سندھ کے حاکم کشلی خان کی بغاوت کو کچلا جائے ہمیں ایک وقت تین محاذ نہیں کھولنے چاہئیں اگر عمادالدین ریحانی اور قتلغ خان کا سر کچلنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو پھر کشلی خان کی حیثیت ہمارے سامنے کچھ نہیں رہے گی لیکن یہ امور ہم نے فی الفور نمٹانے ہیں تاکہ ہندوستان کے راجاؤں کو ہمارے ہاتھوں سے جو شکست ہوئی ہے اس کے نقصان کو وہ بحال نہ کرنے پائیں ان کے لشکر کی بحالی سے پہلے ہی پہلے ہمیں اپنی ساری بغاوتوں کو فرو کر لینا چاہئے اس لئے میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ راجا چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ یہ ہمارے ہاتھوں

شکست اٹھانے کے بعد اپنی شکست کا بدلہ بھی لیں گے ہمارے خلاف مختلف محاذ کھولنے کی کوشش کریں گے۔

بہر حال میں خوش ہوں تم تینوں نے میرے اس تجویز سے اتفاق کیا ہے اب میں تمہاری اطلاع کے لئے کچھ دوسرے امور پر بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں سب سے پہلا معاملہ الغ خان اور راجکماری دیاونتی کا ہے میرے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جنگ سے پہلے قنوج کے راجا ملکی رام کے مخبروں نے خبر کر دی تھی کہ راجکماری دیاونتی قنوج سے بھاگ گئی ہے اس وقت دوسرے راجہ بھی راجہ ملکی رام کے پاس تھے سب نے مل کر یہ مشورہ دیا کہ کچھ مسلح جوان مقرر کئے جائیں جو دہلی کا رخ کریں وہاں دیاونتی کو تلاش کریں اور دیاونتی کو اٹھا کر واپس لانے کی کوشش کریں۔ اب میں نے تم تینوں کی غیر موجودگی میں دو امور کا فیصلہ کیا ہے پہلا یہ کہ میں نے اپنے کچھ مسلح جوانوں کو دہلی کی طرف روانہ کیا ہے ان کے ذمہ پہلا کام تو یہ ہو گا کہ وہ ان مسلح جوانوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں جو ملکی رام نے دہلی کی طرف روانہ کئے ہیں جو دیاونتی کو گرفتار کرنے کے لئے آئے ہیں میں نے حکم دیا ہے کہ ان مسلح جوانوں کو زندہ گرفتار کر کے میرے پاس لے آئیں۔

دوسرا معاملہ جو میں نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ اور مسلح جوانوں کو میں نے دہلی کی طرف روانہ کیا ہے جو حالات میری بیٹی دیاونتی نے یہاں آ کر سنائے ہیں ان کے مطابق دہلی کا ایک نوجوان جس کا نام نرمل داس ہے اس نے جا کر راجہ قنوج کے پاس شکایت کی کہ اس کی راجکماری دیاونتی دہلی میں الغ خان سے شادی پر آمادہ ہے۔ یہ نرمل داس خود دیاونتی کو پسند کرتا تھا اس سے شادی کرنے کا خواہاں تھا اس نے دیکھا کہ دیاونتی الغ خان کو پسند کرتی ہے تو اس نے اس معاملہ کو پسند نہ کیا اور راجا ملکی رام کے پاس جا کر سارے معاملہ کا انکشاف کر دیا جس کے نتیجہ میں ملکی رام نے تمہاری غیر موجودگی میں کچھ مسلح جوانوں کو دہلی بھیجا ہے وہ اپنے ساتھ دیاونتی ہی نہیں اس کے ماموں، ممانی اور ماموں زاد بہن کو بھی لے گئے راستے میں دیاونتی کے ماموں اور اس کی ممانی اور ان کی بیٹی کو تو انہوں نے قتل کر دیا اور دیاونتی کو قنوج لے گئے نرمل داس کو اس کے کئے کی سزا ملنی چاہئے میں نے ان مسلح جوانوں کو کہا ہے کہ

ل داس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے کر آئیں۔

پھر میں مناسب موقع پر نرمل داس ہی نہیں ان جوانوں سے بھی میں بات کرونگا ہی قنوج کے راجا ملکی رام نے دیاونتی کو گرفتار کرنے کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہے۔

سلطان ناصرالدین کے اس انکشاف پر الغ خان ہی نہیں خان اعظم بلبن بھی شکر اری کے انداز میں سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ان ناصرالدین خود ہی بول پڑا۔

عزیزو میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اپنے لشکروں کی طرف لوٹ جاؤ جنگ کے ان جتنے زخمی ہوئے ہیں وہ میرے پاس رہیں گے میں ان کی خود دیکھ بھال کرونگا۔ کے ساتھ ہی سلطان ناصرالدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے سے باہر آئے کے دروازے کے قریب ہی سلطان الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

الغ خان میرے بیٹے میں جانتا ہوں کہ تم اس مہم پر نکلنے سے پہلے دیاونتی سے ملنا کرو گے ساتھ والے خیمے میں جاؤ میں نے اس سے تمہاری ملاقات کا بندوبست کر ہے اس وقت خیمے میں دیاونتی اکیلی ہے تم اس سے مل سکتے ہو۔

الغ خان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی شکریہ کے انداز میں ان کی طرف دیکھا پھر اپنے سر کو خم کرتا ہوا وہ پیچھے ہٹا اور ساتھ والے خیمہ میں ا ہوا تھا۔

دیاونتی کو شاید الغ خان کی آمد کا انتظار تھا وہ اس لئے خیمے میں وہ بڑی بے چینی چکر لگا رہی تھی جوں ہی الغ خان خیمہ میں داخل ہوا وہ اس کے قریب آئی اس ں کے چہرے پر گہری اور دل فریب مسکراہٹ تھی الغ خان کے قریب آکر دیاونتی رس اور مٹھاس بھری آواز میں بول پڑی۔

الغ خان سلطان محترم نے مجھے بتایا تھا کہ آپ تھوڑی دیر تک کسی بغاوت کو فرو نے کے لئے یہاں سے کوچ کر رہے ہیں میں سلطان کی شکر گزار ہوں کہ انہوں لیحدگی میں آپ سے ملاقات کا اہتمام کیا الغ خان کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس مہم ں بھی آپ کے ساتھ جاؤں میں یہاں اکیلی پڑی کیا کرتی رہوں گی پھر مجھے یہاں

رہتے ہوئے خطرہ بھی ہے میرے باپ کے مسلح جوان آنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھیئے گا وہ مجھے اٹھا کر قنوج لے جائیں گے اور قنوج پہنچنے کے بعد میرا باپ جو میرے ساتھ سلوک کرے گا وہ بڑا عبرت ناک ہو گا۔

دیاونتی کے اطمینان کی خاطر الغ خان نے کہنا شروع کیا۔ دیاونتی! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہم نے تمہاری حفاظت کا خاصا اہتمام کر رکھا ہے لہٰذا تمہیں اپنی حفاظت سے متعلق بالکل بے فکر ہو جانا چاہئے۔

دیاونتی تمہاری اطلاع کے لئے میں یہ بھی کہوں کہ قنوج کے مخبروں نے تمہارے باپ کو بھی اطلاع کر دی ہے کہ تم قنوج سے بھاگ گئی ہو لہٰذا اس نے کچھ مسلح جوانوں کو تمہیں حاصل کرنے کے لئے دہلی کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ خبریں سلطان تک بھی پہنچ چکی ہیں۔ سلطان نے اپنے مسلح جوانوں کو گروہ در گروہ دہلی کی طرف روانہ کیا ہے۔ پہلا گروہ ان لوگوں کو پکڑ کے لائے گا جنہیں تمہارے پتا نے دہلی کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ تمہیں پکڑ کے لائیں۔ دوسرا گروہ نرمل واس کو دہلی سے پکڑ کے لائے گا۔ جس نے دہلی سے قنوج جا کر شکایت کی کہ دیاونتی الغ خان سے بیاہ رچانا چاہتی ہے۔

دیاونتی تم بالکل مطمئن رہو۔ میری غیر موجودگی میں تم یہاں ایسے ہی محفوظ ہو جیسے تم میری موجودگی میں یہاں ہو۔ میں یقیناً" تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ لیکن دیکھو جو لشکر یہاں سے بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ ان میں کوئی عورت یا لڑکی شامل نہیں ہے۔ اور پھر بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے ہمیں ادھر ادھر بھاگنا پڑے گا تگ و دو کرنی پڑے گی اور یقیناً" تم میرا ساتھ نہ دے سکو گی۔ لہٰذا میں تم سے کہوں گا کہ تم یہیں رہو یہاں تم زیادہ محفوظ ہو۔

الغ خان کی اسی گفتگو سے لگتا تھا کہ دیاونتی مطمئن ہو گئی ہو۔ لیکن تھوڑی دیر تک نیچی نگاہوں سے وہ الغ خان کو دیکھتی رہی پھر بول پڑی۔

الغ خان اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو میں ایسا ہی کرونگی۔ آپ دیکھئے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد جلد لوٹئے گا۔ میں اس سے پہلے ہی آپ کی جدائی اور آپ کی مفارقت میں ایک لمبا عرصہ گزار چکی ہوں۔

الغ خان نے ایک بار پھر بڑے پیار سے دیاونتی کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

دیاونتی میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ بغاوتوں کو فرو کرنے کے بعد جلد لوٹوں گا تم میری کامیابی کے لئے دعا بھی کرنا۔ اس کے ساتھ ہی الغ خان ہاتھ ہلاتے ہوئے خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

خان اعظم، سلطان ناصرالدین کے ساتھ ابھی تک اپنے خیمے کے باہر الغ خان کا انتظار کر رہے تھے۔ الغ خان جب ان کے پاس گیا تو تینوں آگے بڑھے تھوڑی دیر تک مشاورت ہوتی رہی اس کے بعد خان اعظم بلبن، الغ خان اور تاج الدین بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

خان اعظم بلبن نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قتلغ خان کا رخ کیا تھا۔ جب کہ الغ خان اور تاج الدین عمادالدین ریحانی کی طرف کوچ کر چکے تھے۔

خان اعظم بلبن جب قتلغ خان کے مرکزی شہر بہرائچ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا قتلغ خان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ خان اعظم کی راہ روکے ہوئے تھا۔

شاید قتلغ خان اس خوش فہمی دھوکے اور فریب میں مبتلا ہو گیا تھا کہ اس کی سر کوبی کے لئے سلطان ناصرالدین نے صرف بلبن کو روانہ کیا ہے اور اسے امید تھی کہ وہ اکیلے بلبن کو شکست دے کر مار بھگائے گا اسے ۔ یہ بھی خبریں پہنچ گئی تھیں کہ سلطان ناصرالدین نے ابھی تک وہیں قیام کر رکھا ہے۔ جہاں اس نے راجاؤں کے متحدہ لشکر کو شکست دی تھی جب کہ الغ خان اور تاج الدین عمادالدین ریحانی کی سر کوبی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

خان اعظم بلبن کو راستے ہی میں خبر ہو چکی تھی کہ اس سے جنگ کرنے کے لئے قتلغ خان بہرائچ سے باہر اپنی صفیں درست کر چکا ہے جوں ہی خان اعظم وہاں پہنچے گا۔ قتلغ خان اس پر حملہ آور ہو جائے گا۔ لہٰذا احتیاط کے طور پر خان اعظم بلبن نے قتلغ خان کے سامنے آنے سے پہلے ہی اپنی صفیں درست کر لی تھیں جوں ہی خان اعظم بلبن اپنے دستوں کے ساتھ قتلغ خان کے سامنے آیا اس نے جنگ کے طبل بجا دیئے تھے۔

خان اعظم نے جلدی جلدی رسد کا سامان ایک جگہ ڈھیر کروایا لشکر کی صفیں اس نے پہلے ہی درست کر لی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے قتلغ خان اپنے لشکر کے ساتھ خان اعظم بلبن کے لشکر پر گمنامیوں کے بھنور میں بے کیفی بلا خیزی اناؤں کی تماشہ گاہ کے

بیداری اور سینے میں بھٹکتے خیالات کی مبارزت آرائیوں' مناقشوں اور نبرد آزمائیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جواب میں خان اعظم نے گرجتے ہوئے آبشاروں کی طرح اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے ان تکبیروں کے جواب میں پورا لشکر اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھا تھا۔

پھر خان اعظم بلبن نے برف باریوں کی رت میں آگ کے طوفانوں اور دل کا آئینہ کرچی کرچی کر دینے والی آسمانی وحشتوں کی طرح اپنے ردعمل کی ابتدا کی پھر وہ قتلغ خان کے لشکر پر روح کا پیمانہ پارہ پارہ کرتی شعلہ زن نفرتوں' اور پناہ گاہوں اور فصیلوں کے حصار کو ریزہ ریزہ کر دینے والے شہ سوار کی طرح انتہائی بے باکی و جاں نثاری سے حملہ آور ہو گیا تھا۔

جنگ اپنے عروج پر آگئی تھی۔ جنگ کے شروع میں قتلغ خان نے اپنی خوش قسمتی میں جو امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ آہستہ آہستہ دم توڑنے لگی تھیں۔ اور پھر جب لمحہ بہ لمحہ بلبن کے لشکریوں نے اپنے حملوں میں تیزی اور بربریت پیدا کی تب قتلغ خان کی ساری خوش فہمیاں آہستہ آہستہ رگ جان میں اترنے لگی تھیں۔ پھر نیلے آسمان اور سرخ ہوتی زمین نے دیکھا خان اعظم بڑی تیزی کے ساتھ قتلغ خان پر غالب آنا شروع ہو گیا تھا۔

قتلغ خان نے جب دیکھا کہ بہرائچ سے باہر کھلے میدانوں میں اس کی شکست یقینی ہو گئی ہے تب اس نے شکست قبول کرنے اور بھاگ جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھی لہٰذا اپنے لشکریوں کو ان کے حال پر چھوڑتے ہوئے وہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔

قتلغ خان نے اپنے مرکزی شہر بہرائچ کا رخ نہیں کیا۔ بلکہ وہ ایسا بد حواس ہو کر بھاگا کہ اس نے سیدھا جیت پور کے راجا دیپال کا رخ کیا۔ اس راجا کے ساتھ بھی قتلغ خان کے پرانے تعلقات تھے۔ خان اعظم بلبن نے دور تک قتلغ خان کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بھاگ کر جیت پور کے راجہ دیپال کی سرحدوں میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ راجہ دیپال کے پاس پہنچ کر قتلغ خان نے اس سے مدد مانگی جیت پور کا راجہ دیپال پہلے ہی مسلمانوں کے ساتھ نہ ختم ہونے والی نفرت رکھتا تھا لہٰذا اس

نے قتلغ خان کو ایک بہت بڑا لشکر دیا اور اسے یہ مشورہ دیا کہ اس لشکر کے ساتھ وہ سندھ کے حاکم کشلی خان کی طرف چلا جائے اور وہ دونوں مل کر سلطان ناصرالدین کے خلاف ایسی بغاوت کھڑی کر دیں جسے دہلی کا سلطان فرو کر نہ سکے۔

قتلغ خان نے ایسا ہی کیا۔ اپنے بچے کچھے دستوں کو بھی اس نے ساتھ لیا۔ جو لشکر جیت پور کے راجا دیپال نے اسے دیا تھا۔ اسے بھی لے کر وہ سندھ کے حاکم کشلی خان کی طرف چلا گیا۔ اس طرح کشلی خان اور قتلغ خان دونوں ایک بہت بڑی بغاوت کھڑی کرنے کے لئے زور و شور کے ساتھ تیاریاں کرنے لگے تھے۔

جس طرح قتلغ خان نے بہرائچ سے باہر خان اعظم بلبن کا استقبال کیا تھا۔ ایسا ہی عمادالدین ریحانی نے بھی کیا۔ اسے بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان ناصرالدین نے الغ خان اور تاج الدین کو اس کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ الغ خان جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے۔ اور وہ خود کسی بھی صورت الغ خان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ تاہم اس نے الغ خان اور تاج الدین کی راہ روکنے کے لئے بدایوں سے باہر اپنے لشکر کو استوار کیا تھا۔

عمادالدین ریحانی نے قتلغ خان سے مختلف رویہ اختیار کیا جہاں قتلغ خان نے خان اعظم بلبن پر حملہ آور ہونے کی ٹھانی اور اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی وہاں اس کے برخلاف عمادالدین پڑاؤ کئے رہا اس نے جنگ کی ابتداء نہیں کی۔ وہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ اگر قتلغ خان کسی طرح خان اعظم بلبن کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو الغ خان اور تاج الدین کے خلاف وہ اس سے مدد طلب کرے گا۔ لیکن اسے کیا پتہ تھا کہ خان اعظم بلبن قتلغ خان کو دھلے ہوئے کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دے گا۔

دو روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ الغ خان نے جب دیکھا کہ عمادالدین ریحانی جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ وہ جنگ کو طول دینا چاہتا ہے۔ تب دوسرے روز اس نے اپنی طرف سے جنگ کے طبل بجا دیئے تھے۔ اور صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں۔ عمادالدین ریحانی کو بھی مجبوراً" جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنی صفوں کو استوار کرنا پڑا تھا۔

حملہ کی ابتدا تاج الدین اور الغ خان نے کی الغ خان اور تاج الدین دونوں عمادالدین ریحانی کے لشکر پر آتشی سلوں پر دھکتے طوفانوں' بے جہت بھاگتے لمحوں کی طرح صلیبیں بنتے حروف اور گہرے پانیوں سے دست درازی کرتی لہروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ جواب میں مجبوراً" عمادالدین ریحانی بھی ستم کی گرم ہواؤں اور صحرا میں اٹھے طوفانی جھکڑوں کی طرح الغ خان اور تاج الدین پر ٹوٹ پڑے تھے۔

میدان جنگ میں دھرتی کی رعنائی کے اندر خون سے لپٹے طوفان اور منجدھار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جیون کی کتاب کی دھڑکنیں پتھریلی ہونے لگی تھی۔ عروج ذات و حیات' غموں کے غبار کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ہر سو ایک شور اور چیخ و نمونما کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

پر یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا کیونکہ الغ خان اور تاج الدین دونوں نے مل کر عمادالدین ریحانی کو بدترین شکست دی عمادالدین ریحانی کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اس کے لشکر کے اکثر حصے کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اور جو لشکری بچے انہوں نے الغ خان سے معافی مانگ لی تھی۔

پھر الغ خان اور تاج الدین ایک خیمے سے باہر بیٹھ گئے اور عمادالدین ریحانی کو پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کچھ مسلح جوانوں نے عمادالدین ریحانی کو الغ خان اور تاج الدین کے سامنے پیش کیا الغ خان تھوڑی دیر تک سر سے لے کر پاؤں تک عمادالدین ریحانی کو دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر کبھی گہرا غصہ اور کبھی طنز نمودار ہوتا تھا۔ پھر الغ خان نے عمادالدین ریحانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمادالدین یہ بات تاریخ کے اوراق میں طے شدہ ہے کہ جو شخص ہوا بوتا ہے بگولے کاٹتا ہے۔ سن عمادالدین تو نے انگارے بوئے سو تو نے آگ کاٹی۔ عمادالدین ریحانی جس وقت ناصرالدین ہم سے خفا تھا اور تیرے آدمی مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے تھے اور تیرے سامنے مجھے پیش کیا گیا تھا۔ اس موقع پر بھی میں نے تیرے سامنے کچھ تیری بھلائی کی باتیں کی تھیں لیکن تیرا ذہن پھر بھی صاف نہ ہوا!۔

عمادالدین ریحانی میں جانتا ہوں تیری اطاعت میں لاف زنی تھی۔ اور تیری باتوں

میں گزاف تھا۔ تو ہمیشہ شام کے لباس میں گناہ کی دہلیزیں کھڑی کرتا رہا۔ ہمیشہ دکھوں کے کنوؤں میں بدی کی چادریں پھیلاتا رہا۔ دیکھ کبھی میں تیرے سامنے تیرے خیمے کے اندر بے بس اور لاچار تھا اور میری لاچارگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تو نے میری منہ پر طمانچے مارے تھے۔ لیکن میں نے اف تک نہ کی تھی۔ سن عمادالدین اگر تیرا میرا ذاتی مقابلہ ہوتا یا تیری میری ذاتی دشمنی ہوتی اور تو گرفتار ہو کر یوں میرے سامنے آتا تو قسم خدا واحدولا شریک کی میں تجھے معاف کر دیتا۔ بول جو کچھ تو نے کیا اس سلسلے میں تیرے پاس صفائی میں کچھ کہنے کے لئے ہے۔

عمادالدین ریحانی چپ کھڑا رہا اس کے لبوں پر خاموشی تھی اس نے کچھ جواب نہ دیا الغ خان نے پھر کھولتے ہوئے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عمادالدین تیرے لب پتھر کیوں ہو گئے ہیں تیرے جذبے اپاہج کیوں ہو گئے ہیں کیوں تو تنہائیوں کی نوکوں میں الجھ گیا ہے۔ عمادالدین ریحانی میں جانتا ہوں تجھے وطن سے کوئی محبت نہ تھی تجھے دین سے لگاؤ نہ تھا تو ہر رحم سے نا آشنا تو ہر وفا سے بے بہرہ تھا۔ تیرے جیسا شخص جو کبھی بھی وطن اور دین کا محافظ نہ بن سکا ہو۔ عمادالدین ریحانی اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

عمادالدین ریحانی ذرا اپنے ماضی پر نگاہ ڈال تیری خون میں نہائی زندگی زہر آلود فضاؤں کی طرح ہے۔ تو نے یہ کبھی نہ سوچا کہ گرفت عذاب سے قبل اور موت کے طوق گلو گیر سے پہلے اپنی خواہشوں کے رنگین خلد سے نکل دیکھو۔ عمادالدین! یہ دنیا فانی اور عبرت سرا ہے۔ زندگی کا ہر بت گر جانے والا ہے۔ زمین کے سینے کے اندر بجھنے اور زیست کی ہر روشنی فنا ہونے کے لئے ہے۔

عمادالدین نے جب الغ خان کی اس ساری گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تو الغ خان نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ یوں عمادالدین کا خاتمہ کر کے الغ خان وہاں سے ”کوچ کر گیا تھا۔

راجہ دیپال بھی حرکت میں آ چکا تھا اس نے ایک بہت بڑا لشکر باغی قتلغ خان حوالے کیا تھا۔ قتلغ خان اس لشکر کے ساتھ سندھ کے والی کشلی خان کے ساتھ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔

دوسری جانب ان بغاوتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے مالوہ کا راجا جاہر دیو بھی اٹھ ا ہوا۔ اس نے اپنے ایک مضبوط اور مستحکم قلع ٹرور کو اپنا مرکز بنایا۔ اور وہاں وہ نکل کر سلطنت دہلی کے علاقوں پر حملہ آور ہونے لگا تھا دور دور تک اس نے کی۔ نہ صرف کچھ علاقوں کو اپنی عملداری میں شامل کر لیا بلکہ اس نے لوٹ مار لسلہ بھی شروع کیا۔ تیسری طرف قنوج کے راجا ملکی رام نے بھی ایسے ہی رد عمل لہار کیا اس نے اپنے ایک مضبوط قلع نبرتھ کو مرکز بنایا اور وہاں سے نکل کر اس بھی مسلمان علاقوں میں یلغار شروع کر دی تھی۔

چھوتی طرف سوالک کا راجا بھی اٹھ کھڑا ہوا اس نے رنتھمبور کو اپنا مرکز بنایا نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ اور وہاں سے نکل کر سلطنت دہلی کے علاقوں پر آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

یوں چاروں راجاؤں نے سلطان کے لئے چار مختلف محاذ کھول دیئے تھے۔ چاروں متحد ہو کر سلطان کے مقابلے پر نہ آئے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ اگر سلطان نے ا پھر شکست دے دی تو وہ اٹھنے کے قابل نہ رہیں گے۔ انہوں نے چار مختلف کھولے تھے تاکہ کسی ایک محاذ کا اگر ناصرالدین انتخاب کرتا ہے تو باقی تین محاذ دوسرے تین راجا سلطان کی پشت سے حملہ آور ہو کر اسے ناقابل تلافی نقصان یں گے۔

یہ ساری خبریں سلطان ناصرالدین تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ لہٰذا اس نے اپنے

پڑاؤ کو وہیں رکھا۔ جہاں پہلے تھا۔ اب اسے بڑی بے چینی سے خان اعظم بلبن' الغ خان اور اپنے تیسرے بڑے جرنیل تاج الدین کی واپسی کا انتظار تھا۔

جس وقت ہندوستان کے راجا دہلی کی سلطنت پر بھرپور یلغار کر رہے تھے۔ اچانک سلطان ناصرالدین کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ قتلغ خان اور کشلی خان دونوں ایک بہت بڑا لشکر لے کر نکلے ہیں۔ اور دہلی کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ سلطان کو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ دہلی کے اندر کچھ ایسے امرا ہیں جس کے ساتھ قتلغ خان اور کشلی خان نے ساز باز کی ہے اور دہلی کے ان امرا نے کشلی خان اور قتلغ خان کو یہ یقین دلایا ہے کہ سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن' الغ خان اور تاج الدین کی غیر موجودگی میں اگر انہوں نے دہلی کا رخ کیا تو وہ بڑی آسانی سے دہلی پر انکا قبضہ کرا دیں گے۔

یہ اطلاع ملتے ہی سلطان ناصرالدین نے اپنا پڑاؤ اٹھایا اور دہلی کا رخ کیا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد بھجوائے اور خان اعظم بلبن اور الغ خان کو حکم دیا کہ وہ فوراً" دہلی کا رخ کریں۔ یوں بڑی تیزی سے حالات پیچیدہ ہونا شروع ہو گئے تھے۔

سب سے پہلے الغ خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دہلی پہنچا تھا۔ دہلی پہنچ کر الغ خان کو بھی یہ خبر ہو گئی تھی کہ دہلی کے کچھ امرا نے قتلغ خان اور کشلی خان کے ساتھ ساز باز کر رکھی ہے اور مخبروں کے ذریعے یہ اطلاع بھجوائی ہے کہ اگر وہ یعنی قتلغ خان اور کشلی خان دونوں' سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن' الغ خان اور تاج الدین کی غیر موجودگی میں دہلی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو وہ بڑی آسانی سے قتلغ خان اور کشلی خان کا دہلی پر قبضہ کرا دیں گے۔

دہلی پہنچ کر الغ خان نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے ان امرا کو گرفتار کر لیا جنہوں نے دہلی میں بیٹھ کر باغی قتلغ خان اور کشلی خان سے ساز باز کی تھی۔ پھر الغ خان نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ اس نے کچھ مسلح مخبروں کو پھیلا دیا تاکہ دہلی کے ساتھ کشلی اور قتلغ خان کا کوئی رابطہ نہ رہے اور اگر کوئی مخبر کوئی اطلاع لے کر جائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تاکہ کشلی خان اور قتلغ خان دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دہلی کی طرف بڑھتے چلے آئیں اور انہیں یہ خبر نہ ملے کہ دہلی کے

ن امرا سے انہوں نے ساز باز کر رکھی ہے انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔

جس روز الغ خان دہلی پہنچا اس کے دوسرے روز ہی سلطان ناصرالدین اور خان ظم بلبن بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دہلی پہنچ گئے تھے پھر متحدہ لشکر نے دہلی ے باہر پڑاؤ کیا یہ بھی خبریں آنی شروع ہوئیں کہ کشلی خان اور قتلغ خان بڑی تیزی ے دہلی کا رخ کر رہے ہیں۔

سلطان ناصرالدین نے لشکر کا ایک حصہ دہلی شہر کی حفاظت پر مامور کیا اور پھر کشلی خان اور قتلغ خان کی راہ دہلی سے دور روکنے کے لئے سلطان نے کوچ کیا تھا۔

کشلی خان اور قتلغ خان کو بھی یہ خبر ہو چکی تھی کہ سلطان ناصرالدین ان کی راہ کنے کے لئے کوچ کر چکا ہے لہٰذا انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کر لیا تھا۔ تاکہ سلطان ے پہنچنے سے پہلے وہ اپنی حالت کو مستحکم کر لیں اور سلطان سے فیصلہ کن جنگ ریں۔

اپنے لشکر کے ساتھ کشلی خان اور قتلغ خان کے سامنے آتے ہی سلطان رالدین نے حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی کیونکہ سلطان کو ان دونوں کے خلاف ں غضبناکی بڑا غصہ تھا کہ انہوں نے عین ان دنوں سلطان کے خلاف بغاوت کھڑی ا جس وقت وہ ہندوستان کے راجاؤں کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ لہٰذا سلطان رالدین نے ان کے سامنے آتے ہی اپنے کام کی ابتدا کی پھر بلبن اور الغ خان کے تھ وہ کشلی خان اور قتلغ خان پر زمین کے سینے کے الاؤ سے اچانک اٹھ جانے والی ں مناجات کی گھڑیوں' کرامات کے کسی لمحے اور زہر برساتے فلک سے زوال کا معرکہ ا کر دینے والی خونی کرنوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ سلطان ناصرالدین الغ خان خان اعظم بلبن کا یہ حملہ ایسا تھا کہ کشلی خان اور قتلغ خان کو یوں محسوس ہوا ، ان کے سر سے آسمان اور پاؤں تلے سے زمین کے روندنے والی بے روک افتوں نے نزول کر لیا ہو۔ تاہم کشلی خان اور قتلغ خان نے جوابی کاروائی کی وہ ا سلطان ناصرالدین' بلبن اور الغ خان پر ہوس کے صحراؤں کی سسکتی تنہائیوں دتی کے تشنج سے اٹھتے اندھے کوہستانی جھکڑوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے آہیں بھرتی تنہائیاں اور بکل مارے بیٹھی

خاموشیاں طوفانوں کے خروش اور بگولوں کا وحشی پن اختیار کر گئی تھیں۔ جنون میں سر شار موت چاروں طرف آتشی پکار اور بتی لو کی طرح زیست کو رنگ و روشنی سے محروم کرنے لگی تھی۔

قتلغ خان اور کشلی خان دونوں زیادہ دیر تک سلطان ناصرالدین' الغ خان اور بلبن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ تھوڑی ہی دیر بعد انہیں ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ان تینوں کے حملوں سے وہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتی آتشی نا آسودگیوں کا شکار ہونا شروع ہو گئے ہوں اور ان کے جسم کی شریانوں میں آگ بن کر اندوہ ناک زہریلے لمحے ناچ اٹھے ہوں۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد کشلی خان اور قتلغ خان کو بدترین شکست ہوئی۔ سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان تینوں نے ان کے لشکر کا بھرپور قتل عام کیا اس لئے کہ ان کے لشکر کی اکثریت ان ہندوؤں پر مشتمل تھی جو جیت پور کے راجا دیپال نے مہیا کئے تھے۔ لہٰذا سلطان ناصرالدین' بلبن اور الغ خان نے ٹھان رکھی تھی کہ اگر وہ ان کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیتے ہیں تو ایک طرح سے جیت پور کے راجا دیپال کی کمر ٹوٹ کر رہ جائے گی پھر ایسا ہی ہوا۔ جیت پور کے راجہ کے لشکریوں کا خوب قتل عام ہوا۔ جب کہ کشلی خان اور قتلغ خان دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ساتھ جو لشکری تھے ان کا قتل عام کر کے ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

جب یہ بغاوت فرو ہو گئی باغیوں کا خاتمہ کر دیا گیا تب سلطان ناصرالدین نے کشلی خان اور قتلغ خان کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

دونوں جب سلطان کے سامنے آئے تو کشلی خان تو بھاگ کر سلطان کے قدموں پر گر گیا۔ اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا اور یہ وعدہ کرنے لگا کہ وہ آئندہ سلطان کا مطیع اور فرماں بردار بن کے رہے گا۔ اور کسی کے کہنے پر بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش نہ کرے گا۔ اس نے سلطان کی یہ بھی منت سماجت کی کہ اگر سلطان اسے ایک بار معاف کر دے تو وہ آئندہ زندگی بھر سلطان کا مطیع اور فرماں بردار رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔

سلطان نے کشلی خان کو تو معاف کر دیا اور اسے جانے دیا بلکہ سلطان نے رحم

دلی سے کام لیتے ہوئے سندھ کے والی کی حیثیت سے بحال بھی کر دیا۔

جہاں تک قتلغ خان کا تعلق تھا تو اس کا معاملہ دوسرا تھا۔ اس لئے کہ خان اعظم بلبن کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد وہ جیت پور کے راجا دیپال کی طرف گیا تھا۔ اور وہاں سے لشکر لے کر سندھ کے حاکم کشلی خان کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد اس نے دہلی کا رخ کیا تھا۔ اس طرح اس نے دو بار علم بغاوت کھڑا کیا تھا۔ سلطان نے اپنے سامنے کھڑے قتلغ خان پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی پھر اسے مخاطب کیا۔

قتلغ خان تم دو بار بغاوت کھڑی کر چکے ہو اور تیسری بار تمہیں ایسا موقع ہرگز نہ دونگا۔ قتلغ خان میں جانتا ہوں تیرے ذہن میں ہمیشہ منفی خیالات ہی جنم لیتے رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں اگر میں تمہیں آج معاف کروں اور بہرائچ کے والی کی حیثیت سے بحال کروں تو تو تیسری بغاوت کھڑی کرنے میں دیر نہ لگائے گا۔ لہٰذا میں تمہیں معاف نہیں کرونگا اور تیرے قتل کا حکم دیتا ہوں پھر سلطان کے حکم پر قتلغ خان کو قتل کر دیا گیا تھا۔

کشلی خان اور قتلغ خان کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا گیا پھر سلطان ناصرالدین' بلبن' الغ خان اور تاج الدین کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی سلطان کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے خان اعظم بلبن کی طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا۔

خان اعظم ہم نے اپنے باغی امرا کا تو خاتمہ کر دیا ہے اب میرے خیال میں کوئی بھی صوبے کا حاکم یا والی بغاوت کی نیت سے سر اٹھانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اب ہمارے سامنے ہندوستان کے چار بڑے راجا ہیں بلکہ اب تو تین ہی رہ گئے ہیں اس لئے کہ جیت پور کے راجا نے ایک بہت بڑا لشکر کشلی خان اور قتلغ خان کو مہیا کیا تھا۔ جس کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے۔ اس طرح سے جیت پور کے راجا دیپال کی عسکری حیثیت کو تو ہم نے تقریباً" ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی کمر اس حد تک ٹوٹ چکی ہے کہ وہ تنہا ہمارے سامنے سر اٹھانے کی جرات نہیں کرے گا۔ اب ہمارے سامنے راجا رندھیر' راجہ جاہر دیو اور ملکی رام ہیں میں تم تینوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ اب ان تینوں کے خلاف ہمیں کیسے اور کس طرح حرکت میں آنا چاہئے۔

سلطان ناصرالدین کے اس سوال پر خان اعظم بلبن' الغ خان اور تاج الدین

تینوں تھوڑی دیر تک باہم صلاح مشورہ کرتے رہے پھر وہ کسی نتیجے پر پہنچے۔ اس کے بعد بلبن نے سلطان ناصرالدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم ہم تینوں نے مل کر ایک فیصلہ کیا ہے یوں جانیں ہم تینوں ایک تجویز پر متفق ہوئے ہیں۔ وہ تجویز میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اگر آپ اس پر رضا مندی کا اظہار کریں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم ہندوستان کے ان چاروں راجاؤں کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔

سلطان محترم لشکر کا کچھ حصہ دہلی میں چھوڑ کر یہاں سے کوچ کیا جائے۔ سب سے پہلے ہمیں میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کو اپنا ہدف بنانا ہو گا۔ اور وہ کچھ اس طرح کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد دشمن کی سرحدوں پر جا کر پہلے کی طرح لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک میرے پاس دوسرا الغ خان اور تیسرا حصہ آپ کی کمانداری میں ہو تاج الدین آپ کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا اور آپ کے حصے کے لشکر میں رہے گا۔ میرا چھوٹا بھائی کشلی خان پہلے کی طرح الغ خان کے ساتھ رہے گا اور اس کے نائب کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے گا۔

سلطان محترم میں اور الغ خان دونوں لشکر کے دو حصوں کے ساتھ میوات اور سوالک کے راجا کا رخ کریں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کی سلطنت کا اکثر علاقہ کوہستانی سلسلوں پر مشتمل ہے اور یہ کوہستانی سلسلے بڑے دشوار گزار ہیں۔ اگر ہم سب سے پہلے میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کو اپنے سامنے زیر کر لیں تو راجا جاہر دیو اور ملکی رام سے نپٹنا ہمارے لئے آسان ہو گا۔

آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سرحدوں پر ہی پڑاؤ کئے رہیں گے۔ میں اور الغ خان جب رندھیر سے ٹکرائیں گے تو ہو سکتا ہے جاہر دیو یا ملکی رام اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رندھیر کی مدد کا ارادہ کریں۔ اگر وہ پیش قدمی کرتے ہیں تو آپ ان کی راہ روک سکتے ہیں اس طرح مجھے اور الغ خان کو رندھیر سے نمٹنے میں آسانی رہے گی۔ اور ساتھ ہی ہم چاروں راجاؤں کو یکجا اور اکٹھا نہ ہونے دیں گے۔ اس طرح باری باری ان تینوں راجاؤں سے نمٹنا ہمارے لئے آسان ہو گا۔ اور یہ کام ہم بہت جلد سرانجام دیں گے۔

سلطان محترم اس سے آگے ہم نے جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ رندھیر سے نمٹنے کے بعد راجا جاہر دیو کا رخ کیا جائے۔ اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے اور اس کے بعد قنوج کے راجا ملکی رام کا رخ کیا جائے اور اس کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا جائے۔ سلطان محترم جو تجویز ہم تینوں نے پیش کی ہے۔ اب آپ بتائیں آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔

سلطان ناصرالدین تھوڑی دیر تک بلبن کی طرف دیکھتا رہا ساتھ ہی مسکراتا رہا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

خان اعظم تم تینوں نے مل کر جو مشورہ کیا ہے۔ اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا میں پسند نہیں کرونگا۔ تاج الدین میرے ساتھ کام کرے گا حسب معمول تمہارا چھوٹا بھائی کشلی خان الغ خان کے ساتھ رہے گا۔ تم دونوں رندھیر کے خلاف حرکت میں آنا میں جاہر دیو اور ملکی رام کی راہ روکنے کی کوشش کرونگا۔ اب یہ بتاؤ کہ کب تک یہاں سے کوچ کیا جانا چاہئے۔

سلطان ناصرالدین کے دوسرے سوال پر تھوڑی دیر کے لئے خان اعظم بلبن کی گردن جھکی رہی۔ لگتا تھا وہ گہری سوچوں میں کھو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ سلطان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم کوچ کے لئے میں آپ سے چند دن کی مہلت مانگتا ہوں دراصل ہندوستان کے تینوں بڑے راجاؤں کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے میں اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔

اس موقع پر میں سلطان ناصرالدین نے گھور کر بلبن کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی سلطان ناصرالدین نے خان اعظم بلبن کو مخاطب کیا۔

خان اعظم آپ کس بیٹے کی بات کر رہے ہیں۔ سلطان محترم میں الغ خان کو اپنا ہی تصور کرتا ہوں لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ اس خان کی شادی قنوج کی راجکماری دیاونتی کے ساتھ کر دی جائے۔ خان اعظم بلبن نے دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے سلطان ناصرالدین کو جواب دیا تھا۔

سلطان ناصرالدین بھی مسکرا دیا تھا۔ پھر اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع

کیا۔

خان اعظم میں آپ کی اس تجویز سے متفق ہوں۔ لشکر آج ہی شہر میں داخل ہو گا۔ الغ خان کو اگر آپ بیٹا سمجھتے ہیں تو راجکماری دیاونتی کو میں خود بیٹی کی حیثیت سے رخصت کرونگا۔ جو لشکری یہاں سے راجاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونگے۔ وہ اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں چنانچہ شادی کے بعد الغ خان بھی راجکماری دیاونتی کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ دیاونتی نے اس وقت میرے لشکر کی خیمہ گاہ میں قیام کر رکھا ہے۔ دہلی شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ الغ خان سے نہیں مل سکے گی بلکہ اس کا قیام میری بیٹی کی حیثیت سے قصر ہی میں ہو گا۔ اب وہ شادی کے بعد ہی الغ خان سے ملے گی۔ خان اعظم اب اٹھو اور لشکر کو یہاں سے کوچ کا حکم دو۔

خان اعظم بلبن' الغ خان اور تاج الدین وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد لشکر نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور دہلی شہر میں داخل ہوا دور روز بعد الغ خان اور دیاونتی کی شادی کا اہتمام کیا گیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ اعلیٰ رسومات ادا کی گئیں اور راجکماری دیاونتی دہلی کے قصر سے الغ خان کی حویلی میں منتقل ہو گئی تھی۔

الغ خان اپنی حویلی میں اپنا جنگی لباس پہننے لگا تھا کہ عین اس لمحے دیاونتی دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ بڑی تیزی سے وہ آگے بڑھی اور وہ الغ خان کو جنگی لباس پہنانے لگی تھی جب وہ ایسا کرنے لگی تو اس وقت بڑے پیار بڑی محبت میں اس سے کہنا شروع کیا۔

دیاونتی تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی لباس پہن لوں گا۔

جواب میں دیاونتی نے لمحے بھر کے لئے گھور کر الغ خان کی طرف دیکھا پھر اپنے تن کی ساری مٹھاس اپنے من کی ساری محبت میں اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

الغ خان میں آپ کی بیوی ہوں آپ کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ آپ کو جنگی لباس پہنانا بھی یوں سمجھیں میری ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ آپ کسی بھی موقع پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

الغ خان خاموش رہا منہ سے کچھ نہ بولا تاہم وہ مسکرا رہا تھا۔ دیاونتی نے اسے لباس پہنایا جب وہ فارغ ہوئی تب وہ الغ خان کے سامنے آئی اور اسے مخاطب کیا آپ نے اپنے اور میرے گھوڑوں کی زین باندھ دی تھی میں نے اپنے اور آپ کے گھوڑے کی زین سے ضرورت کا سامان باندھ دیا ہے۔ خشک پھل اور میوہ جات بھی رکھ دیئے ہیں پانی کے مشکیزے بھی باندھ دیئے ہیں۔ اب آپ کسی اور چیز کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو کہیں۔

جواب میں الغ خان نے کچھ سوچا اس کے چہرے سے یہ بات واضح تھی کہ جیسے اسے کچھ بھولی ہوئی بات یاد آ گئی ہو۔ پھر اس نے دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی رات جب میں سلطان اور خان اعظم سے ملنے کے بعد لوٹا تو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا پر وہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ الغ خان کے اس بھولے پن پر دیاونتی کے چہرے پر بڑی خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس موقع پر الغ خان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس سے پہلے ہی الغ خان بول پڑا۔

دیاونتی جیسا کہ میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو گا۔ یک حصہ میرے پاس دوسرا خان اعظم کے پاس اور تیسرا خود سلطان محترم کے پاس ہو گا۔ لشکر میں جس قدر عورتیں ہونگی وہ سلطان کے حصے کے لشکر میں رہیں گی۔ پہلے ہی فیصلہ ہوا تھا پر اب فیصلے میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہ یہ کہ جس جس لشکر کی عورتیں ونگی وہ اس اس لشکر کے ساتھ رہیں گی لہٰذا جب میں اور خان اعظم بلبن میوات اور والک کے راجا رندھیر کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونگے تو تم سلطان کے لشکر میں یں بلکہ میرے ساتھ میوات کی طرف کوچ کرو گی۔ الغ خان کے اس انکشاف پر ونتی کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ ایسا سکون نمودار ہوا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا کہ دیاونتی کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہو۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر الغ خان ایک بار راس سے پہلے ہی بول پڑا۔

دیاونتی میرے لئے دکھ اور مصیبت کی بات یہ ہے کہ یہاں دہلی میں اپنی حویلی ، اندر میں تمہیں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا میں جانتا ہوں قنوج کے راج محل کے رتو نے اپنا جیون انتہائی سکھ اور چین سے گزارا ہے۔ مجھے اس بات کا بھی احساس

ہے کہ وہ سکھ وہ سکون وہ آسودگی اور تسکین شاید تمہیں یہاں میسر نہ ہو سکے۔ جس کے لئے میں دیاونتی ہمیشہ شرمندہ رہونگا۔

الغ خان شاید مزید کچھ کہتا کہ دیاونتی فوراً" آگے بڑھی اپنا ریشمی اور گداز ہاتھ اس نے الغ خان کے منہ پر رکھ دیا پھر پیار اور مٹھاس بھری آواز میں وہ بول پڑی۔

الغ خان اللہ کے واسطے آئندہ کبھی ایسی گفتگو نہ کیجئے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں قنوج کے راج محل میں مجھے ایک سکون اور سکھ تھا۔ لیکن یاد رکھیئے گا آپ کی پتنی بننے کے بعد آپ کی حویلی کے اندر مجھے نہ صرف یہ کہ سکون سکھ آسودگی اور تسکین نصیب ہوئی ہے بلکہ یہاں جو چیز مجھے زائد ملی ہے وہ آنند اور شانتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں مجھے قنوج کے راج محل میں میسر نہ تھیں۔

الغ خان قنوج کے راج محل میں میری حیثیت اس دھرتی کی سی تھی جس پر نرگ اور دوزخ کھڑا کر دیا ہو وہاں کوئی میری رکشا اور حفاظت کرنے والا نہ تھا۔ قنوج کے راج محل کے اندر میں اپنے پتا جی کی نگاہوں میں پاتک، پاپ اور بہت بڑا گناہ بن کر رہ گئی تھی۔ وہ یہ بات جانتے تھے کہ مجھے آپ سے پریم ہے۔ بے شک انہوں نے اس کا ورتن اور اظہار نہیں کیا لیکن اندر ہی اندر میرے اس جذبے کی وجہ سے وہ مجھ سے نفرت کرتے تھے۔

الغ خان یہاں آپ کی پتنی کی حیثیت سے آپ کے احسان اور چتر تلے میں کیسی پر سکون ہوں اس کا اظہار میں الفاظ میں نہیں کر سکتی۔ جب کہ قنوج میں آپ کی جدائی کا لبادہ اوڑھے ہر سے موت کی پرارتھنا کرتی تھی۔ جب کہ یہاں آپ کی حویلی میں مجھے جیون سکھ کی ہر آس مہیا ہوئی ہے۔ الغ خان آپ آکاش اور میں دھرتی ہوں میں بت آپ آتما ہیں اور یوں جانیں ان دونوں چیزوں کے ملنے ہی سے کوئی چیز امر ہوتی ہے۔ میں نے بڑے کٹھن بڑے یوگ اور تپسیا کے بعد آپ کو حاصل کیا ہے اب میری آتما میرا شریر غرض کہ ہر شے آپ کی ملکیت ہے۔ بھگوان کی دیا سے ہر وقت آپ نے میری سہائتا کی اور مجھے یہاں لا کر اپنی پتنی بنایا جب کہ آپ کے بغیر میں تو جینے کا وچار نہ کر سکتی تھی۔ اگر آپ مجھے یہاں نہ لاتے تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ وہاں میں پرمیر لتا پر میر ہو چکی ہوتی۔ وہاں میں نر بھاگن تھی یہاں میں آپ کی پتنی

کی حیثیت سے بھگوان ہو گئی ہوں۔ آپ کی پتنی بن کر میری آتما کو جو سنتوش ملا ہے میں اس کا ورتن اور اظہار نہیں کر سکتی قنوج میں میں صرف نرمل تھی یہاں آکر اور اتم ہو گئی ہوں آپ جیسے بلونت، یدھا اور بہادر کو اپنے پتی اپنے سوامی کے روپ میں دیکھتے ہوئے میں اپنے جیون کی ہر ابلاش اور خواہش کو بھول گئی ہوں۔ آپ میرے متعلق کسی وشواش میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ کی ہر بات آگیا کا درجہ رکھتی ہے۔ الغ خان یقین جانیئے آپ نے مجھے اندھکار اور طوفان سے نکال کر شانتی کا اپدیش دیا ہے۔ اب میرے دھرم کرم سب کچھ آپ ہی ہیں۔

آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ یہاں آپ کے پاس مجھے سکون اور چین نہیں ہے۔ میں آپ سے یہاں تک کہتی ہوں کہ آپ مجھے ایک معمولی اور گھٹیا سی کٹیا میں رکھ کر دو کے بجائے صرف ایک وقت کا بھوجن مہیا کر دیں تب بھی میرا من آپ کے ساتھ شانت رہے گا۔ یہ بھی یاد رکھیئے گا کہ اس سنسار میں آپ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں یہ کہتے ہوئے بھی فخر محسوس کرتی ہوں کہ آپ کی پتنی بن کر جو آنند لا اس نے میرے من کی ہر کامنا پوری کر کے میرے جیون کو بے روگ کر کے رکھ دیا ہے۔ اب مجھے اس سنسار سے کچھ نہیں چاہئے۔ الغ خان مجھے آپ مل گئے ہیں میں محسوس کرتی ہوں جیسے میرا سارا جیون ہی آنند اور شانتی سے بھر کر رکھ دیا گیا ہو۔ لغ خان کچھ مزید کہوں یا اتنا ہی کافی ہے۔ الغ خان مسکرا دیا آگے بڑھ کر اس نے اونتی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا پھر پیار بھری آواز میں بول پڑا۔

دیاونتی کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا میں نے تم سے محبت اور بت کی ہے۔ میں تو صرف اس شک میں تھا کہ یہاں رہتے ہوئے تم دکھی اور بے ن نہ رہو۔ اس لئے کہ تم نے اپنا جیون بڑے سکھ اور شانتی سے گزارا ہے۔

الغ خان کی بات کاٹتے ہوئے دیاونتی پھر بول پڑی۔

الغ خان آپ بار بار قنوج کے راج محل کا ذکر نہ کریں قسم اس رب کی جس نے ارے جہاں کو پیدا کیا۔ اب دیاونتی کے لئے یہ حویلی قنوج کے راج محل سے کہیں زاور اچھی ہے۔ اب یہ حویلی ہی میرے لئے راج محل ہے اس لئے کہ میں اپنا ن اس حویلی کے نام لکھ چکی ہوں۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر الغ خان نے دیاونتی کو مخاطب کیا۔

دیاونتی اب اس گفتگو کو چھوڑو میں جانتا ہوں تم مجھے کس قدر چاہتی ہو مجھ سے پریم کرتی ہو۔ اب جلدی جلدی تیاری کرو اور ہم یہاں سے کوچ کریں اس لئے کہ ہمیں اب فورا" لشکر گاہ میں جانا چاہئے خان اعظم اور سلطان سے پہلے پہنچنا چاہئے۔ اگر تم نے ضرورت کی کوئی اور چیز لینی ہے تو لے لو۔

دیاونتی نے کچھ سوچا پھر غور سے الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ اپنی خرجین کا جائزہ لیں اس میں میں نے آپ کے لئے کچھ فالتو لباس رکھ لئے ہیں۔ ان دنوں میں نے آپ کے لئے چھ نئے لباس تیار کئے تھے وہ بھی میں نے اس کے اندر ڈال دیئے ہیں۔ ان لباس کے علاوہ اگر آپ کچھ اور کپڑے رکھنا چاہتے ہیں تو میں وہ بھی رکھ دوں۔

نہیں دیاونتی جس قدر سامان تم نے میرے لئے رکھ دیا ہے میرے لئے وہی کافی ہے۔ کیا تم نے اپنے لئے بھی فالتو کپڑے رکھ دیئے ہیں۔ الغ خان نے غور سے دیاونتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

ہاں میں نے اپنا سامان بھی رکھ لیا ہے۔ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے کے مشکیزے بھی بھر لئے ہیں۔ کھانے پینے کی کچھ اشیا بھی رکھ دی ہیں۔ میرے خیال میں حویلی کو قفل لگائیں اور مستقر کی طرف روانہ ہو جائیں۔

پھر دونوں میاں بیوی حرکت میں آئے۔ حویلی کو انہوں نے مقفل کیا۔ اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر وہ باہر آئے۔ الغ خان نے جب آگے بڑھ کر دیاونتی کو اس کے گھوڑے پر سوار ہونے میں مدد دینی چاہی۔ تو گھوڑے پر بیٹھتے بیٹھتے دیاونتی رک گئی بڑے پیار سے الغ خان کی طرف دیکھا اور کہا۔

الغ خان میں ایک سالار اور ایک مجاہد کی بیوی ہوں۔ کسی سالار یا مجاہد کی بیوی اگر سہارا لے کر گھوڑے پر سوار ہو تو اس کی توہین اس کی ہتک ہے میں خود گھوڑے پر سوار ہونگی تاکہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ میں واقعی آپ کی بیوی بننے کے لائق تھی۔

دیاونتی کی اس گفتگو سے الغ خان مسکرا دیا تھا۔ پھر دیاونتی نے اپنے دونوں ہاتھ

گھوڑے کی زین کے اوپر جمائے اور پھر رکاب میں پاؤں ڈالے بغیر وہ ایک جست کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گئی تھی۔ اس کی اس حرکت پر الغ خان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ پھر وہ اسی کے انداز میں جست لگا کر گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور وہ مستقر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد لشکر دہلی سے کوچ کر گیا تھا۔

سرحدوں تک لشکر کے تینوں حصوں نے پیشقدمی کی پھر سرحد پر جا کر سلطان صرالدین نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ جب کہ خان اعظم بلبن ر الغ خان دونوں اپنے لشکروں کو لے کر میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کی سر وبی کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

سلطان ناصرالدین کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے راجا رندھیر نے رنتھمبور کے قلعہ کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی مرکزی قوت کو اس قلعہ میں رکھے گا اور یہیں سے وہ سلطان کے لشکر پر ضرب لگاتا رہے گا۔ میوات اور سوالک کے راجا رندھیر نے یہ بھی ارادہ کر لیا تھا کہ وہ پہلے خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرے گا اور جب وہ رنتھمبور کے قلعہ کی طرف بڑھیں گے تو رنتھمبور کے راستے میں چونکہ چھوٹے بڑے کوہستانی سلسلوں کی صورت کوہستانی درے تھے رندھیر کا ارادہ تھا کہ وہ ایک بہت بڑے لشکر کو رنتھمبور کے اندر رکھے گا۔ لشکر کا ایک حصہ اپنے کوہستانی دروں میں رکھے گا اور خان اعظم بلبن اور الغ خان جب رنتھمبور کی طرف بڑھیں گے تو انہی کوہستانی سلسلوں میں ان دونوں کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کرے گا۔ اور ان دونوں کو رنتھمبور کی طرف بڑھنے نہیں دے گا۔

اس طرح راجا رندھیر چاہتا تھا کہ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر کے جنگ کو طول دے اور زیادہ سے زیادہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کو اپنے ساتھ مصروف رکھے۔ جنگ کی طوالت کی صورت میں بلبن اور الغ کے پاس خوراک کا جو ذخیرہ ہو گا۔ وہ ختم ہو جائے گا۔ اس طرح وہ ناکام و نامراد واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

راجا رندھیر کے ان ارادوں کی خبر سلطان ناصرالدین کے مخبروں نے بلبن اور الغ خان کو بھی کر دی تھی لہٰذا وہ بڑے محتاط طریقے سے آگے بڑھے تھے۔ ایک محفوظ کوہستانی سلسلے کے اندر بلبن اور الغ خان نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ یہ جگہ تین اطراف سے بلند کوہستانوں سے گھری ہوئی تھی۔ جہاں سے کوئی حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔ ایک طرف کھلی جگہ تھی جہاں سے پڑاؤ میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ اس طرح پڑاؤ

کے لئے یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ جس پر دشمن حملہ آور نہ ہو سکتا تھا۔ اسی پڑاؤ سے نکل کر بلبن اور الغ خان نے دشمن پر ضرب لگانا شروع کی تھی۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان کا ارادہ تھا کہ وہ بہت جلد رنتھمبور کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن انہیں اس کوہستانی سلسلے میں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جب وہ رنتھمبور کی طرف بڑھتے تو دشمن کے لشکر جو دروں میں گھات لگائے بیٹھے تھے اچانک حملہ آور ہوتے اور بلبن اور الغ خان کو رک جانے پر مجبور کرتے اس طرح راجا رندھیر کی تدبیر کے مطابق یہ جنگ طول پکڑنے لگی تھی۔

خان اعظم بلبن، الغ خان اور کشلی خان ہر روز ہی دشمن سے ٹکرانے کے لئے نکلتے لیکن انہیں کوہستانی سلسلے کے اندر ہی دشمن سے الجھ جانا پڑا اور وہ رنتھمبور کے قلعہ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے اور یوں جنگ طول پکڑنے لگی تھی یہاں تک کہ اس چھاپہ مار جنگ پر تین ماہ گزر گئے۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد خان اعظم بلبن اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے میں الغ خان اور کشلی خان دونوں داخل ہوئے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر خان اعظم نے ان دونوں کا استقبال کیا۔ اپنے سامنے نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا جب دونوں بیٹھ گئے تب خان اعظم ان دونوں کو مخاطب کر کے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی الغ خان بول پڑا۔

خان اعظم میوات اور سوالک کے راجا رندھیر سے الجھتے ہوئے ہمیں تین ماہ گزر چکے ہیں ہمارا ہدف رنتھمبور ہے۔ لیکن اس تک ابھی تک ہم پہنچ نہیں پائے میوات اور سوالک کا راجا رندھیر چاہتا ہے کہ جنگ طول پکڑتی جائے ہمارے پاس خوراک کے جو ذخائر ہیں وہ ختم ہو جائیں اور ہم واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔

خان اعظم آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے پڑاؤ کے اطراف میں جس قدر آبادیاں ہیں۔ انہیں راجا رندھیر نے پہلے ہی خالی کروا لیا ہے اور وہاں سے کھانے کو کچھ میسر نہیں ہے۔ اگر جنگ اسی طرح طول پکڑتی رہی تو دیکھئے گا ایک روز ہمیں رندھیر کی خواہش کے مطابق اس جنگ کو ادھورا چھوڑ کر واپس جانا پڑے گا۔ اس لئے کہ ہمارے پاس اشیائے خوردونوش اور ضرورت کی دیگر اشیا ختم ہو جائیں گی اس

مشکل پر قابو پانے کے لئے میں نے اور کشلی خان نے ایک تجویز سوچی ہے۔ وہ ہم آپکے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ قابل عمل ہے تو پھر ہم اس کے ذریعے راجا رندھیر کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ چھاپہ مار جنگ ترک کر کے کھلے میدانوں میں ہمارے سامنے صف آرائی کرے اور ہمارے ساتھ جنگ کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو مجھے یقین ہے کہ ہم اسے بدترین شکست دیں گے۔ اور رنتھمبور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ہم نے قلعہ پر قبضہ کرلیا تو یاد رکھیئے رندھیر کی عسکری طاقت کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ آئندہ وہ ہمارے سامنے اٹھنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔

الغ خان کی اس گفتگو سے بلبن کے چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی تھوڑی دیر تک وہ الغ خان کو دیکھتا رہا اس کے بعد خیمے میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔

الغ خان میرے بیٹے کہو تم کس تجویز پر عمل کرتے ہوئے دشمن کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتا ہو۔ جواب میں الغ خان فورا" بول پڑا۔

خان اعظم میں چاہتا ہوں دشمن کے ساتھ چھاپہ مار جنگ ختم کر دی جائے۔ چھاپہ مار جنگ میں بے شک دشمن کا نقصان ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی نقصان ہوتا ہے اگر دشمن کے لشکر مارے جاتے ہیں تو وہ نئے لشکری اپنی فوج میں داخل کر کے اس کی کو پورا کر سکتا ہے۔ جب کہ ہم اپنے مرکز سے بہت دور ہیں ہمیں کمک ملنے کی بھی کوئی امید نہیں ہے لہٰذا جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اسی کے ساتھ ہمیں راجہ رندھیر سے نمٹنا ہو گا۔ جو تجویز ہم نے سوچی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ چھاپہ مار جنگ ختم کر دی جائے۔

اور اس کی جگہ یہ کیا جائے کہ اپنے لشکر میں اعلان کر دیا جائے کہ جو بھی لشکری دشمن کے کسی سپاہی کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا یا اس کا سر کاٹ کر لائے گا۔ اسے دو ٹکے انعام کے طور پر دیئے جائیں گے۔

خان اعظم آپ یہ اعلان کر کے دیکھیں کہ ہمارے لشکری سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ یہ ان کے لئے بہترین ترغیب ہے۔ اور وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے کہ

دشمن کو گرفتار کریں یا ان کا سر کاٹ کر لائیں۔ اس طرح اگر دشمن کے لشکر کو نقصان ہونا شروع ہو گیا تو مین آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ راجا رندھیر چھاپہ مار جنگ ختم کر کے کھلے میدانوں میں ہمارے سامنے صف آرا ہونا پسند کرے گا۔

الغ خان خاموش ہو گیا خان اعظم بلبن کی گردن جھک گئی وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے الغ خان کی طرف توصیفی انداز میں دیکھا اور خوشیاں اور مسکراہٹ بھری آواز میں الغ خان کو مخاطب کیا۔

الغ خان میرے بیٹے۔ یہ ایک بہترین تجویز ہے اور اس سے ہمارے لشکریوں کو ایک نئی اور انوکھی ترغیب ملے گی۔ تمہارا اندازہ درست ہے اس ترغیب پر ہمارے لشکری زیادہ سے زیادہ دشمنوں کے سر کاٹنے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر ایسا ہوتا ہے تو مجھے امید ہے چند ہی یوم تک اپنے لشکر کا نقصان دیکھتے ہوئے راجا رندھیر کھلے میدانوں میں ہمارے سامنے صف آرا ہو جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی بلبن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آؤ جو تجویز تم لوگوں نے سوچی ہے اپنے لشکریوں سے جا کر کہیں۔ ہمارے اس انکشاف پر مجھے امید ہے کہ ہمارے لشکریوں میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔

الغ خان اور کشلی خان بھی اٹھ کھڑے ہوئے تینوں خیمے سے نکل کر لشکر گاہ میں آئے۔ اور لشکر کے اندر بلبن نے اعلان کر دیا تھا کہ جو بھی لشکری کسی دشمن کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا یا اس کا سر کاٹ کر لائے گا اسے دو ٹکے انعام میں دیئے جائیں گے۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اسی روز ہی خان اعظم بلبن اور الغ خان کے لشکری حرکت میں آئے اور انہوں نے دھڑا دھڑ دشمن کے لشکریوں کو گرفتار کرنے یا ان کے سر کاٹ کے لانے شروع کر دیئے تھے۔

میوات اور سوالک کا راجا اپنی جگہ بہت خوش تھا کہ اس نے خان اعظم بلبن الغ خان اور کشلی خان کو چھاپہ مار جنگ میں مصروف کر دیا وہ جنگ کے طول کو برداشت نہ کر سکیں گے اور واپس دہلی ناکام و نامراد لوٹ جائیں گے۔ لیکن جب نئی تجویز کے

مطابق مسلمان لشکریوں نے رندھیر کے سپاہیوں کو دن رات پکڑ پکڑ کے سر کاٹنے شروع کئے تب راجا رندھیر کی خوش خیالی بھٹکنے لگی اس کے روز و شب صلیب کی صورت اختیار کرنے لگے۔ اس کی ہر خواہش اور اس کا ہر ارادہ اور اس کے آہنی ارادے ریت کے گروندھوں کی صورت اختیار کرتے چلے گئے تھے۔ اب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر کے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اسے لگا جیسے اس نے اندھیروں کے اندر سفر کی ابتدا کی تھی۔

مسلمان لشکری راجا رندھیر کے لشکریوں کو پکڑ کے بڑی تیزی کے ساتھ اس کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔ راجا رندھیر نے اندازہ لگایا کہ اگر اس کے لشکریوں کا قتل عام اسی طرح جاری رہا تو وہ بالکل نہتا ہو کر رہ جائے گا۔ لہٰذا اس نے چھاپہ مار جنگ بند کر دی اور رنتھمبور کے نواح مین کھلے میدانوں میں خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ یہی خان اعظم بلبن اور الغ خان چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے بھی اپنا پڑاؤ ترک کیا اور راجا رندھیر کے سامنے آ کر خیمہ زن ہوئے تھے۔

راجا رندھیر کو خان اعظم بلبن پر بڑا غصہ بڑا کرودھ تھا اس لئے کہ انہوں نے اس کے لشکر کا بہت بڑا نقصان کیا تھا۔ جس وقت راجا رندھیر کے وہ سامنے آئے تو اسی وقت راجا رندھیر نے جنگ کی ابتدا کر دی اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ زہر برساتے عذاب، زمین کے سینے پر الاؤ کھڑے کرتی صدیوں پرانی قہرمانی اور آوارہ گھٹاؤں کے اندر دفعتاً" پھٹ پڑنے والی آتش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

راجا رندھیر کو اب بھی امید تھی کہ وہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کو پسپا کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنی زمینوں کے اندر تھا اسے پشت کی جانب سے رسد اور کمک وافر مقدار میں مل سکتی تھی۔ جب کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان اپنے مرکز سے دور تھے اور انہیں کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی تھی۔

راجا رندھیر جب حملہ آور ہوا تو خان اعظم بلبن اور الغ خان اور کشلی خان نے شروع کے لمحات میں بے کراں سمندر کے صبر اور وفا انگیز لمحوں کی طرح دشمن کے

حملوں کو روکا کچھ دیر تک انہوں نے دشمن کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھا تاکہ دشمن اپنا سارا زور لگا لے۔ اور جب وہ اپنے بھرپور حملوں کی آخیر کر لے تو وہ اپنے کام کی ابتدا کریں۔

راجا رندھیر اپنے لشکر کے وسط میں تھا اور وہ اپنے لشکریوں کو پکار پکار کر ان کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ اور آگے بڑھ کر مسلمانوں کو پسپا کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ لیکن خان اعظم بلبن اور الغ خان اور کشلی خان کی رہنمائی میں مسلمان لشکری سر پر کفن باندھ کر میدان جنگ میں کوہستانی سلسلوں اور آبی چٹانوں کی طرح جم گئے تھے۔ رندھیر کے لشکر نے بھرپور کوشش کی کہ مسلمانوں کو پسپا کریں انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کریں لیکن وہ اس میں بری طرح ناکام رہے۔ اس کے بعد خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنے ردعمل کا اظہار کرنا شروع کیا۔

دشمن کے حملے کو پوری طرح روکنے کے بعد خان اعظم اور الغ خان نے ایک دوسرے کو تکبیروں کا اشارہ دیتے ہوئے جوابی کاروائی کی ابتدا کی پھر وہ اپنے اپنے حصوں کے لشکر کے ساتھ سرلوح دل پر پھٹ پڑنے والے بارود کے نہاں خانوں، نفرتوں کی تازہ فضاؤں میں رقص دما دم کھڑا کر دینے والے کسی محرم اسرار، گناہوں کے اندیشوں کو ختم کر دینے والے غصے اور انتقام اور قلوب کو الم انگیزیوں سے بھر دینے والی ترش اور دشوار بازگشت کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان کی اس جوابی کاروائی سے میدان جنگ کے اندر لمحوں کے جاری زہریلے درد اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ زیست کی دائمی تلخیاں چار سو ناچ اٹھی تھیں میدان جنگ میں ہر طرف تاریک گرد و غبار کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ زخمی بیچارے غلاموں کے غولوں کی طرح چیخ پکار کرنے لگے تھے۔ زندگی کی دھوپ چھاؤں میں ہر عالی اسفل ہونے لگا تھا مضطرب و سرگرداں موت من کی شہ سواریوں اور من کی آزادگیوں کا خاتمہ کرنے لگی تھی۔

جس وقت رندھیر نے حملہ آور ہونے میں پہل کی تھی اور خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا تھا تب راجا رندھیر کے حوصلے بڑے جوان اور بلند تھے اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ بلبن اور الغ خان نے چونکہ اپنے

آپ کو دفاع تک محدود رکھا ہے۔ اس لئے وہ انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا۔
لیکن جب ان دونوں نے دفاع کا لبادہ اتار کر جارحیت اور مرگ کی چادر اوڑھ لی تب راجا رندھیر کا ہر ولولہ ماند پڑنے لگا۔ اس کا ہر جوش اس کا ہر جذبہ غروب ہوتے سورج کی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔

اپنی آخری کوشش کرتے ہوئے راجا رندھیر نے اپنے لشکریوں کو ایک بار پھر اکساتے ہوئے انہیں ایک طرح کی ترغیب دیتے ہوئے بھرپور طریقے سے حملہ آور ہونے کے لئے کہا۔ رندھیر کی اس ترغیب پر اس کے لشکریوں میں ایک جوش اٹھ کھڑا ہوا اور انہوں نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ کیا لیکن خان اعظم بلبن اور الغ خان کے سامنے ان کی حیثیت ایسی ہی رہی جیسے سمندری لہریں اپنے سامنے کھڑی آہنی چٹانوں سے سر ٹکراتی نادم اور شرمندہ ہو کر واپس پلٹ آتی ہیں۔ جس وقت رندھیر کے لشکریوں کا یہ حملہ ناکام رہا تب خان اعظم بلبن نے الغ خان اور کشلی خان کی طرف یہ پیغام بھجوایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ دشمن پر پوری طاقت سے ضرب لگائی جائے۔ یہ پیغام ملتے ہی مسلمان لشکری تن من دھن کی بازی لگاتے ہوئے رندھیر کے لشکریوں پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

یہ ایسا زور دار حملہ اور ہلہ تھا کہ پہلے ہی چند لمحوں میں دشمن کی اگلی صفوں کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مسلمان لشکری راجا رندھیر کے لشکری کے وسطی حصے تک پہنچ چکے تھے۔ جب کہ راجا رندھیر اپنے لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ یہی رندھیر کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

اس کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان اور کشلی خان تو اپنے لشکر کے اگلے حصے میں رہتے ہوئے جنگ کر رہے ہیں جب کہ رندھیر پیچھے کی طرف چلا گیا ہے تو وہ ایک دل شکنی ایک بد حوصلگی کا شکار ہو گئے۔ اور جنگ سے جی چرانے لگے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان لشکری بڑی تیزی سے ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔ راجا رندھیر نے جب یہ اندازہ لگایا کہ اس کا آدھے سے زیادہ لشکر کٹ چکا ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ خان اعظم بلبن' الغ خان اور کشلی خان نے پوری طاقت سے اس کا تعاقب کیا اور بچے کھچے لشکر کو بھی خوب قتل کیا۔ رندھیر چند محافظ دستوں

کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس شکست کے نتیجے میں خان اعظم بلبن اور الغ خان نے میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کے لگ بھگ اڑھائی ہزار سرداروں کو گرفتار کر لیا تھا اس کے بعد وہ آگے بڑھے بڑی آسانی کے ساتھ انہوں نے رنتھمبور پر قبضہ کر لیا۔ چند روز تک رنتھمبور میں انہوں نے قیام کیا۔ وہاں چھوٹا سا اپنا ایک لشکر رکھا یوں رنتھمبور کو مسلمان عملداری میں شامل کرنے کے بعد خان اعظم بلبن اور الغ خان اس سمت روانہ ہوئے جس طرف مسلمان ناصرالدین نے اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سلطان ناصرالدین نے بڑے شان دار انداز میں ان کا استقبال کیا۔ خان اعظم بلبن نے ان ڈھائی سو امرا اور سرداروں کو پابہ زنجیر کر کے سلطان ناصرالدین کے سامنے پیش کیا جنہیں جنگ کے دوران گرفتار کیا گیا تھا۔ سلطان نے خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ان امرا کے قتل کرنے کا حکم دے دیا تا کہ آنے والے دور میں وہ پھر کسی نئی جنگ میں حصہ نہ لے سکیں۔

یوں میوات اور سوالک کے راجا کی کمر توڑ دی گئی اور وہ آئندہ سلطان کے ساتھ جنگ کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔

میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کو بدترین شکست دینے اور اس کی عسکری قوت کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے بعد خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ اس سمت کا رخ کیا جہاں سلطان ناصرالدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ سلطان کے مخبروں نے اسے بلبن اور الغ خان کی کار گزاری سے مطلع کر دیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے ان کا شاندار استقبال کیا اس نے راجا رندھیر کی سرکوبی پر انہیں مبارک باد دی۔

دوسری جانب قنوج کا راجا ملکی رام اور مالوہ کا راجا جاہر دیو فکر مند ہو گئے تھے انہیں یہ خبر ہو گئی تھی کہ دہلی کے لشکر نے میوات اور سوالک کے راجا رندھیر کو بدترین شکست دی ہے اور اسے اس قابل نہیں چھوڑا کہ آنے والے دنوں میں سلطان کے آگے سر اٹھا سکے لہٰذا دونوں نے تیز رفتار قاصد ایک دوسرے کی طرف بھجوائے اور دونوں میں یہ طے پایا کہ اگر دہلی کا سلطان ان دونوں میں سے کسی ایک کو ہدف بنانے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا ہر صورت میں اس کی مدد کرے گا۔ اس طرح دونوں نے آپس میں یہ طے کر لیا کہ متحد اور منظم ہو کر سلطان ناصرالدین کا مقابلہ کریں گے۔

سلطان ناصرالدین نے بھی چونکہ بلبن اور الغ خان کے ساتھ پہلے سے اپنا ایک لائحہ عمل طے کر رکھا تھا۔ ان کا لائحہ عمل پورا بھی ہوتا جا رہا تھا۔ انہوں نے رندھیر کا خاتمہ کر دیا تھا اب طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق انہیں مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا رخ کرنا تھا۔

بلبن اور الغ خان اپنے حصوں کے لشکر کے ساتھ جب سلطان کے لشکر سے آن کر ملے تب سلطان نے انہیں اور ان کے لشکریوں کو دو دن کے لئے ستانے اور

آرام کرنے کا موقع دیا پھر متحدہ لشکر وہاں سے کوچ کر گیا تھا سلطان ناصرالدین کا رخ اب جاہر دیو کے قلع ٹرور کی طرف تھا جسے جاہر دیو نے اپنا مرکز بنا کر سلطان کے خلاف جار حانہ اقدام کی ابتدا کر رکھی تھی۔ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے راجا جاہر دیو نے پانچ ہزار بہترین سواروں کے علاوہ ایک لاکھ پیدل لشکری جمع کر رکھے تھے۔ اور اس سے بڑا لشکر ملکی رام کے پاس بھی تھا۔ دونوں میں یہ طے پایا تھا کہ جب سلطان ناصرالدین کسی ایک پر حملہ آور ہو گا تو دوسرا اس کی ہر صورت مدد کرے گا۔ اور ان دونوں میں یہ طے پایا کہ جب سلطان راجا جاہر دیو پر حملہ آور ہو تو اس کی پشت سے ملکی رام سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہو گا اس طرح سے دونوں مل کر سلطان کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سلطان ناصرالدین نے راجہ جاہر دیو کے قلعہ ٹرور کی طرف ابھی چند میل ہی کا سفر کیا تھا کہ دائیں جانب سے دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے لشکر کے سامنے نمودار ہوئے انہیں دیکھتے ہی سلطان نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کا حکم ملتے ہی لشکر اپنی جگہ رک گیا تھا۔ آنے والے دونوں سلطان اصرالدین کے مخبر تھے اور سلطان انہیں پہچان بھی چکا تھا۔

دونوں مخبر قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اترے سلطان کو انہوں نے تعظیم دی ملطان ان دونوں کی طرف استفہامیہ سے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ قریب آ کر ان دونوں ں سے ایک مخبر خود ہی بول پڑا۔

سلطان محترم میں اور میرا ساتھی دونوں جانتے ہیں کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ لوہ کے راجا جاہر دیو کی سرکوبی کے لئے کوچ کر رہے ہیں۔ لیکن ہم آپ کے لئے یک بہت بری خبر لے کر آئے ہیں اور یہ بری خبری منگولوں سے متعلق ہے۔

سلطان محترم ہلاکو خان کے ایک بڑے لشکر نے ہمارے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ نگول قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہوئے ہمارے علاقوں پر چھاتے جا رہے ں۔ انہوں نے ان دنوں اپنا مرکز ملتان اور اچ کو بنا رکھا ہے۔ وسیع علاقوں پر انہوں ے یلغار کر رکھی ہے اور ہندوستان کی یہ بد قسمتی ہے کہ جاچ نگر کا راجا بھی منگولوں ے تعاون کر رہا ہے اس نے نہ صرف یہ کہ رسد اور کمک کا سامان فراخ دلی سے مہیا

کیا ہے بلکہ اپنا ایک لشکر بھی ان کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔

جاج نگر کی سلطنت ناگ پور مغربی اڑیسہ کے درمیان واقع تھی یہاں کے راجا نے پہلے کبھی ناصرالدین کے خلاف سر اٹھانے کی کوشش نہ کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اعلانیہ سلطان کے خلاف اٹھا تھا۔

اس خبر پر سلطان ناصرالدین سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ آنے والا مخبر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا تھا اس کے بعد اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

سلطان محترم جیسا کہ میں پہلے گزارش کر چکا ہوں کہ منگول ملتان اور اچ کے نواح میں وسیع علاقوں کو اپنا ہدف بنائے ہوئے ہیں اور جاج نگر کے راجا کی مدد سے ان کے ہراول دستے لکھنوتی کے ارد گرد اور آس پاس تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہے ہیں سلطان محترم اگر منگولوں کو جلد نہ روکا گیا تو وہ طوفان کی طرح ہمارے وسیع علاقوں پر چھا جائیں گے۔ اور ہمارے لئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنیں گے۔

اس خبر پر لمحہ بھر کے لئے سلطان کی گردن جھک گئی تھی اس کے پہلو میں کھڑے بلبن اور الغ خان بھی گہری سوچوں میں ڈوب گئے تھے پھر آہستہ آہستہ سلطان نے اپنی گردن سیدھی کی اور اپنے پہلو میں کھڑے خان اعظم بلبن اور الغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو! آنے والے مخبروں نے جو خبر دی ہے گو یہ اس وقت ہمیں مل رہی ہے جب ہم جاہر دیو کی سرکوبی کے لئے کوچ کر رہے ہیں۔ خبر بری بھی ہے اور اچانک بھی پر یاد رکھنا ہم اس قوم کے فرزند ہیں جو ٹوٹی کشتیوں اور پھٹے بادبانوں کے ساتھ بھی وقت کے اندھیروں میں یم بہ یم ایک تغیر اور ساحل کا نشاں بن کے اترے جو امن سے رہنے والوں کے لئے ایک انوکھا پیغام اور ہمدم تھے جنہوں نے انسانیت کو ہمسائیگی کی لذت اور گھروں کی رونق سے آشنا کیا۔

میرے دونوں عزیزو یاد رکھنا ہمارا تعلق اس ملت سے ہے جس کے فرزندان عزیز ہمیشہ سایہ ابلیس سروں پر برستی آگ اور مرگ و موت کے غبار میں بھی گرم کھولتے لاوے کی طرح جرات رندان اور اعصاب پر سنسنی طاری کر دینے والی صداؤں کے تلاطم کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

منگولوں کا یہ حملہ ہمارے لئے نہ نیا ہے نہ انوکھا ہم ترک ہیں اور ترک اور منگول صدیوں پہلے پہلو بہ پہلو زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ ہم ان کے طریقہ جنگ سے واقف ہیں وہ ہماری جنگی واردات سے آگاہ ہیں آؤ مالوہ کے راجا جاہر دیو کا خیال ترک کر کے منگولوں کی سرکوبی کا سامان کریں۔ میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ پہلے کی طرح ہم اپنے خداوند قدوس سے مدد مانگتے ہوئے اپنے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں تو ہم انہیں دوسرے دشمنوں کی طرح اپنے آگے آگے بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ میرے دونوں ساتھیو! آؤ منگولوں کی تشکیک سے امیدوں تک کے سفر میں حیات ء موت کا افسانہ صدیوں کا مسافت کا قصہ آلام بن کر ٹوٹ پڑیں۔ اگر تم حسب معمول تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کو پکارتے ہوئے منگولوں کے سامنے آتے ہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں جس طرح پوس کے ٹھٹھرے طوفان ہولوں کی رگ رگ اور ریشے ریشے کو بکھیر دیتے ہیں جس طرح تیز بگولوں کی گرد میں تیاں جھڑتی ہیں اور جس طرح بے روک آندھیوں کے سامنے اوس کے آنسو بکھر اتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی اپنے سامنے ان منگولوں کو بکھیر کر اور منتشر کر کے رکھ یں گے۔

خان اعظم اور الغ خان گو مخبروں کا کہنا ہے کہ منگول ملتان اور اچ کے علاوہ لھنوتی کے علاقوں میں بھی یلغار کئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے ایسا کرنے سے ہم پر ف تو طاری نہ ہو جائے گا۔ الغ خان میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے حصے کے لشکر کے اتھ سیدھا لکھنوتی کا رخ کرو اور منگولوں کا وہ ہراول دستے جو لکھنوتی کے نواح میں بادی کا کھیل کھیل رہے ہیں انہیں اپنے سامنے ہانکتے ہوئے ملتان کا رخ کرو جہاں لولوں کا بڑا لشکر اپنی کاروائیوں میں مصروف ہے۔

جب کہ میں اور خان اعظم بڑی برق رفتاری کے ساتھ ملتان اور اچ کی سر ینوں کا رخ کریں گے۔ جہاں منگولوں نے اپنا پڑاؤ کر رکھا ہے۔ میرے بیٹے میرے بچے جب تک ہم منگولوں سے ٹکرائیں گے اس وقت تک تم بھی اپنے سامنے منگولوں ے ہراول دستوں کو ہانکتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ جانا اس طرح مجھے امید ہے ہم ل مل کر منگولوں کو بے ضرر بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانک دیں گے۔

الغ خان منگولوں کے خلاف تمہیں جنگ کا تجربہ بھی ہے اس سے پہلے بھی ہم تینوں ملتان کے نواح میں ان منگولوں سے ٹکرا چکے ہیں۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو اس دفعہ ہم منگولوں کی پہلے سے زیادہ بد تر حالت کریں گے۔ الغ خان لشکر میں جس قدر عورتیں اور لڑکیاں ہیں وہ میرے حصے کے لشکر میں رہیں گی۔ تم جاؤ دیاونتی سے مل لو اور اسے اپنے کوچ کی اطلاع بھی کر دو بیٹے ہمیں وقت ضائع کئے بغیر فورا" یہاں سے کوچ کرنا چاہئے۔

لمحہ بھر کے لئے الغ خان نے اپنے سر کو خم کیا اپنے گھوڑے کو اس نے موڑا اور اس سمت ہو لیا جس سمت عورتیں تھیں۔

دیاونتی نے دور ہی سے الغ خان کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا اپنے گھوڑے کو ہانکتے ہوئے وہ الغ خان کے قریب آئی اس نے دیکھا الغ خان کے چہرے پر کچھ پریشانیاں تھیں وہ بیچاری فکر مند اور پریشان ہو گئی تھی الغ خان کے بولنے سے قبل ہی اس نے پوچھ لیا۔

الغ خان خیریت تو ہے میں آپ کے چہرے پر تفکرات کے آثار دیکھتی ہوں۔ دیکھئے مجھ سے کوئی چیز چھپایئے گا نہیں ورنہ یاد رکھیئے گا۔ دیاونتی آپ کے سامنے گر کر مٹی کا ڈھیر ہو جائیگی۔

الغ خان نے جلدی جلدی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ دیاونتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیاونتی تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' دراصل مالوہ کے راجہ کی طرف بڑھتے بڑھتے مخبروں نے یہ خبر دی ہے کہ ہم پر منگولوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ان کا ایک بڑا لشکر ملتان میں ہے جب کہ ان کے ہراول دستے لکھنوتی کے نواح میں یلغار کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا سلطان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مالوہ کے راجا کی طرف پیشقدمی ترک کرتے ہوئے پہلے منگولوں سے نمٹا جائے سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن دونوں ملتان اور اچ کی ان سرزمینوں کا رخ کریں گے جہاں منگولوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ لشکر میں جس قدر عورتیں اور لڑکیاں ہیں وہ سلطان اور خان اعظم کے ساتھ جائیں گی میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ لکھنوتی کا رخ کرونگا اور منگولوں

ے وہ ہراول دستے جو لکھنوتی اور اس کے گرد و نواح میں موت و مرگ کا کھیل کھیل ہیں ہیں ان سے ٹکراؤں گا مجھے امید ہے میں انہیں ہانکتا ہوا بہت جلد ملتان اور اس ے نواح میں اس جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤنگا جہاں سلطان اور خان اعظم منگولوں ے ٹکرائیں گے۔ دیاونتی میں تم سے یہی کہنے آیا تھا کہ میں کوچ کر رہا ہوں مجھے وس ہے تم میرے ساتھ نہ جا سکو گی۔

دیاونتی جواب میں گہری سوچوں میں ڈوبی رہی پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہنا ع کیا۔

الغ خان جو لشکر لے کر آپ لکھنوتی کی طرف روانہ ہو رہے ہیں کیا اس میں ی بھی عورت یا لڑکی نہیں ہے۔

الغ خان نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

اس پر دیاونتی ایک عجیب سے عزم اور ولولے میں بول اٹھی۔

الغ خان اگر ایسا معاملہ ہے تو آپ کے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں ہر موقع پر مسکراتے ہوئے آپ کو الوداع کہنے کی جرات رکھتی ہوں میری خداوند م سے دعا ہے کہ جس مقصد کے لئے آپ نکل رہے ہیں اس میں آپ کامیاب و ان لوٹیں۔ اس کے بعد الغ خان اور دیاونتی نے ایک دوسرے پر الوداعی نگاہ ڈالی لغ خان وہاں سے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد الغ خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وتی کا رخ کر رہا تھا۔ جب کہ خان اعظم بلبن اور سلطان ناصرالدین دونوں بڑی رفتاری سے ملتان اور اچ کا رخ کئے ہوئے تھے۔

منگول اپنی خونخواری اپنی بربریت میں لکھنوتی کے گرد و نواح میں دندناتے پھر تھے۔ اب تک ان کی کسی نے راہ نہ روکی تھی اور وہ اب پہلے سے زیادہ رانہ انداز میں شکست و ریخت کا کھیل کھیلنا شروع ہو گئے تھے اچانک انہیں خونی انقلاب کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں اپنی بربریت اور اپنی شکست و ریخت کو پڑا۔

اس لئے کہ لکھنوتی کے نواح میں ان کے سامنے الغ خان اس طرح نمودار ہوا جلتی دھرتی پر بے منزل و بے حرف کر دینے والے کھیل اور پرانی دکھتی چوٹوں

نے اپنے کام کی ابتدا کر دی ہو۔

منگول ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ان کے سامنے آنے والا لشکر کس کا ہے کہ ان فضاؤں میں اللہ اکبر کی تکبیریں گونجی اور اس کے ساتھ ہی منگولوں پر حملہ آور ہوئے ہی الغ خان نے ان پر مرگ کے ہالے فنا کے خاک کے شور کرتے بگولوں کی طرح نزدل کیا تھا۔ الغ خان نے تیزی کے ساتھ منگولوں کے اوسان و احساسات بے قابو کرتے ہوئے ان پر قضا کی آرزوؤں کے ناگ اور زہر کے قلزم کی طرح وارد ہونا شروع کر دیا تھا۔

منگولوں نے بھی جوابی کاروائی کی اور وہ بھی صلیب کے دام زنار کے حلقوں میں ظلمتوں کی طنابیں کھولتے سنگ ریزوں کے طوفانوں کی طرح آگے بڑھے اور الغ خان پر سینوں کے داغ داغ جبینوں کو نشاں نشان کر دینے والی مرگ اور اور آگ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

لکھنوتی کے نواح میں راستوں کے جمود اور شب کے سناٹوں سی خاموشی کے اندر سلگتے فاقوں پھیلتی خونی سیاہیوں کا رقص شروع ہو گیا تھا ہر کوئی نفرتوں کو شعلہ زن کرتے ہوئے شعبدہ گروں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے کہ نوک خنجر سے مرگ کے قصے تحریر ہونا شروع ہو گئے تھے منگول یہ خیال کر رہے تھے کہ کوئی قوت ہندوستان میں ان کی راہ روکنے والی نہیں لیکن وہ الغ خان کو اپنے سامنے خونی قصے تحریر کرتے نامانوس نقیب سا محسوس کر رہے تھے جو پناہ گاہوں فصیلوں اور خیالات کے دائروں کے اندر دشمنوں کی خواب بنتی ساری شادمانیوں کو لمحوں کے اندر بکھیر کر رکھ دے الغ خان کسی معرفت شناس کی طرح اپنے لشکر کی راہنمائی کرتا ہوا منگولوں کے اندر گھس کر موت کا کھیل شروع کر چکا تھا۔

منگولوں نے شاید اس سے پہلے کسی کو یوں بے باکی کے ساتھ اپنے ساتھ جنگ کرتے نہ دیکھا تھا لہٰذا الغ خان کی اس جرات مندی اور شجاعت پر وہ دنگ رہ گئے تھے وہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو موت اگلتی دلولوں مجبوریاں تراشتے واہموں اور زوال کے معرکے برپا کرتی موت کی گہری لہروں کے اندر ڈوبتے محسوس کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد الغ خان نے لکھنوتی کے نواح میں منگولوں کو بدترین شکست

ں منگول سر پر پاؤں رکھ کر شکست کا داغ اٹھاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن
ب یوں بھاگنا بھی آسان نہ تھا الغ خان نے اپنی ساری طاقت اپنی قوت اپنی ساری
ات مندی کے ساتھ ان کا تعاقب کیا منگولوں کا رخ ملتان اور اچ کی طرف تھا الغ
ن بھی یہی چاہتا تھا لہٰذا وہ مار دھاڑ کرتا ہوا منگولوں کے تعاقب میں آندھی اور
فان کی طرح لگ گیا تھا۔

دوسری جانب منگولوں کو یہ خبر ہو گئی تھی کہ سلطان ناصرالدین ہندوستان کے
جاؤں کو نظر انداز کر ہوا ان سے نمٹنے کے لئے ملتان اور اچ کا رخ کئے ہوئے ہے
ا سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے منگولوں نے
ا تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی جوں ہی سلطان ناصرالدین محمود' خان اعظم
ن ملتان اور اچ کے وسطی حصے میں پہنچے سامنے کی طرف سے خون خوار منگول
ار ہوئے اور وہ سلطان ناصرالدین اور بلبن دونوں کے لشکر پر صحرا کا بدن سنسان
ں اندھی خشک ہواؤں بدنوں کو تار تار کرتی موت کی بے صدا دستک زندگی کے
ا جکڑتے غیر مانوس توہمات کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

منگولوں کے سامنے سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن دونوں میں سے کسی
بھی دباؤ قبول نہ کیا دونوں ہی منگولوں کے طریقہ جنگ اور ان کی لڑائی کی واردات
پوری طرح آگاہ اور واقف تھے لہٰذا وہ بھی فطرت کی آغوش میں سالک کے سفیر
بان نثاری کی طرح اپنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے حرکت میں آئے جوابی کاروائی
طور پر انہوں نے بھی تحیر کے آسمان کھڑے کرتی کثرت و قلت کی کشمکش ہر فکر کو
، ہر تصور کو زخم خوردہ کر دینے والی تند و سفاک لمحوں کی تابکاری کی طرح منگولوں
لہ کر دیا تھا۔

منگول جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی خون خواری ان کی دہشت و بربریت کے سامنے
قوم اتر نہیں سکتی سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن کے سامنے وہ خون و
پر سرنگوں ہونے لگے تھے ان کے لشکروں کے اندر محبت کے حروف ان کے لئے
ا کی بھیڑ میں گم ہو گئے بجھے دکھ کے خونی سائے ان کے لئے گھنے عذاب کی طرح
ا طرف پھیلتے چلے گئے تھے زندگی کو مسلسل جبر اور ہر گھڑی کو ایک قیامت سمجھنے

والے منگول فکر مند اور پریشان سے ہو گئے تھے انہوں نے یہ اندازہ لگا رکھا تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دیں گے لیکن یہاں معاملہ الٹ دکھائی دے رہا تھا خان اعظم بلبن اور سلطان ناصرالدین ان کے سامنے چٹانوں کی طرح جم گئے تھے بلکہ بڑی تیزی کے ساتھ انہوں نے منگولوں کی خوشیوں کو عذابوں اور موت کے اندھے غاروں میں تبدیل کرتے ہوئے ان کی صفوں کے اندر گھسنا شروع کر دیا تھا۔

منگول اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن نے انہیں قضا کی حبس زدہ سوچوں میں ڈال کر رکھ دیا ہے۔

بہرحال منگول جو یہ امید رکھے ہوئے تھے کہ بہت جلد فتح سے ہمکنار ہوں گے ان کی کوئی امید بر نہ آئی اس کے بعد ان کے خلاف ایک اور خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا اس لئے کہ ان کی پشت کی طرف سے کچھ اس انداز میں اللہ اکبر کی تکبیریں بلند ہوئیں جس طرح روشنی کو روشنی سے جوہر کو جوہر سے ملا دینے والے ان دیکھے معجزات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں دراصل منگولوں کی پشت پر الغ خان نمودار ہوا تھا وہ ان بچے کھچے منگولوں کو اپنے آگے ہانکتا ہوا آ رہا تھا جن کو اس نے لکھنوتی کے نواح میں بدترین شکست دی تھی۔

جو منگول الغ خان کے آگے آگے بدحواسی کے عالم میں بھاگتے ہوئے آئے تھے جب وہ پشت کی جانب سے اپنے لشکر کے اندر داخل ہوئے تو ان کی حالت دیکھتے ہوئے وہ منگول جو خان اعظم بلبن اور سلطان ناصرالدین کے ساتھ بر سرپیکار تھے ان کے اندر بھی ایک افرا تفری اور بدحواسی کا ایک سماں پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس افرا تفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الغ خان پشت کی جانب سے رگ و پے میں تلخیاں بھر دینے والے جاڑے پالے کے عذاب اور دکھ بھرے موسموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

حملہ آور ہونے سے پہلے الغ خان نے چونکہ پشت کی جانب سے تکبیریں بلند کی تھیں لہٰذا سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن سمجھ گئے تھے کہ لکھنوتی کے نواح میں منگولوں کو شکست دینے کے بعد الغ خان منگولوں کی پشت سے نمودار ہوا ہے اور

حملہ آور ہو چکا ہے لہٰذا ان دونوں نے بھی اپنی پوری طاقت اور قوت سے نئے انداز میں حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا اس دو طرفہ حملہ میں منگول دکھ بھرے موسموں' درد کی مثلث ٹوٹے خوابوں بے جہت مسافتوں کی یلغار کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے ملتان اور اچ کے درمیان زیادہ دیر تک وہ سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان کا مقابلہ نہ کر سکے انہیں بدترین شکست ہوئی اور ایک طرف سمٹتے ہوئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان تینوں نے دور تک منگولوں کا تعاقب کیا اور ان کے لشکر کو اس قابل نہ چھوڑا کہ وہ مڑ کر پھر کسی مہم جوئی کی کوشش کر سکیں جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن بے ضرر ہو گیا ہے تب وہ تینوں اپنے اس پڑاؤ کی طرف مڑے تھے جو سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن نے اچ کے درمیان قائم کیا تھا۔

سلطان ناصرالدین خان اعظم بلبن اور الغ خان اپنے گھوڑوں پر پہلو بہ پہلو اپنے پڑاؤ میں داخل ہوئے تو گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے خان اعظم نے سلطان ناصرالدین سے سرگوشی کی جس کو سن کر سلطان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی لمحہ بھر کے لئے خان اعظم بلبن نے اپنے گھوڑے کو روکا سلطان ناصرالدین تھوڑا سا آگے بڑھ گئے تھے خان اعظم بلبن نے الغ خان کو رکنے کے لئے کہا پھر منہ سے کچھ کہے بغیر خان اعظم نے ایک طرف اشارہ کیا الغ خان نے جب اس طرف دیکھا تو وہاں دیادنتی انتہائی بے چینی اور بے قراری کی حالت میں کھڑی تھی شائد وہ الغ خان کی ہی منتظر تھی اسے دیکھتے ہوئے الغ خان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ خان اعظم بلبن بھی تبسم میں ادھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور آگے بڑھ گیا چند قدم آگے جا کر خان اعظم نے مڑ کر دیکھا اور الغ خان سے کہا۔

الغ خان دیادنتی سے مل لو اس کے بعد مجھے تمہیں اور کشلی خان تینوں کو سلطان نے اپنے خیمے میں طلب کیا ہے اس کے ساتھ ہی خان اعظم بلبن آگے بڑھ گیا تھا اس کے جاتے ہی دیادنتی بھاگتی ہوئی الغ خان کی طرف بڑھی الغ خان اتنی دیر میں اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا قریب آ کر پیار سے دیادنتی الغ خان کے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

آپ کیسے ہیں میں آپ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد پیش کرتی ہوں گھوڑا شاید دیاونتی سے خاصا مانوس ہو چکا تھا دیاونتی جب اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی تو وہ بھی اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ہونٹ دیاونتی کے کندھے پر رگڑنے لگا تھا الغ خان تھوڑی دیر تک بڑے غور بڑے پیار بڑی چاہت اور محبت میں دیاونتی کی طرف دیکھتا رہا پھر دیاونتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیاونتی! تم مبارک باد نہ بھی دو تب بھی تمہاری طرف سے یہ رسم پوری ہو ہی جاتی ہے کہ تم میرے جسم کا ایک حصہ ہو میری فتح تمہاری فتح ہے میرا نقصان تمہارا نقصان ہے دیاونتی تم اپنے خیمے میں جاؤ سلطان نے مجھے اپنے خیمے میں طلب کیا ہے خان اعظم اور کشلی خان کو بھی بلوایا ہے میں ان سے مل کر پھر اپنے خیمے کی طرف آتا ہوں لشکر دو دن تک یہاں آرام کرے گا دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر شے کو سمیٹا جائے گا پھر اس کے بعد مالوہ کے راجہ جاہر دیو کا رخ کیا جائے گا۔

اپنے گھوڑے کی باگ تھامتے ہوئے الغ خان جب وہاں سے پلٹنے لگا تو دیاونتی نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی پھر کہنے لگی۔

گھوڑے کو میرے حوالے کرتے جائیں گھوڑے کو ساتھ کیوں لے کر جا رہے ہیں میں اسے اپنے خیمہ گاہ کی طرف لے جاتی ہوں آپ کے آنے تک اس کی زین اتارنے کے بعد اس کے دانے چارے کا انتظام کرتی ہوں۔

دیاونتی کی اس گفتگو سے الغ خان مسکرا کے رہ گیا تھا پھر گھوڑے کی باگ اس نے چھوڑ دی اور سلطان کے خیمے کی طرف بڑھا جب کہ دیاونتی گھوڑے کی باگ تھامے اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔

الغ خان جب سلطان ناصرالدین کے خیمے میں داخل ہوا تو اس سے پہلے ہی سلطان کے سامنے خان اعظم بلبن اور کشلی خان بیٹھے ہوئے تھے ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے الغ خان کو خان اعظم کے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا الغ خان جب وہاں بیٹھ گیا تو سلطان کی آواز خیمہ میں گونجی تھی۔

الغ خان تمہاری آمد سے پہلے میں خان اعظم اور کشلی خان سے گفتگو کر رہا تھا اس گفتگو میں یقیناً" تاج الدین کو بھی شامل ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے اسے خیموں

کی دیکھ بھال اور لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کے فرائض سونپے ہیں جو گفتگو میں تم تینوں سے کرنا چاہتا ہوں اس کی تفصیل تاج الدین کو بعد میں بتا دی جائے گی۔

عزیزو! گذشتہ جنگ میں میں تم سب کی کارگزاری پر بے حد مطمئن ہوں پر یاد رکھنا یہ جو ہم نے منگولوں کے لشکر کر بدترین شکست دیتے ہوئے جی بھر کے ان کا قتل عام کیا ہے اس کا ردعمل ضرور ظاہر ہو گا۔

اس لئے کہ ہلاکو خان دور نہیں ہمارے نزدیک ہی بیٹھا ہوا ہے اسے جب اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کا علم ہو گا تو وہ ضرور کسی نہ کسی ردعمل کا اظہار کرے گا یاد رکھنا منگول ہمیشہ تشدد کی تلوار بن کر وارد ہونا پسند کرتے ہیں چاہتوں کی بھٹی اپنایت کے جذبوں سے وہ عاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ریاکاری کے دکھ نفرت کے جنم کھڑے کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن ہم انہیں اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہماری دھرتی کی حالت ان گنت زمانوں کی دیمک زدہ دہلیز اور ویران کف پائے رفتگاں جیسی بنا کر رکھیں ان کے سامنے ہم اپنی دھرتی کو بلکنے کے لئے نہیں چھوڑ دیں گے نہ ہی اپنے وطن کی ان کی طرف سے اداسی کی ردا اوڑھنے دیں گے ہم اپنی زمین کے ہرچپہ کی حفاظت کریں گے اور منگولوں کے ہاتھوں کسی بھی صورت اپنے در و دیواروں پر آہوں کے زنگ نہیں لگنے دیں گے۔

یاد رکھنا ہلاکو کو جب اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنی حیات کے نگار خانوں میں ذلت و خونخواری کے قفل کھول کر ہمارے لئے درد کے شہر آباد کرنے کی کوشش کرے گا لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اس کے لشکر کے سامنے نوری سالوں کے سفر کی طرح جم جائیں گے جس طرح ماضی میں ہم خدائے قدوس کو پکارتے ہوئے اس کے مقدس نام کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن پر وارد ہوتے رہے ہیں ایسے ہی آنے والے دور میں بھی وقت پر ہم اپنے دل پسند گیت اور اپنے رب کے مقدس نام کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کے سامنے آئیں گے یاد رکھنا یہی احدانیت و صداقت ہماری نجات دہندہ بن جائے گی۔

میرے ساتھیو یاد رکھنا اگر ہم شہر بقا کے آخری سپاہی بن کر اپنے خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی ملت کی حفاظت کریں تو خداوند قدوس ہمیں انوکھی

فتوحات کی بشارت دے گا میرے ساتھیو! یہ بات بھی لکھ رکھنا ہماری قوت خدائے واحد کی استعانت حمایت ہے۔ حضور سے محبت ہماری مسافت اور خداوند قدوس کی رضا ہماری راہ ہماری منزل ہے اگر ہم اپنے اقوال کو یاد رکھیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست نہیں دے سکتی نہ ہم پر لمحوں کی بربادی طاری کر سکتی ہے۔

بہر حال ہمیں ہلاکو کے کسی بھی ردعمل کے لئے تیار اور مستعد رہنا چاہئے جیسا کہ راستے میں میرا اور تمہارا معاملہ طے ہو چکا ہے کہ لشکر دو دن یہاں قیام کرے گا اور اس کے بعد ہم مالوہ کے راجا جاہر دیو کا رخ کریں گے جاہر دیو کی سرکوبی کرنے کے بعد اسی طرح ہم قنوج کے راجا ملکی رام کو اپنے سامنے جھکنے پر بھی مجبور کر دیں گے۔ ہندوستان کے اندر ایسی کوئی قوت نہ رہے گی جو ہمارے سامنے جبرو استبداد کا اظہار کرے۔

مجھے امید ہے تم تینوں میری باتوں سے اتفاق کرو گے۔

خان اعظم بلبن' الغ خان اور کشلی خان تینوں نے مکمل طور پر سلطان ناصرالدین کی گفتگو سے اتفاق کیا کچھ دیر تک تینوں بیٹھ کر راجا جاہر دیو کے ساتھ نمٹنے پر گفتگو کرتے رہے اس کے بعد وہ نشست برخاست کر دی گئی تھی۔ دو روز بعد سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اس کا رخ مالوہ کے راجا جاہر دیو کی طرف تھا۔

مالوہ کے راجا جاہر دیو نے سلطان ناصرالدین اور اس کے لشکریوں سے نمٹنے کے لئے پہلے ہی قلعہ ٹرور کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا سلطان ناصرالدین ابھی اس قلعہ سے دس میل دور ہو گا کہ ایک بار پھر اس کے مخبر اس کے سامنے آئے انہیں دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا مخبر قریب آئے سلطان کو تعظیم دی پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

سلطان محترم آپ کی پیشقدمی کی اطلاع مالوہ کے راجا جاہر دیو کو ہو چکی ہے اور اس نے آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے لشکر میں ایک لاکھ کے لگ بھگ پیدل لشکری ہیں سواروں کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے اور پھر سب سے بڑی خبر یہ ہے کہ آپ کے خلاف مالوہ اور قنوج کے دونوں راجاؤں نے اتحاد کر لیا ہے

اور طے۔ یہ پایا ہے کہ جاہر دیو اپنی مضبوط اور مستحکم قوت کے ساتھ آپ کے ساتھ ٹکرائے گا جب کہ قنوج کا راجہ ملکی رام دور کہیں گھات میں رہے گا اور جب جنگ زوروں پر آئے گی تب وہ اپنی گھات سے نکلے گا اور آپ کی پشت پر حملہ آور ہو کر جاہر دیو کی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرے گا سلطان محترم اس وقت ہمارے پاس یہی خبر ہے۔

سلطان نے اپنے ان طلایہ گروں کا شکریہ ادا کیا اور دوبارہ انہیں اپنے کام میں لگ جانے کا حکم دے دیا تھا سلطان نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا پھر ایک گہری نگاہ اس نے خان اعظم بلبن پر ڈالی پھر الغ خان کی طرف دیکھا اس کے بعد ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان ناصرالدین بول پڑا۔

عزیزان من! میں نے جو اپنے ذہن میں سوچ رکھا تھا وہی کچھ ہو رہا ہے میں نے گو اس کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن میرا دل کہتا تھا کہ جاہر دیو اور ملکی رام آپس میں ضرور اتحاد کریں گے خان اعظم بلبن اور الغ خان میرے بیٹے تم دونوں غور سے سنو۔

اس جنگ میں تم دونوں میرے ساتھ رہو گے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دو اسے تاج الدین کی کمان داری میں دو اور وہ اپنے لشکر کی پشت پر مستعد اور چوکنا رہے۔

الغ خان تمہارے ذمے ایک اور کام بھی ہو گا اگر قنوج کا راجا پشت سے حملہ آور نہیں ہوتا تب تو خیر میں تم اور خان اعظم ہم تینوں مل کر جاہر دیو پر حملہ آور ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ اس کے مضبوط اور مستحکم قلعہ ٹرور کے سامنے اسے بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اگر عین جنگ کے عروج کے موقع پر قنوج کا راجہ ملکی رام ہماری پشت پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے پہل تاج الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روکے گا جو اس کی کمان داری میں دیا جائے گا لیکن اس موقع پر الغ خان میرے بیٹے تم بھی حرکت میں آؤ گے میں جانتا ہوں تاج الدین اکیلا قنوج کے راجا ملکی رام کی راہ نہیں روک سکے گا وہ اس لئے کہ ملکی رام کے پاس بھی لگ بھگ ہمارے برابر لشکر ہو گا اپنے کچھ مخبر بھی مقرر کرو کہ ملکی رام کی بابت لمحہ لمحہ ہم تک خبر پہنچاتے رہیں جب خبر ملے کہ ملکی رام پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے لگا ہے

تب میرے بیٹے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر تاج الدین سے جا ملنا تاج الدین فی الفور ملکی رام کی راہ تو روک لے گا لیکن زیادہ دیر تک اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا تمہارے جانے سے تاج الدین کا کام آسان ہو جائے گا اور پھر تمہارا نام ہی ہندوستان کے راجاؤں کے لئے ایک خوف ایک خدشہ کا باعث ہے۔

میرے بیٹے جونہی ملکی رام کو خبر ہو گی کہ اس کے مقابل آنے والا تاج الدین نہیں الغ خان بھی ہے تو یاد رکھنا وہ دم دبا کر بھاگنے میں دیر نہیں لگائے گا اس طرح بیک وقت ہم دونوں راجاؤں سے نمٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خان اعظم بلبن اور الغ خان دونوں نے سلطان ناصرالدین کی تجویز پر مکمل طور پر اتفاق کیا اسی وقت لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتے ہوئے تاج الدین کی کمان داری میں دے دیا گیا تھا اس کے بعد لشکر نے پھر راجا جاہر دیو کے قلعہ ٹرور کی طرف پیشقدمی شروع کر دی تھی۔

سلطان ناصرالدین اپنے لشکر کے ساتھ جب قلعہ ٹرور کے سامنے پہنچا تو اس نے دیکھا اس سے جنگ کرنے کے لئے راجا جاہر دیو پہلے ہی صفیں درست کر چکا تھا مخبروں کی خبر درست تھی راجہ کے پاس ایک لاکھ پیدل دستے تھے جب کہ پیدل لشکر کے سامنے جو سوار کھڑے تھے ان کا تو شمار ہی نہیں تھا گھوڑے بڑی بے چینی سے ہنہنا رہے تھے راجا جاہر دیو حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔

وہاں پہنچتے ہی فی الفور سلطان ناصرالدین خان اعظم بلبن اور الغ خان نے اپنی صفیں درست کر لیں اور جاہر دیو کے حملے کو روکنے کے لئے مستعد ہو گئے لیکن تاج الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ذرا پشت کی جانب ہٹ گیا تھا تا کہ اگر پشت کی جانب سے قنوج کا راجا ملکی رام حملہ آور ہو تو اس کی راہ روکی جا سکے۔

جونہی سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان راجا جاہر دیو کے سامنے آئے راجا جاہر دیو نے اپنے حملہ کی ابتدا کر دی تھی اس کے اس حملہ کو روکنے کے لئے سلطان ناصرالدین الغ خان اور بلبن تینوں تیار اور مستعد ہو چکے تھے جاہر دیو نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ سلطان کے لشکر پر بے ثمر بگولوں میں لمحوں کے خونی ابال' اجاڑ راستوں کے' قافلوں پر کڑکتی بجلیوں سے لپٹی تنہائیوں کے زہر کی طرح حملہ

آور ہو گیا تھا۔

سلطان ناصرالدین نے بھی جوابی کاروائی کرتے ہوئے دیر نہیں کی وہ بھی خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ راجا جاہر دیو اور اس کے لشکریوں پر دم بدم خوف و کرب پھیلاتی بدنوں کی دھجیاں اڑاتی خواہشوں کی بے روک آندھیوں اور سطروں کے ریشے ریشے میں گندھ جانے والے درد کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان ناصرالدین کا یہ حملہ ایسا زور دار ایسا جان لیوا تھا گویا قلب کے نگنوں میں صدیوں کی تشنگی کے طوفان اٹھ کھڑے ہوں یا سوگ کے شمشانوں کے اندر خونی گرد اپنا رنگ دکھانے لگی ہو۔

قلعہ ٹرور کے نواح میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے آندھیوں کے کالے رتھوں پر سوار موت بجلی کے تازیانوں کی طرح برسنے لگی تھی۔ زمین کی ننگی پیٹھ پر اجل کارکنان تیزی سے اپنی خونی تختیاں لکھنے لگے تھے۔

کافی دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا بڑھتا رہا راجا جاہر دیو کو امید تھی کہ جلد ہی قنوج کا راجا ملکی رام سلطان ناصرالدین کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہو گا اور جنگ کا نقشہ یکسر بدل کر رکھ دے گا۔

ادھر قنوج کے راجا کے مخبروں نے اسے اطلاع کر دی تھی کہ اس سے نمٹنے کے لئے سلطان ناصرالدین نے اپنے لشکر کا حصہ علیحدہ کر دیا ہے اور ایک حصہ پشت کی جانب اس بات کا منتظر ہے کہ کب قنوج کا راجا ملکی رام پشت پر نمودار ہو اور وہ لشکر اس کی راہ روکے اور اس پر حملہ آور ہو اس کے علاوہ ملکی رام کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ سلطان ناصرالدین نے الغ خان کے ذمہ یہ کام لگایا ہے کہ جب ملکی رام پشت کی جانب سے حملہ آور ہو تو وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ملکی رام پر حملہ آور ہو جائے۔

یہ خبریں سننے کے بعد ملکی رام کے اوسان خطا ہو گئے تھے اور اس کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی تھی اور اس نے سلطان ناصرالدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

ـ کافی دیر تک جنگ جاری رہی اور مسلمانوں کی پشت کی طرف سے قنوج کا

راجا ملکی رام حملہ آور نہ ہوا تب جاہر دیو کے بھی حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے اس نے اپنے لشکریوں اور اپنے سالاروں کو یہ یقین دلا رکھا تھا کہ عین جنگ کے عروج کے وقت ملکی رام پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گا اور اس کے حملے کے بعد مسلمان آگے آگے اور راجاؤں کا لشکر اس کا تعاقب کرتا چلا جائے گا لیکن کافی دیر تک ملکی رام پشت کی طرف سے نمودار نہ ہوا تب اس کے لشکریوں کے حوصلے بھی متزلزل ہونا شروع ہو گئے تھے وہ اس لئے کہ لحہ بہ لحہ سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان کی طرف سے ان پر دباؤ اور بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔

جنگ کے دوران سلطان ناصرالدین کو مخبروں نے ۔ اطلاع بھی کر دی تھی کہ پشت کی جانب سے قنوج کے راجا ملکی رام نے حملہ آور ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے ۔ یہ خبر سلطان ناصرالدین نے نہ صرف الغ خان اور بلبن تک پہنچائی بلکہ لشکروں میں بھی پھیلا دی اس کے نتیجہ میں ان کے لشکریوں کے حوصلے مزید جوان اور توانا ہوئے پہلے کی نسبت بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان کا ارادہ تھا کہ جلد از جلد جنگ کو کوئی انجام دیں اور جاہر دیو کو اپنے سامنے شکست دے کر اسے جھکنے پر مجبور کریں۔

اس کے لئے ان تینوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا جاہر دیو تھوڑی دیر تک مزید جنگ جاری نہ رکھ سکا اس لئے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کی اگلی صفوں کا مسلمانی لشکر نے صفایا کر دیا ہے تب وہ شکست اٹھا کر اپنے قلعہ ٹرور کی طرف بھاگا۔

لیکن اس کی بد قسمتی کہ خان اعظم اور الغ خان پہلوؤں کی طرف سے آگے بڑھے اور اس کی راہ روک دی مالوہ کے راجا جاہر دیو کو اپنے مضبوط اور مستحکم قلعہ ٹرور میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا ناچار وہ اپنے مرکزی شہر مالوہ کی طرف بھاگا تھا۔

سلطان ناصرالدین' خان اعظم بلبن اور الغ خان بھی اس کے پیچھے لگ گئے تھے سلطان نے تاج الدین کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے پڑاؤ پر حملہ کرے اور اس کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرے اور ہر شے سمیٹ کر اس کے پیچھے پیچھے مالوہ کا رخ کرے اب راجا جاہر دیو اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مالوہ کی

طرف بھاگ رہا تھا اور سلطان اپنی پوری تندی پوری تیزی کے ساتھ اس کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

یہ تعاقب کافی دور تک جاری رہا یہاں تک کہ جو لشکر لے کر جاہر دیو بھاگا تھا اس کا آدھا حصہ مزید سلطان ناصرالدین اور بلبن اور الغ خان نے ختم کر دیا اور تعاقب اب بھی جاری تھا مالوہ کے راجا نے ۔ یہ اندازہ لگایا کہ جو لشکر وہ لے کر بھاگا تھا اس کا مزید آدھا حصہ ختم کر دیا گیا ہے اور اگر مالوہ تک تعاقب جاری رہا تو اس کا کوئی لشکری بھی سلطان کے ہاتھوں بچ نہ پائے گا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دیا لشکر کے اندر سفید جھنڈے لہرانا شروع کر دیئے ۔ یہ سلطان ناصرالدین کو اشارہ تھا کہ جاہر دیو صلح پر آمادہ ہے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے بھی اپنے لشکر کو روک دیا تھا دونوں لشکروں نے آمنے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا جس تعداد کے ساتھ جاہر دیو نے جنگ کی ابتدا کی تھی اب اس کے پاس اس تعداد کا دسواں حصہ بھی نہیں تھا۔

جب لشکر پڑاؤ کر چکے تو جاہر دیو کی طرف سے دو سفیر آئے اور انہوں نے سلطان ناصرالدین سے التماس کی کہ ان کا راجا جاہر دیو سلطان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے جب سلطان نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی تب وہ سفیر واپس چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد راجا اپنے چند محافظوں کے ساتھ سلطان کے سامنے آیا اس وقت سلطان اپنے لشکر کے وسطی حصے میں ایک جگہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور اس کے ارد گرد اس کے محافظ دستے تھے راجا جاہر دیو قریب آیا تو محافظوں کو وہیں روک دیا گیا اور اسے حکم دیا گیا وہ اکیلا آگے بڑھ کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو۔

جاہر دیو آگے بڑھا سلطان کے سامنے آتے ہوئے اس نے اپنے دونوں ہاتھ باندھے تھے اور اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے اس نے سلطان کو تعظیم دی سلطان تھوڑی دیر تک سر سے پاؤں تک جاہر دیو کا بغور جائزہ لیتا رہا اس موقع پر ہلکی سی مسکراہٹ سلطان کے چہرے پر نمودار ہوئی تھی پھر سلطان نے راجا جاہر دیو کو مخاطب کیا۔

جاہر دیو مجھے تمہاری حالت پر رحم آ رہا ہے تو اس وقت کیسا صوت و بے صدا تنہائی کی طرح میرے سامنے کھڑا ہے تو مجھے اس وقت صدیوں کے خلا میں کوئی منجمد ٹھہرا ہوا لمحہ دکھائی دیتا ہے جاہر دیو میں یہ بھی دیکھتا ہوں تیرا مضطرب دل سوختہ ہے تیرے ترسیدہ ہونٹوں پر تشنگی ہے کمان و ترکش تھامنے والے ہاتھوں پر لرزش اور رعشہ طاری ہے اور تو اپنی ہست و بود سے جنگ کر رہا ہے اس وقت تو اپنے سے خود بھی گریزاں ہو رہا ہے میں تم سے پوچھتا ہوں جب ہم نے تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرنے میں پہل نہیں کی۔ پھر کیوں تم نے ہماری سرحدوں پر حملہ آور ہو کر وقت کے خوفناک مناظر میں عدم کا راستہ اختیار کیا۔ کیوں تو نے روز و شب کے پیہم سلسلوں میں بے حرف و بیان راستوں کا انتخاب کیا۔ جاہر دیو میں تم سے پوچھتا ہوں کیوں تم نے نظروں کی طراوت چھوڑ کر زرفشاں رویہ ترک کر کے خوفناک آسیوں کا راستہ اپنایا دیکھ ہم نے تیری نئی سمتوں کا سفر تمام کیا اور تو اس وقت انتہائی بے بسی کے عالم میں ہمارے سامنے کھڑا ہے ہم جو تیرے ساتھ چاہیں سلوک کریں۔

سن جاہر دیو جس طرح ریت پھیل کر صحرا بنتی ہے حروف پھیل کر لفظ دریا پھیل کر سمندر اور بارش پھیل کر دریا بنتے ہیں اسی طرح ہوس پھیل کر تباہی اور بربادی کا باعث بنتی ہے تیری ہوس نے تجھے تباہی اور بربادی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے تو نے ہمارے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کیا جس کے نتیجہ میں دیکھ اب تو ہمارے سامنے آتش گرفتہ شہر، گھنی تاریکیوں کی اندھی کھائیوں کی طرح خاموش کھڑا ہے بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

تھوڑی دیر تک راجا جاہر دیو کی گردن جھکی پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا رحم طلب نگاہوں سے سلطان ناصرالدین کی طرف دیکھا پھر اس کی انتہائی انکساری اور عاجزی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم میں مانتا ہوں اب تک جو کاروائی میں نے کی وہ ایک بے سود اور بے کار پاپ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی آپ کے سامنے میری ہر کوشش میرا ہر جتن بھیگی پلکوں کی عارضی تحریر سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتا میں نے جو کچھ کیا وہ میری غلطی تھی میں اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے رحم کرتے

ہوئے معاف کر دیں گے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ میں آپ کا مطیع اور فرماں بردار رہوں گا اور جو خراج آپ میرے لئے مقرر کریں گے سالانہ ادا کرتے ہوئے فرماں برداری کرتا رہوں گا۔

سلطان نے بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے راجا جاہر دیو کو معاف کر دیا اس پر سالانہ خراج مقرر کیا اور اسے واپس اپنے مرکزی شہر جانے کی اجازت دے دی سلطان کے اس فیصلے سے راجا جاہر دیو ایسا خوش اور متاثر ہوا کہ اس نے آگے بڑھ کر سلطان کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔

اسے امید نہ تھی کہ اس قدر آسانی کے ساتھ اس کی جان بخش دی جائے گی سلطان کی اس فراخ دلی پر اس نے بے پناہ شکریہ کا اظہار کیا سلطان نے اسے جانے کی اجازت دے دی راجا جاہر دیو اپنے بچے کچھے لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف چلا گیا تھا۔

کچھ دیر بعد تاج الدین بھی لشکر کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ کر سلطان کے پاس پہنچ گیا تھا اس موقع پر جب کہ خان اعظم بلبن اور الغ خان کشلی خان اور تاج الدین سلطان کے سامنے کھڑے تھے سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

عزیزو! جہاں اسے وقت لشکر رکا ہے یہیں پڑاؤ کر لو لشکریوں کو دو دن آرام کرنے کا موقع فراہم کرو اور زخمیوں کی دیکھ بھال کی جائے اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا ہمارا رخ قنوج کی طرف ہو گا اب ہمارے سامنے ایک ہی راجا ہے ملکی رام اور اس کی سرکوبی کرنی ہے مجھے امید ہے اس کا سر چند دن تک کچلنے کے بعد ہم دہلی کا رخ کریں گے اس طرح ہندوستان کے اندر امن و امان، شانتی اور سکون بحال ہو جائے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ چند گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے سلطان کے سامنے آئے تھے وہ سلطان کے طلایہ گر در مخبر تھے۔

سلطان کے سامنے آکر وہ اپنے گھوڑوں سے اترے آگے بڑھ کر سلطان کو انہوں نے تعظیم دی پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

سلطان محترم راجا جاہر دیو کے خلاف آپ کی کامیابی اور فتح پر ہم آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہم ایک اہم خبر لے کر آئے ہیں اور وہ اہم خبر یہ ہے کہ ہلاکو کا ایک سفیر اپنے محافظ دستوں کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے دہلی کا رخ کئے ہوئے ہے اسے ہلاکو خان نے کوئی پیغام دے کر بھیجا ہے ہم یہ نہیں جان سکے کہ اس پیغام کی نوعیت کیا ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان ناصرالدین لمحہ بھر کے لئے فکر مند ہو گیا تھوڑی کچھ سوچا اور سامنے کھڑے ہوئے اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

عزیزان من میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم نے منگولوں کو جو بدترین شکست دی ہے اس کا رد عمل ضرور ہو گا سو تم دیکھتے ہو کہ ہلاکو کے سفیر نے دہلی کا رخ کیا ہے میرا دل کہتا ہے ہلاکو ضرور ہم سے باز پرس کرے گا لیکن میں نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ ہلاکو کی جواب طلبی کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔

سلطان ناصرالدین محمود اپنی گفتگو جاری رکھتا کہ خان اعظم بلبن بیچ میں بول پڑا۔

سلطان محترم ہمیں ہلاکو یا اس کے سفیر کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہلاکو ہمارے لئے کوئی قہرمانیت کا نشان نہیں ہے اگر وہ بذات خود بھی ہماری طرف رخ کرتا ہے تو خداوند نے چاہا تو ہلاکو کو بھی ہم اپنے اپنے آگے بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانک کر رکھ دیں گے۔ بہر حال میں چاہتا ہوں قنوج کے بجائے دہلی کا رخ کرنا چاہیے۔

سلطان محترم قنوج کے راجا ملکی رام کی سرکوبی بعد میں بھی ہو سکتی ہے پہلے ہمیں ان منگولوں سے نمٹنا ہو گا میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر ہم ہلاکو خان کے سفیروں کی آمد سے پہلے ہی دہلی پہنچ جائیں تو جب وہ دہلی میں داخل ہوں تو ان کے سامنے اپنی پوری عسکری طاقت اور قوت کا مظاہرہ کریں ہماری اس طاقت کو دیکھتے ہوئے وہ سفیر ایسے متاثر ہوں گے کہ میرے خیال میں ہلاکو کا بھی جو پیغام دینا ہے وہ یہ پیغام بھی دینا بھول جائیں گے یاد رکھیئے آپ بھی منگولوں کی طبیعت سے واقف ہیں میں اور الغ خان بھی ان کے مزاج سے آگاہ ہیں اگر ان پر طاقت اور قوت کا اظہار کیا جائے تو میرے خیال میں وہ ہمارے قریب تک پھٹکنے کی کوشش نہ کریں گے۔

سلطان ناصرالدین نے خان اعظم بلبن کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا اور اسی روز لشکر دہلی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دہلی میں سلطان نے صرف دو دن ہی قیام کیا تھا کہ اسے خبر ملی ہلاکو خان کے سفیر دہلی کے قریب پہنچ چکے ہیں اور تھوڑی دیر بعد وہ دہلی میں داخل ہوں گے سلطان ناصرالدین نے بلبن کی تجویز پر اتفاق کرتے ہوئے خان اعظم بلبن اور الغ خان کے ساتھ ہلاکو خان کے سفیروں کا استقبال کیا اور یہ استقبال بھی کوئی عجیب و غریب تھا سلطان نے دہلی شہر کے باہر پچاس ہزار مسلح ایرانی' عربی' ترکی افغانی سواروں پر مشتمل ایک لشکر رکھا دو لاکھ پیادوں کو شہر سے باہر مستعد کر دیا لڑائی کے سامان سے لدے ہوئے دو ہزار ہاتھی کھڑے تھے اور تین ہزار آتش بازی کے سامان کے علاوہ میدان کے اندر دور تک منجنیقیں کھڑی کر دی گئی تھیں ان کے علاوہ وہ بے شمار فالتو ہاتھی اور گھوڑے ایک طرف کھڑے کر دیئے گئے تھے جس وقت ہلاکو کے سفیر وہاں پہنچے تو سلطان اور خان اعظم بلبن کے کہنے پر طبل کی آوازوں' ہاتھیوں کی چنگاڑ' گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور لشکریوں کی کڑک دھڑک سے میدان گونج اٹھا تھا اپنے لشکریوں کو مناسب ترتیب دینے کے بعد سلطان ناصرالدین اور خان اعظم بلبن آگے بڑھے تھے اور ہلاکو کے سفیروں کو اپنے سواروں اور پیدل لشکریوں ہاتھیوں اور گھڑسواروں کے بیچ میں سے گزارتے ہوئے دہلی شہر کی طرف لائے تھے۔

ہلاکو خان کے سفیروں کو دہلی کے قصر سفید میں لایا گیا اس وقت سلطان کا محل سونے اور چاندی کے سامان سے سجایا گیا تھا معززین شہر امرا سلطنت اور علما و شیوخ کے علاوہ وہ پچیس شہزادے بھی محل کے اندر موجود تھے جنہوں نے چنگیز خان کی ہنگامہ خیزیوں کی وجہ سے اپنے وطن سے فرار ہو کر سلطان ناصرالدین کے ہاں پناہ لے رکھی تھی۔

خان اعظم بلبن کی ترکیب صحیح اور کارگر ثابت ہوئی گو ہلاکو خان کے سفیر سلطان ناصرالدین سے اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کی باز پرس کے لئے آئے تھے لیکن جب ان سفیروں نے اس قدر بڑا لشکر بے شمار سوار ہاتھی اور دوسرا سامان حرب و ضرب دیکھا تو وہ ایسے متاثر ہوئے کہ چند روز انہوں نے دہلی میں قیام کیا اور سلطان

ناصرالدین کو خیر سگالی کا پیغام دینے کے بعد وہ دہلی سے کوچ کرتے ہوئے واپس چلے گئے یوں بڑی دانش مندی کے ساتھ ہلاکو کے خطرے کو ٹال دیا گیا تھا سلطان نے دو روز دہلی میں قیام کیا اس کے بعد لشکر کو لے کر قنوج کے راجا ملکی رام کی سرکوبی کے لئے کوچ کر گیا تھا۔

جس وقت سلطان ناصرالدین کا ٹکراؤ مالوہ کے راجا جاہر دیو کے ساتھ ہوا تھا جاہر دیو اور ملکی رام کے درمیان طے پایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے جاہر دیو کے ساتھ جنگ کے دوران ملکی رام نے سلطان کے لشکر پر پشت کی جانب سے حملہ آور ہونا تھا لیکن جب اس کو خبر ہوئی کہ سلطان نے اس کے خلاف احتیاطی تدابیر کر لی ہیں تب ملکی رام نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا بلکہ وہ اپنی گھات سے اٹھ کر مرکزی شہر قنوج کی طرف چلا گیا تھا وہاں اس نے اپنے حفاظتی انتظامات مستحکم کرنے شروع کر دیئے تھے اسے یقین تھا کہ جاہر دیو سے نمٹنے کے بعد سلطان ضرور اس کا رخ کرے گا۔

جب سلطان ناصرالدین جاہر دیو سے نمٹنے کے بعد قنوج کی بجائے دہلی کی طرف چلا گیا ملکی رام بڑا خوش ہوا اسے ۔ یہ خبر تو نہیں پہنچ پائی کہ تھی سلطان نے منگولوں کے سفیروں سے نمٹنے کے لئے ایسا کیا ہے تاہم وہ اپنے دل میں یہ خوش فہمی بسائے ہوئے تھا کہ جاہر دیو سے نمٹنے کے بعد سلطان دہلی کی طرف چلا گیا ہے اور وہ اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔

لیکن چند دن بعد ہی ملکی رام کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ سلطان دہلی کی طرف صرف ہلاکو خان کے سفیروں سے نمٹنے کے لئے گیا تھا اب اس کام کی تکمیل کرنے کے بعد وہ دہلی سے کوچ کر چکا ہے وہ بڑی برق رفتاری سے قنوج کا رخ کئے ہوئے ہے ملکی رام کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی اس لئے کہ وہ جانتا تھا اسے اکیلے ہی سلطان کا مقابلہ کرنا ہو گا کوئی جاہر دیو کوئی رندھیر کوئی دوسرا راجا اس کی مدد کو نہیں پہنچے گا۔

جس وقت سلطان ناصرالدین لشکر کے ساتھ دہلی سے قنوج جا رہا تھا راستے میں جیت پور کے راجا دیپال اور جاج نگر کے راجا کے سفیر ایک ساتھ سلطان کی خدمت

میں حاضر ہوئے انہوں نے سلطان کو دونوں راجاؤں کی فرماں برداری کا یقین دلایا اور یہ بھی گذارش کی کہ دونوں راجا شرمندہ ہیں وہ سلطان کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے آئندہ وہ مطیع اور فرماں بردار بن کر رہیں گے اور سلطان جو ان پر خراج مقرر کرے وہ باقاعدگی سے دیتے رہیں گے۔

سلطان نے جاج نگر اور جیت پور کے راجاؤں کے سلسلہ میں بڑی فراخ دلی سے کام لیا بڑی نرمی کے ساتھ اس نے دونوں سفیروں کے ساتھ بات کی دونوں راجاؤں پر خراج مقرر کیا اس کام سے نمٹنے کے بعد سلطان پھر برق رفتاری سے قنوج کا رخ کئے ہوئے تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سلطان ناصرالدین جب قنوج پہنچا تو اس نے دیکھا اس کے سامنے قنوج کا راجا ملکی رام محصور ہو چکا تھا شہر کی فصیل کے اوپر پرانے برجوں کی مرمت ہو چکی تھی اور سلطان کے لشکر سے نمٹنے کے لئے جگہ جگہ نئے برج بھی تعمیر کر دیئے گئے تھے جن کے اندر ملکی رام نے اپنے چوکس دستے مقرر کر رکھے تھے کہ سلطان کے لشکر پر نگاہ رکھیں اور کسی حصے سے بھی سلطان کے لشکر کو فصیل پر چڑھنے کا موقع نہ دیں۔

دو روز تک ایسی ہی کیفیت رہی ملکی رام کے دستے فصیل پر پہرہ دیتے رہے سلطان نے شہر کے ایک طرف پڑاؤ کر لیا تھا لگا تار وہ دو روز تک اپنے لشکر کو آرام اور ستانے کا موقع فراہم کرتا رہا دو روز بعد سلطان کے پاس خان اعظم بلبن، الغ خان کشلی خان اور تاج الدین جمع ہوئے۔ پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے سلطان ناصرالدین نے کہنا شروع کیا۔

عزیزان من ہندوستان کے سارے راجاؤں کی سرکوبی کر کے انہیں اپنے سامنے سرنگوں کر دیا ہے اب ملکی رام کی باری ہے مجھے امید ہے ۔ یہ زیادہ دن ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا گو اس نے اپنی ساری طاقت اور قوت قنوج شہر کے اندر منتقل کر لی ہے ہمارے مخبر یہ بھی خبر دے چکے ہیں کہ ملکی رام نے شہر کے اندر مہینوں تک محصور رہنے کے لئے خوراک ۔اور دوسرا ضروری سامان اکٹھا کر لیا ہے لیکن ہم ان سب چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ملکی رام پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ وہ اپنے گھٹنے

ہمارے سامنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔

عزیزو میرے سامنے ایک تجویز ہے وہ میں تم سے کہتا ہوں اس پر غور کرنا وہ قابل عمل ہوئی تو آنے والی شب کو اس کی ابتدا کر دی جائے گی۔

میں چاہتا ہوں لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک میرے پاس دوسرا خان اعظم تیسرا الغ خان چوتھا تاج الدین کے پاس ہو گا کشلی خان کو کچھ دستے فراہم کئے جائیں گے تاکہ وہ پڑاؤ کی حفاظت کرتا رہے گا۔

لشکر کے چاروں حصے شہر کے چاروں جانب اپنی کاروائی کی ابتدا کریں گے اس کا ہمیں یہ فائدہ ہو گا کہ ملکی رام کو بھی اپنی طاقت اور قوت کو چار حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ ہر محاذ پر خود پہنچ نہیں پائے گا کسی نہ کسی محاذ پر کمی ضرور محسوس کی جائے گی وہیں سے ہم فائدہ لگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

عزیزو شہر کے مغربی جانب میں ہوں گا شمالی جانب الغ خان مشرق کی طرف خان اعظم بلبن اور جنوب کی طرف تاج الدین ہو گا لشکر کا ہر حصہ اپنی سمت کی طرف چلا جائے گا مشرق کی طرف جانے کے بعد خان اعظم جلتے ہوئے پروں کا تیر فضا میں بلند کرے گا تب لشکر کے چاروں حصے اپنی کاروائی کی ابتدا کر دیں گے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ شہر پر حملہ آور ہو جائے گا پہلے تیر برسائیں گے تاکہ دشمن کے لشکری جو فصیل پر پہرہ دے رہے ہیں وہ برجوں کے اندر دبک جائیں اور باہر نکلنے کی کوشش نہ کریں۔

جب ایسا ہو تو پھر فصیل پر رسوں کے ذریعے چڑھنے کی کوشش کی جائے امید ہے کہ ہمارے لشکری کسی نہ کسی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے اگر ایسا ہوا تو پھر ہمارے سامنے قنوج کی فتح کے دروازے کھل جائیں گے۔

چاروں میں سے لشکر کا جو بھی حصہ فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو وہ فوراً لشکر کے باقی حصوں کو آگاہ کرے ساتھ ہی رات کی تاریکی میں شور کر دیا جائے کہ سلطان کا لشکر فصیل پر چڑھ گیا ہے ظاہر ہے دشمن کے لشکر میں جب یہ خبر پھیل جائے گی تو وہ اس حصے کی طرف بھاگیں گے جدھر ہمارے جوان فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوئے ہوں گے۔

باقی تینوں حصوں کا کام اس موقع پر یہ ہو گا کہ وہ اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کرتے ہوئے جس قدر جلد ممکن ہو فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں۔ لشکر کے چاروں حصے جو فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا لمحوں کے اندر قنوج کا راجا اپنی شکست تسلیم کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ میرے خیال میں وہ کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ ہمارے کے لشکر چاروں حصے شہر میں اتریں اور اس کے شہریوں کا قتل عام شروع کر دیں۔

خان اعظم بلبن الغ خان' تاج الدین اور کشلی خان چاروں نے سلطان ناصرالدین کی تجویز کو بے حد پسند کیا تھا بہت سراہا تھا سلطان ناصرالدین نے جب دیکھا کہ اس کے سارے سالار اس کی تجویز پر متفق ہیں تو اس نے سکون اور خوشی کا اظہار کیا پھر اس روز عشاء کی نماز کے بعد لشکر تقسیم ہو گیا کشلی خان پڑاؤ میں رہا لشکر کے باقی چار حصے اپنی اپنی سمتوں کی طرف چلے گئے تھے۔

قنوج شہر کے مشرقی جانب جانے کے بعد خان اعظم بلبن نے جب جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند کیا تب قنوج شہر کی اطراف میں ایک طوفان ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یکبارگی شہر کے چاروں طرف سے دلوں اور زمین تک ہلا دینے والی اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں اور ان صداؤں نے قنوج شہر کو ایک طرح سے فضاؤں کے اندر معلق کر کے رکھ دیا تھا شہر کا ہر شہری ہی نہیں فصیل کے اوپر مستعد اور پہرہ دینے والے ملکی رام کے لشکری بھی لرز اور کانپ گئے تھے وہ شاید یہ سمجھ رہے تھے کہ سلطان کو مزید کمک پہنچ گئی اور وہ دو روز تک اسی کمک کا انتظار کرتا رہا کمک کے آتے ہی اس نے چاروں طرف حملے کی ابتدا کر دی ہے۔

ان تکبیروں کے بلند ہوتے ہی شہر کے فصیل کے اوپر ایک ہیجان اور افرا تفری کا عالم برپا ہو گیا تھا ملکی رام بھاگتے ہوئے کبھی ایک سمت کبھی دوسری سمت جاتا تھا فصیل کے چاروں طرف حملے کی اطلاع کر دی گئی تھی مسلمان لشکری تکبیریں بلند کرتے ہوئے پہلے تیر بازی کرتے اس کے بعد شہر کے نزدیک آنے کے بعد وہ رسوں کی سڑھیاں پھینکتے ہوئے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

اس کوشش میں سب سے پہلے خان اعظم بلبن اور اس حصے کے لشکری کامیاب ہوئے کچھ لشکر کمند نما رسوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ فصیل کے محافظوں نے انہیں اتارنے کی کوشش کی لیکن پیچھے سے لگاتار آنے والے اپنے ساتھیوں کی وجہ سے انہوں نے فصیل کے اوپر اپنے لئے ایک جگہ بنا لی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں اور ہزاروں لشکری فصیل کے اوپر چڑھتے ہی چلے گئے تھے یہاں تک کہ خود خان اعظم بلبن فصیل کے اوپر چڑھ چکا تھا۔ فصیل کے اوپر تکبیریں بلند کی گئیں تھی لشکر کے باقی حصوں کو بھی اطلاع کر دی گئی کہ خان اعظم بلبن فصیل کے اوپر چڑھ چکا ہے خان اعظم بلبن نے فصیل کے اوپر چڑھنے کے بعد کئی بار اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے جس کے جواب میں چاروں طرف سے پھر تکبیریں بلند ہوئیں اور زور شور سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی جانے لگی۔

ملکی رام کو جب خبر ہوئی کہ شہر کی مشرقی جانب سے سلطان کا لشکر فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے اپنی پوری طاقت اور قوت کو اس سمت سمیٹا تاکہ اوپر چڑھنے والے لشکری کو روک سکے۔ یہ ملکی رام کی حماقت اس کی کوتاہ نظری تھی اس کے ایسا کرنے کے ساتھ ہی باقی تین اطراف سے بھی سلطان ناصرالدین' الغ خان اور تاج الدین فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ملکی رام کی بد قسمتی کہ وہ خان اعظم بلبن کو بھی فصیل سے اتار نہ سکا اتنی دیر تک باقی اطراف سے بھی مسلمان لشکری فصیل پر چڑھنے کے بعد زور دار تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔ یہ ایسا سماں تھا کہ ملکی رام اور اس کے لشکری بھاگ کر فصیل سے نیچے اترے اور پناہ لینے کی خاطر شہر کی سمت بھاگے تھے۔

جب ایسا ہوا تو سلطان ناصرالدین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس نے شہر کے چاروں دروازوں کی طرف سے اپنے کچھ جوان نیچے اتارے اور شہرپناہ کے دروازے بند کر دیئے اس کے بعد سلطان ناصرالدین نے تاج الدین کو اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر ہی رہنے دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ فصیل کے اوپر گشت کرتا رہے خود سلطان ناصرالدین' الغ خان اور خان اعظم بلبن کے ساتھ شہرپناہ سے نیچے اترا اور جہاں ملکی رام اور لشکری جمع ہوئے تھے وہاں سلطان نے الغ خان خان اعظم

بلبن کے ساتھ حملہ کر دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں گھمسان کا رن پڑا سلطان ناصرالدین نے ملکی رام کو لمحوں کے اندر بد ترین شکست دی اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ ختم کر دیا گیا ملکی رام کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

رات کا باقی حصہ سلطان ناصرالدین نے قنوج شہر کے اندر بسر کیا اور صبح سویرے اٹھ کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر اپنے پڑاؤ میں آیا ملکی رام ایک قیدی کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا سلطان اپنے خیمہ کے سامنے آیا اس وقت خان اعظم بلبن' الغ خان' کشلی خان اور تاج الدین سلطان کے ساتھ تھے پھر سلطان نے تھوڑی دیر تک خان اعظم بلبن کے کان میں سرگوشی کی جسے سن کر بلبن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی بلبن تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے ہٹ گیا جلد ہی وہ لوٹا شاید سلطان ناصرالدین نے اسے کسی کام کی تکمیل کے لئے کہا تھا اور خان اعظم بلبن اسے ادا کرنے کے بعد پھر لوٹ آیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سلطان کے سامنے قنوج کے راجا ملکی رام کو پیش کیا گیا۔ ملکی رام مجرموں کی طرح سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ سلطان تھوڑی دیر تک اس کا جائزہ لیتا رہا پھر سلطان نے بڑے غصے میں ملکی رام کو مخاطب کیا۔

ملکی رام تو ایک ایسا ناگ ثابت ہوا ہے جو پل پل سو رنگ بدلتا ہے اور جگہ جگہ اپنا کینچلی اتار پھینکتا ہے۔ تیرے شریر و سرکش جذبوں نے ماضی میں کئی جگہ قتل گاہیں سجائیں وحشتوں کے وار کئے اور تاریکیوں میں آگ اور خون کے رقص شروع کئے لیکن ہم نے ہر جگہ تیرے سامنے ناکامیاں اور نامرادیاں کھڑی کیں۔

ملکی رام گو تو بے شمار بار ہمارے لئے جنگ کا باعث بنا لیکن کبھی بھی تو ہمارے خلاف کامیاب نہ ہوا اور آج دیکھ ہم نے قنوج کی جنگ میں تیرے ذہن کی ساری ستم گری' تیری جاں کی مہک' تیرے دل کی چاہت دھو کر رکھ دی ہے اور تو ہمارے سامنے انتہائی بے بسی میں چپ کی پتھریلی چاپ اور سرد لہجوں کی تہ بہ تہ برف کی طرح خاموش اور اداس کھڑا ہے۔

ملکی رام تو نے رونے والی شکل کیوں بنا رکھی ہے اس سے پہلے ایسی حالت میں

نے مالوہ کے راجا جاہر دیو کی بھی کی تھی فکر مند نہ ہو میں تیرے قتل کا حکم نہیں دوں گا تیرے جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے اگر میں اس موقع پر تیرے قتل کا حکم دے بھی دوں تو میں حق جانب ہوں گا لیکن میں ایسا نہیں کروں گا قتل و غارت گری میری سرشت میں شامل نہیں ہے۔

ملکی رام آنے والے دور میں اگر تم مطیع و فرماں بردار بن کر اور جو خراج میں نے مالوہ کے راجا جاہر دیو کے لئے مقرر کیا ہے تو بھی اس کی ادائیگی کو تسلیم کر لے تو میں تمہیں معاف کر سکتا ہوں۔

ملکی رام چونک پڑا امیدوں بھرے انداز میں اس نے سلطان کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم اگر ایسا کریں تو میں آپ کا زندگی بھر ممنون رہوں گا۔ جو خراج جاہر دیو کیلئے مقرر کیا گیا ہے میں اپنے لئے بھی اسے تسلیم کرتا ہوں آپ سے وعدہ کرتا ہوں زندگی بھر آپ کا مطیع اور فرماں بردار بن کر رہوں گا۔

سلطان ناصر الدین نے ملکی رام کے اس وعدے کو قبول کر لیا اور اسے معاف کر دیا پھر سلطان نے مخصوص اشارہ خان اعظم بلبن کی طرف کیا۔ بلبن تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے ہٹا جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ دیاونتی اور اس ماں اندو بائی کے علاوہ ان کے پیچھے کچھ جوان بھی تھے۔

ملکی رام نے جب اپنے سامنے دیاونتی اور اپنی رانی اندو بائی کو دیکھا تو بڑا پریشان ہوا اس موقع پر سلطان نے ہلکے سے تبسم مین ملکی رام کو مخاطب کیا۔

ملکی رام تمہارے سامنے اس وقت تمہاری بیوی اندو بائی اور تمہاری راجکماری دیاونتی کھڑی ہے۔

سلطان ناصر الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دیاونتی فوراً بول پڑی تھی۔

سلطان محترم میں آپ کے ان الفاظ کے خلاف احتجاج کرتی ہوں میں اب قنوج کی نہ راجکماری ہوں نہ قنوج کے راجا ملکی رام کی بیٹی ہوں۔ میں اس وقت صرف اور صرف الغ خاں کی بیوی ہوں اس کے علاوہ قنوج سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

اپنی بیٹی دیاونتی کی یہ گفتگو سن کر راجہ ملکی رام بجھ سا گیا تھا [illegible] سے انداز

میں اپنی رانی اندو بائی کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

ملکی رام تمہاری غیر ذمہ داریوں کی وجہ سے تمہاری بیٹی دیاونتی نے تمہارے ساتھ سارے رشتے منقطع کر دیئے ہیں اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ذرا اپنی رانی اندو بائی سے پوچھو کہ کیا یہ تمہارے ساتھ قنوج میں جانے کیلئے تیار ہے۔ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں تھوڑی دیر تک تمہیں جانے کی اجازت ہو گی۔

ملکی رام نے سوالیہ سے انداز میں اندو بائی کی طرف دیکھا لیکن اندو بائی اس سے پہلے ہی بول پڑی۔

ملکی رام جس طرح میری بیٹی دیاونتی نے تمہیں باپ ماننے سے انکار کر دیا ہے س طرح میں تمہیں آج سے پتی تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہوں۔ تو نے میرے بھائی ور اس کے اہل خانہ کو ناحق قتل کیا۔ یہ ایسا پاپ ہے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ لکی رام میں اب تمہارے پاس نہیں اپنی بیٹی کے پاس رہوں گی۔ دیاونتی کے ساتھ ہاؤں گی اس سلسلہ میں الغ خاں سے میری گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کی مہربانی ہے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ ایک ماں کی حیثیت سے رکھنے کیلئے تیار ہے۔

رانی اندو بائی خاموش ہوئی تو سلطان ناصر الدین بول پڑا۔ ملکی رام میرے تھوں تمہاری شکست تمہاری پہلی بدقسمتی ہے۔ بیٹی کا تمہیں باپ تسلیم نہ کرنا تمہاری دوسری بدقسمتی ہے۔ تمہاری بیوی کا تمہیں شوہر تسلیم کرنے سے انکار تمہاری تیسری قسمتی ہے۔ سن بدقسمت انسان اگر تو ماضی میں ہمارے خلاف بغاوتیں نہ کرتا اور پ چاپ دیاونتی کو الغ خاں کے حوالے کر دیتا تو تیرے اور ہمارے تعلقات دوستانہ ہتے بہرحال جو ہوا سو ہوا اپنے چند گناہوں سے پردہ اٹھتا ہوا دیکھ جو جوان اندو بائی ر دیاونتی کے ساتھ تھے ان میں نرمل داس بھی تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لطان نے کہنا شروع کیا۔

جو شخص تمہارے سامنے کھڑا ہے وہ دہلی کا رہنے والا ہے۔ اس کا نام نرمل س ہے۔ اس نے تمہیں آکر اطلاع دی تھی کہ تمہاری راجکماری دیاونتی الغ خاں ے محبت کرتی ہے۔ اس کے کہنے پر تو نے اپنے مسلح جوان دہلی روانہ کئے جنہوں نے

وہاں سے دیاونتی کو نکالا اور تمہاری بیوی کے بھائی اور اس کے اہل خانہ کو قتل کیا گو نرمل داس کا جرم ایک ہے کہ اسے فوراً" قتل کر دینا چاہئے تھا لیکن میں اسے بھی معاف کر چکا ہوں۔ کئی دنوں سے یہ نظر بند کی حیثیت سے ہمارے پاس دن گزار رہا تھا لیکن یہ دہلی میں نہیں رہے گا تم اسے اپنے ساتھ قنوج لے جا سکتے ہو۔ اگر کسی بھی موقع پر اس نے دہلی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

ملکی رام نرمل داس کے ساتھ جو جوان دیکھتے ہو یہ وہ ہیں جو تم نے اپنے لشکر سے دہلی روانہ کئے تھے تاکہ یہ وہاں سے دیاونتی کو نکال کر لائیں مجھے خبر ہو گئی تھی کہ تم نے کچھ جوان دیاونتی کو لانے کیلئے دہلی روانہ کئے ہیں لہٰذا میں نے بھی اپنے مسلح جوانوں کو روانہ کیا جنہوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ تب سے یہ میرے پاس نظر بند تھے انہیں بھی میں قتل کر سکتا تھا۔ پر میں نے ایسا نہیں کیا میں انہیں تمہارے حوالے کرتا ہوں تم انہیں بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ میں نے انہیں بھی معاف کیا۔ ملکی رام تم آزاد ہو جا سکتے ہو۔

ملکی رام تھوڑی دیر تک بڑی ممنونیت سے سلطان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم اگر میں انسان کا بچہ ہوا تو زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا کبھی بھی آپ کے خلاف کسی بھی مہم میں شامل نہ ہوں گا اس کے بعد ملکی رام وہاں سے ہٹا اور شہر کی طرف چلا گیا تھا۔ نرمل داس اور دوسرے جوان بھی اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

اس روز سلطان ناصرالدین نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور ایک فاتح، ایک کامیاب حکمران کی حیثیت سے وہ دہلی کا رُخ کر رہا تھا۔

ختم شد